انوارِ ساطعہ

مصنفہ

حضرت علامہ مولانا عبدالسمیع انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ

مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ
لاہور

"براہین قاطعہ" کے رد میں لکھی جانے والی مدلّل اور بمثال کتاب

انوارِ ساطعہ

در بیان

مولود و فاتحہ

مصنفہ

حضرت علامہ مولانا عبدالسمیع رحمہ اللہ تعالیٰ انصاری

ناشر

مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ

لاہور

marfat.com

نام کتاب ——— انوارِ ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ

تصنیف ——— حضرت علامہ مولانا عبدالسمیع انصاری قدس سرہٗ

کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

تصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی

صفحات ——— ۶۰۸

سنِ طباعت ——— جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ / نومبر ۱۹۹۴ء

تعداد ——— ایک ہزار

مطبع ———

ناشر ——— مکتبہ حامدیہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

قیمت ———

marfat.com

فہرست مضامین

سببِ تالیف ۱۳
نام کتاب ۱۶
مضامین کتاب اجمالی خاکہ ۱۶
مؤلف کی التجا ۱۹
نورِ اول ۲۱
لمعہ اولیٰ میں مفتیانِ انکاری کی عبارات ۲۱
لمعہ ثانیہ وجہ نظر ثانی انوار ساطعہ کا بیان ۲۴
کرامت نامہ جناب حاجی صاحب ۲۶
منازلِ تصوف ۲۷
عالمِ شریعت ہونے کے لئے علمِ فلسفہ وغیرہ کی حاجت نہیں۔ ۲۸
جو لوگ من عند اللہ مؤید ہیں بنفوس قدسیہ وہ علم حقائق میں محتاج فکر و نظر کے نہیں ہوتے۔ ۲۸
براہین قاطعہ کے حال میں ۲۹
براہینِ قاطعہ کا جواب نہ لکھنے کی وجوہ ۲۹
وجہ اول ۲۹
وجہ ثانی ۳۰
مرحمت نامہ جناب مولانا رحمت اللہ کیرانوی ۳۰
وجہ ثالث ۳۱
وجہ رابع ۳۲
نظر ثانی ۳۳
وجہ خامس ۳۵
بدعت حسنہ سنت ہی ہوتی ہے ۳۵
براہین قاطعہ کے شائع ہونے کا فائدہ اول۔ ۳۷
براہین قاطعہ کے شائع ہونے کا فائدہ دوم۔ ۳۸
یہ ضروری نہیں جس امر کا وجود خارجی قرونِ ثلثہ میں نہ ہوا ہو وہ منع ہے۔ ۳۸
مقامِ صُفّہ اور اصحابِ صفہ ۴۰
براہین قاطعہ اور براہین قاطعہ گنگوہی

marfat.com

جس کا جواب "انوارِ ساطعہ" ہے دو		وجہ ہوتا ہے۔	۶۸
الگ الگ کتابیں ہیں۔	۴۲	پانچواں قول مذہب جمہور	۷۱
سلسلہ وسند شاہ ولی اللہ دہلوی	۴۳	قصۂ اول حضرت عمر رضی اللہ عنہ	۷۱
اثبات بدعت حسنہ	۴۴	قصۂ دوم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ	۷۱
حدیث خیر القرون سے بدعتِ حسنہ		قصۂ سوم حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ	۷۲
اور اس کا رد۔	۴۹	بدعت کی اصل تحقیق	۷۲
استدلال کا ردِ اول	۴۹	ردِ بدعت پر پہلی حدیث اور اس	
استدلال کا رد ثانی	۵۰	کا مطلب۔	۷۲
استدلال کا رد ثالث	۵۱	حاصلِ حدیث	۷۳
قرونِ ثلاثہ کی مدت ۲۲۰ھ کے		جو چیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے	
بعد تمام ہوئی۔	۵۳	ثابت نہیں وہ مکروہ و بدعت نہیں۔	۷۶
چند محدثات	۵۳	اصل اشیاء میں اباحت ہے	۷۷
قرآن شریف کی کتابت میں اختلاف	۵۴	فجر کو نفل مکروہ ہونے کی وجہ	۷۸
اول اذانِ جمعہ بدعت ہے	۵۵	عبداللہ بن مسعود کا نکال دینا ذکر اللہ	
استدلال کا رد رابع	۵۶	کرنے والوں کو، پھر اس کا جواب	۸۰
عبداللہ بن مسعود نے ذکر کرنے		حضرت علی کا انکارِ نفل قبل عید پر،	
والوں کو دھمکایا	۵۶	پھر اس کا جواب	۸۳
استدلال کا ردِ خامس	۵۶	ابنِ عمر کا چاشت پر انکار، پھر اس	
حدیث خیر القرون کا اصل مطلب	۶۴	کا جواب	۸۴
بعض کا فرمانا کہ بدعتِ حسنہ کچھ چیز نہیں	۶۶	حضرت عبداللہ ابن عمر کا قنوت پر	
اضافت بیانی میں عموم خصوص من		انکار، پھر اس کا جواب	۸۶

marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ہیئت سے نہیں کیا وہ خلافِ سنت اور بدعت وضلالت ہے تو بہت سے کام چھوڑنا پڑینگے۔ ۸۷

پہلے عیدگاہ میں منبر نہ تھا ۸۷

پہلے جمعہ کی اذانِ اوّل نہ ہوتی تھی ۸۸

پہلے طوافِ کعبہ میں اُلٹے پاؤں نہیں پھرتے تھے ۸۹

مسئلۂ تقلید ۹۰

مسئلہ اجماع ۹۱

بدعت حسنہ قیامت تک جاری ہے ۹۲

مولوی اسحٰق کا فیصلہ ۹۴

اقوالِ فقہا و محدثین در جواز بدعتِ حسنہ ۹۵

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا فیصلہ ۹۸

مسئلہ اولیٰ: نیت منہ سے کہنا بدعت حسنہ ۹۸

مسئلہ دوسرا ۱۰۲

تیسرا مسئلہ ۱۰۳

نور دوم ۱۰۷

جوازِ فاتحہ برطعام و شیرینی ۱۰۷

کھانا سامنے رکھ کر پڑھنا ۱۱۴

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ۱۱۶

مسئلہ ہاتھ اٹھانے کا ۱۱۹

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا ہر سال اپنے باپ کا عرس منانا۔ ۱۲۳

عرس کی اصلیت ۱۲۴

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سال بسال شہداء کی قبور پر تشریف لیجانا ۱۲۴

قبورِ صالحین کی زیارت موجبِ برکت ہے ۱۲۶

فاتحہ پر براہینِ قاطعہ کے اعتراضات، پھر ان کا جواب ۱۲۶

جمع بین العبادتین ۱۲۶

فاتحہ کے تین طریق ۱۲۷

ایصالِ ثواب کے طریق کو شعارِ ہنود قرار دینا بڑی غفلت ہے۔ ۱۳۴

جمعرات کی فاتحہ ۱۳۹

خیالی اعتراضات سب بے اصل ۱۴۱

روحوں کی چھینا جھپٹی ۱۴۵

اعتراض کہ روحِ میت کی بددعا بچند وجوہ مخدوش۔ ۱۴۷

اعتراض ارواح کے آنے پر ۱۵۴

marfat.com

قصہ صالح مزی کا ۱۵۶

عیدین، شب برات اور عشرہ محرم میں فاتحہ ۱۶۰

حدیثِ ضعیف کا حکم ۱۶۶

بیان طریقہ سوم کا ۱۷۱

کلمہ طیبہ کے فضائل ۱۷۲

سوم میں تعینِ دانہ نخود (چنے) کی وجہ ۱۷۲

سوم میں قرآن پڑھنا اور مانعین کے جوابات ۱۷۵

سوم میں اجتماع اہلِ اسلام کی وجہ ۱۸۳

سوم کا تیسرا دن معین کرنا ۱۸۶

فاتحہ خوانی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ۱۹۱

سوم میں تشبہ ہنود ہرگز نہیں، تشبہ کی تحقیق ۲۰۱

فاتحہ، دہم، بستم اور چہلم کا جواز ۲۰۹

گھڑا بھیجنے کی اصل ۲۰۹

چالیس روز تک کھانا دینا ۲۱۰

چہلم ناجائز کہنے والوں کے دلائل، انکار ۲۱۱

بہتیرے حکم بدل جاتے ہیں زمانہ بدل جانے سے ۲۴۰

نصائح در باب اموات ۲۵۱

میت کو دفن کر کے اس کی قبر پر
ٹھہرنا اور کچھ پڑھنا چاہیے۔ ۲۵۱

نور رسوم، اثبات محفل میلاد ۲۵۹

اثباتِ مولد شریف بنصِ قرآن و حدیث ۲۵۹

واجماعِ سوادِ اعظم ۲۵۹

مولد شریف پر بلا نکیر اجماع ہونے کے ۲۶۹

پچاس برس بعد فاکہانی پیدا ہوا۔ ۲۶۹

سوادِ اعظم سے مراد اکثر مسلمین ہیں ۲۷۳

مدتوں تک اتفاق پر گزرنا علمائے
محققین کا، اگرچہ وہ مجتہد ہوں حجت ہے ۲۷۴

شاہ ولی اللہ دہلوی کے سب خاندان
سے ثبوتِ مولد شریف ۲۷۵

مولوی اسحٰق صاحب کی عبارت۔ ۲۸۳

مولوی اسحٰق کا شریک ہونا محفل میں ۲۸۴

سید احمد صاحب کے سامنے مولد شریف
کا ہونا۔ ۲۸۶

مولوی اسمٰعیل اور شاہ عبد الغنی سے
ثبوتِ مولد شریف۔ ۲۸۸

مولد شریف میں نہ کنہیا کے جنم کا
تشبہ ہے نہ نصاریٰ کا۔ ۲۹۳

مسجد کی زینت میں تشبہ نصاریٰ
ہے پھر بھی جائز ہے۔ ۲۹۹

اصلِ مولد شریف قرآن و حدیث
و صحابہ و دیگر دلائل سے۔ ۳۰۲

ابن عمر نے جو چھینک کے جواب میں

marfat.com

السلام علیٰ رسول اللہ کو منع کیا اس کا جواب۔ ۳۰۸

التحیات کے درود میں سیدنا زیادہ بڑھا دینا درست ہے۔ ۳۰۹

مدرسوں کے امور محدثہ کا بیان اور مؤلفِ براہین کا سنت کہنا سب کو۔ ۳۱۱

محفل میں استعمالِ عطر و شیرینی و طعام و فرش کا جواز۔ ۳۱۳

تقسیم شیرینی کا ثبوت ۳۱۳

منبر و چوکی و اشعار کا ثبوت ۳۱۵

جب سب چیزیں الگ الگ مباح ہیں تو جمع ہو کر بھی مباح رہیں گی۔ ۳۱۶

منکرین کا اعتراض اجتماع مباحات پھر اس کا جواب۔ ۳۱۷

محفلِ مولد کے امور بالائے کی دوسری تقریر۔ ۳۱۸

محفلِ مولد کے امور بالائے کی تیسری تقریر۔ ۳۲۰

محفل کی ایسی نظیر شرعی جس میں چند سنن موجود ہیں۔ ۳۲۲

موافق تقریر مولوی اسمٰعیل صاحب کے سنت ہونا محفل مولد شریف کا۔ ۳۲۳

کسی امام کے مسئلہ پر اگر ہمارے قواعد کے خلاف نہ ہو عمل درست ہے۔ ۳۲۵

یہ محفل بارہ ۱۲ مہینے جائز ہے بہ تحقیق ادلۂ شرعیہ۔ ۳۲۶

اس اعتراض کا جواب کہ تم صحابہ سے بھی بڑھ گئے انھوں نے یہ اہتمام نہ کیا تم کرتے ہو۔ ۳۲۹

اگر کوئی خاص بارھویں ربیع الاول کو محفل کرے اور ہر سال کرتا رہے اس کے لئے دلائل شرعیہ۔ ۳۳۱

تخصیصِ یوم پر دوسری دلیل یوم صوم عاشورہ۔ ۳۳۲

مولد علی الدوام کرنے پر دلیل احب الاعمال ادومھا۔ ۳۳۵

آیۃ ورھبانیۃ ابتدعوھا بھی دوامِ مولد کی دلیل۔ ۳۳۵

تحقیق قول طیبی من اصر علی مندوب و قول ابن عباس لایحیل احدکم للشیطٰن۔ ۳۳۹

جواب اعتراضات براہین قاطعہ بر

marfat.com

صوم عاشورہ وعید یک شنبہ
عیسٰی علیہ السلام۔ ۳۴۱
مولد میں قیام بدعتِ سیئہ
ہرگز نہیں۔ ۳۴۳
حضرت کی تعظیم عبادت ہے اور
واجب ہے۔ ۳۴۳
قیامِ تعظیمی شرک وکفر ہرگز نہیں۔ ۳۴۶
تحقیق سجدہ لغیراللہ ۳۴۷
قبر شریف پر دست بستہ کھڑا ہو۔ ۳۵۰
یہ عقیدہ کسی کا نہیں کہ حضرت اس
محفل میں پیدا ہوئے معاذاللہ۔ ۳۵۳
تردید اس کی جو اعتقاد حضورِ روح
مبارک کو شرک قرار دے۔ ۳۵۵
ملک الموت وشیطان اور چاند و
سورج کی مثالیں۔ ۳۵۶
ارواحِ انبیاء واولیاء چلتی پھرتی
ہیں، تصرف کرتی ہیں۔ ۳۵۹
ابرار کا ایک آن میں بہت جگہ ظاہر
ہونا اور حلِ مشکلات کرنا۔ ۳۷۱
قصہ تالاب شمسی دہلی ۳۷۵
کشف الہام کی حقیقت اور یہ بات
کہ اس پر عمل بھی ہوتا ہے۔ ۳۷۸
حضرت کو علمِ غیب ہے یا نہیں
اور محفل کی خبر ہوتی ہے یا نہیں۔ ۳۸۲
جواب اس کا کہ حضرت کی حیات میں
قیام نہیں کرتے تھے اب کس طرح
جائز ہے۔ ۴۰۳
جواب اس کا کہ حضور کا نام سُن کر
کھڑے ہو جائیں خدا کے نام پر نہ ہوں ۴۰۶
جواب اس کا کہ حضرت کا نام اذان
اور خطبہ میں سُنتے ہیں، نہیں اُٹھتے۔ ۴۰۶
اگر قدوم کی تعظیم ہے تو جب سنیں
کہ حضرت مسجد آئے یا جہاد سے
آئے، کھڑے ہو جائیں۔ ۴۰۷
جب حقیقت موجود نہ ہو تو اصل
حقیقت کا معاملہ نہ کیا جائے،
پھر اس کا جواب۔ ۴۰۸
قیام وقوعِ ولادت شریف ہونا چاہیئے، اس کا جواب ۴۱۱
رمل حج وتصور شیخ سے ۴۱۲
شامی نے خود قیام کو بدعت لاصل
لکھا، پھر اس کا جواب۔ ۴۱۵
قیام اگر مستحب ہے تو کبھی ترک

marfat.com

کیوں نہیں کرتے، واجب کی طرح ہمیشہ کرتے ہیں۔ ۴۲۵

بعض الکلام بدل جاتے ہیں بہ تبدیل زمان ۴۲۶

قبورِ مشائخ و علماء پر قبہ بنانا۔ ۴۲۶

اکثر چیزیں اس وقت اچھی گنی جاتی ہیں جو صحابہ کے نزدیک مکروہ تھیں۔ ۴۲۷

عوام کے سامنے وہ بات نہ کہے جو وہ نہیں سمجھتے پس فاتحہ اموات و مولد کو بدعت نہ کہا جائے۔ ۴۲۸

قیام کے منکر پر تارکِ فرض کی طرح ملامت کرتے ہیں۔ ۴۲۹

ندائے یارسول اللہ کی تحقیق ۴۳۱

التحیات میں السلام علیک کہنے کی تحقیق۔ ۴۳۲

بیوتِ اہلِ اسلام میں روضۂ مبارک حاضر ہونے کے معنے۔ ۴۳۴

خطاب یارسول اللہ صحابہ سے چودھویں صدی تک۔ ۴۳۶

یارسول اللہ کیوں کہتے ہیں اس کے ذیل ۴۵۸

قریٰ حرمین کا مع فہرجناب مولانا رحمۃ اللہ صاحب پایۂ حرمین شریفین

جوازِ یارسول اللہ ۴۶۱

محفل میں چوکی اور فرش مکلف بچھانے اور زینت کا اثبات۔ ۴۶۷

خوش الحانی سے قصائد پڑھنے اور سماع مباح کا جواز۔ ۴۶۹

امردوں کا مدح پڑھنا بھی درست ہے ۴۷۲

نابالغ کے امام بنانے میں اختلاف ہے ۴۷۵

امرد کی طرف بلا شہوت دیکھنا بالاتفاق جائز ہے۔ ۴۷۶

لڑکیوں کا شعر پڑھنا دف بجا کر ۴۸۰

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سلامی و جوابی کی تحقیق۔ ۴۸۰

تغنی اہل فسق کے قواعد پر نہ چلیں۔ ۴۸۲

شعر خوش آوازی سے پڑھنے و حروف قطع و وصل ہونا جائز ہے۔ ۴۸۲

روشنی کی تحقیق صحابہ سے اب تک ۴۸۳

مسجد میں قندیل جلانے کی فضیلت ۴۸۸

روشنی کے تین درجے ہیں، تیسرا منع ہے۔ ۴۹۰

جواب اعتراض بانیانِ محفل نے مطلق شرع کو مقید کر دیا ہے۔ ۴۹۲

marfat.com

جواب اعتراض مولد شریف منبر پر پڑھتے ہیں قرآن شریف نیچے بیٹھ کر۔ ۴۹۴

جواب اعتراض جب قرآن پڑھتے ہیں فرش نہ بچھائیں نہ سامان کریں۔ ۴۹۴

جواب اعتراض محفل میں روایات بے اصل پڑھتے ہیں۔ ۴۹۶

جواب اعتراض لباس ریشمیں خلافِ شرع پہن کر مولد میں آتے ہیں۔ ۴۹۶

جواب اعتراض جو زیادہ رات تک مولد شریف ہو تو صبح کی نماز میں حرج آتا ہے۔ ۴۹۸

آن علماء نامی اہلسنت کے نام جو مجوز مولد شریف ہیں۔ ۴۹۹

نقل فتوٰی عرب مع مُہر مولانا رحمۃ اللہ صاحب پایۂ حرمین شریفین۔ ۵۰۸

حرمین کی فضیلت اور ایک قصہ لطیفہ ۵۱۸

فتاوٰی بغداد و دیگر مقامات ۵۲۲

حکم اخیر بعد تنقیح مقدمات در باب مولد ۵۳۲

مناجات بدرگاہ مجیب الدعوات ۵۳۴

نورِ چہارم ۵۳۷

تقریظ مولانا لطف اللہ صاحب علیگڑھی ۵۳۷

تقریظ مولانا فیض الحسن صاحب سہارن پوری ۵۴۰

تقریظ مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری ۵۴۱

تقریظ مولانا مفتی محمد ارشاد حسین صاحب ۵۴۴

تقریظ مولانا محمد اعجاز حسین صاحب ۵۴۶

تقریظ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی ۵۴۷

تقریظ مولانا محمد عبد القادر صاحب بدایونی ۵۵۶

تقریظ مولانا عبید اللہ صاحب بمبئی ۵۵۷

تقریظ مولانا سید عماد الدین صاحب رفاعی ۵۶۰

تقریظ مولانا وکیل احمد صاحب سکندر پوری ۵۶۲

تقریظ مولانا نذیر احمد خاں صاحب مدرس گجرات ۵۶۴

تقریظ مولانا محمد ابو البرکات صاحب غازی پوری ۵۶۹

تقریظ مولانا محمد فاروق صاحب چڑیا کوٹی ۵۷۳

تقریظ مولانا محمد عبد المجید صاحب فرنگی محل ۵۷۵

تصدیق لسانی مولانا عبد الحی صاحب مرحوم ۵۷۸

تقریظ قاضی مولوی عبد الغفور صاحب ۵۸۰

تقریظ مولانا محمد عادل صاحب ۵۸۲

marfat.com

تقریظ مولانا محمد عبداللہ صاحب مدرس اکبرآبادی	۵۸۵	تقریظ مولوی محمد صادق علی صاحب	۵۹۱
تقریظ مولانا محمد عبدالحق صاحب مؤلف تفسیر حقانی	۵۸۷	تقریظ مجدد زماں حضرت مولانا محمد رحمۃ اللہ صاحب حرمین شریفین	۵۹۵
تقریظ مولانا محمد یعقوب صاحب دہلوی	۵۸۸	اختتام کتاب بکلمات طیبات مرشد آفاق حضرت حاجی شاہ امداد اللہ در تائید مستحب و مبارک محفل انوار بودن محفل اقدس	۵۹۸
تقریظ مولانا عبدالحق صاحب سہارن پوری مدرس رُڑکی	۵۹۰	حضرت مولانا عبدالسمیع بیدل رحمہ اللہ	۶۰۴

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سببِ تالیف

ہزار ہزار شکر تیرا اے منعمِ حقیقی کہ تُو نے ایسا حبیب مقبولِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بھیجا جس کا وجودِ باجود مومنین کے لیے موجبِ نورِ ایمان اور باعثِ آرامِ جان ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ پھر لاکھوں کروڑوں درود اس امامِ رُسل ہادیِ سُبل کی رُوحِ پُرفتوح پر جس کے فیضِ تعلیم و ہدایت سے ہر زندہ دل اپنے مُردگانِ غمناک کی ارواح کو فاتحہ و درود سے راحت رساں ہے رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

اَمّا بعد

عرض کرتا ہے امیدوارِ فضلِ باری احقر العباد عبدالسمیع انصاری کہ اہلِ اسلام کو اپنی اِس حالتِ تارک پر رونا چاہیے کہ اسلام ایک گُلِ پژمُردہ کی طرح سمومِ اختلافاتِ بیجا سے آناً فاناً کملایا جاتا ہے اور عناد و فساد ایک تُند بادِ شدید ظلمانی کی طرح ہر طرف سے اُٹھا چلا آتا ہے۔ نہ زبانیں سچی نہ سینہ صاف، سیکڑوں مفسدے ہزاروں اختلاف۔ کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ جنابِ باری عزّ اسمہٗ جس کی شانِ عالی یہ ہے

marfat.com

مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثاً، اُس کو امکانِ کذب کا دھبّہ لگاتا ہے۔ اور حضرت فخرِ موجودات سرورِ کائنات جس نے خود اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا ہے:

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ یعنی کون ہے تم میں میری مانند۔

لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ (ایک بھی تم میں میری طرح نہیں)

اور وہ تو وہی ہے ان کی بیبیوں کی وُہ شانِ عالی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ (اے نبی کی بیبیو! عورتوں میں سے ایک بھی تمہاری طرح نہیں)

پھر اس زمانہ میں ایک ادنیٰ سا آدمی ہے کہ وُہ کہہ رہا ہے: "رسول اللہ میرے بھائی ہیں۔"

واضح ہو کہ بھائی جس قدر ہوتے ہیں سب اپنے باپ کے کُل ترکہ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ اس لفظ سے معاذ اللہ ایہام دعویٰ برابری حضرت فخر الانبیاء کے ساتھ ہے۔ اب کس کس اختلاف کو بیان کیجئے، ایک کہتا ہے کہ وتر ایک رکعت پڑھو تین رکعت ضرور نہیں، اور تراویح بیس پڑھنی بدعت اور آٹھ سنّت ہیں۔ اس ملک میں جو قدیم الایام سے تین رکعت وتر اور بیس رکعت تراویح پر اجماع واتفاق تھا اُس میں پھوٹ ڈالتے ہیں۔ اور ایک یہ کیا بہت باتوں میں طرح طرح کی شاخیں نکالتے ہیں۔ وہ محفلِ میلاد جس کو عالمِ عامل محدّث کامل فقیہ فاضل حافظ ابو الخیر سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جمیع اطراف وجوانب ارض میں اہلِ اسلام پڑھتے ہیں مولدِ نبی کریم اور پاتے ہیں اس کے سبب برکاتِ عظیم۔

(ب) اِس دور میں کوئی آدمی اُس کو کفر و شرک کہتا ہے، کوئی بدعت کہتا ہے، نعوذ باللہ منہا۔ علیٰ ہٰذا القیاس، وُاموات جو محزون دردناک ایک غار تنگ وتاریک میں پڑے ہُوئے آس کر رہے ہیں کاش میرا بیٹا یا بیٹی کچھ مجھ کو دیں یا بھائی بہن

marfat.com

فاتحہ درود بھیجیں۔ اب اس وقت میں بعض صاحب ہیں کہ بے دھڑک فتوے دے رہے ہیں کہ یہ سب امور بدعت اور حرام ہیں۔ عوام جو تعیینِ تواریخ کی تقیید میں کچھ کرگزرتے تھے وہ بالکل شتر بے مہار ہو گئے۔ بدعت سُن کر مصارفِ خیر سے سبکدوش اور دست بردار ہو گئے، امدادِ اموات بند ہوگئی۔ تیرھویں صدی میں لوگوں کا حال کیا غضب تھا، اب چودھویں صدی شروع ہُوئی دیکھیے کیا قیامت ہو۔ دنیا میں کیا خرابی اور دین میں کیا مصیبت ہو۔ تیرہ سو دو ہجری (سنہ ۱۳۰۲ھ) میں دہلی کے تین علماءِ غیر مقلد اور علماءِ دیوبند و گنگوہ و سہارنپور کی حُسنِ توجہ سے اور مطبع ہاشمی میرٹھ کی سعی سے ایک فتوٰی چار ورق چھپ کر اکثر اطراف میں تشہیر کیا گیا، اُس کی لوحِ سرنوشت یہ تھی، "فتوٰی مولود عرس وغیرہ"۔ اس فتوٰی کا ذکر جہاں اس کتاب میں آوے گا فتوٰی اوّل انکاری لکھا جاوے گا۔ خلاصہ مضمون اُس کا یہ ہے کہ محفلِ مولد شریف علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بدعتِ ضلالت اور اسی طرح اموات کی فاتحہ درود جو ہندوستان میں رائج ہے یہ سب حرام اور رسمِ بد اور معصیت ہے"۔ کچھ دن اس پر نہ گزرے تھے کہ فتوٰی دوسرا چوبیس صفحہ کا اُسی مطبع ہاشمی میں چھپ کر مشتہر ہوا اُس کا نام لوح پر یہ لکھا: "فتوٰی میلاد شریف یعنی مولود مع دیگر فتاوٰی"۔ اس فتوٰی کا جس جگہ اس کتاب میں ذکر آوے گا فتوٰی ثانی انکاری لکھا جاوے گا۔ اس فتوٰی میں زیادہ تر مذمت میلاد شریف کی ہے اور وہ چَودرقہ جو پہلے چھپا تھا پھر دوبارہ اس میں چھپا۔ مجھ سے بعض اخوانِ طریقت نے بتاکید تمام یہ فرمائش کی کہ اس فتوٰی کے سبب کچّے دل کے آدمی تشکیکات میں پڑے جاتے ہیں اور معاندین اس فتوٰی کو جا بجا دکھاتے ہیں اور اِس فتوٰی کو پڑھ پڑھ کر اپنے مسلمان بھائیوں کو بیدردی سے چڑاتے ہیں اور فتنہ کی آگ جو اس قسم کی تحریکاتِ نفسانی سے بھڑکتی ہے بھڑکاتے ہیں۔ اب تم کو چاہیئے کہ تم خبر لو اور ایک قولِ حق

marfat.com

افراط و تفریط سے خالی اس باب میں لکھ دو ورنہ عوام جگر خام گرداب ضلالت میں ڈوب جائیں گے اور پھر کبھی ساحلِ ہدایت کی طرف خروج نہ پائیں گے ۔ تب حضرت ملہم الصدق والصواب نے جس کے قبضۂ قدرت میں بنی آدم کا دل ہے میرے دل میں یہ ہی ڈال دیا کہ بالضرور اس مقدمہ میں ایک حکمِ فیصل لکھنا چاہیے اور عوام کو تشکیکات رد و جدال میں نہ ڈالنا چاہیے تب میں نے یہ رسالہ لکھا اور نام اس کا **انوارِ ساطعہ دربیان مولود و فاتحہ** رکھا،

مضامین کتاب کا اجمالی خاکہ اس میں چار انوار ہیں:

○ نورِ اوّل میں پانچ لمعے ہیں:

——— لمعۂ اولیٰ میں نقل ہیں کچھ عبارتیں مفتیانِ فتاویٰ انکاری کی۔

——— لمعۂ ثانیہ میں وجہ نظرِ ثانی "انوارِ ساطعہ" کا بیان ہے۔

——— لمعۂ ثالثہ میں حال ہے کتاب "براہینِ قاطعہ" کا۔

——— لمعۂ رابعہ میں ذکر ہے علمائے مشائخ مسلم الثبوت مفتیانِ فتویٰ انکاری کا۔

——— لمعۂ خامسہ تحقیق بدعتِ حسنہ و بیانِ اقوال و شرح حدیث خیر القرون و بیان امور یکہ بران باہم انکار واقعہ شدہ مثل اذانِ جمعہ و اعرابِ قرآن وغیرہ و ثبوت بدعتِ حسنہ بدلیل عقلی و نقلی و شرح حدیث "مَن احدث فی امرنا" و دیگر احادیثِ بدعت و شرح اثر عبداللہ ابنِ مسعود و دیگر صحابہ در احداث و بیان امور یکہ در زمان نبوت نبودند مثل منبر عیدگاہ و اذانِ اولیٰ جمعہ و رجع القہقریٰ اطوافِ

marfat.com

رخصت وعجب ست کسیکہ عامل باعمال مشائخ وتقلید
باشد چہ طور منع کند فاتحہ ومولد شریف را وتحقیق "مَن سنَّ فی
الاسلام سنۃ" واقوالِ فقہاء ومحدثین در اثباتِ بدعتِ حسنہ۔

○ نور دوم میں چھ لمعے ہیں ؛

——— لمعۂ اُولیٰ میں جواز فاتحہ وجواب دلائلِ مانعین۔

——— لمعۂ ثانیہ میں جمعرات کی فاتحہ۔

——— لمعۂ ثالثہ عیدین وشبِ برات وعشرہ محرم میں فاتحہ۔

——— لمعۂ رابعہ جواز طریق فاتحہ سوم۔

——— لمعۂ خامسہ ذکر چہلم وبستم ودہم کا اور بھیجنا گھڑوں کا مساجد
میں بہ نیت امداد مصلیانِ مساجد۔

——— لمعہ سادسہ نصائح درباب اموات۔

○ نورِ سوم میں نو لمعے ہیں ؛

——— لمعۂ اُولیٰ اثباتِ محفل میلاد بابرکت بمذہب جمہور امت۔

——— لمعۂ ثانیہ میں یہ بیان کہ خاندان عزیزیہ کے مشائخ کرام شامل
محفل مولد شریف ہوئے اور جناب مرشدی ومولائی حضرت
حاجی شاہ امداد اللہ صاحب عم فیوضہ بھی شریک محفل مولد شریف
ہوتے ہیں۔

——— لمعۂ ثالثہ یہ اعتراض کہ محفل میلاد شریف کو کنہیا کے جنم اور
نصاریٰ کے بڑے دن سے مشابہت ہے پھر اس کا جواب۔

——— لمعۂ رابعہ یہ اعتراض کہ یہ محفل بدعت سیئہ ہے پھر اس کا
جواب اور اصولِ مقررہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے ثابت

marfat.com

کرنا کہ یہ محفل سنّت ہے بدعت ہرگز نہیں کیونکہ اس کی اصل
بھی ثابت ہے اور نظیر و مثل بھی۔

——— لمعۂ خامسہ یہ اعتراض کہ محفل خاص بارھویں ربیع الاوّل کو
کیوں کرتے ہیں اور ہر سال دوام کیوں ہے؟ پھر اس کا جواب
اور ثبوت تخصیص یوم عمل دائمی چند دلائل سے۔

——— لمعۂ سادسہ یہ اعتراض کہ قیام شرک ہے اور رُوح کا وہاں
حاضر جاننا شرک ہے۔ پھر ان سب کا جواب اور چلنا پھرنا روحوں
کا دلائل قویہ سے ثابت کرنا اور یہ بھی کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو خبر پہنچتی ہے محفل مولد شریف کی اور قیام کے شبہات
کا جواب اور یہ تحقیق کہ تعیینِ قیام اس واسطے نہیں کہ رُوح
مبارک تشریف لاتی ہے بلکہ قیام چند وجوہ سے شرع میں
پایا گیا ہے۔

——— لمعۂ سابعہ یہ اعتراض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غائب
ہیں الفاظِ حاضر مخاطب اُن کے واسطے بولنے کفر ہیں۔ پھر
اس کا جواب دلائل قاطعہ سے اور ثبوت اُس کا عہدِ صحابہ
سے اب تک۔

——— لمعۂ ثامنہ اعتراضِ متفرقہ پھر اس کا جواب۔

——— لمعۂ تاسعہ اسمائے مبارک حضرات عالی درجات فقہاء
محدثین مجوزین عمل برکات تضمین مولد ختم المرسلین صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ واولیاء اُمتہ اجمعین۔

○ نورِ چہارم میں تقریظات رشیق و تنمیقات انیق جو اس عصر کے علماء

marfat.com

فضلاء ذی تحقیق و تدقیق و نیز بعض عنایت فرمایانِ شفیق
نے رقم فرمائی ہیں۔

مؤلف کی التجا

مؤلف رسالہ ہذا بعد التجا اہلِ اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ میں ایک مردِ مریض و نقیہ و کم طاقت حوائج علائق سے عدیم الفرصت ہوں تردّدات سے دم بھر خالی نہیں۔ جنگ و جدال اور تضییعِ اوقات سے بچتا ہوں کیونکہ میں کوئی وارستہ مزاج لاابالی نہیں۔ اپنے کاروبار کو اصلاحِ دین کے لیے چھوڑ کر یہ رسالہ لکھتا ہوں۔ اے اہلِ اسلام! للہ نظرِ انصاف سے اس کو دیکھو نفسانیت کو ہرگز دخل نہ دیجیو اگر حق سمجھ میں آجائے قبول کیجیو اور قولِ سابق سے رجوع کرنے کو کسرِ شان مت سمجھیو اور مدتوں کی جمی ہوئی دل سے نہ نکالو تو اتنا ضرور کیجیو کہ طرف ثانی کی تشنیع سے زبان سنبھالیو۔ ع

مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

جو لوگ باقتدائے سلف صالح اِن امورِ حسنہ کے قائل ہیں اُن کے پاس اپنی تقویت میں بہت سے دلائل ہیں اور ادلّہ شرعیہ سے مدلّل اُن کے مسائل ہیں۔

---

marfat.com

نورِ اوّل

نورِ اول میں پانچ لمعے ہیں۔

مفتیانِ انکاری کی عبارات

لمعۂ اولیٰ میں نقل ہیں کچھ عبارتیں مفتیانِ انکاری کی۔

قال انعقاد محفل میلاد اور قیام وقت ذکرِ پیدائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرونِ ثلٰثہ سے ثابت نہیں ہوا پس یہ بدعت ہے اور علیٰ ہٰذا القیاس بروز عیدین وغیرہ عیدین و پنجشنبہ وغیرہ میں فاتحہ مرسومہ ہا ہتمام اٹھا کر پایا نہیں گیا البتہ نیابۃً عن المیت بغیر تخصیص ان امور مرقومہ سوال کے للہ مساکین و فقراء کو دے کر ثواب پہنچانا اور دعائے استغفار کرنے میں اُمیدِ منفعت ہے اور ایسا ہی حال سوئم دہم چہلم وغیرہ اور پنج آیت اور چنوں اور شیرینی وغیرہ کا عدم ثبوت حدیث اور کتبِ دینیہ سے۔ خلاصہ یہ کہ بدعات مخترعات ناپسندِ شرعیہ ہیں (مولوی حفیظ اللہ صاحب، مولوی شریف حسین صاحب۔ مولوی الٰہی بخش صاحب، مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اوّل مدرسۂ دیوبند، مولوی محمد محمود صاحب مدرس مدرسۂ دیوبند) یہ عبارت فتویٰ اوّل انکاری صفحہ ۳ اور فتویٰ ثانی انکاری صفحہ ۱۶ میں ہے۔

قال جوابات سب صحیح ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار (کتبہ فقیر محمد عبدالخالق دیوبندی

marfat.com

عفی عنہ) فتوٰی اوّل انکاری صفحہ ۳، فتوٰی ثانی انکاری ص ۱۷۔

___ قال ایسی مجلس ناجائز ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخرِ عالم علیہ السلام کو کرنا اگر حاضر ناظر جان کر کرے کفر ہے ایسی محفل میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلافِ سنّت ہے اور سوم بھی کہ یہ سنّت ہنود کی رسوم سے ہے البتہ ثواب پہنچانا اموات کو بلا قید روا ہے اس کا مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (رشید احمد عفی عنہ گنگوہی)

یہ عبارت فتوٰی اوّل انکاری صفحہ ۴ و فتوٰی ثانی انکاری کے صفحہ ۱۷ میں ہے۔

___ التزام مجلس میلاد بلا قیام و روشنی و تقاسیم شیرینی وغیرہ وات لایعنی کی ضلالت سے خالی نہیں ہے وعلیٰ ہذا القیاس سوم و فاتحہ برطعام کہ قرونِ ثلٰثہ میں نہیں پائی گئی۔

فتوٰی اوّل انکاری صفحہ ۴ فتوٰی ثانی انکاری صفحہ ۱۷۔

___ قال مجلسِ مولود جیسا کہ اس زمانہ میں اس ہیئتِ کذائیہ مشہورہ کے ساتھ مروج ہے یعنی مجتمع ہونا اور خلط ملط ہونا چھوٹوں بڑوں کا بلکہ عورتوں اور امرد لڑکوں کا اور پڑھنا اشعار کا راگنی میں اور پڑھنا روایتوں موضوعہ کا جو بالکل بے اصل ہیں اور بے دین اور طالب الدنیا لوگوں نے روپیہ کمانے کے واسطے ان کو گھڑ کر عوام الناس کی تسخیر کے لیے اپنی باتوں کو چکنی چپڑی کرنا چاہا اور ہر کس و ناکس کو اس میں بلانا خواہ وہ لوگ لباس اور پہناوے بُرے خلاف شرع کے پہنے ہوئے ہوں اور خواہ ڈاڑھی منڈائے ہوئے ہوں۔

یہ عبارت صفحہ ۸ فتوٰی ثانی انکاری میں مرقوم ہے۔

___ قال یا یہ وجہ کہ رُوحِ پاک علیہ السلام کی جو عالمِ شہادۃ میں تشریف لائی اُس کی تعظیم کو قیام ہے تو بھی محض حماقت ہے کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت

marfat.com

وقوع ولادت شریف کے ہونا چاہیے اب ہر روز کون سی ولالت مکرر ہوتی ہے۔
پس یہ ہر روز اعادہَ ولادت تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنہیا ولادت کا ہر سال
کرتے ہیں یا مثل روافض کے نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ
سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا اور یہ خود حرکتِ قبیحہ قابلِ لوم وحرام وفسق ہے بلکہ
یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے وہ تو تاریخِ معینہ پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی
قید نہیں جب چاہیں یہ خرافاتِ فرضی بناتے ہیں۔

یہ عبارت فتوٰی ثانی انکاری صفحہ ۱۴ میں مرقوم ہے۔

قال نہیں جانتا میں اس مجلس مولود کی کچھ اصل کتاب اور سنت میں اور
نہیں نقل کیا گیا کرنا اس کا کسی سے علمائے اُمت میں سے جو کہ پیشوائے دین اور
چنگل مارنے والے ہیں ساتھ آثار اگلوں کے بلکہ یہ بدعت ہے ایجاد کیا اس کو
بیہودہ لوگوں نے اور خواہش نفسانی ہے کہ ارادہ کیا اس کو ٹکڑ گدوں پیٹ کے
کُتوں بہت کھانے والوں نے۔ نَجَانَا اللّٰہُ مِنْھُمْ وَ اَعَاذَنَا اللّٰہ مِن
شُرُوْرِھِم۔ آمین (بچاوے اللہ ہم کو ان لوگوں سے اور پناہ میں رکھے ہم کو
ان کی شرارتوں سے۔ آمین)

فتوٰی ثانی انکاری صفحہ ۱۸ میں یہ عبارت درج ہے اور مولوی محمد حسین صاحب
فتیر اگرچہ اس فتاوٰی میں شریک نہیں مگر بہت کچھ مذمت مولد شریف کی کرتے ہیں وہ
اپنے حربہَ فقیر میں جو کہ اس فتوٰی سے بہت پہلے طبع ہو چکا ہے لکھتے ہیں: ؎

ہزاروں فاسق و فاجر ہیں جمع محفل میں
عجیب نفس کی لذت ہے محفلِ میلاد
جو چشمِ دل بھی ہے بینا تو دیکھ شیطان کو
کہ اُس کے زیرِ حکومت ہے محفلِ میلاد

marfat.com

حرام فعل ہو یا ہو حلال اُن کے لیے
قضائے جملہ حاجت ہے محفلِ میلاد
چڑھی ہے داڑھی تو مونچھیں بڑی ہیں اکثر کی
بھری اُنھیں سے بکثرت ہے محفلِ میلاد
بہت ندائے رسولِ خدا میں شاغل ہیں
یہ مشرکوں کی علامت ہے محفلِ میلاد

اگرچہ یہ عبارتیں اس قابل نہ تھیں کہ درج کتاب کی جاتیں لیکن اس معذرت کے لیے لکھی گئیں کہ میں نے ایسے مقالات پریشان سے تنگ ہو کر قلم اٹھایا ہے اصحابِ عدل و انصاف مجھ کو معذور فرمائیں۔

وجہِ نظرِ ثانی "انوارِ ساطعہ"

لمعہ ثانیہ میں وجہ نظر ثانی 'انوارِ ساطعہ' کا بیان ہے واضح ہو کہ جب حضرات مانعین کی دراز نفسی بڑھی مولد شریف کرنے والوں کو ٹکڑ گدے اور پیٹ کے کُتّے لکھا اور ہندوؤں سے بھی بدتر ٹھہرایا اور مولد شریف کو خرافات اور سانگ بنایا۔ چنانچہ یہ کلمات فتویٰ مطبوعہ ہاشمی سے بقید ہندسہ صفحہ لمعہ اولیٰ میں نقل ہو چکی۔ علاوہ اس کے بعض رسائلِ منکرین اور بھی دیکھے گئے ان میں بھی الفاظ ناشائستہ مندرج تھے اس وجہ سے اس نحیف نے بھی کتاب 'انوارِ ساطعہ' میں جو سنہ ۱۳۰۲ھ میں چھپی تھی کہیں کنایۃً بطور ظرافت اور کہیں صراحۃً بطور ملامت کچھ کلمات لکھے لیکن نہ اُن لوگوں کے برابر بلکہ کمتر، سو وہ بھی اس سہارے پر کہ ہم شرعاً انتقام کے مجاز ہیں۔ سورہ شوریٰ میں ہے، وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا یعنی برائی کا بدلہ برائی ہے مثل اس کی انتہیٰ بخلاف اُن صاحبوں کے کہ سلیقۂ زبان درازی اوّل اپنی طرف سے بلا سابقہ ظاہر فرما چکے اور ہرگز اپنے پاس کوئی دلیل شرعی اس پیش دستی کی نہیں رکھتے اور

marfat.com

میں نے جو لکھا تھا وہ بہت کم تھا لیکن وہ بھی میرے طرز کے خلاف تھا کیونکہ طعن و تشنیع سے مبرا ہوں ہر ایک سے سلامت روی رکھتا ہوں، یہ ہی وجہ تھی جو میں نے اپنا نام 'انوارِ ساطعہ' مطبوعہ ۱۳۰۲ھ میں ظاہر نہیں کیا تھا آخر کار لوگوں میں خود بخود چرچا ہو گیا تمام شہر میں، یہاں تک کہ ملک عرب میں بھی میرا ہی نام ظاہر ہوا مکہ معظمہ سے زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً جناب مرشدی و مستندی و سیدی و ملتحدی ملاذ یومی و غدی نعیم روحی و جسدی مرشد العلماء والفضلاء شیخ العرفاء والکملاء شریعت آگاہ طریقت پناہ معرفت دستگاہ حقیقت اکتنا المولی الحافظ الحاج المہاجر فی سبیل اللہ شیخنا المدعو بحاجی شاہ امداد اللہ مدظلہ العالی مدی الایام واللیالی کا یہ ارشاد ۱۳۰۴ھ میں پہنچا کہ انوار ساطعہ کے مسائل و دلائل مجھ کو پسند آئے لیکن مرضی کے خلاف یہ بات ہے کہ اور علماء ہمعصر و ہم قافلہ کی نسبت بعض الفاظِ شنیع لکھے یہ اربابِ تحقیق سے بعید ہے میں نے اس کا عذر پیش کیا کہ ابتداء اُدھر سے ہوئی لیکن پذیرا نہ ہوا اور کس طرح ہوتا آپ تو اس درجہ کی نصیحت فرمائیں گے کہ آپ جس مقام پر ہیں یعنی خودی کو مٹائے ہوئے اپنے نفس پر جابر اور قاہر لوگوں کی ایذاؤں پر صابر اور شاکر تعمیل اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ آپ کا شیوہ اور دستور زبان پر یہ آیت جاری وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ الحاصل میں نے حضرت (حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ) کا فرمان مان لیا اور مولوی خلیل الرحمٰن صاحب جو ان ایام میں وہاں موجود تھے حضرت سے مثنوی شریف پڑھتے تھے میں نے ان کو ایک خط ان ایام میں لکھا تھا اس میں یہ مضمون لکھ دیا کہ حضرت سے عرض کر دیجیو کہ جو الفاظ تیز و تند کسی کی نسبت لکھے گئے ہیں ان کو نکال دوں گا اور فریق ثانی جو کچھ زبان درازی کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں اُس پر صبر کر کے انتقام نہ لوں گا۔ پھر اس کے جواب میں حضرت مرشدی کا جو کرامت نامہ تقدس شمامہ صادر ہوا نقل کرتا ہوں وہ یہ ہے:

marfat.com

کرامت نامہ جناب حاجی صاحب

"عزیزی ومحبّی مولوی عبدالسمیع صاحب دام مجدتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بعد دُعائے از دیادِ علم واخلاص مکشوف باد کہ باطلاع مضمون خط شما کہ بہ خلیل الرحمٰن نوشتہ بودید نہایت محظوظ شدم چونکہ آخر کار معاملہ بخدائے علیم بذات الصدور افتادنیست لازم آنکہ از کتاب انوار ساطعہ خود کلامیکہ دران تیز قلمی وغیظ نفسانی شدہ باشد کہ ایں از طرزِ تحریر اصحابِ تحقیق و اربابِ تہذیب بعید است واسمائے برادرانِ طریقت خود وعبارت واسمائے دیگر کہ از فورِ نفسانی صادر شدہ باشد اخراج نمائند ومضمونیکہ فیما بینکم وبین اللہ تعالےٰ باخلاص وبرائے اظہار امرِ حق باشد باقی دارند اِن شاء اللہ تعالیٰ مقبول خواہد شد واگر کسے بتردید آں چیزے نویسد شما درپے تحریر جواب الجواب نشوند چرا کہ قصد شما اظہار حق بود ظاہر شد وبس وفی الحقیقت نفس مطلب کتاب موافق مذہب ومشرب فقیر وبزرگان فقیر است خوب نوشتید جزاکم اللہ خیر الجزاء اللہ تعالےٰ ما وشما وجمیع مومناں را در ذوق وشوق ومحبّت خود داشتہ حسن خاتمہ نصیب کند آمین۔

الراقم الآثم فقیر امداد اللہ عفی عنہ

محررہ ۲۲ شوال سنہ ۱۳۰۴ھ از مکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب" انتہی

اور ایک خط مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کا مکہ معظمہ سے آیا اُس میں لکھا تھا کہ حضرت مرشدی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب دوبارہ کتاب "انوار ساطعہ" مطبوع ہووے پانچ چھ نسخے ہمارے پاس ضرور روانہ کریں۔ انتہٰی

الحاصل بعد ورود صحیفۂ شریفہ حضرت مرشدی ومستندی کے مجھ کو فرصت

marfat.com

نظرِ ثانی کے لیے نہ ملی۔ بناءً علیہ یہ بات ملتوی رہی۔ جب خط ہر طرف سے طلبِ "انوارِ ساطعہ" میں آنے لگے مجبور ہو کر یہ ٹھہرا کہ اب دوبارہ مطبوع ہونا چاہیے۔ ۱۳۰۶ھ میں نظرِ ثانی شروع کی۔ حضرت مرشدی و مولائی کا ارشاد زبانی بعض آئندگان مکہ معظمہ چار پانچ مقام کے لیے تھا میں نے یہ کیا کہ ہر مقام سے جس لفظ کو موجبِ ملال سامع سمجھا نکال دیا حتیٰ کہ مانعین کی طعن آمیز عبارتیں مع جواب کل خارج کر دی گئیں کہ نہ اُن کے الفاظ بعینہٖ انوارِ ساطعہ میں نقل کیے جائیں گے نہ اُن کے جواب میں اسی طرح کے الفاظ جواب ترکی بہ ترکی آئیں گے بلکہ اُس پر اختصار کیا گیا کہ فریقِ ثانی کی بعض عبارتوں کو بلا ذکرِ جواب لمعۂ اولیٰ میں بطور نمونہ لکھ دیا مجھ کو رضا جوئی حضرت مرشدی و مولائی کی بجان و دل منظور ہے تعمیلِ ارشاد میں قصور کرنا سراسر قصور ہے تعجب کرتا ہوں اُن لوگوں کے حال پر جنہوں نے شہر میرٹھ کے مطبع حدیقۃ العلوم میں اشتہار چھاپ کر شائع کیا کہ فلاں فلاں عالم نے جناب حاجی صاحب یعنی حضرت مرشدی و مستندی سے بیعت تصوّف میں کی ہے نہ شریعت میں۔ الیٰ آخرہ۔

اگر وہ لوگ اس گفتگو کو اپنے ہی تک رکھتے میں بھی سکوت کرتا، لیکن جب یہ بات مطبوع ہو کر مشتہر ہوئی اور کسی صاحب نے اس کی تلافی نہ کی تو مجھ کو اس کا دفعیہ کرنا ضرور ہُوا۔

منازلِ تصوّف

واضح ہو کہ تصوف کی چار منزلیں ہیں،
(۱) شریعت (۲) طریقت (۳) معرفت
(۴) حقیقت

جب تصوّف کی بیعت مان لی تو چاروں میں بیعت مان لی پھر ایک منزل سے خارج ہونا عجب افسانہ ہے اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ اور حضرت کی بیعت شریعت

marfat.com

سے کیوں انکار کرتے ہیں حضرت کو اتباع شرع شریف میں بڑا اہتمام ہے اور مسائل فروع و اصول قواعد اہلسنت میں تحقیق تام ہے پس آپ عارف بھی ہیں اور عالم بھی،

عالمِ شریعت ہونے کے لیے علمِ فلسفہ وغیرہ کی حاجت نہیں

اور عالمِ شریعت ہونے کے لیے علمِ فلسفہ وغیرہ کی حاجت نہیں بناءً علیہ حضرت کو اگر منطق و معقولات میں مزاولت نہیں تو کیا حرج ہے! منطق ایک آلہ ہے جس سے خطاء فی الفکر سے آدمی محفوظ رہتا ہے۔ میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے خود تصریح کی ہے:

"جو لوگ من عند اللہ مؤید ہیں بنفوس قدسیہ وہ علمِ حقایق میں محتاج فکر و نظر کے نہیں ہوتے۔"

یعنی ان کو منطق سے کچھ کام نہیں ان کے ذہن میں حق سبحانہ، ایسا حدس پیدا کر دیتا ہے کہ جھٹ مبادی سے مقاصد کو پہنچ جاتے ہیں بلا فکر و نظر جس شخص کو یہ بات آزمانی منظور ہو وے تو جس وقت حضرت مثنوی شریف کا درس دیتے ہیں اس وقت دیکھے اور معلوم کرے کہ جن مطالب میں بڑے بڑے معقولی متحیر ہیں آپ ایک اشارہ میں حل فرما دیتے ہیں حق یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کی ذات کو جامع علم شریعت و طریقت بنایا ہے اور یہ نحیف شریعۃً اور طریقۃً ہر طرح حضرت سے اعتقاد رکھتا ہے اس لیے تعمیل ارشاد حضور کی بجا آوری واجب سمجھی اور اس کتاب میں نظر ثانی کر کے جو جو عبارت طعن و تشنیع آمیز منتہی نکال دی۔ لیکن جب قلم ترمیم پر اس وجہ خاص سے اٹھایا تو پھر بھی علم میں آیا کہ بعض بیان جو کچھ ہمارے مطالبِ اصلیہ کے موقوف علیہا نہ تھے۔ مثل کیفیت تعمیر مسجد دیوبند و مسئلہ سماع و حقہ وغیرہ گھٹائے گئے اور جو فوائد مؤید مطالب تھے وہ اور بڑھائے گئے اور بعض مضامین جن کو مانعین

marfat.com

ایک عبارت سے نہ سمجھتے تھے دوسری عبارت سے سمجھائے گئے واللہ ولی التوفیق و بیدہ ازمۃ التحقیق۔

"براہینِ قاطعہ" کے حال میں

لمعہ ثالثہ میں حال ہے "براہینِ قاطعہ" کا۔ واضح ہو کہ جب ۱۳۰۲ھ میں "انوارِ ساطعہ" مطبوع ہو کر مطبوع خلائق ہوا۔ اکثر شائقینِ حق طلب نے دُور دُور سے کسی نے قیمۃً کسی نے ہدیۃً منگوا کر مطالعہ کیا اقاصی بلاد و اماکن بعاد سے بہت شکریہ کا مضمون لکھا آیا کہ الحمد للہ ہم نے اس کتاب کے سبب بہت مغالطات و اوہام و تشکیکات سے امان کُلی پایا پھر دو برس بعد ۱۳۰۴ھ میں ایک کتاب "براہین قاطعہ" بجواب "انوارِ ساطعہ" مطبع ہاشمی میرٹھ میں چھپی اس پتہ سے کہ یہ کتاب حسب الامر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مطبوع ہُوئی۔ دیباچہ مقام اظہار نام مؤلف میں ان کے مرید مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کا نام ہے اور ختمِ کتاب پر مولوی رشید احمد صاحب موصوف کی تقریظ واسطے تصدیقِ جواب و تائید و تحسین کتاب کی زیب ارقام ہے مجھ کو میرے بعض احباب و نیز بعض علماءِ دہلی و پنجاب وغیرہ نے خطوط لکھے کہ تم "براہینِ قاطعہ" کا جواب کیوں نہیں لکھتے یعنی اس کتاب میں نہ تحقیقِ حق بلکہ غیظِ قلبی کو ظاہر کیا ہے نہ کوئی دلیل معقول نہ موزوں جواب، صرف کلمات غیر مہذب اور ناصواب سے کتاب کو بھر دیا مغلظات میں کوئی لفظ باقی نہیں رکھا جو اس میں نہیں لکھا اگر ساری کتاب کا انتخاب ہو تو غالباً مضمون سب و شتم و غیظ و غضب میں نصف کتاب ہوا اس کتاب کا جواب لکھنا بہت ضرور ہے۔ میں نے کہا نہیں مجھ کو اب چند وجوہ سے سکوت منظور ہے،

براہین قاطعہ کا جواب نہ لکھنے کی وجوہ

⊙ وجہ اوّل یہ ہے کہ حضرت مرشدی جناب حاجی صاحب ادام اللہ ارشادہ

marfat.com

تحریر جواب الجواب سے خواہ اسی کتاب کا ہو یا کسی اور رسالہ ناصواب کا عموماً باقتضائے رفع نزاع مانع ہیں چنانچہ رقعہ ہدایت مرقعہ حضرت کا لمعہ ثانیہ میں منقول ہو چکا۔ مزید برآں یہ کہ علامہ ذی جاہ المشتہر بالا لسنۃ والافواہ استاذنا الحاج المہاجر مولانا رحمت اللہ الہندی الکرانوی ثم المکی خصہ اللہ بالعامہ الجلی والخفی نے بھی ایک نامہ رحمت خاتمہ اسی مضمون میں روانہ فرمایا ہے۔ چنانچہ بجنسہٖ منقول ہوتا ہے رقعہ مولوی صاحب۔

مرحمت نامہ جناب مولٰینا رحمت اللہ صاحب

"شفیقِ عالم مولوی عبدالسمیع صاحب سلامت۔

سلام مسنون کے بعد مرام یہ ہے کہ آپ سے جو قدیم سے محبت اور بے تکلفی ہے اس لیے لکھتا ہوں کہ جو آپ کی اور مولوی رشید احمد صاحب کی مخالفت حد کو پہنچ گئی اور تحریر بھی اب بڑی سختی سے ہوتی ہے اس لیے حافظ عبداللہ صاحب جو مدرس دوم مدرسہ فقیر کے ہیں اُن کو دہلی سے چھتاری واسطے لینے زر مقررہ دو برس کے جو سرکار چھتاری سے وصول نہیں ہوا تھا بھیجنا ضرور تھا سو ان کو تاکید کی گئی کہ جاتے یا آتے آپ سے بھی میرٹھ میں ملیں سو وہ ملاقات کر کے زبانی بھی آپ سے کہیں گے کہ یہ مقدمہ جتنا دب سکے دبائیو اور ہرگز نہ بڑھائیو۔ فقط والسلام"

راقم آثم محمد رحمت اللہ از مکہ معظمہ

بھلا جبکہ استاد اور پیر دونوں کا ایک ہی ارشاد ملک واجب الادب یعنی عرب سے آئے تو بندہ کس طرح اب اس باب میں قلم اُٹھائے۔

○ وجہ ثانی یہ کہ شروع میں جب مانعین نے مولد شریف کرنے والوں کو احمق اور ضال اور کنھیا کے جنم کرنے والوں سے بھی بڑھ کر لکھا اور یہ کلمہ دور دور یعنی روم و شام و مصر و یمن و حرمین شریفین و بیت المقدس وغیرہ کے علماء عظام اور مشائخ کرام

marfat.com

اگلے پچھلے احیاء و اموات غرضیکہ جمیع ذواتِ بابرکات تک پہنچتا تھا تب اُن سب کی برات اور مذہبِ حق کی نصرت کے لیے میں نے رسالہ" انوارِ ساطعہ" لکھا تھا اور اسی اخلاص نیت و انتصار حق کے باعث یہ رسالہ طالبانِ حق میں مقبول اور مشہور ہُوا اور شُہرہ اس کا دُور دُور ہوا۔ اب جو یہ کتاب" براہینِ قاطعہ" چھپی ہے تمام لعن وطعن وغیرہ سے بھری ہُوئی ہے نہ کوئی مضمون سنجیدہ نہ موزوں تقریر جہاں تک نظر کیجئے میری ذات خاص کی توہین و تحقیر بناءً علیہ میں اپنی ذات خاص کا انتقام نہیں لیتا ان کے الفاظِ ثقیلہ کا جواب نہیں دیتا حدیثِ خیرالانام علیہ اکمل الصلوٰۃ والسلام سے ہم معلوم کر چکے ہیں کہ جب تک انسان اپنی برائیوں کو سُن کر چُپ رہتا ہے اس کی طرف سے فرشتہ جواب دیتا ہے اور جب یہ خود جواب دینے لگتا ہے تب وُہ فرشتہ جو انتقام کو آتا ہے چُپ ہو کر اپنی راہ لیتا ہے۔ اس لیے مجھ کو منظور نہیں کہ بذاتِ خود اپنے نفس کا انتقام لُوں۔ اب یہی اچھا ہے کہ قلم کو جواب سے تھام لوں۔

⊙ وجہِ ثالث یہ ہے کہ جب" براہینِ قاطعہ" چھپ کر اِدھر اُدھر شائع ہوئی اور اس کے مقلدین نے" انوارِ ساطعہ" کو بُرا کہنا شروع کیا، تب میں نے اپنا رسالہ " انوارِ ساطعہ" علماءِ عصر کی خدمت میں بھیج دیا تا کہ اس کا ملاحظہ من اوّلہ الیٰ آخرہ حرفاً حرفاً فرمائیں، اگر مضمون درُست اور حجت چُست پائیں تو اپنی تصدیق اور ترقیم تقریظ سے اس کو مزیّن فرمائیں۔ چنانچہ بڑے بڑے شہروں کے نامی اکابر فضلاء اور دُور دُور کے مشاہیر علماء نے اس کتاب کو بالاتفاق پسند کیا اور ترقیمِ تقریظات سے اس نحیف کو سربلند کیا۔ اُن تقاریظ سے یہ ہویدا ہے کہ" انوارِ ساطعہ" کا دعویٰ اور دلیل سب درست و بجا ہے۔ چنانچہ وہ تقاریظ نورِ چہارم میں اِن شاء اللہ تعالیٰ ہم مرقوم کریں گے اور ناظرین اُن کے مضامین بلاغت آئین

marfat.com

معلوم کریں گے پس ہم کو جواب دینے "براہینِ قاطعہ" کی کیا حاجت ہے ہمارے مضامین پر کثرت سے اجماع ہونا سلف وخلف کا اور نیز اتفاق اس وقت کے علماءِ ذی شرف کا کافی حجّت ہے۔

⊙ وجہ رابعہ یہ ہے کہ مؤلفِ "براہینِ قاطعہ" نے بہت مضامین ایسے لکھ دیئے جس سے اکثر اہلِ اسلام متوحش ونفور ہو گئے۔ مثلاً کہ صفحہ ۳ براہینِ قاطعہ میں ہے:
"جو کوئی یُوں کہے کہ خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے اس پر طعن کرنا جہالت ہے"۔
صفحہ ۴ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جملہ بنی آدم کے بھائی ہیں الیٰ آخرہ"۔ قیدِ ایمان کی بھی شرط نہ رکھی جو آیہ کریمہ "انما المؤمنون اخوۃ" سے بعض آدمی ثابت کرتے تھے۔
صفحہ ۴ "وتر کی ایک رکعت کو قوت ہے"۔
صفحہ ۵ "جو کوئی آٹھ رکعت تراویح کو سنّت جانے نہ بیس کو وہ قابلِ اعتراض نہیں"۔
صفحہ ۲۶ "دیوبند کے عالموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلامِ ہندی بولنا آگیا"۔
صفحہ ۱۸ "حرمین شریفین کے علماء کو رشوت دے کر جو چاہو فتویٰ لکھوالو" الیٰ آخرہ
پس گویا آیۃ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ کے مصداق ہیں۔
صفحہ ۹۹ "عوام کا مذہب معیّن نہیں ہوتا" الیٰ آخرہ
یعنی سب لامذہب ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں زیادہ تر عوام ہیں اور جو خواص ہیں وُہ کہتے ہیں کہ ہم کو خود بصیرت حاصل ہے۔ چنانچہ فرقۂ غیر مقلّدین کی زبان پر جاری ہے پس خواص بباعث علمیت اور عوام بباعث ناواقفیت تقلید سے نکل گئے تو تقلیدِ ائمہ جس پر اجماع مدّت سے چلا آتا ہے کدھر

marfat.com

گئی۔ ایسا مسئلہ ایسے وقت پر شور و شر میں لکھنا خلقت میں آگ لگانی ہے۔
صفحہ ۱۳۲ "مسئلہ اختلافی بلا ضرورت بھی جائز ہے۔" الخ
یعنی تقلید امام واحد کی واجب نہیں جس کا جی چاہا بلا ضرورت مسئلہ کسی امام کا لے لیا۔
صفحہ ۲۷۰ "جس کو ایک نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو اس کے ذمہ سے حج ساقط ہو جاتا ہے۔"
مکار حیلہ طلب آدمیوں کے لیے اچھی دستاویز لکھ دی وہ کہہ دیا کریں گے کہ ہم سے جہاز اور اونٹوں کے سفر میں بے شک نماز ادا نہ ہوگی بناءً علیہ ہم کو جانا حج کے لیے ضرور نہیں اس میں کیا حکمت ہے کہ ایک فرض ادا کرنے کو جائیں دوسرا قضا ہو جائے۔
صفحہ ۱۲۷ "ہندوستان کے آدمی صدقہ اموات رسماً کرتے ہیں۔" دوسری جگہ لکھا صفحہ ۱۳۴ "کہ الریاء شرک" الخ
تو صدقہ ان کا رسمی اور ریائی اور اُن کو مشرک ٹھہرایا۔
صفحہ ۱۰۹ "اور ہندوستان کے آدمی تعیینِ تاریخ میں تشبہ بالہنود کرتے ہیں۔" اور تشبہ کو دوسرے مقام (ص ۱۱۳) پر لکھا "کفر ہے۔"
گویا رسوم و چہلم کرنے والے کافر ٹھہرائے۔ یہ کیسی بے انصافی اور زبان زوری ہے کہ سب کی نسبت حکم ریا و رسم و تشبہ بالہنود کا دے دیا۔
صفحہ ۱۴۱ "محفلِ مولد شریف کرنے والے کنہیا کا جنم کرنے والوں سے بھی بڑھ کر ہیں وہ تو سال بھر میں ایک بار کرتے ہیں یہ جب چاہتے ہیں خرافات فرضی اور سانگ ولادت کا کر لیتے ہیں۔"

نظرِ ثانی الحاصل بہت مقامات پر ایسی ایسی تقریریں دلآزار رقم کی ہیں جس سے اہلِ اسلام علماء و غیر علماء سب کبیدہ خاطر ہو گئے کوئی قلم سے

marfat.com

کوئی زبان سے، ہر شخص حسبِ استعداد اُن کے مسائل کی تردید کر رہا ہے۔ جب اُس کتاب کی یہ حالت ہے تو مجھ کو جواب لکھنے کی کیا حاجت ہے۔ ہاں جو کوئی شُبہ صاحبِ "براہینِ قاطعہ" کا واجب الدفع سمجھا جائے گا اب نظرِ ثانی کر رہا ہُوں خاص اپنی "انوارِ ساطعہ" میں اس شُبہ کو لکھ کر حل کر دیا جائے گا۔

○ وجہ خامس یہ ہے کہ مؤلفِ براہین قاطعہ کو اگرچہ بظاہر میرے مسائل و دلائل پر شدّت سے انکار ہے لیکن اُسی انکار میں خاصی طرح اقرار ہے۔ چنانچہ صفحہ ۲۳ سطر ۱۶ میں آپ لکھتے ہیں روایات مندرجہ انوار ساطعہ کی بابت:

"آپ کی سب روایات منقولہ مسلّم ہیں"۔

دیگر صفحہ ۶۱ سطر ۱۸ میں لکھا:

"جمع بین العبادتین کا کوئی منکر نہیں" الخ

ہم کہتے ہیں فاتحہ و اطعام طعام میں جمع بین العبادتین ہی تو ہے۔

دیگر صفحہ ۸۶ سطر ۵ "ہر روز ثواب پہنچانا اور عیدین کو اور شبِ برات کو بھی درست ہے"۔ الخ

پھر فاتحہ و طعام اِن ایّام میں ایصالِ ثواب ہی کے لیے تو ہوتا ہے۔

دیگر صفحہ ۱۱۹ سطر ۱ میں لکھا کہ "جو فقراء کے واسطے ہو بطور صدقہ تو نفس طعام مباح ہے فقراء کو، اگرچہ تعیین یوم کی بدعت ہے"۔ الخ

صفحہ ۱۲۹ سطر ۱۴ "اگرچہ طعام صدقہ ہے اور ثواب پہنچے گا مگر اس فعل تعیین کی وجہ سے مکروہ ہوگا" الخ

صفحہ ۰، سطر ۱۲ "مانعین اس عمل کے بدعت ہونے کے قائل ہیں نہ کہ ایسی صورت میں منکر وصول ثواب کے"۔ دیکھیے ایصالِ ثواب تعینات مروّجہ ہند میں بھی ہو جانا تسلیم کیا اور تعیین کو بدعت کہا۔ سو ہم بدعتِ حسنہ کہتے ہیں اور دلائل "انوارِ ساطعہ" میں

marfat.com

مذکور ہیں۔ دیگر صفحہ ۱۳۳ سطر ۱۳ "

طرزِ اشغال گو متقدمین سے لے کر آج تک بدلتے چلے آتے ہیں

اور نسبت کا رنگ بھی بدلتا رہتا ہے مگر اصل مطلق واحد ہے " الخ

یہی جواب ہمارا فاتحہ اموات و محفلِ میلاد شریف میں ہے کہ اصل مطلق

واحد ہے گو رنگ اور طریق بدل گیا۔

دیگر صفحہ ۳، ۱ سطر ۴ " مانعین نہ فرحت ولادت کو بُرا کہیں اور نہ ذکرِ ولادت کو

منع کریں بلکہ ایسے امر مستحسن ہیں" الیٰ آخرہٖ

دیگر صفحہ ۱۷۸ سطر ۹ " سچ ہے کہ فرحت ولادت فخرِ عالم میں جس قدر کیا جاوے

بوجہ مشروع وُہ تھوڑا ہے " الیٰ آخرہ

بدعتِ حسنہ سنت ہی ہوتی ہے

دیگر صفحہ ۱۹۶ سطر ۷ " بدعتِ حسنہ سنّت ہی ہوتی ہے اس کو بدعت باعتبار ظہور اور شیوع کے کہا جاتا ہے" الیٰ آخرہٖ

پس ہم کہتے ہیں فاتحہ طعام اور مولد شریف دونوں سنّت ہیں کیونکہ ان کی اصلیں قرونِ ثلثہ سے ثابت ہیں گو ظہور اور شیوع ان امور کا بہیئت کذائیہ بعد میں ہُوا۔ بس اس ظہور خارجی اور شیوع کے سبب ان کو بدعتِ حسنہ کہنا چاہیے نہ بدعتِ ضلالت۔

دیگر صفحہ ۹۱ سطر ۱۵ " کھانے اور شیرینی کی بحث تو چند دفعہ ہو چکی کہ اصل اُس کی مباح اور تخصیص اور تاکد مروج سے کراہت پیدا ہوئی۔ یہ ذکر ہے کھانے اور شیرینی محفل مولد شریف کا۔"

دیگر صفحہ ۲۰۰ سطر ۲ " قیام مباح تو تھا مطلقاً اور تعظیم شان ذکر فخرِ عالم علیہ السلام کے واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلاء کے تقیید اور تخصیص اور عوام کے سنّت اور

marfat.com

وجوب سے بدعت ہُوا تھا۔"

صفحہ ۲۰۰ سطر ۴ " اور مولد کبیر وغیرہ میں جو مستحسن کہا ہے (یعنی قیام مولد شریف کو) تو اصل مطلق کے فرد کی وجہ سے کہا ہے بظن غالب وہاں عروض اس قید اور تاکد کا نہ ہُوا تھا بخلاف ہمارے زمانے کے" الخ

دیگر صفحہ ۲۴۲ سطر ۵ "تاویل حلبی کی یہ ہے کہ وہ ذکر مطلق کے فرد کی وجہ سے قیام کرتے تھے اور تقید مطلق کا درجہ اس قیام میں نہیں تھا اور نہ عوام کا اندیشہ تھا لہٰذا جائز جانتے تھے اب وُہ امر نہیں رہا مکروہ ہوگیا"

دیکھیے قیام کو بھی مان لیا۔ باقی یہ بات کہ اب مکروہ ہوگیا سو یہ ان حضرات کے اجتہاد سے مکروہ ہوا۔ اس کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔

دیگر ندائے یا رسول اللہ جو بعض اشعار و قصائد میں ہوتی ہے اُس کی بابت "براہین قاطعہ" صفحہ ۲۲ سطر ۱۶ میں لکھا ہے: "اگر ذات فخر عالم کو حاضر ناظر بالذات کوئی عقیدہ کرے تو مشرک ہوتا ہے اور اگر یہ عقیدہ نہیں بلکہ محض محبت میں کہتا ہے یا بوجہ اس کے کہ اگر ضمن صلوٰۃ وسلام میں ہے تو ملائک آپ تک پہنچا دیں گے اور جو بدوں اس کے ہے وقت عرض اعمال کے پیش ہو جاوے گا تو جائز ہے" الخ

دیکھیے یہ مطالب لکھے ہوئے "انوارِ ساطعہ" کے سب تسلیم کر لیے ہیں اور وُہ جو ہر ایک بات میں تسلیم کے ساتھ کچھ کچھ شاخ انکار کی بھی درج کی ہے سو حقیقت اس کی "انوارِ ساطعہ" میں ناظرانِ حق طلب ملاحظہ کریں کہ ہر حجت کی کیفیت اپنے اپنے مقام پر کھول دی گئی ہے علاوہ برآں عاقلان سخن فہم بخوبی سمجھتے ہیں کہ یہ شاخ ان کا نکالنا اس لیے ہے کہ جب نام تردید "انوارِ ساطعہ" کا لیا کچھ تو شاخ نکال دینی چاہیے۔ ورنہ سب لوگ کہیں گے کہ یہ کیا رَد لکھا ہے کہ ہر بات کو مان لیا ہے اور بڑا فائدہ "براہین قاطعہ" سے یہ حاصل ہُوا کہ پیشتر اکثر ناواقف

marfat.com

آدمی ہم سے اُلجھا کرتے تھے کہ میلادِ سرورِ کائنات علیہ افضل التسلیمات و نیز فاتحہ اموات بدعت ہے اور بدعتِ حسنہ کوئی چیز نہیں۔ جو بدعت ہے وُہ ضلالت ہے وُہ جو ضلالت فی النار ہے۔ ہر چند ہم ثبوت دیتے کہ بدعت دو قسم ہے:

ایک سیئہ مذمومہ،

دُوسری حسنہ محمودہ۔

لیکن وُہ ہرگز نہ مانتے۔ جب میں نے "انوارِ ساطعہ" میں تقسیم بدعت کا قاعدہ مدلل بدلائل شرعیہ ترقیم کیا مؤلفِ "براہین قاطعہ" نے صفحہ ۳۰ سطر ۱۳ میں اس کو تسلیم کیا۔ عبارت اُن کی یہ ہے:

"جو امر بعد فخرِ عالم علیہ السلام کے حادث ہُوا مطلقاً خواہ محمود ہو خواہ مذموم یعنی اُس کے جواز کی دلیل شرع میں موجود ہو یا نہ ہو سو اس کی دو قسم کرتے ہیں، قسمِ اوّل محمود کہ جس کی دلیل جواز کی شرع میں ہے اور دوسری مذموم کی دلیل اُس کے جواز کی نہیں پس قسمِ اوّل کو بدعتِ حسنہ نام رکھتے ہیں اور ملحق بالسنۃ جانتے ہیں، اور دوسری قسم بدعتِ ضلالت ہے" الخ)

"براہینِ قاطعہ" کے شائع ہونیکا پہلا فائدہ

واضح ہو اگرچہ مولف "براہینِ قاطعہ" یعنی مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کا اس قاعدہ کو تسلیم کرنا فی نفسہٖ و نظراً الیٰ ذاتہ و صفاتہ کسی بشر کے نزدیک مخالفین یا موافقین میں قابلِ اعتماد و استناد نہ تھا لیکن چونکہ اُن کا یہ سب مسودہ درحقیقت ان کے پیر و مرشد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے انعکاس تنویر افادات و افاضات سے منور ہے اور پھر بہ نظر ظاہر ہر تقریظ بھی اُن کی آخر کتاب میں یہ جلوۂ تصدیق جمیع مسائل و دلائل جلوہ گر ہے بناءً علیہ اُس کتاب کا ہر

marfat.com

مضمون بقاعدہ مشہورہ "نور القمر مستفاد من نور الشمس" مولوی رشید احمد صاحب ہی کا مضمون متیقن ہو کہ ہمارے اضلاع و نواح میں جمیع مانعین کے نزدیک مستند و معتبر ہے۔ الحمدللہ کہ مانعین کو اپنے ایسے مسلّم الثبوت کی زبانی ہمارے قاعدہ کی تصدیق کامل ہُوئی اور ہم کو اُن کی سمع خراشی لایعنی سے نجاتِ کلی حاصل ہُوئی۔

دُوسرا فائدہ "براہین قاطعہ" سے یہ ہُوا کہ بعض اصحابِ علم و نظر اگر تقسیمِ بدعت کے قائل بھی ہوتے تھے تو یُوں کہتے تھے کہ بدعتِ حسنہ اگر ہے تو بس قرونِ ثلٰثہ تک کا ایجاد درست لا کلام ہے اور بعد قرون کا ایجاد بالکل ضلالت اور حرام ہے۔ میں نے اس کا رَد "انوارِ ساطعہ" میں کامل کیا اور بدلائل شرعیہ ثبوت دیا کہ ایجاد کرنا اس امر کا جو کہ خیر اور سعد ہے جائز ہے گو قرونِ ثلٰثہ کے کتنا ہی بعد ہے۔ چنانچہ اس کو بھی مؤلفِ "براہینِ قاطعہ" نے صفحہ ۲۹ سطر ۱ میں تسلیم کیا، عبارت یہ ہے،

"جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلٰثہ میں ہو خواہ وُہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہُوا یا نہ ہُوا اور خواہ اس کے جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے" الخ

پھر اسی صفحہ ۲۹ میں گیارہ سطر کے بعد لکھتے ہیں: "دیکھو کہ تقلید شخصی کی دلیل قرونِ ثلٰثہ میں موجود ہے گو وجود خارجی اس کا کبھی ہوا اس سے ہم کو بحث نہیں" الخ

پھر چار سطر کے بعد لکھا: "لہٰذا بالتعیین وجود وجوب لغیرہ تقلید شخصی کا بعد زمانہ قرون ثلٰثہ کے ہُوا اگرچہ وجود شرعی اس کا قرون ثلٰثہ میں ثابت تھا" الخ

یہ ضروری نہیں جس امر کا وجود خارجی قرون ثلٰثہ میں نہ ہُوا وہ منع ہے

دیکھیے مؤلفِ "براہین" نے اس مقام پر اقرار کر لیا کہ یہ ضرور نہیں جس امر کا وجود خارجی قرون ثلٰثہ میں نہ ہوا ہو وہ منع ہو وے بلکہ صرف دلیل جواز کا وجود

marfat.com

قرونِ ثلٰثہ میں پایا جانا کافی ہے جس امر کی دلیل کا وجود اُن قرون میں پایا گیا پھر وہ امر بوجود خارجی خواہ کبھی کسی زمانہ قریب یا بعید میں موجود ہو وہ سب سُنّت ہے۔

اور صفحہ ۱۹۶ میں لکھا: "بدعتِ حسنہ سنّت ہی ہوتی ہے اُس کو بدعت باعتبار شیوع اور ظہور کے کہا جاتا ہے۔"

چنانچہ اُوپر بھی یہ عبارت نقل ہو چکی، پس وُہ جو بعضے ناواقف منکرین جھگڑا کرتے تھے کہ محفلِ مولد شریف نہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے منعقد فرمائی نہ کسی صحابی نے نہ کسی تابعی نے نہ تابعین کے اتباع نے بناءً علیہ۔ یہ محفل بدعت سیئہ ہے سو یہ دعوٰی اور دلیل اور سب قال وقیل ان کی تقریر براہینِ قاطعہ سے بالکل رَد ہو گئی اس لیے کہ اس محفل کا موجود بوجود خارجی ہونا اُن قرون میں کچھ ضرور نہیں دلیل جواز کا پایا جانا اُن قرون میں کافی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ کوئی تھوڑی سمجھ کا آدمی دلیل کے معنی یہ نہ سمجھے کہ اگر اس فعل خاص کا نام صراحۃً اور اس کی کل کیفیات کا بیان بعینہٖ تشریحاً قرونِ ثلٰثہ میں ہوگا تب وُہ فعل بعد قرون جائز ہوگا ورنہ ناجائز ہوگا۔ خُوب یاد رکھو کہ یہ ہرگز مراد نہیں اس کا تصفیہ بھی مولفِ "براہینِ قاطعہ" نے کر دیا ہے اس لیے کہ انوارِ ساطعہ میں یہ مضمون لکھا گیا ہے کہ تعمیرِ مدرسہ کو بھی تم بدعتِ حسنہ یعنی ملحق بالسنۃ اور سنّت حکمیہ مانتے ہو پھر ایسے ہی محفل مولد شریف اور فاتحہ اموات بھی ہے اگر یہ امور اس وقت میں بہیئت کذائیہ ثابت نہیں تو تعمیرِ مدرسہ بھی بہیئت وصفت کذائیہ مروّجہ حال قرونِ ثلٰثہ سے ثابت نہیں۔

اس کا جواب براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۸۵ سطر ۳ میں یہ دیا ہے: "مثال تعمیرِ مدرسہ کی محض کم فہمی ہے صُفّہ کہ جس پر اصحابِ صُفّہ طالبِ علمِ دین وفقرا مہاجرین رہتے تھے مدرسہ ہی تو تھا، نام کا فرق ہے، لہٰذا اصل سنّت وہی ہے ہاں تبدیل

marfat.com

ہئیت مکان کی ہوگئی۔" الخ

مقامِ صفّہ اور اصحابِ صفّہ

اب ہم برہان صاحبِ "براہین قاطعہ" کا حال کھولتے ہیں۔ واضح ہو کہ صُفّہ ایک سایہ دار مکان تھا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں' اور اصل اس کی یہ تھی کہ تحویلِ قبلہ سے پہلے مسجد شریف کی جانب شمالی قبلہ تھا جب تحویلِ قبلہ کا حکم ہُوا تو قبلۂ اولیٰ کی دیوار قائم رکھی تاکہ یہاں فقیر مسکین یعنی جن کا گھر باہر کچھ نہیں رہا کریں ذکرہ فی جذب القلوب عن الذہبی۔ اور منتخب اللغات میں ہے:

"جمعے از غریبان اہلِ اسلام کہ خانہ نداشتند در موضعے از مسجد کہ بالائش پوشیدہ بودند مے گزرانند۔"

اور صحیح بخاری میں ہے:

"جب صدقات کہیں سے آتے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحابِ صُفّہ کو بھیج دیتے۔"

اور مشکوٰۃ کے باب فضل الفقراء میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ستّر اصحابِ صُفّہ دیکھے کسی کے پاس چادر اوپر اوڑھنے کو نہ تھی بس ایک ایک کپڑا تھا کسی کے پاس فقط نیچے باندھنے کو تہ بند تھا اور کسی کے پاس اوپر اوڑھنے کو کملی تھی جس کو گلے میں باندھ لیتے تھے، کسی کی آدھی پنڈلی تک وہ کملی یا تہ بند پہنچتا تھا اور کسی کے ٹخنوں تک۔ وُہ لوگ سجدہ وغیرہ کی حالت میں اپنے کپڑوں کو سمیٹا کرتے تھے کہ مبادا مقام ستر عورت کھل جائے اور دوسرے کو نظر آئے۔ انتہیٰ اور کام اُن کا یہ تھا جو قرآن شریف میں ہے:

یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ۔

یہ آیہ کریمہ دو جگہ ہے: سورۂ انعام میں اور سورۂ کہف میں۔ کہا قتادہ مفسّر نے یہ

marfat.com

آیہ اصحابِ صُفہ میں نازل ہُوئی ۔ وُہ ایک نماز پڑھ کے بیٹھے رہتے کہ اب دوسری نماز پڑھیں گے۔ اس صورت میں "یدعون ربھم" کے معنی یہ ہُوئے کہ نماز پڑھتے ہیں۔ اور یہ معنی حضرت ابن عباس اور مجاہد سے بھی روایت ہیں۔ اور بعضے مفسرین نے یہ کہا کہ "یدعون ربھم" سے یہ مراد ہے کہ دعا کرتے ہیں خدا سے اور یاد کرتے ہیں اس کو۔ یہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کذا فی التفسیر الکبیر و المعالم اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی یہ معنی اختیار کیے ہیں۔ سُورہ انعام میں ترجمہ آیہ کریمہ مرقومۃ الصدر فرماتے ہیں :

"مناجات میکنند پروردگار خویش را بامداد و مسامی طلبند روئے او را" انتہیٰ

اور شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں :

"پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام چاہتے ہیں اس کا منہ" انتہیٰ

اور صبح و شام سے مراد دوام ہے یعنی وُہ لوگ سدا مناجات الٰہی میں رہتے ہیں اللہ کو پکارتے ہیں۔

اب مدرسہ کا مسئلہ معلوم کرنا چاہیے کہ سب علماء فی زمانہ تعمیرِ مدرسہ کو جائز فرماتے ہیں۔ کسی نے اپنی اصلاح کے موافق سنّت حکمیہ اور ملحق بالسنۃ کہا اور کسی نے بدعتِ حسنہ قرار دیا اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی نظیر اور دلیل ٹھہراتے ہیں اب اصحابِ انصاف و عدل خیال فرماویں کہ اصحابِ صُفہ کی حقیقت اور اشغال اور طلباءِ مدرسہ کی کیفیت اور صدور افعال میں کیا کیا کچھ تباین ہے اور اسی طرح بناءِ صُفہ اور تعمیرِ مدرسہ میں حقیقۃً و صفۃً و وضعاً کس قدر تخالف ہے کسی چیز میں اشتراک نہیں، نہ نام نہ تعمیرِ مکان میں نہ کیفیتِ اشغال اصحاب مکان میں بجز ایک بات کے کہ صُفہ بھی ایک مکان تھا جس میں مسلمان طالبِ دین رہتے تھے، مدرسہ بھی ایک مکان ہے جس میں مسلمان طالب دین رہتے ہیں۔ یہ ایک

marfat.com

علّتِ جامعہ مشترک دونوں میں دیکھ کر تمام علماء موافق و مخالف مدرسہ کو جائز رکھتے ہیں۔ چنانچہ اسی مبنیٰ اور علّت پر مؤلفِ براہین اور اُن کے مرشد اور مقرظ نے تعمیر مدرسہ کا جواز مسلّم رکھا۔ پس ثابت ہو گیا کہ امرِ خیر تو ایجاد کے جواز و استحسان کے لیے اتنی دلیل کافی ہے جیسے آج کل کی ہیئت و کیفیتِ مدارس کے جواز کے لیے وجودِ صفّہ دلیل کافی سمجھی گئی گو تبدیلِ ہیئت بدرجہ کمال ہے۔ جب یہ قاعدہ اس تشریح و توضیح سے خود صاحبِ "براہینِ قاطعہ" نے تسلیم کر لیا ہے اب ہم کو اُن کی کتاب کے رَد و جواب کی حاجت کیا ہے۔ ہماری "انوارِ ساطعہ" میں مقصود اصلی و مطلب اہم دو امر ہیں: (۱) محفلِ سیّد الکائنات علیہ افضل الصّلوٰۃ و (۲) فاتحہ اموات سو یہ دونوں مسئلے تقریرِ مؤلفِ "براہین" سے ثابت ہو گئے۔ ہم کہتے ہیں فاتحہ اموات بطور دہم و چہلم وغیرہ ایصالِ ثواب ہی تو ہے اور محفلِ مولد شریف روایت معجزات ہی تو ہے گو ہیئت بدل گئی اور نام بدل گیا۔ جس طرح مدرسہ باقرارِ مؤلفِ "براہینِ قاطعہ" صُفّہ ہی تو ہے گو ہیئت بدل گئی اور نام بدل گیا۔ نادان لوگ ہیئت کذائیہ ہی میں سمع خراشی فضول کیا کرتے تھے۔ مؤلفِ "براہین" نے تبدیلِ ہیئت و نام صُفّہ در باب مدرسہ تسلیم کر کے ہم کو نواحِ ہذا کے مجادلین سے نجات بخشی کہ تبدیلِ ہیئت سابقہ اور لحوق ہیئت کذائیہ لاحقہ قابلِ نزاع نہیں نباءً علیہ ہم کہتے ہیں کہ فی الحقیقت "براہینِ قاطعہ" بنظرِ غور کچھ ہمارے مخالف نہیں بلکہ عین موافق مدعا ہے اور ہم نے جن اصول و دلائل و نظائر کو اثباتِ دعاوی "انوارِ ساطعہ" میں جا بجا قائم کیا ہے اہلِ نظر بتامل ملاحظہ فرماویں گے کہ ہر دلیل ہماری ساری دلیل صُفّہ سے کہیں بلند و اعلیٰ ہے۔

براہینِ قاطعہ اور براہینِ قاطعہ گنگوہی جس کا جواب انوارِ ساطعہ ہے ۲ دو الگ الگ کتابیں ہیں

معلوم رہے کہ جس مقام پر نام اس "براہینِ قاطعہ" کا کتاب ہذا میں آئیگا

marfat.com

تمیز اور فصل کے لیے لفظ "براہین قاطعہ گنگوہی" بباعث چھپوانے اور شائع کرانے جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے لکھا جائے گا اس لیے کہ ایک رسالہ اور بھی مسمّی بہ "براہین قاطعہ" ہے جس کا جواب "دلائل ساطعہ قاطعہ براہین قاطعہ" ہے۔

سلسلۂ شاہ ولی اللہ دہلوی

لمعہ رابعہ میں ذکر ہے علماء و مشائخ مسلّم الثبوت مفتیانِ فتاوٰی انکاری کا۔ واضح ہو کہ ان فتاوٰی کے جس قدر مفتی ہیں وہ معتقد ہیں ان دو عالموں کے یعنی مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی اور مولوی اسحٰق صاحب دہلوی کے۔ پس بعضوں کو ان صاحبوں کے خاندان میں واسطہ در واسطہ رابطہ شاگردی حاصل ہے اور بعضوں کو مریدی و طالبی اور بعضوں کو محض تقلید اور پیروی۔ پس مولوی اسمٰعیل صاحب کا خاندانِ طریقت یہ ہے کہ وہ مرید ہیں سید احمد صاحب کے اور وہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے اور مولوی اسحٰق صاحب علم حدیث میں شاگرد ہیں شاہ عبدالعزیز صاحب کے اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے اور شاہ ولی اللہ صاحب کا سلسلہ اوپر کو اسی طرح چلتا ہے خاندانِ مجددیہ میں کہ وہ مرید ہیں اپنے باپ شاہ عبدالرحیم صاحب کے اور وہ سیّد عبداللہ کے اور وہ سید آدم بنوری کے اور وہ امامِ ربّانی مجدد الف ثانی کے الخ

اور دوسرا سلسلہ اپنا شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب انتباہ میں یہ لکھا ہے کہ اس فقیر نے علم حدیث لیا اور خرقۂ تصوّف پہنا اور خلافت پائی شیخ ابو طاہر سے اور انھوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انہوں نے شیخ احمد شناوی سے اور انھوں نے اپنے باپ علی ابن عبدالقدوس سے اور انہوں نے شیخ عبدالوہاب شعراوی سے اور انہوں نے شیخ جلال الدین سیوطی سے اور انہوں نے شیخ کمال الدین امام کاملیہ سے اور انہوں نے شیخ الاسلام ابوالخیر ابن الجزری شیخ القراء و المحدثین سے الخ

الحاصل یہ بزرگواران مندرجہ سلاسل مذکور مقتدا اور پیشوا ہیں مفتیان

marfat.com

فتاویٰ انکاری کے اور نقل کیا ہم نے ان اسماء کو ان کی مسلم الثبوت کتب مشائخ مثل انتباہ و قول جمیل وغیرہ سے اور یہ اس لئے کہ ہم جو قول یا دلیل پیدا کریں گے تو وہ یا خود ان بزرگوں کی تصانیف میں ہوگی یا ان بزرگواروں کی مسلّم الثبوت کتابوں میں۔

اثباتِ بدعتِ حسنہ لمعہ خامسہ میں اثبات ہے بدعتِ حسنہ کا۔ واضح ہو کہ یہ مسئلہ ایک اصل عظیم ہے اصولِ دینِ متین سے۔ جب یہ ثابت ہوگیا تو جان لو کہ اکثر مسائل متنازعہ فیہا طے ہو گئے بناءً علیہ ہم اولاً اسی میں گفتگو کرتے ہیں بحول اللہ وقوتہ القویۃ اے طالبانِ حق! بیدار دل ہو کر سنو کہ بدعتِ حسنہ میں چند اقوال ہیں:

○ قولِ اوّل یہ ہے کہ جو امر قرونِ ثلثہ یعنی صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ میں ایجاد ہُوا وہ سنّت ہے اور جو بعد ان کے ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے۔ یہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے مقلدوں کا قول ہے جو بارہا معارضات میں پیش کرتے ہیں اور قید نظیر کی جو رسالہ "تذکیر الاخوان" میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے لکھی ہے اُس کو یہ کہتے ہیں کہ اسی رسالہ میں دوسرے مقام پر لکھا ہے "نظیر کا سمجھنا کام مجتہد کا ہے" پس جو کام از روئے نظیر و مثل ایجاد ہوگا وہ بھی انہیں مجتہدین مطلق کے وقت میں اگر ایجاد ہوگا تو جائز ہوگا ورنہ ناجائز ہوگا۔"

چنانچہ اسی بنا پر مفتیانِ فتویٰ انکاری مولود و فاتحہ کو بدعت ٹھہرا چکے عبارتیں ان کی لمعہ اولیٰ میں نقل ہو چکیں کہ انعقادِ محفل میلاد و قیام قرونِ ثلثہ سے ثابت نہیں ہُوا پس یہ بدعت ہے فتویٰ انکاری ثانی صفحہ ۱۶ و علیٰ ہذا القیاس سوم و فاتحہ برطعام کہ قرونِ ثلثہ میں پائی نہیں گئی فتویٰ ثانی انکاری صفحہ ۱۷۔ اور مولوی اسحٰق صاحب کے مأتہ مسائل سوال پانزدہم میں ہے:

"معہذا در مولود ہم اختلاف است زیرا کہ در قرونِ ثلثہ کہ مشہود لہم بالخیر

marfat.com

است ایں امر معمول نبود بعد قرونِ ثلٰثہ ایں امر حادث شدہ بنا بریں علماء در جواز و عدم جواز ان مختلف شدہ اند۔" انتہٰی [1]

اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ جو علماء مولد شریف کو منع کرتے ہیں وہ بباعث نہ ہونے عین اس امر کے اُن قرون میں منع کرتے ہیں نہ بباعث نہ پائے جانے نظیر کے۔ اور تحقیق الحق صفحہ ۳۰ میں تفہیم المسائل قرۃ العیون سے نقل کیا ہے:

"جو چیز بعد ان تینوں قرن کے ایجاد ہوئی وہ بدعت سیئہ سراسر ظلمت اور موجبِ ضلالت ہے۔"

نصاب الفقہ میں ہے: "ہر آنچہ بدعت حسنہ مجتہدان قرار دادہ اند ہماں صحیح است اگر دریں زمان چیزے را بدعتِ حسنہ قرار دہند خلاف است زیرا کہ در مصنفی گوید کل بدعۃ ضلالۃ۔" [2]

یہ مضمون مانعین کے چند رسائل میں موجود ہے۔ الحاصل یہ لوگ تذکیر الاخوان کا مطلب اسی طرف راجع کرتے ہیں کہ مجتہدین اربعہ تک جو کچھ ہو گیا سو ہو گیا آگے سب بدعت ضلالت ہے اور راقم الحروف کے نزدیک معنی عبارت تذکیر الاخوان کے وُہ ہیں جو مباحث مولد شریف کے لمعہ رابعہ میں لکھے جائیں گے لیکن اس مقام پر

---

[1] معہذا مولود شریف میں بھی اختلاف ہے کیونکہ قرونِ ثلٰثہ (جن کے بہتر ہونے کی شہادت موجود ہے) میں میلاد پر عمل نہیں ہوا بلکہ قرونِ ثلٰثہ کے بعد یہ عمل حادث ہوا ہے اسی وجہ سے علماء نے اس کے جواز اور عدمِ جواز میں اختلاف کیا ہے انتہی

[2] ہر وہ چیز جس کو مجتہدین نے بدعتِ حسنہ قرار دیا وہ درست ہے مگر اس زمانہ میں اگر کسی چیز کو بدعتِ حسنہ قرار دیا جائے تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ 'مصنفی' میں کہا ہے کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے) انتہی

marfat.com

اُس میں گفتگو کی جاتی ہے جو ان کے مقلدین کا قرار داد ہے فی زمانا اور بعض صاحب اس فریق کی یہ بات بھی زبان پر لاتے ہیں کہ بدعتِ حسنہ کوئی چیز نہیں جو چیز بدعت ہوئی اُس میں حُسن کہاں ۔ یہ بات رسالہ قنوجیہ وغیرہ میں مندرج ہے ۔

○ دوسرا قول یہ ہے جو چیز بعد صحابہ اور تابعین کے نکالی جاوے وہ بدعت ہے اور نامشروع ۔ یہ مائۃ مسائل کے سوال چہل و ہشتم میں لکھا ہے : امریکہ منتول نباشد از آنحضرت و صحابہ و تابعین غیر مشروع است ۔ الخ اور تمامی مسئلہ کتاب ہذا میں لکھا ہے : عدم نقل از حضرت و صحابہ و تابعین دلالت بر بدعت و کراہت فعل دارد الیٰ آخرہ ۔

قولِ اوّل میں تبع تابعین تک کی بات سنّت معلوم ہوتی تھی اس قول میں فقط تابعین تک قول مستند ہے ۔

○ تیسرا قول یہ ہے کہ صحابہ کا فعل تو سنّت میں داخل ہے لیکن صحابہ کے بعد جو قول و فعل حادث ہو وُہ بدعت ہے اور ضلالت ہے ۔ چنانچہ جلد اوّل مکتوبات مجددیہ کے مکتوب ایک سَو چھیاسی (۱۸۶) میں ہے :

"ہرچہ در دین محدث و مبتدع گشتہ کہ در زمان خیر البشر و خلفاء راشدین او نبودہ علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات اگرچہ آں چیز در روشنی مثل فلق صبح بود ایں ضعیف را باجمعے کہ او مستند اند گرفتار عمل آں محدث نگرداناد ۔"[1]

اور اسی مکتوب کے آخر میں لکھا ہے ، فعلیکم بالاقتصار علی متابعۃ

---

[1] جو کچھ نیا پیدا ہوا ہے اور نیا ایجاد ہوا ہے جو زمانۂ خیر البشر اور آپ کے خلفائے راشدین علیہ و علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات کے زمانہ میں نہ تھا اگرچہ وہ چیز روشنی اور چمک دمک میں سفیدۂ صبح کی طرح ہو ۔ اس ضعیف بندے کو (اس گروہ کے ساتھ جس نے اس کو اختیار کر لیا ہے) اس نئے عمل پر گرفتار نہ کرے الخ

marfat.com

سنّۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و الاکتفاء علی اقتداء اصحابہ الکرام۔

اب دیکھو اس کلام سے اگر استدلال کیا جائے گا تو قول و فعل تابعی کا بھی نامستند اور واجب الاجتناب رہے گا۔

○ قول چوتھا یہ ہے کہ تابعین تو تابعین ہیں خود صحابہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اُن کی باتوں کو بھی بدعت کہتے ہیں ان علماء کے نزدیک بدعت کے یہ معنی ہیں: البدعۃ مالم یکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (یعنی بدعت وُہ ہے جو عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہو) پھر حضرت کے بعد اگر صحابہ بھی ایجاد کریں اُن علماء کے نزدیک وہ بدعت ضلالت ہے غیر مقلدوں کا اسی پر عمل ہے کہ وہ خلفاءِ راشدین کے فعل کو بھی بدعت اور ناجائز کہتے ہیں اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ حضرت سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: "لازم پکڑو سنّت میری اور سنّت خلفاء راشدین کی"۔ تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں مسک الختام شرح بلوغ المرام میں یہ ہے کہ نہیں مراد سنّت خلفاءِ راشدین سے مگر ایسا طریقہ اُن کا کہ موافق طریقہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو اور معلوم ہے قواعد شریعت سے کہ کسی خلیفۂ راشد کو نہیں پہنچتا کہ کوئی طریقہ سوائے اس طریقہ کے کہ اُس پر حضرت نے مشروع کرے"۔ انتہیٰ ملخصاً

اور کتاب "مفاتیح اسرار التراویح" میں ہے کہ مراد سنّت الخلفاء سے وہی سنّت اُن کی ہے جس میں وُہ موافق اور متبع سنّت نبوی ہیں نہ وہ کہ جس کے وہ خود موجد ہیں الیٰ آخرہٖ۔

پس ان بزرگواروں کے نزدیک تو صحابہ کرام بھی کہ بعض امور انھوں نے زائد کیے ہیں بدعتی ٹھہرتے ہیں نعوذ باللہ منہا۔ چنانچہ مصابیح التراویح صفحہ ۱۴ میں مولوی محمد قاسم صاحب لکھتے ہیں کہ منکرین گیارہ رکعت کو سنّت جانتے ہیں اور

marfat.com

اور ابو ہریرہؓ سے بھی یہ روایت ہے اس میں بھی شک ہے:

قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ فَلَا اَدْرِیْ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا۔[1]

اور سوائے بخاری اور مسلم کے دیگر محدثین بھی شک بیان کر رہے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قرن کے بعد دو قرن بیان فرمائے یا تین۔ جب اپنے بعد تین قرن بیان فرمانے کا شک ہے تو چاروں قرن کا احتمال بہت صحیح روایتوں سے پیدا ہو گیا۔ چاہیے چار قرن تک کی بات اس فریق کے نزدیک سنت ہو، پھر بعد قرون اربعہ جو پیدا ہوئے تو بدعت ضلالہ وسیئہ ہو۔ پس قرونِ ثلثہ کا قاعدہ بروایت صحیحہ مشکوک ٹھہرا۔

ثانیاً یہ کہ اس حدیث میں لفظ قرن واقع ہوا ہے اور یہ بہت معانی میں مشترک ہے قرن سید القوم کو بھی کہتے ہیں کذا فی القاموس۔ اور بعضوں نے کہا قرن زمانہ ہے مطلق۔ اور بعضوں نے کہا مقید۔ پھر ان میں بھی اختلاف ہے دس برس یا چالیس یا ستر یا سو یا ایک سو بیس۔ شرح مسلم میں ہے:

قال الحسن وغیرہ القرن عشر	حسن وغیرہ نے کہا قرن دس سال کا ہوتا ہے۔
سنین وقتادۃ سبعون والنخعی	قتادہ نے کہا ستر سال کا، امام نخعی نے
اربعون وزرارۃ بن ابی اوفی مائۃ و	کہا چالیس کا، زرارہ بن ابی اوفی نے کہا
عشرون وعبد الملک بن عمیر	ایک سو بیس کا، اور عبد الملک بن عمیر
مائۃ وقال ابن الاعرابی	نے کہا سو سال کا ہوتا ہے۔ اور
ھو الوقت۔ انتہی۔	ابن اعرابی نے کہا قرن وقت کا نام ہے انتہی

اور بعضوں نے کہا کہ زمانہ نہیں بلکہ اہلِ زمانہ مراد ہیں۔ قرن ایک طبقہ کے آدمیوں

---

[1] ابو سریرہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ ذکر کیا۔

marfat.com

کو کہتے ہیں القرن کل امة هلکت فلو یبق منها احد ۔ اس تقریر پر بعضوں نے کہا کہ حدیث میں قرنی سے مراد اصحاب ہیں الذین یلونهم سے ان کی اولاد، اور دوسرے الذین یلونهم سے اولاد کی اولاد ۔ اور کہا بعضوں نے کہ اوّل وہ جنھوں نے آپ کا جمال باکمال دیکھا پھر جس نے ان کو دیکھا ۔ اور کہا بعضوں نے اس لفظ سے کہ اول صحابہ ہیں دوسرے تابعی ہیں تیسرے تبع تابعی ہیں ۔ یہ سب اقوال شرح مسلم میں ہیں پس لفظ قرن مشترک ٹھہرا معانی کثیرہ میں، اور لفظ مشترک نہیں فائدہ دیتا قطع اور یقین کو، اور حکم اس کا توقف ہے کما تقرر فی علم الاصول ۔

ثالثاً یہ کہ لفظ مشترک میں تامل و تفکر کر کے جو معانی متعددہ سے کسی ایک معنی کو بقرائن و دلائل ترجیح دے کر واسطے عمل کے لے لیا کرتے ہیں سو اس کا بھی حال مختلف ہے کوئی کسی کو ترجیح دیتا ہے کوئی کسی کو ۔ مولوی عبدالجبار اور امداد علی صاحب اپنے رسائل میں عینی شرح بخاری سے نقل کرتے ہیں :

هذا انما کان فی زمن النبی صلی الله علیه وسلم و الخلفاء الراشدین الی انقضاء القرون الثلٰثة وهی تسعون سنة و امّا بعد فقد تغیرت الاحوال وکثرت البدع ۔ الخ

اس سے معلوم ہوا کہ جب سن نود (۹۰) ہجری پر نوبت پہنچی قرونِ ثلٰثہ تمام ہو چکی ۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفاء مطبوعہ بریلی کے صفحہ دے میں لکھتے ہیں :

"و امّا ما یستدل به علی خلافتهم من حدیث القرون الثلٰثة فقد اخرج احمد عن ابراهیم عن عبیدة عن عبد الله قال قال رسول الله صلی

marfat.com

اللہ علیہ وسلم خیرالناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یاتی بعد ذٰلك قوم تستبق شھادتھم ایمانھم وایمانھم شھادتھم۔
وبنائے ایں استدلال بر توجیہ صحیحی ست کہ اکثر احادیث شاہد آنست قرن اوّل از زمان ہجرت است صلی اللہ علیہ وسلم تا زمان وفات وے صلی اللہ علیہ وسلم و قرن ثانی از ابتدائے خلافت حضرت صدیق تا وفات حضرت فاروق رضی اللہ عنہما و قرنِ ثالث قرنِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و ہر قرنے قریب بہ دوازدہ سال بودہ است۔" انتہٰی

اور مجمع البحار جلد سوم صفحہ ۵۴۶ میں وفاتِ عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا ہے وقتل الثانی عشر من ذی الحجة بسنة خمس وثلثین[1]۔

پس موافق تقریر شاہ ولی اللہ صاحب کے ۳۵ھ (پینتیس ہجری) تک انقضاء قرونِ ثلٰثہ ہوگیا اور جناب مولٰنا احمد علی صاحب محدّث مرحوم سہارن پوری فرماتے تھے کہ یہ معنی خیر القرون کے نہایت موزوں اور چسپاں ہیں اسلام کی شوکت جبھی تک خوب رہی پھر خانہ جنگی شروع ہوگئی اور خیریت قرونِ ثلٰثہ کی جو تھی گم ہوگئی۔

اور تکملہ مجمع البحار صفحہ ۱۴۴ میں ہے:

وقد ظہر ان مدة ما بین البعثة الی آخر من مات من الصحابة مائة وعشرون سنة بالتقریب وان اعتبرت وفاته کان مائة واما قرن التابعین فان اعتبر من سنة مائة کان نحو سبعین واما من بعدھم فان اعتبر من سنة مائة کان نحو خمیس فظھر ان مدة القرن یختلف باختلاف اعمار اھل کل زمان واتفق ان اخر اتباع

---

[1] ۱۲ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔

marfat.com

التابعین من عاش الیٰ عشرین ومائتین الخ

قرونِ ثلٰثہ کی مدت

اس روایت سے معلوم ہوا کہ قرونِ ثلٰثہ کی مدت ۲۲۰ھ کے بعد تمام ہوئی۔

اب دیکھیے قول اوّل کے موافق تو یہ چاہیے کہ جن چیزوں کو مجتہدین بدعتِ حسنہ قرار دے کر بقیاس واجتہاد جائز فرما چکے ہیں وہ بھی سب بدعتِ ضلالت اور سیئہ ٹھہریں کیونکہ مجتہدین اربعہ کا افتاء واجتہاد بعد تو سے سال کے شائع ہوا ہے نہ پہلے، اور قول ثانی کے موافق خود صحابہ رضوان اللہ علیہم کی باتیں بعد عہد عثمان رضی اللہ عنہ کے بدعت ٹھہرتی ہیں۔ اور موافق قول ثالث کے اکثر مذاہب مبتدعین کے مثل روافض وخوارج ومرجیہ وقدریہ ومعتزلہ سب سنّت میں داخل ہوئے جاتے ہیں کیونکہ یہ مذاہب سال دوسو بیس (۲۲۰) سے پہلے پہلے سب ایجاد ہو چکے، اور ان لوگوں کے نزدیک جو چیز قرونِ ثلٰثہ کے اندر ایجاد ہو وہ سنّت ہے تو یہ سب مبتدعین مذکورہ کی بدعتیں سنّت ہوئیں۔ اور یہ جو بعض آدمی ان اعتراضات سے بچنے کے لیے قید لگاتے ہیں کہ جو قرونِ ثلٰثہ میں بلا نکیر رائج ہوئی وہ سنّت ہے اور جس پر انکار ہوا وہ بدعت ہے۔

سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس فقرہ کی سند بھی ہم قرونِ ثلٰثہ سے طلب کرتے ہیں حدیثِ صحیح یا جماعتِ صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین سے دلیل گزارو کس نے یہ فقرہ روایت کیا ہے! پس اوّلاً تمہارا یہ فقرہ ہی ایک فقرہ ہے بالکل غیر مستند وغیر مسلّم۔

ثانیاً اگر تم اس کو مان لو گے تو تمہاری بہت چیزیں جن کو تمہارے پیشوا اور مقتدا، واعظین، مدرسین، محدثین استعمال کر رہے ہیں بدعت ضلالت سیئہ مظلمہ ہو جائیں گی۔

چند محدثات: اب لیجئے دو چار باتیں لکھی جاتی ہیں۔ شرح بخاری میں ہے:

"جو چیزیں جدید اور محدث ہیں اُن میں سے ایک جمع کرنا احادیث کا ہے کتاب

marfat.com

میں، پھر تفسیر کرنا قرآن کا، پھر جمع کرنا مسائل فقہ کا، پھر جمع کرنا اُن چیزوں کا جو اعمالِ قلوب سے متعلق ہیں۔ پس انکار کیا اوّل بات پر عمر اور ابو موسیٰ اور ایک جماعت نے رضی اللہ عنہم اور اکثر نے اجازت دی اُس کی۔ اور اس دوسری بات پر انکار کیا ایک جماعت تابعین شعبی وغیرہ نے۔ اور اس تیسری بات پر انکار کیا امام احمد نے اور ایک جماعت نے الی آخرہٖ۔"

قرآن مجید کی کتابت میں اختلاف

اب قرآن شریف کی کتابت میں اختلاف دیکھئے۔ احیاء العلوم وغیرہ میں ہے حضرت حسن بصری اور ابن سیرین انکار کرتے تھے کہ قرآن شریف میں خمس و عشر نہ لکھے جائیں اور شعبی اور ابراہیم مکروہ جانتے تھے زیر و زبر لکھنے کو۔ اور ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ ہمارے ائمہ متقدمین سب مکروہ جانتے تھے زیر و زبر لکھنے کو۔ اور شرح بخاری میں بسند صحیح ثابت کیا ہے کہ انکار فرماتے تھے حضرت عبداللہ ابنِ مسعود کہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس قرآن میں نہ لکھی جائیں اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ جہاں کہیں لکھی دیکھتے تھے چھیل دیتے تھے ان دونوں سُورتوں کو۔ اور کتب فقہ حنفیہ میں ہے کہ جائز نہیں فرماتے تھے حضرت امامِ اعظم اور امام ابُو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین قرآن اور حدیث اور فقہ کی پڑھائی کو اور اُجرتِ امامت اور وعظ اور اذان کو۔ اور جس وقت مدرسہ معین ہوا انکار کیا اس پر علماء نے۔ کشف الظنون میں ہے کہ جب علماءِ ماوراء النہر کو خبر پہنچی کہ بغداد میں مدرسے قائم ہوئے بہت غمگین ہُوئے کہ اب تک ابرار طالبِ آخرت خالصاً للہ پڑھتے پڑھاتے تھے بناءً علیہ ان میں بعض افراد کاملین نکل آئے تھے اب اُجرت قرار پائی تو علماء طالب الدنیا ہونگے۔

marfat.com

اول اذانِ جمعہ بدعت ہے

اور مواہب وغیرہ میں ہے کہ ابن ابی شیبہ نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا انھوں نے ؛

الاذان الاوّل یوم الجمعۃ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں وہی اذان تھی جو خطیب کے آگے کہی جاتی ہے اب جو قبل اُس کے بھی اذان ہوتی ہے اُس کو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت فرمایا۔

اور تفسیر عزیزی پارہ الم میں ہے کہ قرآن شریف کا بیع کرنا بُرا جانتے تھے اور انکار کرتے تھے اس پر ابراہیم نخعی اور اعمش و ابی موسٰی اشعری و حسن بصری و سعید بن مسیب و عبداللہ ابن عمر اور امیر المومنین عمر اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین۔

الحاصل کہاں تک شمار کروں صحابہ و تابعین کے اختلافات و نکیر کو۔ اگر یہ قاعدہ گھڑا ہوا یاروں کا صحیح ہووے تو تمام رُوئے زمین پر کوئی آدمی سُنّی نہ نکلے ایک نہ ایک بدعت میں ضرور گرفتار ہوگا کیونکہ وُہ باتیں بہت کم ہیں کہ جس پر کسی کا انکار نہ ہُوا ہو اور چند باتیں جو ہم نے اُوپر لکھی ہیں ایک شمہ ہیں اُن میں سے اور بہت باتیں ہیں لباس و طعام و نکاح و بنائے مسجد و فروش و معاملات میں کہ جن پہ انکار ہُوا ہے اور ان کو اب منکرین بلا انکار استعمال کر رہے ہیں۔ اور یہ قاعدہ یاد رکھو کہ منکرین اس بات کو مان چکے ہیں کہ ایک آدمی کا انکار بھی معتبر ہے اجماع کو توڑ دیتا ہے۔ پھر منکرینِ میلاد دکھا دیں اپنی عبادات و معاملات میں سوائے فرائض متفق علیہا کے کہ کون کون سی بات ان کی اجماعی ہے کہ جس میں ایک کا بھی انکار نہ ہُوا ہو قرونِ ثلٰثہ میں۔ پس واضح ہو کہ اس فقرہ اور اس قاعدہ کے ماننے میں تمام اہلِ اسلام کے عقاید و اعمال درہم برہم ہوتے جاتے ہیں۔

marfat.com

عبداللہ بن مسعود نے ذکر کرنے والوں کو دھمکایا

رابعاً اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے یہ قاعدہ سمجھ جاتے تو ہرگز تین قرون تک کسی کے احداث پر انکار نہ فرماتے حالانکہ صحابہ نے اپنے زمانہ میں بہت احداثات پر انکار فرمایا ہے۔ اس حدیث خیر القرون کے راوی حضرت عبداللہ ابن مسعود بھی ہیں کما فی الصحیحین۔ دیکھو انہوں نے جہر سے ایک جماعت ذکر اللہ کرنے والوں کو دھمکایا اور ان کے فعل کو بدعت قرار دیا۔ کُتبِ فقہ وحدیث میں یہ روایت مذکور ہے حالانکہ وُہ لوگ ان کے ہم عصر تھے یا صحابہ تھے یا تابعین ، اگر فعل ان کا اس حدیث کے موافق سنّت ہوتا تو اس حدیث کے راوی عبداللہ صحابی کیوں اُن کو منع فرماتے۔

خامساً صحابہ اور تابعین اس حدیث کے یہ معنی کس طرح سمجھتے وہ کلام کا مغز سمجھنے والے تھے کوئی قاعدہ استدلال کا اس حدیث شریف سے نہیں بن پڑتا اس لیے مرادِ شارع سمجھنے کے لیے قواعد یہ ٹھہرے ہیں کہ مدعا یا عبارت النص سے ثابت ہوگا یا اشارت یا دلالت یا اقتضا سے ، اور عبارت النص میں ضرور ہے یہ بات کہ مدعا کے الفاظ ظاہر ہوں اور کلام اُسی مُدعا کے لیے واقع ہُوا ہو۔ منار میں ہے ؛ واما الاستدلال بعبارۃ النص فھو العمل بظاھر ما سبق الکلام لہ۔ اور یہاں ظاہر ہے کہ دونوں باتیں ندارد۔ حدیث مسلم میں ہے ؛ سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس خیر قال قرنی یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا گیا تھا کہ آدمیوں میں کون سے آدمی اچھے ہیں ؟ آپ نے فرمایا ؛ میرا قرن الیٰ آخرہٖ۔ معلوم ہوا لوگوں نے یہ نہیں پُوچھا تھا کہ کس کا ایجاد بدعت ہوگا اور کس کا سنّت۔ اور نہ حضرت نے اپنی طرف

marfat.com

سے اس قاعدہ کو یہاں بیان فرمایا۔ کم سے کم پڑھا آدمی بھی جان سکتا ہے کہ احکام و معانی الفاظ سے پیدا ہُوا کرتے ہیں پھر اس حدیث میں بدعت اور سنّت اور احداث کے الفاظ کہاں ہیں لہٰذا یہ استدلال عبارت النص نہ ٹھہرا اور اقتضاء النص بھی نہیں اس لیے کہ اقتضاء کی تعریف یہ ہے دیکھو تلویح صفحہ ۱۳۵:

دلالة اللفظ علیٰ معنی خارج یتوقف علیہ صدقہ او صحتہ الیٰ آخرہ۔ (لفظ کی دلالت خارجی معنی پر کہ اس پر اس کا صدق و صحت موقوف ہو الخ)

پس قرونِ ثلٰثہ کی خیریت کی صدق و صحت کے واسطے کب لازم ہے یہ بات کہ اگر ان کا ایجاد سنّت ہو جائے تب تو اُن کی خیریت ثابت ہووے اور نہیں تو نہیں پس اقتضاء النص بھی نہ ہُوا، اب رہی دلالت اور اشارت اگر لفظ خیر سے جو خیر القرون میں ہے یہ بات ثابت کرنا چاہیں تو یہ قاعدہ شرعی پیش کریں کہ اچھا آدمی جو کچھ ایجاد و احداث کر دیا کرے اصولِ شرعی کے موافق یا غیر موافق وہ سب جائز ہوتا ہے حالانکہ یہ بالاتفاق غیر مسلّم ہے۔ چنانچہ چند وقائع قرونِ ثلٰثہ کے عنقریب قول پنجم بدعت میں ہم بیان کریں گے کہ وہ کسی کے نزدیک معمول بہ نہیں پس واضح ہو گیا کہ وجوہ معرفت مراد شارع کے چاروں طرق یہاں نہیں چلتے اور جہاں استدلال ان طرق سے غیر طرح پر ہو اس کو نور الانوار میں لکھا ہے، فھو من استدلالات الفاسدۃ۔ قطع نظر اس کے ہم کہتے ہیں کہ اگر لفظ خیر سے استدلال ہے کہ جب وُہ لوگ خیر ہیں تو ایجاد بھی ان کا خیر ہو گا۔ اس صورت میں ہم کہتے ہیں کہ بہت احادیث میں لفظ خیر واقع ہُوا ہے۔ مثلاً روایت ہے کہ ابو عبیدۃ بن الجراح جو عشرہ مبشرہ میں صحابی جلیل القدر ہیں اُنہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا:

یا رسول اللہ احد خیر منا اسلمنا وجاھدنا معک۔

marfat.com

یعنی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی ہم سے بھی اچھا ہوگا ہم اسلام لائے اور آپ کے ساتھ ہم نے جہاد کیے۔

آپ نے جواب دیا:

نعم قوم یکونون من بعد کم یومنون بی ولم یرونی۔

یعنی آپ نے فرمایا کہ ہاں تم سے اچھے تمہارے بعد وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر ایمان لاویں گے بغیر دیکھے۔ یہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے روایت کیا اس کو احمد اور دارمی نے۔ دیکھو اس میں لفظ خیر موجود ہے جس طرح خیر القرون میں۔ پس چاہیے کہ بعد کے آدمیوں کا فعل نکالا ہوا بھی سنت ہو بدعت میں داخل نہ ہو۔

اور ابی امامہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

طوبیٰ لمن رانی وطوبیٰ سبع مرات لمن لم یرنی و اٰمن بی۔

یعنی خوشحالی ہو جیو اس کو جس نے مجھ کو دیکھا اور سات مرتبہ خوشحالی ہو جیو اُس کو جس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور ایمان لایا۔

یہ بھی مشکوٰۃ میں موجود ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے: مثل اُمتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام اٰخرہ۔ یعنی حال میری اُمت کا ایسا ہے جیسا مینہ۔ معلوم نہیں اوّل اُس چیز کا خیر ہے یا آخر۔

محدثین لکھتے ہیں کہ مراد حدیث سے یہ ہے کہ سب اُمت میری خیر ہے جیسے مینہ اوّل سے آخر تک اچھا ہوتا ہے۔ پس ان احادیث کے سبب چاہیے آخر اُمت کا ایجاد بھی سنت ہو جس طرح خیر القرون کا ایجاد سنت کہتے ہو اور اگر افضلیت سے خیریت کلی مراد رکھو گے نہ بجزئی تو خیریت کلی صحابہ کو سب تابعین

marfat.com

اور تبع تابعین پر ہی چاہیے کہ بس دو قرون مابعد کا جو کہ مفضول ہیں ایجاد جائز نہو اور اگر عام مراد لیتے ہو کہ خیریت خواہ کلی ہو خواہ جزئی تو خیریت جزئی میں وہ سب افراد شامل ہیں جن کی نسبت احادیث میں لفظ خیر واقع ہوا ہے چاہیئے کہ اُن کا ایجاد بھی درست ہو۔ واضح ہو یہاں تک کلام تھا۔

اُن کے جملہ اُولیٰ میں جو کہ امر قرونِ ثلٰثہ میں ہوگا وُہ سنّت ہے۔ اب ہم شروع کرتے ہیں دوسرے جملہ میں کہ جو چیز بعد قرونِ ثلٰثہ پیدا ہوگی وُہ سب بدعت اور ضلالت ہوگی۔ ہم کہتے ہیں یہ بات بھی بالکل بے اصل ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ یہ حدیث بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابوابِ شہادت میں روایت کرتے ہیں عمران بن حُصَین سے:

خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَ يَنْذُرُوْنَ وَلَا يَوْفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمِ السِّمَنُ۔

دوسری روایت عبداللہ بن مسعود سے ہے اس میں ثم الذین یلونھم کے بعد یہ ہے:

ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَيَمِيْنُهٗ شَهَادَتَه

یہ دونوں روایتیں بخاری کے باب فضائلِ اصحاب میں بھی ہیں۔

اور صحیح مسلم میں بعد ثم الذین یلونھم کے ہے، ثم یجیٔ قوم تسبق شھادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے، ثم یتخلف بعد ھم خلف تسبق شھادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ۔

اور تیسری روایت میں ہے، ثم یخلف قوم یحبون السمانۃ یشھدون قبل ان یستشھدوا۔ اور چوتھی میں ہے، ثم یکون بعد ھم قوم یشھدون ولا

marfat.com

یستشھدون یخونون ولا یؤتمنون و ینذرون ولا یوفون ویظھر فیھم السمن۔

اور نسائی کے باب الوفاء بالنذر میں بھی اس طرح ہے۔

اور ابوداؤد کے باب فضائل میں ہے، ثم یظھر قوم الیٰ آخرہ و یفشو فیھم السمن۔

اور ترمذی کے باب فضائل میں یہ الفاظ ہیں ؛ ثم یاتی قوم بعد ذٰلک تسبق ایمانھم شھاداتھم و شھاداتھم ایمانھم۔

اور ابن ماجہ کے ابواب شہادت میں ہے ؛ ثم یجئ قوم تبدر شھادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ۔ اور دوسری روایت اس کی یہ ہے ؛ ثم یفشو الکذب حتی یشھد الرجل ومایستشھد یحلف ومایستحلف۔

یہ چھوں کتابوں مشہورہ بصحاح ستہ کی روایتیں ہیں۔ خلاصہ مضمون ان سب روایات کا یہ ہے کہ "اُن قرونِ خیر کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے کہ گواہی دینے پر بڑے حریص ہوں گے کچھ پروا نہ کریں گے کبھی قسم سے پہلے گواہی کبھی گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے اور اپنا بدن موٹا تیار کرنا پسند کریں گے اور خیانت کریں گے اور کوئی ان کو امانتدار نہ جانے گا عہد کریں گے اور پورا نہ کریں گے اور ظاہر ہوگا جھوٹ یہاں تک کہ آدمی گواہی دے گا اور کوئی اس سے گواہی طلب نہ کرے گا اور قسم کھائے گا اور کوئی قسم کھانے کو نہ کہے گا"۔

دیکھیے ان روایتوں میں کسی جگہ بدعت اور احداث کا ذکر نہیں، یہ کس طرح سمجھ میں آئی کہ ان لوگوں کا قاعدہ تو ایسا بڑا کلیہ جامع و مانع کہ جس کے سبب اہل اسلام میں جھوٹ اور خانہ جنگی اور تفسیق اور تضلیل و سب و شتم و غیبت و کینہ و فساد باہم ڈال رکھا ہے پھر نہ کسی راوی نے لفظ بدعت و احداث اس حدیث میں روایت کیا اور

marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ دانائے لغت اور مبین حکمِ شریعت تھے اور جا بجا تحذیر بدعات کے لیے لفظ کل بدعة و کل محدثة و من احدث فی امرنا و من ابتدع بدعة وضلالة وغیرہ الفاظ ظاہرہ منصوص فرماتے تھے۔ اس حدیث میں لفظ صریح منصوص نہ فرمایا اگر ایسا زبردست قاعدہ ما بہ الامتیاز فاصل بین السنت و البدعة اور ماہیت سنت اور بدعت کا معرف و شارح ہوتا تو بالضرور آپ یا روایت اصحاب کوئی تو صراحۃً نام احداث و بدعت کا بیان فرما دیتا۔ تعجب ہے کہ یہاں تو اس کا نام بھی نہیں اور ان حضرات نے دھوم مچادی۔

ثانیاً اگر لفظ کذب سے استدلال کریں اگرچہ وہ ایک روایت میں واقع ہوا ہے، اور بہت کثرت سے روایتیں ایسی ہیں صحیحین وغیرہ کی کہ ان میں لفظ کذب واقع نہیں ہوا جیسا کہ نقل روایات اوپر ہو چکیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہر محاورہ دان جانتا ہے کہ کذب کے معنی جھوٹ ہیں اور بدعت کے معنی نئی بات۔ پھر کجا جھوٹ بولنا اور کجا نئی بات!

العجب مولوی عبدالجبار صاحب فرماتے ہیں کہ بدعت کو بدعتی موجبِ ثواب جانتے ہیں پس یہ کذب ہوا الخ

دیکھئے یہ کیسی بڑی جرأت ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم سے لے کر شاہ عبدالعزیز صاحب و مولوی اسحٰق صاحب تک فقہاء و محدثین لوگ بدعتِ حسنہ کو مسلّم رکھتے آئے چنانچہ عنقریب نقل کیا جائے گا پھر یہ سب معاذ اللہ اس قول کے موافق کذب کے فاعل ہو کر ان کے نزدیک کذاب ٹھہرے جو بدعت کو حسن اور مستحسن اُنہوں نے قرار دیا کہ کسی نے فرمایا نعمت البدعة اور کسی نے فرمایا بدعة حسنة اور کسی نے فرمایا من البدعة ما یکون واجبا و منها ما یکون مستحباً و مستحسناً۔

اور براہین قاطعہ گنگوہی کی عبارت اس مقام میں یہ ہے صفحہ ۳۸:

marfat.com

"بدعت بھی جھوٹ میں داخل ہے کذب عام ہے اور بدعت خاص ایک فرد کذب کی ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ اس قول پر وہ اعتراض سابق بحال رہا کہ صحابہ سے لے کر آج تک کے علماءِ مجوزین بدعتِ حسنہ میں داخل رہے اور ایک تیشہ دوسرا اپنے پاؤں پر بے خبری سے مار لیا یعنی اپنے عام خاص کا لفظ جما کر یہ چاہا کہ حدیث میں "یفشوا الکذب" اور "یظھرا لکذب" کے معنی یہ ہو جاویں کہ "یظھرا لبدعۃ" حالانکہ اس میں بالکل اپنے ہاتھ قلم کر چکے یعنی جب کذب کو عام مان لیا تو وجود عام مستلزم وجود خاص کو نہیں ہوتا۔ یہ کلیہ ہر عاقل کے نزدیک مسلّم الثبوت ہے۔ پس ظہور کذب کو یہ لازم نہ ہوا کہ خاص بدعت ہی میں ظاہر ہووے جائز ہے کہ کسی فرد خیانت و دروغ حلفی وغیرہ میں ظاہر ہو جاوے۔ اور مؤلفِ براہین بھی اس قاعدہ کو جانتا ہے عبارت اس کی صفحہ ۵۵ سطر ۱۲ میں یہ ہے:

"وجود عام کا بدوں وجود خاص کے ہو سکتا ہے مثلاً حیوان بدوں انسان کے اس کو ہر عاقل جانتا ہے۔" الخ

اب دیکھیے حضرت جی کی زبانی خود ثابت ہو گیا یعنی آپ صفحہ ۳۸ میں فرماتے ہیں:

"وجود عام کا بدوں وجود خاص کے ہو سکتا ہے۔"

پس یہ مطلب نکل آیا کہ وجود کذب کا بدوں وجود بدعت کے ہو سکتا ہے یعنی ممکن ہے کہ بعد قرون ثلٰثہ کذب شائع ہو اور بدعت نہ ہو انہی کی زبانی ان کا مدعا غلط ہو گیا یہ لوگ اس وقت اپنے مطلب میں کامیاب ہو سکتے تھے کہ کذب اور بدعۃ میں نسبت مساوات و ترادف ثابت کرتے تو ثبوت کذب مستلزم بدعت ہو جاتا۔ واذ لیس فلیس۔

marfat.com

"ثالثاً یہ کہ محدثوں میں یہ ٹھہرا ہوا ہے کہ بعض حدیثیں شرح ہوتی ہیں بعض حدیث کی۔ جس روایت میں لفظ کذب واقع ہُوا ہے کہ پھر ظاہر ہو گا جھوٹ۔" تو اس کی وہ ہی شرح ہے جو صحیحین وغیرہ کی حدیث میں گزری کہ" لوگ خیانت کریں گے، بدعہدی کریں گے، قسم کھانے کو تیار ہوں گے بغیر قسم کھلائے اور گواہی دینے کو تیار ہوں گے بغیر گواہی دلائے۔" اس میں یہ نہیں آیا کہ وُہ نئی باتیں دین میں نکالا کریں گے۔ پس لازم ہُوا کہ جھوٹ سے یہی باتیں مراد رکھیں کہ بدعت۔

رابعاً یہ لوگ اپنے اس دعوٰی پر کہ" جو چیز بعد قرون ثلٰثہ پیدا ہو گی وہ بدعتِ ضلالت ہو گی" حدیث ہذا کو سند لاتے ہیں تو اس صورت میں حسبِ دعوٰی مانعین اس حدیث میں لفظ یظھر کے معنی ظہور وجودی کے ہوں گے یعنی پھر تین قرن کے بعد جھوٹ پیدا ہو گا تو منشا اس کا یہ ہے کہ پہلے اس سے نہ ہو گا حالانکہ بدعتوں کا وجود عین اُنہی قرون میں ہُوا ہے یعنی معتزلی اور قدریہ اور مرجیہ جو بدعتی فرقے ہیں قبل گزرنے قرون ثلٰثہ کے پیدا ہو گئے تھے پھر اگر کذب سے بدعت مراد رکھیں اور یظھر اور یفشو سے یُوجد، تو بڑا اعتراض یہ پڑے گا کہ حدیث موافق واقع کے نہیں ہو سکتی۔

خامساً یہ کہ بعض علمأ نے لکھا ہے کہ بعد قرون ثلٰثہ کے علم فلسفہ یونانیوں کا اہلِ اسلام میں رائج ہوا اس کے پڑھنے سے اور اس میں فکر کرنے سے مسلمانوں کے عقاید عقلی طور پر بدل گئے عقائد فلسفی لوگوں میں برخلاف اعتقاد سلف کے ٹھہر گئے اور معتزلی وغیرہ بدعتیوں کو علم فلسفی سے طاقت پیدا ہوئی اور مبتدعین اور اہل سنت میں عقائدی مباحثے پھیل گئے۔ بھلا اگر کوئی لفظ حدیث سے کہ ثم یظھر الکذب ہے یہ مراد رکھے تو بھی صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ مسائل فلسفی جھوٹے ہیں لیکن کہاں فلسفی دلائل اور یونانیوں کے مجادلات اور کجا محفل مولد شریف اور موتی

marfat.com

کی فاتحہ درود کرنا۔ بھلا فلسفیوں کے مسائل کو ان اعمال سے کیا علاقہ اور وجود بدعات کا حصر اگرچہ عقائد فلسفی میں نہیں لیکن صدق حدیث کے لیے ان افراد میں وجود کذب پایا جانا بس کرتا ہے۔ یہ کہاں سے لازم آیا کہ حدیث شریف کی تصدیق پوری جبھی ہو کہ ہر ہر فرد حادث بعد قرون کا بدعت اور ضلالت ہو جائے۔

سادہ سا جو مطلب یہ لوگ ثابت کرتے ہیں یہ مطلب اس وقت ثابت ہوتا کہ حدیث کے لفظ یہ ہوتے: ثم لا یظھر فیکون کذبا یعنی بعد قرونِ ثلٰثہ نہیں ظاہر ہوگا سوائے جھوٹ کے۔ یا یہ ہوتے، ثم کل شئ یظھر فیکون کذبا یعنی پھر جو کچھ ظاہر ہوگا وہ سب جھوٹ ہی جھوٹ ہوگا۔ لیکن یہ الفاظ تو حدیث میں نہیں نہ کوئی کلمۂ مفید حصر ہے نہ مفید کلیت ہے تو معنی حدیث کے یہ ہو گئے۔ ثم یظھر الکذب پھر ظہورِ کذب ہوگا۔ پس ظہور کذب کے صدق کو بعض افراد محدثات میں کذب کا ہونا بھی کافی ہے یہ کیا ضرورت ہے کہ پھر جو چیز ظاہر ہووے وہ سب کاذب ہی ہووے۔

حدیث خیر القرون کا اصل مطلب

پس اصل مطلب حدیث یہ ہُوا کہ سب آدمیوں میں اچھے میرے قرن کے آدمی ہیں پھر ان کے بعد والے پھر ان کے بعد والے اور بعد اُن کے فاشی طور پر کذب ظاہر ہوگا یعنی جس طرح قرونِ ثلٰثہ میں خیریت غالب تھی اس طرح بعد کو کذب غالب ہوگا لیکن غلبۂ خیر کے معنی کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرونِ اولیٰ میں جو کچھ ہوگا سب خیر ہوگا اس لیے کہ تمام بدعتیں قدریہ و ارجا و خروج و رفض وغیرہ سب قرونِ ثلٰثہ ہی میں ہوئیں اور اوقات خیر القرون میں ہونے کے سبب ان کو کوئی اہل سنت و جماعت خیر نہیں کہتا پھر اسی طرح ما بعد قرون ثلٰثہ کے کذب کا حال اس کے مقابل میں سمجھنا

marfat.com

چاہیے کہ ظہورِ کذب مابعد کے معنی یہ نہیں کہ جو کچھ ظاہر ہوگا سب کذب ہوگا۔ جس طرح یہ نہ ہُوا کہ جو چیز خیر القرون میں ایجاد ہو وہ سب خیر ہو۔ اس تقریر سے صاف ظاہر ہوگیا کہ بعض چیزیں بعد قرونِ ثلٰثہ کے جن کو عباد صالحین نکالیں گے وہ درست اور احسن ہوں گی اور بعض باتیں جو خلافِ شرع ایجاد ہوں گی وہ گمراہی کا سبب اور قبیح ہوں گی جس طرح خود عین قرونِ ثلٰثہ کی بعض بدعتیں نکلی ہُوئیں سب خراب اور ضلالت ہیں۔ قولِ جمہور اور مذہبِ منصور یہی ہے اور شیوع و ظہور کذب میں یہ بھی ضرور نہیں کہ شیوع بدعت ہی سے اُس کا تحقق ہو بلکہ اس طرح پر بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے اگر خیانت کار ایک تھا اب لاکھوں ہیں، دروغ حلف قرونِ اُولیٰ میں اگر دو چار ہوں گے تو اب کروڑوں ہیں۔ اسی طرح اور گناہوں کو قیاس کرلو کہ ہر ہر گناہ اب زیادتی پر ہے۔ اور بدعتی لوگ جو قرونِ ثلٰثہ میں حادث ہوگئے تھے اب وُہ بہت زیادہ اضعافاً مضاعفہ ہوکر پھیل گئے احادیث صحاح مذکورۃ الصدر کے صدق کو یہ فشو و ظہور کافی ہے یہ کیا ضرور ہے کہ جب سب مستحسنات صلحائے مابعد کو کذب میں داخل کرو تب مضمون حدیث صحیح ہو حاشا و کلّا انصاف شرط ہے واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔ اور براہین قاطعہ گنگوہی صفحہ ۳۲ و ۳۳ میں جو یہ بات لکھی ہے کہ "یہ چاروں اقوال گزشتہ بیان بدعت میں مع قول پنجم جو عنقریب آنے والا ہے پانچوں قول ایک ہیں" الخ

یہ ایک عجیب افسانہ ہے مرد دانا خیال کرکے دیکھے تیسرے قول کو جو لوگوں نے حضرت مجدد کے قول سے استدلال کیا ہے کہ جو چیز خلفائے راشدین کے وقت میں نہ تھی خدا ہم کو اُس بدعت میں گرفتار نہ کرے یہ کس طرح جمع ہوسکتا ہے دوسرے اقوال کے ساتھ حالانکہ خود حضرت مجدد کی عبارت مکتوبات جلد ثانی

marfat.com

مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۸ مکتوب بست وسوم میں اقوال باقیہ کے خلاف ہے ، وُہ یہ ہے :

" گزشتگان در بدعتِ حسنٰی دیدہ باشند کہ بعض افراد آنرا مستحسن داشتہ اند اما ایں فقیر در ایں مسئلہ با ایشاں موافقت ندارد و ہیچ فرد بدعت را حسنہ نمی دادند۔"

دیکھئے وُہ خود اپنے منہ سے فرماتے ہیں کہ جو علماء بدعتِ حسنہ کو مستحسن کہتے ہیں میں موافق اُن کے ساتھ نہیں۔ پھر پانچوں قول کس طرح باہم موافق ہوں گے۔ پھر مکتوب مذکور میں آٹھ سطر کے بعد لکھتے ہیں :

" ایں جا فتوٰی متقدمین و متاخرین متمشی نباید ساخت چہ ہر وقت را احکام علیٰحدہ است۔" الیٰ آخرہٖ

دیکھیے یہاں خود اپنی زبان سے تمام متقدمین و متاخرین کا فتوٰی جواز بدعت حسنہ پر تسلیم فرما کر فرماتے ہیں کہ اب وہ فتوٰی نہیں چل سکتا، ہر زمانہ کا حکم جُدا ہوتا ہے۔ بھلا اگر جمیع مفتیانِ دین متقدمین و متاخرین کا قول حضرت مجدد کے موافق ہوتا تو یہ عذر اختلاف زمانہ کا کیوں پیش فرماتے ، نہیں نہیں بے انصافی کا کچھ علاج نہیں۔ حق یہی ہے کہ پانچوں قول جُدا ہیں۔ ہر ایک عالم نے اپنے نزدیک کچھ مصلحت زبانی سمجھ کر ایک قول اختیار کیا لیکن فتوٰی عام طور پر نہ ہوگا سوائے قول جمہور علماء اُمّت کے جو عنقریب آتا ہے اور بعض صاحبوں کا یہ فرمانا کہ **بدعت حسنہ کچھ چیز نہیں** یہ ادلّہ عقلیہ و نقلیہ کے بالکل مخالف ہے۔ عقل کے مخالف اس لیئے ہے کہ دو مفہوم کلی یا دونوں متساوی ہوں گے جیسے انسان اور ناطق۔ یعنی جس کو ناطق کہیں گے وہی انسان ہوگا، جس کو انسان کہیں گے وہی ناطق ہوگا یا وُہ دونوں مفہوم متباین ہوں گے جیسے انسان اور حجر، جو چیز حجر ہوگی

marfat.com

اُس کو انسان نہ کہیں گے، جو انسان ہوگا اس کو حجر نہ کہیں گے، دونوں میں بالکل جُدائی ہے یہ کچھ اور ہے اور وُہ کچھ اور۔ یا وہ دونوں مفہوم عام خاص مطلق ہوں گے جیسے حیوان و انسان۔ حیوان ہر جاندار کو کہہ سکیں گے خواہ وہ انسان ہو یا گھوڑا یا ہاتھی یا اُونٹ وغیرہ۔ اور انسان سوائے آدمی کے کسی کو نہیں کہہ سکتے تو انسان خاص مطلق ہُوا اور حیوان عام مطلق یا وہ دونوں مفہوم عام خاص من وجہ ہوں گے جیسے کبوتر اور سفید رنگ۔ اس میں تین مادّے ہوتے ہیں: دو افتراق کے ایک اجتماع کا۔ افتراق اس طرح پر کہ مثلاً قلعی میں سفید رنگ موجود ہے لیکن کبوتر نہیں، اور سُرمئی کبوتر میں کبوتر موجود ہے لیکن رنگ سفید ندارد۔ اور سفید رنگ کے کبوتر میں دونوں موجود، کبوتر بھی اور سفید رنگ بھی۔ جب یہ معلوم ہُوا تو حدیثِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنی چاہیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا۔[1]

واضح ہو کہ لفظ "بدعة ضلالة" میں ہم کو اپنے اساتذہ سے روایتِ حدیث بصیغۂ اضافت پہنچی ہے۔ اسی طرح مولانا احمد علی صاحب محدّث مرحوم سہارنپوری نے اپنے مطبع کی کتابوں یعنی مشکوٰۃ شریف مطبوعہ ۱۲۷۱ھ اور ترمذی شریف مطبوعہ ۱۲۸۲ھ میں ضبط کیا ہے۔ اور اسی طرح صاحب مجمع البحار

---

[1] یہ حدیث شریف ترمذی اور مشکوٰۃ میں ہے، ترجمہ درج ذیل ہے:
جس نے کوئی ایسی بُری بات نکالی جسے اللہ و رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) پسند نہیں فرماتے تو جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کے برابر نکالنے والے پر گناہ ہوگا اور عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

marfat.com

نے تکملہ صفحہ ۱۶ میں لکھا ہے، عبارت یہ ہے :

یروی بالاضافة ویجوز نصبها علی النعت۔

اضافتِ بیانی میں عموم خصوص من وجہ ہوتا ہے

دیکھیے اگرچہ نعت کو بھی جائز رکھا لیکن اہلِ حدیث کی روایت کو بالاضافت ہی لکھا جب اضافت ان دونوں لفظوں یعنی بدعة اور ضلالة میں ثابت ہوگئی تو اب قاعدہ اضافت طے کرنا چاہیے۔ اگر یہ اضافت بدعةِ ضلالہ میں بیانی ہے جس طرح فریق ثانی اکثر بیان کر رہے ہیں تو عین مدعا ہمارا ثابت ہے اس لئے کہ اضافتِ بیانی میں عموم خصوص من وجہ ہوتا ہے۔ قال المولی الجامی فی بیان الاضافة واما بمعنی من البیانیة فی جنس المضاف الصادق علیه و علیٰ غیرہ بشرطان یکون المضاف ایضا صادقا علیٰ غیر المضاف الیه فیکون بینهما عموم و خصوص من وجه۔ اور اوپر بیان ہو چکا کہ عموم خصوص من وجہ میں دو مادّے افتراق کے ہوتے ہیں ایک اجتماع کا۔ پس مطلب یہ ہُوا کہ کوئی شے ایسی ہوگی جو بدعت بھی ہو اور ضلالت بھی، جیسے مذہب جبریہ و قدریہ وغیرہما مبتدعین کے، اور کوئی چیز ایسی ہوگی کہ ضلالت ہوگی بدعت نہ ہوگی جیسے کفر و ارتداد العیاذ باللہ اور کوئی چیز ایسی ہوگی کہ بدعت ہوگی اور ضلالت نہ ہوگی جیسے مدرسہ اور محفل میلاد شریف اور اوضاع اذکار مشائخ کرام جو واسطہ جلائے قلب کے ایجاد کئے گئے ایسی ہی چیزوں کا نام بدعتِ حسنہ ہے۔

تقریر دیگر : بدعت اور ضلالت دو مفہوم کلی ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں باہم متباین نہیں کیونکہ ضلالت محمول ہوتی ہے بدعت پر، اور متساوی بھی نہیں کیونکہ شرک و کفر پر بھی اطلاقِ ضلال جا بجا قرآن مجید میں موجود ہے

marfat.com

من یشرک باللہ فقد ضل ضلٰلاً بعیدا و من یکفر باللہ و ملٰئکتہٖ و کتبہٖ و رسلہٖ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلالاً بعیدا۔

یہاں شرک وکفر پر لفظِ ضلال کا اطلاق فرمایا حالانکہ یہاں بدعت نہیں کیونکہ حقیقت بدعت کی اور ہے اور کفر کی اور بدعت مقابل سنّت ہے اور کفر مقابل ایمان۔ اور عام مطلق بھی نہیں ورنہ کلیہ کل بدعۃ ضلالۃ صحیح نہ ہوگا جس طرح کل حیوان انسان صحیح نہیں اور خاص مطلق بھی نہیں اس لیے کہ خاص مطلق کی اضافت عام مطلق کی طرف ممتنع ہے شرح جامی و مسالک بہیہ وغیرہ کتبِ نحو میں یہ مسئلہ منصوص ہے یعنی جائز نہیں کہ کہا جاوے سبت الیوم و فقہ العلم بلکہ کہا جائے گا یوم السبت و علم الفقہ۔

پس من ابتدع بدعۃ ضلالۃ کی اضافت صحیح نہیں ٹھہرتی۔ اب باقی رہ گئی نسبت عام و خاص من وجہ اس میں وہی دو مادّے ہوں گے افتراق کے، ایک مادہ اجتماع کا، جیسا کہ تقریر اوّل میں ثابت کر چکے ہیں۔

پس ایک بدعت وُہ نکلے گی جو ضلالت نہیں۔ پھر ایسی بدعت اگر ضابطۂ اباحت میں داخل ہوگی وُہ مباح ہوگی اور اگر کلیۂ اُستحباب میں شامل ہوگی مستحب ہوگی اور اگر قاعدۂ ایجاب کے ماتحت مندرج ہوگی وُہ واجب ہوگی۔ انہی تین قسم کی بدعتوں کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں کیونکہ واجب اور مستحب اور مباح وہی چیزیں ہو سکتی ہیں جن میں رنگ حسن موجود ہے اسی حسن کے سبب ایسی بدعتوں کو صفتِ حسنہ نصیب ہُوئی اور وُہ جو صاحبِ مجمع البحار نے لکھا کہ یجوز نصبھا علی النعت۔ اس صورت میں معنی حدیث کے یہ ہوں گے کہ "جس نے نکالی ایسی بدعت جو ضلالت ہے" الخ ہم کہتے ہیں اس میں بھی بدعتِ حسنہ کا ثبوت ہے اس لیے کہ نکرہ کو نکرہ کے ساتھ صفت کرنے میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ وہ فائدہ دیتا ہے تخصیص کا۔ پس صفتِ ضلالت

marfat.com

نے اپنے موصوف بدعت کو جو عام شامل ضلالت و ہدٰی کو تھا خاص کر دیا اور تمیز دے دی بعض افراد کو۔ یعنی بدعتِ ضلالت کو بعض سے، یعنی بدعتِ ہدٰی و حسنہ سے۔ جیسے رجل عالم میں صفت عالم نے تمیز دے دی رجل کو غیر عالم سے اور صورت نعت و صفت میں یہ معنی کرنے دو وجہ سے ضروری ہُوئے:

ایک تو یہ ہے کہ اصل توصیف نکرہ میں افادۂ تخصیص ہونا نحو کا قاعدہ مطردہ ہے۔

دُوسرے یہ کہ صفت کے ساتھ پڑھنا مطابق ہو جائے ساتھ روایت اضافت کے جو اہلِ حدیث میں شائع ہے۔

پس جس طرح روایت اضافت میں لفظ بدعت عام من وجہ رہا تھا اسی طرح صفت و نعت میں بھی عام من وجہ رہی۔ یہ تقریر اثباتِ بدعتِ حسنہ میں اس عاجز کو اپنے بعض اساتذہ سے پہنچی ہے تغمدہم اللہ بغفرانہ۔

اب شروع کریں ہم دوسری تقریر یعنی بدعتِ حسنہ کو لاشئ محض کرنا اور اُس کے وجود کا انکار کرنا مخالف نقل کے ہے۔ وجہ اُس کی یہ کہ جب حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کرامت مہد میں کچھ لحوق کیفیت نماز تراویح کو بہ نسبت سابق زیادہ ہُوا اس کو آپ نے پسند کیا اور فرمایا:

نعمت البدعة (یہ اچھی بدعت ہے)

لفظِ نعمت زبانِ عرب میں افعال مدح سے ہے۔ اس سے تعریف کیا کرتے ہیں کسی شے کی۔ پس آپ نے اُس کیفیت زائدہ علیٰ قدرِ السابق کی تعریف فرمائی کہ "اچھی ہے یہ نئی بات"۔

دیکھو حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ جن کی اقتدار کا حکم ہم کو از رُوئے حدیث ہے، انہوں نے بدعت کو اچھا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ بدعتِ محمود بھی ہوتی ہے۔

marfat.com

اور ایسی ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صلوٰۃِ ضحیٰ جس طرح انہوں نے لوگوں کو پڑھتے دیکھا اور لوگوں نے اُس کا مسئلہ پُوچھا، آپ نے یہ فرمایا:

انھا محدثۃ وانھا لمن احسن ما احدثوا۔ یعنی ہے تو یہ نئی بات مگر ہے اچھی۔

پس امر محدث اور بدعت کو حسنہ کہنا نصِ قولِ صحابی سے ثابت ہے اُس وقت سے اب تک باقتدائے صحابہ کرام جمیع مجتہدین اعلام و ائمہ اسلام جمیع محدثات حسنہ کو جائز رکھتے اور بدعتِ حسنہ فرماتے چلے آئے۔ چنانچہ نقولِ اقوالِ فقہاء و محدثین عنقریب آنے والی ہیں۔ پس ثابت ہوگیا عقلاً و نقلاً ہر طرح کہ بدعتِ حسنہ کا وجود ثابت اور اطلاق بدعتِ حسنہ درست اور صحیح ہے۔

مذہبِ جمہور

پانچواں قول مذہب جمہور واضح ہو کہ کافۂ علماء اہلِ تحقیق کے نزدیک سیئہ اور حسنہ ہونے کی بنیاد زمانہ پر نہیں۔ یعنی یہ بات نہیں کہ جو کچھ خیر و شر زمانہ قرونِ ثلٰثہ میں ہوگیا وُہ سب سنّت اور مقبول ہے اور بعد زمانہ قرون کے جو کچھ بھلا یا بُرا ہو وہ سب بُرا ہے اور مردود ہے۔ کما قدمنا ایک ایک مثال پر اکتفا کرتا ہُوں:

(۱) حضرت امیر المؤمنین عمر اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما تیمم سے منع فرماتے تھے نہانے کی حاجت والے کو۔ یہ حدیث مسلم مطبوعہ کے صفحہ ۱۶۱ میں ہے۔

اب دیکھیے یہ حکم صحابی کا ہے اور صحابی بھی کیسے، خلفائے راشدین میں۔ لیکن اس قول پر کسی نے ائمہ مذاہب میں عمل نہیں کیا۔

(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے ان کا بیٹا یزید تابعی تھا طبقۂ وسطیٰ تابعین میں۔ یعنی جس طبقہ میں حسن بصری اور ابن سیرین ہیں یہ اسی طبقہ میں تھا، کذا فی التقریب۔ اس تابعی نے جو خیر القرون میں تھا دیکھو کیا کام سعادتمندی کا

marfat.com

کیا کہ خدا کسی کو نصیب نہ کرے کہ مظلمہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا اس کی گردن پر ہے۔

(۳) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تابعی تھے ان کا شاگرد واصل ابن عطا تبع تابعین سے تھا وُہ مذہب معتزلی کا مُوجد اور امام ہُوا۔ اُس نے یہ مذہب نکالا کہ جو مسلمان گناہِ کبیرہ کرتا ہے نہ اُس کو مومن کہنا چاہیے نہ کافر بلکہ یہ ایک درجہ ہے درمیان دونوں کے۔ یہ بالکل مخالف اہل سنّت وجماعت کے اس نے اعتقاد کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دو قسم فرماتا ہے: فمنکم کافر ومنکم مومن۔ تیسری قسم نہیں فرمائی۔

پس جب واصل ابن عطا نے اپنا وُہ عقیدہ بیان کیا تب اُن کے استاد حضرت امام حسن بصری نے ارشاد فرمایا:

قد اعتزل عنا۔ یعنی یہ الگ ہوگیا ہم سے۔

پس اُسی روز سے اُس فرقہ کا نام معتزلی ہُوا۔ وہ سخت بدعتی ہیں اور وُہ اپنا نام کہتے ہیں اصحاب العدل والتوحید۔ کذا فی شرح العقائد وغیرہ۔

یہ تین قصّے قرونِ ثلٰثہ کے بیان کئے گئے اور ایسے بہت قصص ہیں غرضکہ ان امثال سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ خواہ کوئی فعل ہو یا قول یا اعتقاد، اس کا حسنہ اور سیئہ ہونا موقوف زمانہ پر نہیں بلکہ اس کا مدار مخالفت اور عدمِ مخالفت شرع پر ہے اسی دعوٰی پر دو دلیل یعنی دو حدیث صحیح لکھے دیتا ہُوں:

بدعت کی اصل تحقیق

ردِّ بدعت پر پہلی حدیث اور اس کا مطلب

(۱) قال نبینا الآمر الناھی علیہ وعلیٰ آلہ الصّلوٰۃ والسلام:
مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔ یہ صحیحین کی حدیث ہے

marfat.com

یعنی جس نے نکالی ہمارے اس دین میں وہ بات جو دین کی قسم سے نہیں یعنی کتاب اور سنّت کے مخالف ہے وہ بات اس کی رَد ہے۔

شارحینِ حدیث نے لفظ ما لیس منہ کی شرح میں لکھا ہے: فیہ اشارۃ الیٰ ان احداث ما لا ینازع الکتاب والسنۃ لیس بمذموم۔

اور محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے لفظ ما لیس منہ کی شرح میں کہ مراد چیزے ست کہ مخالف و مغیّر دین باشد۔

اور نواب قطب الدین خاں صاحب نے ترجمہ مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے کہ لفظ ما لیس منہ میں اشارہ ہے اُس کی طرف کہ نکالنا اس چیز کا کہ مخالف کتاب اور سنّت کے نہ ہو بُرا نہیں۔ انتہیٰ

یہ شروح عربی و فارسی و اُردو کی ایک ایک نظیر بس کرتی ہے اور ان شارحینِ حدیث کو اس طرح معنی کرنے کی وجہ یہ پڑی کہ ابوداؤد میں ہے:

من صنع امرا علیٰ غیر امرنا فھو رد۔ یعنی جس نے کیا کوئی کام ہمارے کام سے غیر طریقہ پر، وہ رَد ہے۔

حضرت کا کام کتاب اور سنّت ہے۔ کتاب و سنّت کے غیر وہی طریقہ ہوگا جو بالکل اس کے مخالف اور اس کا مغیّر یعنی بدل دینے والا ہوگا۔

حاصلِ حدیث

الحاصل اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہُوئیں: ایک تو یہ کہ حضرت نے لفظ "من" ارشاد فرمایا یہ لفظ عربی میں عام ہے اس میں قید کسی قرن کی نہیں۔ یعنی آپ نے یُوں نہیں فرمایا کہ جو کوئی نکالے نئی بات اوّل قرن میں دوسری میں تیسری میں یا بالکل آخری زمانے میں، بلکہ عام فرمایا کہ جب کبھی کوئی نکالے وہ رَد ہے۔

marfat.com

دوسری بات یہ کہ اُس نئی بات نکالی ہُوئی کا مردُود ہونا موقوف ہے اس بات پر کہ مخالف ہو کتاب اور سنّت کے۔ بس یہی ہم نے دعوٰی کیا تھا کہ حسنہ اور سیئہ ہونا امورِ محدثہ کا موقوف مخالفت اور عدم مخالفت کتاب و سنّت پر ہے نہ زمانہ پر۔ اور یہ مسئلہ اصول میں ٹھہر چکا ہے کہ جب کوئی حکم کسی امر مقید پر ہوتا ہے تو وہ حکم قید کی طرف راجع ہوتا ہے۔ اس حدیث میں فھو رد حکم ہے یہ اصل احداث پر راجع نہ ہوگا بلکہ اُس کی قید جو مالیس منہ ہے اس کی طرف راجع ہوگا یعنی جو نئی بات مخالف اور تغیّر دینے والی دین کو ہو وہ رد ہے نہ یہ کہ جو کوئی بات عمدہ اور صالح اور نیک اصولِ دین کے موافق نکالی جائے وہ بھی رَد ہے۔ دیکھو اب قاعدۂ اصول کے موافق معنی کرنے سے اسی حدیث سے ثابت ہو گیا کہ بدعتِ حسنہ یعنی اچھی بات کا ایجاد کرنا بُرا نہیں ورنہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم احداث کو مفید لفظ مالیس منہ کے ساتھ نہ فرماتے بلکہ یُوں فرماتے من احدث فی امرنا فھو رد۔ کیا حاجت تھی لفظ مالیس منہ بڑھانے کی۔

اور شرح جواہر التوحید میں ہے: ومن الجھلۃ من یجعل کل امر لم یکن فی زمن اصحابہ بدعۃ مذمومۃ وان لم یقم دلیل علیٰ قبحہ تمسکا بقول صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم ومحدثات الامور ولا یعلمون المراد بذٰلک ان یجعل فی الدین ماھو لیس منہ۔ انتہٰی

اس تقریر سے جواب حاصل ہو گیا اُن لوگوں کا جو حدیثیں بغیر سمجھے بُوجھے پڑھا کرتے ہیں کہ شر الامور محدثاتہا اور پڑھا کرتے ہیں وایاکم ومحدثات الامور وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔ وہ حصول جواب یہ ہے کہ حدیثیں سب ارشاد رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں وُہ باہم مخالف نہیں ہو سکتیں۔ جب مقامِ مذمّت میں آپ احداث کو مالیس منہ کے ساتھ مقید

marfat.com

فرما چکے یعنی وُہ محدث بات مردود ہے جو کسی غیر طریقۂ اسلام پر ہو اور مخالف ہو۔ پس جس قدر حدیثیں منع اور بدعت میں ہوں گی وہ احداث اور بدعت مخالف اسلام کی طرف راجع ہوں گی، نہ احداث خیر اور بدعت حسنہ کی طرف۔ اور اس تقریر سے اس حدیث کے معنی بھی بلا تکلف صحیح ہو گئے ماا حدث قوم بدعۃ الا رفع مثلہا من السنۃ اس لیے کہ جو بدعت مخالف سنّت ایجاد ہو گی ظاہر ہے کہ وُہ سنّت کو مٹا دے گی۔ چنانچہ مولوی قطب الدّین خاں صاحب نے بھی مظاہر الحق میں اس حدیث کے ترجمہ میں لکھا ہے: "نہیں نکالی کسی قوم نے بدعت یعنی جو بدعت کہ مزاحم سنّت کے ہو"۔ دیکھیے اس حدیث میں بھی ان لوگوں کے علماء مستندین سے خاص اسی بدعت کی بُرائی ثابت ہوئی جو مخالف سنّت ہو۔ باقی رہی حدیث:

تفترق اُمتی علیٰ ثلٰث و سبعین ملۃ کلھم فی النّار الا واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی۔

یعنی میری اُمّت میں تہتّر (۷۳) فرقے ہوں گے سب آگ میں جائیں گے مگر ایک۔ لوگوں نے پُوچھا وہ کون سا فرقہ ہے؟ فرمایا: جس ملّت پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔

سو مراد اس سے یہ نہیں کہ کوئی عمل جزئیہ مخصوصہ اگر آپ نے یا اصحاب نے نہیں کیا تو اس کا کرنے والا فی النار ہو گا اس لیے کہ بالاتفاق ثابت ہے کہ مدرسہ نہ آپ نے بنایا نہ اصحاب نے تو چاہیے مدرسہ بہیئتِ کذائیہ بنانے والا مستحق نار ہو۔ معاذ اللہ بلکہ مراد یہ ہے کہ جو آپ کے اور آپ کے اصحاب کے اصول ہیں اُس کے مخالف جو ہو گا وہ فی النار ہو گا اور احداث بدعت حسنہ مخالف اصول نہیں بلکہ جناب رسالت مآب نے خود مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فرما کر

marfat.com

ترغیب ایجاد اعمال حسنہ کی دی جیسا کہ آگے آوے گا اِن شاء اللہ تعالیٰ۔
اور اسی طرح اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین نے بہت امورِ خیر ایسے کہ زمان نبوت میں نہ تھے ایجاد فرمائے اور اطلاق احداث حسن اور نعمت البدعۃ وغیرہ کا کیا۔
پس جو لوگ مولد شریف یا فاتحہ بہیئت گذائیہ کرتے ہیں وہ اس احداث حسن میں خاصی طرح مصداق ما انا علیہ و اصحابی کے ہیں کہ آپ اور آپ کے اصحاب نے احداث حسن کی اجازت دی اور ہم بھی انہی کے طریقہ پر قدم بقدم احداثات حسن کو جائز رکھتے ہیں فیا اخی خذ ما اٰتیتک وکن من الشاکرین۔

جو چیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں وہ مکروہ و بدعت نہیں

بعض مانعین کہتے ہیں کہ مخالف احداث کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس کام کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہی کام مخالفِ سنت اور بدعت اور مکروہ ہے اس کو احداث نہ کرنا چاہیئے۔ اور صحابہ نے جن امور پر انکار کیا وہ سب امور خیر تھے اُن میں کوئی بات سوائے اس کے نہ تھی کہ ہیئت ان کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پائی گئی، مثلاً:

(۱) عبداللہ ابن مسعود نے ایک جماعت ذکر کرنے والوں کو مسجد سے نکال دیا یہ ہیئت خاصہ جدیدہ پر انکار تھا ورنہ اصل ذکر اللہ خود مامور بہ ہے۔

(۲) اور حضرت علی نے قبل نمازِ عید نفل پڑھنے سے منع فرمایا حالانکہ خود نماز منہی عنہ نہیں۔

(۳) حضرت عبداللہ ابن عمر نے نمازِ چاشت کو جو اُن کے شروط کے موافق اُن کو ثابت نہ ہوئی تھی بدعت فرمایا۔

(۴) اور اسی طرح قنوت جو ان کے زمانہ میں پڑھتے تھے اس کو بدعت

marfat.com

فرمایا انتہی قولہم

اصل اشیاء میں اباحت ہے

میں کہتا ہوں اگرچہ یہ تقریر موافق مشرب قائلین قول چہارم کے ہے لیکن بعض آدمی اور بھی بے خبری سے یہ بات کہنے لگتے ہیں، جواب اس کا یہ ہے کہ جو امر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس کو مخالفِ سنّت، مکروہ و بدعت کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ جس سے نصِ شارع ساکت ہو اس کو مخالفِ شرع نہیں کہتے۔ دار قطنی نے ابی ثعلبہ سے روایت کی کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائیں بعض چیزیں اُن کو ضائع مت کرو، اور حرام ٹھہرائیں بعض چیزیں اُن کی حرمت مت توڑو، اور باندھی ہیں حدیں اُن حدوں سے آگے مت بڑھو، اور سکوت فرمایا بعض چیزوں سے دانستہ اُن میں بحث مت کرو۔ یہ حدیث مشکوٰۃ کے باب الاعتصام میں ہے۔ اور حضرت ابن عباس نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ نے حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جو حرام کر دیا وہ حرام ہے اور جس میں سکوت فرمایا اور کچھ بیان نہیں کیا وہ معافی میں ہے یعنی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ نہ ہوگا۔ یہ مشکوٰۃ کے باب مایحل اکلہ میں ہے۔

ان احادیث سے علماء نے ایک اصل عظیم پیدا کی ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جس چیز میں اللہ و رسول کی طرف سے سکوت ہو اُس کو مباح جاننا چاہیئے نہ کہ بدعت و مکروہ و حرام۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کتاب مصفی شرح موطا تطوع قبل عید میں لکھتے ہیں مطبوعہ ص ۱۷۸ کہ:

"ماخذ دیگراں استصحاب مشروعیت اصل صلوٰۃ است و نیافتن

marfat.com

دلیلے کہ دلالت کند بر منع زیرا کہ نکردن آنحضرت صلی اللہ تعالٰے
علیہ وسلم دریں حال دلالت برکراہت نمی نماید ترک فعل خیر
نزدیک حضور وداعی آں دلیل کراہت نمی تواند شد" انتہی

اس میں شاہ ولی اللہ صاحب نے کھول کر فرما دیا کہ باوجود موجود ہونے وداعی کے بھی اگر کسی فعلِ خیر کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کریں یہ دلیل کراہت کی نہیں ہوسکتی انتہی[1]

فجر کو نفل مکروہ ہونے کی وجہ اور وہ جو علماء حنفیہ بعد فجر نوافل میں کراہت ثابت کرتے ہیں اس میں علت اور ہے وُہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پر بہت حریص تھے جعلت قرۃ عینی فی الصّلٰوۃ اور اوقات میں یہ بات دیکھی کہ نماز بعض اوقات میں جائز اور بعض میں نہیں بناءً علیہ علماء نے باوجود اس حرص کے پھر ابداً کبھی نہ پڑھنا نوافل کا اس وقت میں وجہ کراہت اس وقت کی ٹھہرائی۔

الحاصل یہ بات علی العموم صحیح نہیں کہ جو فعلِ خیر آپ نے نہ کیا وہ بدعت اور مخالفِ سنّت ہوتا ہے حق الامر یہ ہے کہ مخالفِ سنت و بدعت وہی امر ہوگا جو امر و نہی شارع کے خلاف ہوگا۔ اس طرح کا امر جو کوئی احداث کرے گا وہ داخل ارشاد من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد ہوگا اور وہ فعل مکروہ و بدعت وضلالت کہلائے گا۔ امام حجۃ الاسلام غزالی علیہ الرحمۃ 'احیاء العلوم' آداب سماع، جلد دوم صفحہ ۱۷۲ میں فرماتے ہیں:

---

[1] قرآن حکیم میں ہے: وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا "فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ" ۵ (البقرہ ۱۶۰)
(اور جو شخص اپنی مرضی سے کوئی امرِ خیر کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے)
(محمد شریف گل)

marfat.com

وقول القائل ان ذلك بدعة لم يكن فى الصحابة فليس كل مايحكم باباحته منقولا عن الصحابة رضى الله عنهم انما المحذور بدعة تزاحم سنة مامورا بها ولم ينقل النهى عن شئ من هذا۔

واضح ہو کہ اس مقام پر حجۃ الاسلام نے بیان فرمایا ہے کہ جب صوفی حالت وجد صادق میں کھڑا ہو جائے تو لابد ہے کہ جماعت اُس کی موافقت میں کھڑی ہو جائے، اور اسی طرح اگر یہ عادت جاری ہو جائے کہ صاحبِ وجد کا عمامہ اُتر جائے تو سب اپنا عمامہ الگ کر دیں اس کا کپڑا بدن سے الگ ہو جائے تو لوگ بھی وُہ کپڑا اپنے بدن سے ڈال دیں اس کی موافقت میں، سو یہ باتیں البتہ حقوق صحبت اور حُسنِ معاشرت میں داخل ہیں، اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ تو بدعت ہے صحابہ سے منقول نہیں، ہم کہیں گے بہتیری مباح باتیں صحابہ سے منقول نہیں، اندیشہ اسی بدعت کا ہے جو مٹا دے کسی سنت مامور بہا کو۔ اور نقل نہیں کی گئی کسی چیز کے لئے ان اشیاء مذکورہ سے نہی واسطے ممانعت کے، انتہی۔

اب دوسرا مقام اسی جلد احیاء العلوم صفحہ ۹۲ میں ملاحظہ فرمائیے:
امامجدد السواد فليس بمكروه ولكنه ليس محبوب اذا حب الثياب الى الله تعالى البيض ومن قال انه مكروه وبدعة اراد به انه لم يكن معهودا فى العصر الاول ولكن اذا لم يرد فيه نهى ولا ينبغى ان يسمى بدعة ومكروها ولكن تركه احب۔
فرمایا امام غزالی حجۃ الاسلام نے کہ فقط سیاہ لباس پہننا مکروہ نہیں لیکن محبوب بھی نہیں اس لئے کہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک سفید لباس ہے،

marfat.com

اور جس نے یہ کہا کہ مکروہ اور بدعت ہے مراد اُس کی یہ ہے کہ عصرِ اوّل میں اس کا دستور نہ تھا لیکن جبکہ اس میں نہی شارع سے وارد نہیں تو اس کو بدعت و مکروہ نہ کہنا چاہیئے، ہاں ترک احب ہے یعنی اس واسطے کہ احب الی اللہ تعالیٰ سفید لباس ہوتا ہے۔

دونوں مقام کی تقریریں حضرت حجۃ الاسلام کی صاف بیان کر رہی ہیں کہ صدرِ اول میں دستور نہ ہونا یا منقول نہ ہونا سبب بدعت و کراہت کا نہیں ہوسکتا جب تک صریح نہیِ شارع ناطق نہ ہو۔ پس جمیع اہلِ اسلام کو جاننا چاہیئے کہ حدیث من احدث فی امرنا کے ذیل میں جو شارحین حدیث لکھ رہے ہیں کہ نکالنا اس چیز کا جو مخالف کتاب وسنّت کے نہ ہو بُرا نہیں اس کے صاف یہی معنی ہیں کہ جس چیز کی نہی کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہ میں موجود نہیں اس کا نکالنا بُرا نہیں اور جس کی نہی موجود ہے وُہ ایجاد اور احداث مردود ہے۔

عبداللہ بن مسعود کا نکال دینا ذکر اللہ کرنے والوں کو، پھر اسکا جواب

اور وہ نظیریں صحابہ کی جن کو معارضین پیش کرتے ہیں ان میں یہ ہی بات تھی کہ صحابہ نے اپنے نزدیک ان کو مقابل نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھا تھا، مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار فرمانا، اس کی روایتیں دو طرح پر ہیں:

ایک اس طرح: اخرج الطبرانی بسندہ من قیس بن خادم قال ذکر لابن مسعود قاص یجلس باللیل ویقول للناس قولوا کذا، الحدیث۔ اس روایت میں لفظ قاص ہے یعنی ایک آدمی

marfat.com

قصہ گو رات کے وقت قصہ کہنے بیٹھا تھا اور درمیان قصہ گوئی کے لوگوں کو کہتا جاتا تھا کہ ایسا کہو ایسا کہو، یہ خبر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پہنچی آپ وہاں تشریف لے گئے اور ان کو دھمکایا کہ تم نے یہ بدعت نکالی ہے۔ واضح ہو کہ یہ انکار کرنا عروض ہیئت جدیدہ کے سبب نہ تھا بلکہ وہ اس کا مجمع کرنا قصہ گوئی کے واسطے یہ خلافِ شرع تھا، گو ذکر اللہ بھی کبھی کبھی درمیان میں ہوتا ہو، اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے قصہ گویوں کو جو بے اصل قصہ بیان کرتے تھے مسجد سے نکال دیا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ آدابِ تذکیر 'قول جمیل' میں بیان فرماتے ہیں:

ولا یذکر القصص المجازفة فان الصحابة انکروا علی ذلك اشد الانکار واخرجوا اولٰئك من المساجد وضربوهم۔

نصاب الاحتساب میں ہے:

والقصص عندهم بدعة وکانوا یخرجون القصاص من الجامع۔

اور حضرت پیرانِ پیر غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

وکان ابن عمر وغیرہ من الصحابة رضی الله عنهم یخرجون القصاص من الجامع۔

ان قرائن سے صحیح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ قاص ایسا ہی قصہ گو تھا، اور اگر وہ مرد واعظِ حقانی ہوتا اور وعظ کرتے کرتے لوگوں سے درمیان میں ذکر اللہ بھی کراتا جاتا وہ ہرگز منع نہ تھا۔ قاضی خان میں ہے:

العالم اذا قال فی المجلس صلوا علی النبی علیه الصلوٰة

marfat.com

والسلام فانه ثیاب علی ذلك وكذا الغازی اذا قال كبروایثاب علیه۔

اور دوسری روایت اس طرح پر ہے کہ وہ لوگ اللہ جہراً کرتے تھے اس لئے اُن کو نکال دیا۔ سو اس کی وجہ وہی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ذکرِ جہر کو مخالفِ شرع سمجھتے تھے جیسا کہ کتبِ فقہ سے روایت آتی ہے اور مانعین جہر قرآن کی آیت سند گزارتے ہیں: ادعوا ربکم تضرعا و خفیة۔ اور حدیث کتاب الجہاد بخاری کی جو ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے پیش کرتے ہیں کہ وہاں بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر کہتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اربعوا علیٰ انفسکم لا تدعون اصم ولا غائبا انه معکم انه سمیع قریب۔ یعنی "نرمی کرو اپنی جانوں پر تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے وہ تمہارے ساتھ ہے وُہ سنتا ہے پاس ہے"۔ اس سے بعض صحابہ سمجھ گئے کہ ذکرِ جہر منع ہے۔ اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے ان لوگوں کو منع فرمایا۔ چنانچہ حموی میں ہے:

فی فتاوی القاضی الجهر بالذکر حرام وقد صح عن ابن مسعود انه سمع قوما اجتمعوا فی مسجد هللون ویصلون علیه الصلوٰة والسلام جهرا افزاح الیهم و قال ما عهد واذلك علیٰ عهده علیه الصلوٰة والسلام وما ارٰیکم الا مبتدعین فما زال یذکر ذلك حتی اخرجهم من المسجد۔

اور روایات سے معلوم ہُوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ان لوگوں کو فقط احداث ہیئت جدید کے لیے نہیں بلکہ یہ سمجھ کر نکالا تھا کہ یہ ذکر جہر کرنا ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہے۔ اور یہ ہی ہم کہتے ہیں کہ جو احداث مخالف امر شارع

marfat.com

کے ہو وہ منع ہے اور جو مخالف نہیں وہ منع نہیں۔ چنانچہ یہ ہی ذکر جہر جن لوگوں کے نزدیک مخالف نہیں وُہ سب جائز کہتے ہیں۔ عمدۃ الفقہاء والمحدثین جناب مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی جن سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی حدیث پڑھی ہے اپنے رسالہ دلائل الاذکار مطبوعہ دہلی صفحہ ۹۷ میں فرماتے ہیں :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجھر مع الصحابۃ رضوان اللہ علیھم اجمعین بالاذکار والتھلیل و التسبیح بعد الصلوٰۃ انتھی۔

اور حاشیۂ شامی درمختار میں ہے :

اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصل او قاری انتھی۔

اس سے معلوم ہُوا کہ استحباب ذکرِ جہر پر بجماعت ذاکرین اجماع علماء ہے یہ علماء حدیث بخاری کے نہی کو فرماتے ہیں کہ وہ موقعِ جہاد تھا وہاں کفار سے اپنا حال اخفاء کرنا منظور تھا اس لئے جہر کو آپ نے منع فرمایا تھا، نہ اس لئے کہ جہر منع ہے۔ اور اسی طرح آیت میں بھی ایک نکتہ بیان فرماتے ہیں۔

حضرت علی کا انکار نفل قبل عید پر، پھر اس کا جواب

دُوسرا انکار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے آپ نے قبل نمازِ عید نماز پڑھنے سے ایک شخص کو منع فرمایا، واضح ہو کہ یہ منع فرمانا فقط اسی باعث سے نہ تھا کہ نماز اس وقت میں آپ سے منقول نہیں ہے اور جب مقبول نہیں تو بدعت ٹھہرے جیسا کہ فریق ثانی مغالطہ میں پڑا ہے بلکہ منع فرمانے حضرت علی

marfat.com

کرم اللہ وجہہٗ کی ایک دلیل ہے جس پر علمائے حنفیہ کا عمل ہے یعنی صریح نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود ہے، شرح مجمع میں ہے:

روی انه علیه السلام قال لا صلٰوة فی العیدین قبل الامام.

یہ ہی ہمارا دعوٰی ہے کہ احداث اُس شئی کا منع ہے جو امر و نہی شارع کے مخالف ہو، جن لوگوں کو نہیِ شارع پہنچ گئی اُنھوں نے صلوٰۃِ عید سے قبل تنفل کو منع کیا جن کو نہ پہنچی انھوں نے فقط عدمِ فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب حکم منع کا دیا اور یہ کہا:

ترک فعل خیر نزدیک ظہور وداعی آں دلیل کراہت نمی تواند شد۔

جیسا کہ مصفٰی شرح مؤطا سے اُوپر منقول ہو چکا۔

ابنِ عمر کا چاشت پر انکار، پھر اس کا جواب

تیسرا انکار حضرت عبد اللہ بن عمر کا ہے نمازِ چاشت پر۔ سو یہ انکار مانعین کو مفید نہیں اس لیے کہ وہ اس کو بدعتِ حسنہ فرماتے تھے۔ مواہب لدنیہ اور شرح مواہب صفحہ ۱۳ خاتم المحدثین زرقانی میں روایت ہے شعبی سے:

سمعت ابن عمر یقول ما ابتدع المسلمون افضل من صلٰوة الضحٰی و روی ابن ابی شیبة باسناد صحیح عن الحکم بن عبد اللہ بن اسحٰق بن الاعرج قال سألت ابن عمر عن صلٰوة الضحٰی فقال بدعة ونعمت البدعة و روی عبد الرزاق باسناد صحیح عن سالم عن ابیه قال لقد قتل عثمان وما احدث یسبحها وما احدث الناس شیئا احب منها و روی سعید ابن منصور عن مجاهد عن ابن عمر انها محدثة وانها لمن احسن ما احدثوا۔

marfat.com

اور یہ روایت اخیر سعید بن منصور کی فتح الباری وغیرہ شرح بخاری میں بھی موجود ہے۔

پس مدعا بدعت حسنہ ثابت کرنے والوں کا ثابت اور رد کرنے والوں کا رد ہو گیا۔

بعض علمأ نے یہ خیال کیا ہے کہ اصل نماز پر انکار نہ تھا کیونکہ وہ تو ان کے نزدیک بدعت حسنہ افضل و احسن کام تھا اس پر انکار کس طرح فرماتے بلکہ اگر انہوں نے انکار کیا ہے تو اس بات پر کیا ہے کہ لوگ اس کو نماز فرائض کی طرح جمع ہو کر اہتمام سے مسجدوں میں پڑھتے تھے اور یہ بات خلافِ اصل تھی کیونکہ صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

فعلیکم بالصلوٰۃ فی بیوتکم فان خیر صلوٰۃ المرٔ فی بیتہ الا المکتوبۃ۔

اور یہ بھی حدیث ہے:

صلّوا ایّھا الناس فی بیوتکم۔

معلوم ہُوا کہ سوائے نماز فرض کے اور نوافل آدمی گھر میں پڑھا کرے۔

اور کہا ترمذی نے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنے کی روایتیں حضرت عمر اور جابر اور ابو سعید اور ابو ہریرہ اور ابن عمر اور عائشہ اور عبداللہ ابن مسعود اور زید بن خالد سے روایت کی گئی ہیں۔ پس ممکن ہے کہ حضرت ابن عمر کا اجتہاد مقتضی ہوا ہو کہ نماز نوافل کے لیے جب حکم ہوا صلوا فی بیوتکم (اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو) اور یہاں لوگوں نے یہ کیا کہ دائمی طور پر ہمیشہ مسجد ہی میں پڑھنے لگے تو یہ مخالف ٹھہرا فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اور بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب زمانہ شروع اسلام کا تھا اور اُس وقت تک جمیع فرائض و نوافل بخوبی جدا طور پر ممیّز ایک دوسرے سے عام طور پر نہ ہوئے تھے بناءً علیہ مجتمع ہو کر مساجد میں نماز چاشت پڑھنے سے

marfat.com

لوگوں کو اشتباہ پڑتا کہ وہ اس کو بھی فرض واجب اعتقاد کرتے۔ چنانچہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

وانما ارادوا بذٰلك لئلا تشبّه بصلاة الفرض فیعتقد الناس وجوبها۔ الخ

ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اگر نمازِ چاشت پر انکار ہوا ہے تو وہ ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت دائمی اور اندیشۂ اشتباہ فرائض نوافل کے سبب تھا بناءً علیہ یہ سمجھنا معارضین کا کہ یہ انکار فقط عدمِ ثبوت کے سبب تھا بالکل مخدوش وساقط الاعتبار ہوگیا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر کا قنوت پر انکار، پھر اس کا جواب

حضرت عبداللہ ابن عمر کا قنوت پر جو اُن کے زمانہ میں لوگ پڑھتے تھے آپ نے اس کو بدعت فرمایا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ قنوت صبح کی نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ پڑھا تھا پھر چھوڑ دیا وعن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت شهرا ثم ترکه۔ اب ائمۂ دین میں اختلاف بڑھا بعضوں نے کہا کہ چھوڑ دینا واسطے بیان جواز کے تھا نسخ ہونا اس سے ثابت نہیں ہوتا اور جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے۔ اور بعضوں نے کہا جب آپ نے چھوڑ دیا تو منسوخ ہوگیا والعمل بالمنسوخ لا یجوز اتفاقا اور دار قطنی نے روایت کیا سعید بن جبیر سے، وہ کہتے ہیں میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے سُنا حضرت ابنِ عباس کو یہ فرماتے ہوئے:

ان القنوت فی صلاة الفجر بدعة۔ ذکرہ الزرقانی

marfat.com

اور علامہ عینی شرح ہدایہ صفحہ ۵۳۱ میں لکھتے ہیں ؛

وکان احد من روی ایضاً عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ثم اخبرھم ان اللہ عز وجل نسخ ذٰلک حتی انزل علیٰ رسولہ علیہ السلام لیس لک من الامر شیٔ الاٰیۃ فصار ذٰلک عند ابن عمر منسوخا فلم یکن ھو یقنت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان ینکر علیٰ من یقنت۔ انتہٰی

تحقیقات مقتدر سے ثابت ہوگیا کہ حضرت عبداللہ کے ہمعصر یا صحابہ تھے یا تابعین وہ قنوت پڑھتے تھے وہ بھی اپنی طرح پر استدلال قائم کرتے تھے اور منسوخ نہیں سمجھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر نے جو اس وقت قنوت کو منع کیا تو انہوں نے منسوخ سمجھا اور منسوخ پر عمل بالاتفاق خلافِ شرع اور ناجائز ہے کیونکہ جو عمل پہلے مامور بہ تھا وہ منسوخ ہونے سے منہی عنہ ٹھہر گیا بناءً علیہ حضرت ابن عمر کے نزدیک اس کا پڑھنا مقابل نہی متصور ہوکر بدعت ٹھہرا۔ ہمارا دعوٰی بھی یہی ہے کہ جو امر مخالف امر و نہی شارع کے احداث ہوگا وہی بدعت ضلالت ہوگا اور نہیں تو نہیں۔ اور اگر یہ حضرات اسی بات پر جم جاویں گے کہ جو کام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ہیئت سے نہیں کیا وہی مخالفِ سنت اور بدعت وضلالت ہے تو بہت سے کام ان کو چھوڑنے پڑیں گے۔

پہلے عیدگاہ میں منبر نہ تھا

از انجملہ عیدگاہ میں منبر بنانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

قسطلانی مواہب لدنیہ میں روایت کرتے ہیں ابنِ خزیمہ سے ؛

خطب علیہ الصلوٰۃ والسلام یوم عید علیٰ رجلیہ وھذا یشعر بانہ لم یکن فی المصلی فی زمانہ علیہ السلام منبر ووقع فی المدونۃ

marfat.com

الامام مالك ان اوّل من خطب الناس فی المصلی علیٰ منبر عثمان بن عفان۔
پس جبکہ حضرت نے عید کا خطبہ نہ پڑھا عیدگاہ میں منبر پر، پھر خلیفۂ اوّل و دوم نے بھی نہ پڑھا، حضرت عثمان کے دور میں منبر اینٹ اور مٹی سے کثیر ابن صلت نے تیار کیا اور حضرت عثمان نے خطبہ عید کا اُس پر پڑھا پس چاہیے کہ منکرین منبرِ عیدگاہ کو بھی اڑا دیں۔ اور چاہیے تھا کہ صحابہ بھی انکار فرماتے کیونکہ اس حیثیت سے منبر عیدگاہ آپ کے عہد ہدایت مہد میں نہ تھا۔

پہلے جُمعہ کی اذانِ اوّل نہ ہوتی تھی

اور اسی طرح چاہیے کہ اذانِ اوّل جمعہ کو بھی مانعین بالکل موقوف کر دیں

اس لیے کہ بروایت صحیح بخاری ثابت ہے کہ پہلے ایک اذان ہُوا کرتی تھی یعنی جس وقت امام منبر پر بیٹھتا ہے یہ دستور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور یہی عہدِ خلیفۂ اول و دوم میں رہا بعد ازاں جب آدمی زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اذان سب سے اوّل زیادہ فرمائی اور حکم دیا کہ مقامِ زوراء پر جو خارج مسجد ہے بازار میں ایک مقام اونچا تھا وہاں ایک اذان دی جایا کرے۔

اور شرح مواہب لدنیہ زرقانی صفحہ ۴۵۲ میں ہے کہ پھر ہشام ابن عبدالملک نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسّی (۸۰) برس بعد حکم دیا کہ اذان اول محدثہ عثمان رضی اللہ عنہ مسجد کے اندر کہی جائے۔ چنانچہ اب تک یہی مروّج ہے، کہ اذان اوّل بھی مسجد میں کہی جاتی ہے اور اذانِ ثانی جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تھی وہ خطیب کے سامنے کہی جاتی ہے اور بعد اتمام خطبہ تکبیر کہی جاتی ہے۔ پھر اگر یہی قاعدہ صحیح ہے کہ جو کام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے وہی سنّت ہے اس کے سوا سب بدعت وضلالت ہے۔ تو چاہیے کہ یہ اذان بھی معاذ اللہ ضلالت ہو حالانکہ یہ شرقاً غرباً اہلِ اسلام میں رائج ہے۔

marfat.com

پہلے طوافِ کعبہ میں اُلٹے پاؤں نہیں پھرتے تھے اور اسی طرح طواف رخصت میں اُلٹے پاؤں پھرنا، فتاوٰی اور متون و شروح وکتبِ حنفیہ میں یہ مسئلہ مندرج ہے کہ جب حاجی رخصت کا طواف کرے تو دعا کرے اور روئے اور اُلٹے پاؤں پیچھے پھرے۔ حالانکہ یہ اُلٹے پاؤں پھرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ ذکر کیا اس کو فقیہ شامی نے باب الحج میں اور علامہ زیلعی نے اس اُلٹے پاؤں ہٹنے کی دلیل یہ بیان کی ہے،

والعادة جاریة فی تعظیم الاکابر والمنکر لذلك کابر۔

یعنی جب علامہ زیلعی حنفی کو دلیل اس فعل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ملی تو یہ کہا کہ" عادت جاری ہے تعظیم میں کہ بزرگوں کے سامنے سے پشت دے کر نہیں پھرتے پس بیت اللہ سے رخصت ہونے میں بھی پشت دے کر نہ پھرنا چاہیے، جو اس کا انکار کرے وہ بے وجہ لڑنے والا آدمی ہے۔

اور کہا علامہ طرابلسی نے : قد فعله الاصحاب یعنی اصحاب منا پس اتباع فعل اصحاب مذہب اپنے کا کر کے فقہائے حنفی حکم دیتے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کے اسناد نہیں پہنچتی۔

اور تعجب ہے کہ جو لوگ اعمال واشغال مشائخ صوفیہ عمل میں لائیں اور تقلید شخصی کو واجب اور حق کو منحصر چار امام میں جانیں اور اجماعِ اُمت کو درست جانیں اور پھر یہ بات زبان پر لائیں کہ بعد قرون ثلٰثہ جو کچھ حادث ہوگا وہ بدعت وضلالت فی النار ہوگا معاذ اللہ یہ نہیں جانتے کہ یہ جو کچھ حضرات صوفیہ کرام نے ایجاد فرمایا ہے مثل حبس نفس اور افکار کی کیفیاتِ مخصوصہ دو ضربی، سہ ضربی، چار ضربی اور اوضاع مخصوصہ قیام وقعود وغیرہ کی اور رگ کیا اس کا دبانا اور تصورِ شیخ کرنا علی ہذا القیاس دیگر امورِ کثیرہ جو کتب قوم میں مصرح ہیں یہ ایجاد بعد قرونِ ثلٰثہ کے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ

marfat.com

صاحب رسالہ انتباہ میں لکھتے ہیں :

"اگرچہ اوائل اُمت را باواخر اُمت در بعض امور اختلاف بودہ است پس صوفیہ صافیہ ارتباط ایشاں در زمن اول بصحبت و تعلیم و تادب بآداب و تہذیب نفس بودہ است نہ بخرقہ و بیعت و در زمن سیّد الطائفہ جنید بغدادی رسمِ خرقہ ظاہر شد و بعد ازاں رسمِ بیعت پیدا گشتہ۔" الیٰ آخرہٖ

اور مولوی اسمٰعیل صاحب صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں :

"محققان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوشش ہا کردہ اند۔" الخ

اور حضرت مرشدی و مستندی ادام اللہ ارشادہ ضیاء القلوب میں ارشاد فرماتے ہیں :

"و ذکر اسم ذات در لطائف ستہ از تجویز قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ست"۔ انتہیٰ

پس گیارھویں صدی تک کے ایجاد تو عبارتِ مذکورہ سے ثابت ہُوئے اور تیرھویں صدی کی بھی سند آگے دی جائے گی۔

مسئلہ تقلید: اور اسی طرح تقلید کا مسئلہ کہ تقلید شخصی واجب ہے اور حق منحصر مذاہب اربعہ میں ہے یہ بھی بعد قرونِ ثلٰثہ حادث ہُوا۔ حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں :

اھل المائۃ الرابعۃ لم یکونوا مجتمعین علی التقلید الخاص علی مذھب واحد۔

اور بعد تین سطر کے لکھا :

اذا وقعت لھم واقعۃ استفتوا فیھا ای مفتی وجدوا من غیر تعین مذھب۔

marfat.com

معلوم ہوا کہ چوتھی صدی تک بھی لوگ تقلید خاص مذہب واحد پر مجتمع نہ تھے جب مسئلہ پیش آتا کسی مفتی سے پوچھ لیتے بلا تعین مذہب۔ اور مولوی قطب الدین خاں صاحب تفسیر الحق میں تفسیر مظہری سے نقل کرتے ہیں:

اھل السنۃ والجماعۃ قد افترق بعد القرون الثلٰثۃ او الاربعۃ علٰی اربعۃ مذاھب۔

خلاصہ یہ کہ افتراق مذاہب اربعہ قرونِ ثلٰثہ کے بہت بعد ہوا اور چوتھی صدی تک بھی وجوب تقلید شخصی پر اجماع نہ ہوا تھا جس مذہب والے سے چاہتے تھے مسئلہ پوچھ کر عمل کر لیتے تھے اور ظاہر ہے کہ چار اماموں میں حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں ان کی وفات دو سو اکتالیس میں ہوئی اور وہ تبع تابعین میں نہیں۔ صاحبِ تقریب نے ان کو طبقہ عاشرہ میں لکھا ہے تو ظاہر ہے ان کے اجتہاد پر فتویٰ دینے والے اور حق کو منحصر چار میں کرنے والے اُن سے بھی بعد میں ہوئے۔

مسئلہ اجماع: اور اسی طرح مسئلہ اجماع کا کہ کسی اصولی نے تصریح فرمائی کہ اجماع بعد قرون ثلٰثہ کا کذب و بدعت ہوگا۔ کتاب تمہید میں حضرت امام ابو شکور سامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اجماع الامۃ معتبرۃ بالاجمال لا بالتفصیل بدلیل قولہ تعالٰی وکذٰلک جعلنا امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا ولم یتصل بین الصحابۃ رضی اللہ عنہم وغیرھم والامۃ اسم عام یتناول الکل من الاول الی الآخر۔

اس سے ظاہر ہوا کہ صحابہ سے لے کر آخر امت تک جس طبقہ کے اہل اسلام کسی بات پر اجماع کریں گے وہ معتبر ہو جائے گا اُس کو بدعت و ضلالت نہ کہا جائے گا۔

marfat.com

پس جو لوگ قائل ہیں کہ قرونِ ثلٰثہ کے بعد جو کچھ ہوگا وہ کذب اور ضلالت ہی ہوگا اُن پر یہ مسائل اور ان کے سوا اور نظیریں سخت مشکل پڑیں گی۔ یہ کیا کہ جن مسائل کے خود قائل ہو رہے ہو حالانکہ وُہ بھی بعد قرون ثلٰثہ کے محدث ہوئے ہیں ان کو مستثنیٰ کر کے اُن میں سے کسی کو واجب کسی کو مستحب کہہ رہے ہو اور فاتحہ اموات اور مولد شریف کو معاذ اللہ ضلالت محض کہہ رہے ہو یہ بڑی بے انصافی ہے اور ہم پر کچھ اشکال نہیں اس لیے ہم ان سب امور کو بلا فرق تسلیم کر رہے ہیں کیونکہ یہ امور مخالف کسی امر و نہی شارع کے نہیں اور ہمارے اصول کے موافق بعض بدعتیں واجب بھی ہوتی ہیں کما قدمنا و یاتی قریباً۔

الحاصل یہاں تک جس قدر نظائر و امثال مذکور ہوئیں ان سب سے خلاصہ یہ نکلا اور جس کی بصیرت قلبی پر غشاوۂ تعصب و عناد نہیں اُس مرد مبصر پر مثل صبح صادق روشن ہو گیا کہ حدیث شریف من احدث فی امرنا میں مراد احداث مخالف ہے اور مخالف سے مراد مخالف امر و نہی شارع اور ہرگز قید زمانہ کی اس میں ملحوظ نہیں۔

بدعتِ حسنہ قیامت تک جاری ہے

اب دوسری حدیث شریف ہدیۂ ناظرین حق طلب کرتا ہوں وُہ یہ ہے:

من سنّ فی الاسلام سنّۃ حسنۃ فعمل بھا بعدہ کتب لہ مثل اجر من عمل بھا ولا ینقص من اجورھم شئ۔

یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے اس کے معنی اپنی طرف سے نہیں لکھتا ہوں مجمع البحار اور شرح مسلم امام نووی کی، یہ دونوں کتابیں ان لوگوں کے پیشواؤں کے نزدیک بھی نہایت معتبر اور مستند ہیں غرضکہ ان دونوں کتابوں میں اس حدیث شریف کے معنی یہ لکھے ہیں:

"جس نے جاری کیا اسلام میں طریقہ نیک پھر اس کے بعد اس طریقہ حسنہ

marfat.com

پر عمل کیا گیا تو لکھا جاوے گا اس شخص کے واسطے اس قدر اجر اور ثواب کہ جس قدر سب عمل کرنے والوں کو اُس کے بعد ہوگا اور ان لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اس کو نہ دیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے خزانۂ لامتناہی سے ثواب دے گا اور وہ طریقہ جو اس نے جاری کیا ہے خواہ وہ ایسا ہو کہ اس سے پہلے ایجاد کیا گیا تھا لیکن کسی سبب سے بند ہو گیا تھا اُس نے پھر اس کو جاری کر دیا یا یہ کہ پہلے اس سے وُہ طریقہ ایجاد ہی نہیں ہُوا تھا اُس نے خود اپنی طرف سے اُس کو ایجاد اور جاری کیا اور وُہ طریقہ خواہ تعلیم کسی علوم کی ہو یا عبارت ہو یا طریقہ ادب کا ہو۔"

مجمع البحار کی جلد دوم صفحہ ۱۴۷ اور شرح مسلم کی جلد ثانی صفحہ ۱۴۱ میں یہ مضمون مرقوم ہے دیکھے جس کا دل چاہے۔ اس حدیث کے لانے سے ہمارے دو مطلب ثابت ہُوئے، ایک تو یہ کہ بدعتِ حسنہ کا بُرا ہونا تو کیا بلکہ اس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ ثواب کا دیا ہے اور ثواب بھی کیسا کہ جب وہ آدمی مر جائے گا اور اس کے بعد دوسرے خلق اللہ اس پر عمل کریں گے تو بعد موت بھی ان سب کے برابر اُس کو ثواب پہنچتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے شریعت نے طرح طرح کے اصول اور قواعد واسطہ تہذیب علم ظاہر دین کے ایجاد کیے اولیاء طریقت نے قسم قسم کے مجاہدات اور اشغال بعد قرون ثلٰثہ واسطہ تزئین اور تصفیہ قلب کے پیدا کیے رحمۃ اللہ علیہم وعلینا اجمعین۔ اسی واسطے لکھا شامی شارح درمختار نے اوائل جلد اول میں یہ حدیث قواعد اسلام سے ہے اور معنی اس حدیث کے ان الفاظ سے لکھے ہیں:

کل من ابتدع شیئا من الخیر کان لہ مثل اجر کل من یعمل بہ الی یوم القیٰمۃ [1]

---

[1] جو کوئی کچھ بدعت نکالے گا قسم خیر سے ہووے گا اس کو ثواب اس قدر جس قدر اس بدعت حسنہ پر تمام عمل کرنے والوں کو روزِ قیامت تک ہوگا۔

marfat.com

دوسرا مطلب اس حدیث سے یہ نکلا اس بدعت حسنہ کے ایجاد میں بھی وہی لفظ "من" جو عربی زبان میں ایک عام لفظ ہے ارشاد فرمایا، یہ نہ فرمایا کہ جو قرونِ ثلٰثہ میں کوئی آدمی طریقۂ حسنہ جاری کرے گا اس کو ثواب ہوگا اور جو بعد میں کرے گا تو اس کو عذاب ہوگا اور وُہ بدعتی ہوگا فی النار ہوگا نعوذ باللہ منہا، بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی جب کبھی طریقہ نیک جاری کرے گا ثواب ہوگا۔ چنانچہ علّامہ شامی نے بھی من سن سنة حسنة کے معنی وہی کلی عام کئے ہیں یعنی اس نے لکھا ہے وکل من ابتدع شیئا الیٰ آخرہ۔

اور یہی مولوی اسحاق صاحب نے بھی مائۃ مسائل میں لکھا ہے:

سوال: بدعت حسنہ محدود است بوقت من الاوقات یا غیر محدود است الیٰ یوم القیامۃ؟

جواب: غیر محدود ست عند القائل بتقسیمہا لحدیث من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الیٰ آخرہٖ

دیکھو سائل نے سوال کیا تھا کہ بدعتِ حسنہ کی کوئی قید ہے وقت یا زمانہ کی کہ فلانے زمانہ تک تو ایجاد بدعتِ حسنہ کا جائز ہے اور فلانے زمانے میں نہیں جائز۔ یہ بات کہ کچھ قید نہیں بلکہ ایجاد اُس کا جائز ہے قیامت تک کسی زمانہ میں ایجاد ہو اور کوئی ایجاد کرے؟

اس کا مولوی اسحٰق صاحب نے جواب دیا کہ غیر محدود ہے یعنی زمانہ کی کچھ قید نہیں قیامت تک بدعتِ حسنہ جائز ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ عند القائل بتقسیمہا کی قید کیوں لگائی ہے، یہ بات کچھ موجبِ وحشت نہیں تین وجہ سے:

ایک یہ کہ بدعت کی تقسیم نہیں کرتے وہ بدعتِ حسنہ کو سنّت میں داخل

marfat.com

کرتے ہیں پس بدعتِ حسنہ کا لفظ وہی کہے گا جو قائل تقسیم بدعت ہوگا جو تقسیم کا قائل نہ ہوگا وہ بدعتِ حسنہ کو سنّت کہے گا۔

دوسری وجہ یہ کہ جب اُن کی سند میں صحیح حدیث لکھ دی تو وہ قائلین کے پایۂ اعتبار میں ٹھہر گئی اور صحت اُن کے قول کی مسلّم ہو گئی۔

تیسری یہ کہ جب مولوی صاحب نے یہ فرما دیا کہ جو قائل ہیں تقسیم بدعت اُن کے نزدیک قیامت تک بدعتِ حسنہ جائز ہے۔

اب ہم تم کو بتلا دیں گے بدعت حسنہ کو کس کس نے جائز کیا ہے۔ پس جان لیجیو کہ ان سب مفتیانِ دین کے نزدیک تا قیامت بدعتِ حسنہ جائز ہے کچھ قرونِ ثلٰثہ منحصر نہیں ہے۔

اقوالِ فقہا و محدّثین در جوازِ بدعتِ حسنہ

اقوالِ فقہا و محدثین اس باب میں کہ سیئہ اور ضلالت وہی بدعت ہے جو مخالفِ قرآن و حدیث و اجماع کے ہے اور جو بدعت ایسی نہیں وہ درست ہے۔

سیرۃ حلبی وغیرہ کُتب مشہورہ معتبرہ میں ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،

ما احدث وخالف کتابا او سنّۃ او اجماعا او اثرا فھو البدعۃ الضلالۃ وما احدث من الخیر ولم یخالف من ذٰلک فھو البدعۃ المحمودۃ۔

اس روایت کو بیہقی نے بھی ساتھ اسناد اپنی کے امام شافعی سے روایت کیا ہے کہ بدعت دو طرح ہے،

۱۔ مذمومہ ۲۔ غیر مذمومہ (محمودہ)

مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویۃ الایمان کے دُوسرے حصہ مسمّٰی بہ تذکیر الاخوان

marfat.com

میں فرمایا ہے :

جو مجتہدوں نے اپنے اجتہاد سے نکالا وہ سنّت میں داخل ہے انتہیٰ

پس یہ قول شافعی بالضرور مسلّم ہونا چاہیے کیونکہ یہ مجتہد ہیں اور مجتہد کا حکم نکالا ہُوا سنّت میں داخل ہے بقول مولوی اسمٰعیل صاحب۔ دوسرے یہ کہ خیر القرون میں ہیں۔ تیسرے یہ کہ خاص عربی ہیں عربی کے لغت اور صحابہ اور تابعین کے محاورات اور حدیث کی اصطلاحات جاننے والے ہیں بناءً علیہ جس قدر حدیثیں بدعت کی مذمت میں آتی ہیں موافق تفسیر امام شافعی ان کو محمول اُنہی بدعتوں پر کرنا چاہیے جو خلافِ کتاب وسنّت ہیں اور محققین علماءِ محدّثین وفقہاءِ دین نے اسی پر عمل کیا اور فتویٰ دیا ہے۔ از انجملہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم کی جلد ثانی میں فرمایا ہے :

انما المحذور بدعة تراغم سنة ما مور بها یعنی وہی بدعت منع ہے جو مٹاتی ہے کسی ایسی سنّت کو جس کے قایم رکھنے کا ہم کو حکم ہے۔

اور احیاء العلوم جلد اوّل میں فرماتے ہیں : ولا یمنع ذلك من کونه محدثا تکم من محدث حسن یعنی یہ منع نہ کیا جائے گا بسبب نئی بات ہونے کے اس لیے کہ بہتیری نئی باتیں نکلی ہُوئی نیک ہیں انتہیٰ

اور کہا علامہ امام صدر الدین شافعی نے : یکره البدع اذا داغمت السنة اما اذا لم تراغمها فلا یکره۔

اور شمنی وغیرہ محققین نے بدعت سیئہ مذمومہ کی تعریف اس طرح فرمائی ہے:

ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دینا قویما و صراطا مستقیما۔

marfat.com

دیکھیے اس میں قید مخالف کی ہے اور کسی زمانہ قرون وغیرہ کو نہیں لیا بلکہ یہ قرار دیا کہ ہم کو جو دلائل شرع کتاب وسُنّت اجماع وقیاس وغیرہ امورِ حقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچے ہیں اُن کے خلاف اور اُن کے مٹانے والی چیز جو ایجاد ہوگی وہ بدعت سیئہ ہے بشرطیکہ باعث شبہ کے وہ مخالف بات ایجاد ہو۔ یہ اس لیے کہ فقیہ شامی نے لکھا ہے:

اگر براہِ عناد کوئی مخالف ادلّہ قطعیہ کے ایجاد کرے گا وہ قطعاً کافر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز مخالف ایجاد ہوگی وہی بدعت سیئہ ہے، اور مخالفت کی تحقیق ہم اُوپر کر چکے اور جو نئی چیز مخالف نہیں وُہ حسنہ ہے خواہ کبھی ایجاد ہو وے۔

اور علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں لکھا ہے: الابتداع ان کان فی خلاف ما امر اللہ بہ ورسولہ فھو فی حیز الذم والانکار وان کان واقعا تحت عموم ما ندب الیہ وحض علیہ رسولہ فھو حیز المدح وان لم یکن مثالہ موجودا کنوع من الجود والسخاء وفعل المعروف فھذا فعل من الافعال المحمودۃ لم یکن الفاعل قد سبق الیہ ولا یحد: ان یکون ذلک فی خلاف ما ورد الشرع بہ لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد جعل لہ فی ذلک ثوابا فقال من سن سنۃ حسنۃ کان لہ اجرھا واجر من عمل بھا وقال فی ضدہ من سن سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا وذلک اذا کان فی خلاف ما امر اللہ بہ ورسولہ۔ الخ

اس سے بھی یہ ثابت ہُوا جو مخالفِ شرع ایجاد ہو وہ بدعت سیئہ اور جو مخالف نہ ہو وہ بدعتِ محمودہ اور حسنہ ہے۔

اور فتاوٰی عالمگیری کی جلد خامس میں ہے: وکم من شئ کان احدثا وھو بدعۃ حسنۃ (اور کئی چیزیں جو نئی پیدا ہوئی ہیں اور وہ بدعتِ حسنہ ہیں)

marfat.com

اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے آخر کتاب القواعد میں فرمایا ہے :

البدعة اما واجبة کتدوین اصول الفقه والکلام فی الجرح والتعدیل و اما محرمة کمذهب الجبریة والقدریة واما مندوبة کاحداث المدارس وکل احسان لم یکن فی العهد الاول واما مکروهة کزخرفة المساجد یعنی عند الشافعی واما عند الحنفیة فمباح واما مباحة کالتوسع فی لذیذ المأکل والمشارب۔

یعنی بدعت یا تو واجب ہوتی ہے جیسے تیار کرنا قواعد فقہ کا اور کلام کرنا راویوں کے کھوٹے کھرے ہونے میں، یا حرام ہوتی ہے جیسے مذہب جبریہ اور قدریہ کا، یا مستحب ہوتی ہے جیسے مدرسہ کا بنانا اور اسی طرح جو نیک باتیں صدر اول میں نہ تھیں، یا مکروہ ہوتی ہے جیسے مسجدوں کی بہت زینت کرنا شافعی مذہب میں لیکن حنفیوں کے نزدیک زینت مسجد کی درست ہے واسطے تعظیم مسجد کے، یا بدعت مباح ہوتی ہے جیسے فراغت سے مزیدار کھانے کا کھانا اور مشروب پینا۔

اور یہ تقسیم بدعت کی کہ بعض بدعتیں واجب ہیں اور بعض حرام اور بعض مستحب یعنی ثواب کی مستحق اور بعض بدعتیں مکروہ ہیں اور بعضی مباح یعنی ان کے کرنے نہ ثواب نہ عذاب۔ پس یہ تقسیم بدعت پانچ قسم پر مسلّم اور قایم رکھی ہے۔ علامہ برکلی نے طریقہ محمدیہ میں اور مناوی نے شرح جامع صغیر میں اور ملّا علی قاری حنفی نے مرقات میں اور شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اور سید جمال الدین محدّث نے حواشی مشکوٰۃ میں اور علّامہ ابنِ حجر نے اور علامہ ابن عابد نے شرح درمختار کی بحث امامت میں۔ ——— جب یہ قاعدہ مسلّم ہو چکا اب ایک دو مسئلے جو اس قاعدے پر متفرع ہیں لکھتا ہوں :

مسئلۂ اولیٰ : نیّت مُنہ سے کہنا بدعتِ حسنہ ہے

علامہ شرنبلالی نے حاشیہ درر غرر فقہ حنفی میں لکھا ہے کہ

marfat.com

نیت نماز کی اصل دل سے ہوتی ہے اور منہ سے ادا کرنا اس کا مستحب ہے ، عبارت اس کی یہ ہے ،

والتلفظ بہا مستحب یعنی طریق حسن احبہ المشائخ لا انہ من السنۃ لانہ لم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طریق صحیح ولا ضعیف ولا من احد من اصحابۃ والتابعین ولا عن احد من الائمۃ الاربعۃ بل المنقول انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام الی الصلوٰۃ کبر فھذہ بدعۃ حسنۃ ۔

یعنی منہ سے نیت نماز کی باندھنا مستحب ہے یعنی اچھا طریقہ ہے، محبوب رکھا ہے اس کو مشایخ نے ۔ یہ بات نہیں کی کہ یہ سنت ہے اس واسطے کہ نہیں ثابت ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر اور نہ کسی صحابی سے اور نہ تابعین سے اور نہ چاروں اماموں سے، بلکہ روایت یہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کہتے اللہ اکبر یعنی مُنہ سے نیت کے الفاظ کہ فلانی نماز فلانے وقت کی پڑھتا ہُوں نہیں فرماتے تھے پس مسلسل کہنا اس کا زبان سے بدعت حسنہ ہے ۔

اب غور سے علامہ شرنبلالی کی تقریر دیکھنی چاہیے کہ یہ بات مان کر کہ نیت زبان سے کہنی حضرت سے اور صحابہ سے اور تابعین سے اور مجتہدین سے ثابت نہیں باوجود اس کے حکم کیا کہ یہ بدعت حسنہ ہے مستحب ہے ۔ اور واضح ہو کہ ائمہ مجتہدین میں امام احمد بھی ہیں اور وہ نہ تابعی نہ تبع تابعی بلکہ تبع تابعین سے علم اُنہوں نے سیکھا ہے کما فی التقریب ، جب اُن سے بھی یہ تلفظ بالنیت منقول نہیں تو ظاہر ہُوا کہ قرون ثلٰثہ کے بعد اس کا ظہور ہُوا اور دوسری دلیل اُس کے ظہور بعد قرون پر یہ ہے کہ شرنبلالی نے لکھا ہے :

marfat.com

تلفظ بالنیت کو اجبہ المشائخ اور مشائخ وہ متاخرین علماء ہیں جو امام اعظم کے شاگردوں کا دورہ تمام ہونے کے بعد ہُوئے ہیں۔ درمختار میں لکھا ہے زبان سے نیت کرنے کو کہ ہمارے علماء کی سنّت ہے۔

شامی نے لکھا کہ یہ طریقہ حسنہ ہمارے علماء کا ہے اس سے بھی ظہور تلفظ بعد قرون ظاہر ہوتا ہے۔

اور فقیر حلبی نے شرح کبیر منیہ میں اس طرح لکھا ہے کہ یہ ائمہ مجتہدین سے بھی ثابت نہیں۔

اس کے بعد یہ لکھا ہے ؛ وھٰذہ بدعۃ ولکن عدم النقل وکونہ بدعۃ لاینافی کونہا حسنا یعنی اس کے بدعت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ نیک نہ ہو۔

اب دیکھئے علمائے دین اس کو بدعت مان کر پھر بھی اس کو حسن اور نیک فرمارہے ہیں اور اس کا حکم دے رہے ہیں اور یہ علماء فریقین کے مسلم الثبوت ہیں اور فتاوٰی قاضی خاں میں ہے ؛ فان قصد و ذکر بلسانہ کان افضل۔

اور ملتقی الابحر میں ہے ؛ وضم اللفظ الی القصد افضل۔

اور ہدایہ میں ہے ؛ ویحسن ذٰلک لاجتماع العزیمۃ۔ اور یہی کافی ہے۔

اور در شرح غرر میں ہے : والتلفظ بہا مستحب۔

یہ وُہ کتابیں ہیں جو علماء مذہب حنفی کے نزدیک نہایت درجہ کی معتبر ہیں۔

اب شافعی مذہب کو سُننا چاہیے علامہ قسطلانی مواہب اللدنیہ میں شافعی مذہب بیان کرتے ہیں ؛

والذی استقر علیہ اصحابنا استحباب النطق بہا۔

اور غنیۃ الطالبین میں حضرت غوثِ اعظم کی تالیف ہے وہ حنبلی تھے بیانِ وضو میں لکھتے ہیں :

marfat.com

ینوی بطھا رتہ رفع الحدث ومحلھا القلب فان ذکرذلك بلسانه مع اعتقادہ بقلبه کان قد اتی بالافضل۔

الحاصل یہ عمل یعنی نیت زبان سے کرنی اس قسم کی بات ہے کہ تمام ہندوستان اور فارس اور عرب وغیرہ میں جاری ہے۔

علامہ شامی نے لکھا ہے، قد استفاض ظھرا لعمل به فی کثیر من الاعصار فی عامة الامصار۔

براہین قاطعہ گنگوہی میں بھی صفحہ ۱۴ پر بالنیت کو مستحسن مان لیا، عبارت یہ ہے، اور نیت کا لفظ جو بدعت نہ ہُوا تو اس کی دلیل جواز کی موجود تھی کہ حج میں تلفظ نسائی کی حدیث میں وارد ہوا ہے" الخ

حال اس کے استدلال کا سب صاحبوں کو محفوظ رکھنا چاہیے کہ کار آمد ہے اس لیے کہ حج میں جو تلفظ مامور بہ اور معمول بہ عند الفقہاء ہے وہ یہ ہے،

اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی۔ یعنی یا اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہُوں سو آسان کیجیو مجھ پر اس کو اور قبول کیجیو مجھ سے۔

چنانچہ ہدایہ، وقایہ و درمختار وغیرہ میں موجود ہے۔ پھر بعض علماء نے نماز میں بھی تجویز کیا کہ کہا جاوے اللھم انی ارید ان اصلی صلوٰۃ لذا فیسرھا لی وتقبلھا منی۔ لیکن رد کیا اس کو جمہور علماء نے کہ حج میں موانع اور صعوبتیں پیش آتی ہیں اُس میں وہ تلفظ مستحب ہے نماز میں کیا صعوبت ہے جو دعا کی جائے،

"یا اللہ! ارادہ کرتا ہُوں نماز کا، سہل کر دیجو مجھ پر بناءً علیہ نیت نماز کا۔"

یہ تلفظ مخدوش رہا جیسا کہ فقیہ شامی نے لکھا ہے بلکہ یہ ٹھہرا کہ نویت فجر الیوم وظھر الیوم وغیرہ کہا جاوے اور کثرت سے جو مستفیض اور جماعات اہل اسلام میں زبان زدِ ہر خاص و عام ہے وہ یہ ہے جو علامہ محمد بن احمد زاہد المتقلب بالزین

marfat.com

نے ترغیب الصلوٰۃ میں لکھا ہے:

"نویت ان اصلی فرض فجر الوقت رکعتین للہ تعالیٰ و توجهت الیٰ الکعبة واقتدیت بهٰذا الامام۔

اور نیت سنتوں کی اس طرح نویت ان اصلی سنة الفجر رکعتین للہ تعالیٰ متابعة للرسول وتوجهت الی الکعبة۔"

چنانچہ ہمارے اضلاع میں بھی اسی کے قریب عمل جاری ہے فرض میں کہتے ہیں نیت کرتا ہوں نماز کی واسطے اللہ تعالیٰ کے۔ دو رکعت نماز فرض، فرض اللہ تعالیٰ کے، وقت فجر کا، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے۔ اور سُنّتوں میں بجائے فرض کے کہتے ہیں سنّت طریقہ رسول اللہ کا، باقی بدستور۔

اب دیکھیے قرونِ ثلٰثہ سے نہ یہ الفاظ نہ ان کے سوا اور کچھ الفاظ نماز میں ہرگز ثابت نہیں ہُوئے حالانکہ تسلیم رکھا محققین اہل سنّت نے ان کو، اور مؤلفِ براہین نے اس طرح تسلیم کیا کہ ان الفاظ کی دلیل شرع میں موجود ہے یعنی حج میں تلفظ پایا گیا۔ اب اس مقام سے مانعین یاد رکھیں کہ بدعت حسنہ کے جواز کو ایسی دلیل بس کرتی ہے کہ اگر خاص نماز میں منقول نہیں تو حج ہی میں سہی، گو وہ عبادت اور ہے اور یہ اور۔ اور پھر تلفّظ میں بھی مطابقت شرط نہیں، حج میں اور ہے اور نماز میں اور، پھر کیا وجہ ہے کہ اپنی مانی ہُوئی باتوں میں ایسی ایسی دلیلیں تسلیم کریں اور ہم جو اثباتِ فاتحہ و میلاد شریف میں اس سے بہت اعلیٰ دلائل پیش کریں وہ غیر منظور ہوں اس کا کچھ علاج نہیں بجز اس کے کہ حق سبحانہ، اپنی قدرتِ کاملہ سے شانِ ہدایت کا جلوہ دکھا دے۔

مسئلہ دوسرا: آخر چھٹی ہجری میں جو محفلِ مولد شریف منعقد ہوئی اس کو اجلّہ علماء اور اکابر فضلاء نے مستحسن سمجھا اور شریک ہوئے اور امام نووی کے اُستاد

marfat.com

ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس محفل کو پسند کیا اور اس کو بدعتِ حسنہ قرار دیا ومن احسن ما ابتدع فی زماننا ما یفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من صدقات واظہار الزینۃ والسرور۔ الخ

اور فرمایا ابن حجر محدث رحمۃ اللہ علیہ نے ، وعمل المولد واجتماع الناس لہ کذلک ای بدعۃ حسنۃ کذا فی السیرۃ الجلیلہ۔

تیسرا مسئلہ : آٹھویں صدی کے آخر میں جو تسلیم بعد اذان احداث کی گئی اس کو درِ مختار میں لکھا ہے ،

التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاٰخر سنۃ سبع مائۃ واحدی وثمانین وھو بدعۃ حسنۃ۔ یعنی اذان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا ۷۸۱ھ میں ایجاد کیا گیا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔

اور اسی طرح درِ مختار کے شارح شامی نے بھی اس کو مسلّم رکھا اور نہر الفائق شرح کنز اور قولِ بدیع سے یہ نقل کیا :

والصواب انہا بدعۃ حسنۃ۔ یعنی ٹھیک یہی بات ہے کہ یہ سلام بعد اذان بدعتِ حسنہ ہے۔

دیکھئے آٹھویں صدی تو قرونِ ثلٰثہ کے بعد ہے اس وقت کی نکالی ہوئی چیز کو بھی فقہا نے بدعتِ حسنہ کہا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے اقوالِ فقہاء کو امام شافعی کے قول سے یہاں تک یہ سب علما تقسیم ہونا بدعت کا طرف حسنہ اور سیئہ مان رہے ہیں۔ پس مولوی اسحٰق صاحب کے فرمانے کے موافق ان سب فقہاء کے نزدیک بدعتِ حسنہ کا ایجاد الیٰ یوم القیامۃ ثابت ہوا اس لیے کہ وہ کہتے ہیں : غیر محدود ہے عند القائل بتقسیمہا۔ اور خود مولوی اسحٰق صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب کے بزرگ بھی تقسیم بدعت مان رہے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

marfat.com

سوالات[1] عشرہ محرم کے سوال وجواب اوّل میں لکھتے ہیں :

"ساختن ضرائح[2] وصورتِ قبور وعلم وغیرہ اینہمہ بدعت است وظاہر است کہ ایں بدعتِ حسنہ کہ دراں ماخوذ نباشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است و حال بدعت سیئہ ایں است کہ در حدیث شریف وارد است شر الامور محدثاتہا وکل بدعۃ ضلالۃ انتہیٰ۔"

اور شاہ صاحب موصوف نے تحفہ میں بھی بدعت حسنہ کا اثبات کیا ہے مطبع حسینی دہلی کے مطبوعہ صفحہ ۵۹۷ میں دیکھو اور تفسیر عزیزی پارہ الم مطبوعہ مطبع ولی محمد لکھنوی صفحہ ۲۱۲ میں بیع قرآن شریف کو بدعت حسنہ فرمایا ہے اب تیرھویں صدی میں وہ مولوی اسمٰعیل صاحب کہ جن کا کلام تذکیر الاخوان میں یہ تھا کہ جو کوئی دین کے عقیدے اور عبادت اور رسم میں وقت یا جگہ یا وضع یا ہیئت گنتی قید اپنی طرف سے مقرر کرے سو وہ بدعت اور باطل اور مردود ہے انتہی کلامہ

شکر خدا کا یہ قاعدہ ایجاد کر کے آخر کار خود اُس راہ سے مخالفت اختیار کی وجہ ثبوت یہ ہے کہ اُنہوں نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے :

"اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضت ملائمہ ہر قرن جدا جدا میبا شد لہذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوشش ہا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعیین کردہ شود۔"

---

[1] ان سوالات کا ترجمہ بھی کسی شخص نے کیا ہے وہ ہدایت المومنین' مطبع ناصری کے حاشیہ میں چھپا ہے۔ اس ترجمہ اردو کے صفحہ ۷ میں یہ مضمون موجود ہے۔

[2] ضرائح یعنی تعزیے جو محرم میں بنتے ہیں۔

marfat.com

اس عبارت میں قرونِ ثلٰثہ کی کچھ قید نہیں لگائی بلکہ ہر قرن میں ایجاد اشغال اور تعینات مشایخ کو مسلم رکھا اور بذاتِ خود اپنی تیرھویں صدی کے واسطے اشغالِ جدیدہ ایک باب میں لکھے اس باب میں دیکھو ذکر اللہ اور عبادتِ الٰہی میں کیا کچھ وقت اور وضع اور ہیئات اور عدد کی قیدیں ہیں۔ اور صراطِ مستقیم کے آخر ورق میں بھی لکھا ہے:

"تجدید اشغالیکہ ایں کتاب محتوی بران است فرمودند۔"

یعنی مرشد صاحب نے نئے اشغال نکالے اور ظاہر ہے کہ تجدید میں احداث ہے پس معلوم ہُوا کہ انجام کار ان کو بھی یہی حق معلوم ہُوا کہ ایجاد بدعت حسنہ الیٰ یوم القیامۃ جائز است۔ خیر اللہ تعالیٰ ان کے مقلدوں کو بھی ہدایت نصیب کرے۔

اب اہل سنّت وجماعت خُوب غور اور فکر سے ملاحظہ فرماویں کہ جو مفتیان فتویٰ انکاری نے مولد شریف اور فاتحہ اموات کو پنجشنبہ وعیدین وغیرہ میں منع لکھا تھا اس کی بنیاد اسی ایک دلیل پر تھی کہ جو کام قرونِ ثلٰثہ کے بعد ہوتا ہے وہ بدعت سیئہ ہوتا ہے۔ اور سُنا چکے ہم تم کو حال اس دلیل کا کہ یہ دلیل نہایت خفیف اور رکیک ہے اور جب ٹوٹ گئی دلیل اُن کی قول ارباب تحقیق واصحاب تدقیق سے تو شکست فاش کھا گیا اُن کا فتویٰ، اور قایم رہ گئے وہ سب امورِ صالحہ اپنی اباحت اور استحسان پر "الاٰن کما کان"۔ پس مذہب صحیح اور مشرب اہل تنقیح یہی ہے جو علامہ حلبی نے انسان العیون جلد اول میں لکھا ہے:

وقد قال ابن الحجر الهيثمي ان البدعة الحسنة متفق على ندبها یعنی کہا حافظ ابنِ حجر فقیہ محدّث نے کہ بدعت حسنہ کے مندوب اور مستحسن ہونے پر اتفاق کیا گیا ہے۔

یعنی فقہاء و محدثین میں محققین ہیں وُہ سب بالاتفاق والاجماع بدعت حسنہ کو جائز و درست فرماتے ہیں اور اسی کتاب کی طرف رغبت دلاتے ہیں پس

marfat.com

یہ سب امور مندرجہ فتویٰ انکاری یعنی مولد شریف و فاتحہ اموات عیدین و پنجشنبہ وغیرہ باتفاق و اجماع اہلِ تحقیق طائفہ ناجیہ اہل سنّت و جماعت کے مستحسن ٹھہرے نہ کہ سیئہ اور مخالفین جو بباعث سخن پروری انکار کئے جاتے ہیں ان کے انکار سے کچھ ہرج لازم نہیں آتا کتاب تمہید میں حضرت ابو شکور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

واما خلاف الذین خلفوا لغرضھم لا یعد خلافا۔

پس جو لوگ اپنی غرض کے سبب قائل نہیں ہوتے اُن کے خلاف کرنے سے کچھ قباحت ہمارے امور مستحسنہ میں نہیں آتی ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

---

marfat.com

نورِ دوم

نورِ دوم میں چھ لمعے ہیں ؛

لمعہ اولیٰ در بیان جواز فاتحہ بر طعام و شیرینی

جو عبادت زبان یا جوارح و ارکان انسان سے صادر ہو اس کو عبادت بدنی کہتے ہیں۔ مالی عبادت جیسے روپیہ پیسہ، کپڑا وغیرہ راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ اہلِ سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ دونوں طرح کی عبادت کا ثواب اگر کسی کو بخشنا چاہیں تو پہنچتا ہے۔ کتاب ہدایہ میں ہے ؛

ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة او صوما او صدقة اوغیرها عند اهل السنة و الجماعة۔ (بے شک انسان کو درست ہے یہ بات کہ کردے ثواب غیر کو اپنے نیک کام کا' نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اور کچھ یعنی یہ مذہب ہے اہل السنت و الجماعت کا)

یہ ہدایہ علم فقہ میں نہایت درجہ معتبر اور مشہور کتاب ہے۔

اور شرح عقاید نسفی میں ہے :

وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم خلافا للمعتزلة (جو زندہ آدمی دُعا کریں میّت کے واسطے یا ان کی طرف سے صدقہ دیں تو ان موتیٰ کو نفع ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کی مخالفت کرتے ہیں بدعتی معتزلی لوگ)

marfat.com

یہ کتاب (شرح عقائد نسفی) عقائد کی کتابوں میں مشہور درسی معتبر کتاب ہے اور یہ مسئلہ حدیثوں سے ثابت ہے۔

تذکرۃ الموتی میں قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ اُن حدیثوں کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

لہذا جمہور فقہا حکم کردہ اند کہ ثواب ہر عبادت بمیت می رسد۔

ملّا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں واسطے عبادت بدنی کے لکھا:

فذھب ابوحنیفہ و احمد وجمہور السلف الی وصولہا۔ الخ

پس اس بنا پر یہ عادت اکثر اہلِ اسلام کی ہے کہ جب کسی میت کے نام سے کچھ کھانا یا شیرینی دینا چاہتے ہیں تو الحمد اور درود شریف پڑھ کر دعا اس میّت کے لیے کرتے ہیں اور خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے پڑھا اور یہ جو کچھ خیرات دی جاتی ہے اس کا ثواب فلاں میت کو پہنچے عوام میں اس کا نام فاتحہ ہے یُوں کہا کرتے ہیں آج فلاں میت یا فلاں بزرگ کی فاتحہ ہے۔ اصل میں فاتحہ نام ہے الحمد شریف کا۔ چونکہ الحمد اس وقت پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کل عمل کا نام فاتحہ قرار پایا یا تسمیۃ الکل باسم جزئیہ، اور منکرین نے اس کا نام فاتحہ مرسومہ رکھا ہے۔ اب اس فاتحہ میں دیکھنا چاہیے کہ جو کچھ درود، دُعا، الحمد پڑھی گئی یہ عبادت بدنی ہے وہ ثابت الاصل، اور جو کچھ کھانا یا شیرینی اس وقت دی گئی یا دی جائے گی وہ عبادت مالی ہے وہ بھی فقہ حدیث عقاید سے ثابت ہے۔ ان دونوں عبادتوں کا ثواب میت کو پہنچایا جاتا ہے۔ پھر منکرین کا یہ انکار کہ اس کی کچھ اصل نہیں، اس کے کیا معنی۔ اگر یہ کہو کہ عبادت بدنی جُدا کرو، عبادتِ مالی جُدا۔ لیکن دونوں کا جمع کرنا ثابت نہیں۔ تو یہ وہی مثال ٹھہرے گی کہ جب کوئی مفتیِ شریعت حکم دے کہ بریانی کھانا جائز ہے اس لیے کہ اس میں گوشت ہے گوشت حلال چیز ہے اور برنج ہے وہ بھی حلال اور رنگت

marfat.com

زعفران کی جو بعض برنج پر ہے وہ بھی حلال۔ پس مجموعہ ان مباحات کا مباح ہے۔ تو اس کے جواب میں کوئی بیہودہ سر پھوڑنے کو تیار ہو جائے کہ صاحب! یہ سب جدا جدا تو بے شک ثابت ہے لیکن ہم تو جب مانیں کہ اس مجموعہ کا ذکر قرآن یا حدیث میں دکھاؤ یہ حرف کہاں لکھے ہیں کہ بریانی کھانا درست ہے۔ پس جس طرح اس بیہودہ کو سب عقلاء سخیف العقل اور قابلِ مضحکہ جانیں گے۔ اسی درجہ میں ان صاحبوں کی یہ بات ہے۔ علاوہ بریں جس طرح اثباتِ جمع کو موقوف رکھتے ہو وجود صریح روایت پر اسی طرح چاہیے منع کو بھی موقوف رکھو وجود روایت پر۔ یعنی اگر عبادت مالی اور بدنی جمع کرنے میں کوئی حدیث یا آیت ممانعت جمع بین بعبادتین میں نہیں آئی اگر آئی ہو پیش کرو دیکھا تو برھانکم ان کنتم صادقین۔ ہم تو جمع بین العبادتین کے لیے قواعد عقلی و نقلی شرع شریف سے پیدا کر دیں گے ایک تو یہی کہ جب ممانعت ثابت نہیں تو اصل اباحت ہے۔ دوسرے یہ کہ سعادتِ عبد عبادتِ معبود میں ہے، ما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدون (ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے) اور عبادت بعضی زبان سے ہے بعضی اور اعضاء بدن سے، بعضی مال سے، جو کوئی ہر قسم کی عبادت کرے گا لابد افضل ہوگا ایک عبادت والے سے شبِ معراج میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تحفہ جنابِ باری میں گزارا یہ لفظ تھے:

التحیات للہ والصلوات والطیبات۔

مفسرین اور محدثین نے اس کے معنی یہ لکھے ہیں کہ اللہ کے واسطے ہیں سب تعریفیں جو زبان سے ادا ہوں اور جو عبادتیں بدنی ہیں اور جو عبادتیں مالی ہیں۔

marfat.com

پس جبکہ تینوں قسم کی عبادتیں اللہ کے واسطے خالص ہُوئیں تو زہے قسمت اُس شخص کی کہ ان تینوں کو ادا کرے۔ فاتحہ مرسومہ میں یہ بات حاصل ہے۔ جب کہا الحمد للہ ربّ العٰلمین الرحمٰن الرحیم ملٰک یوم الدین یہ تحیّت اور ثنا اور شکر زبانی ہُوا اللہ تعالیٰ کا، اور جب کہا اھدنا الصراط المستقیم الیٰ آخرہٖ یہ دُعا ہُوئی اور نیز درود پڑھنا اور عاجز ذلیل بن کر اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اُٹھانا اور مَوتیٰ کے لیے دُعائے مغفرت کرنا یہ بھی عبادت بدنی اور لسانی ہُوئی۔ اور جو کچھ شیرینی یا کھانا فِللہ دے گا وہ عبادت مالی ہوگا۔ پس یہ جو پانچوں وقت نمازی نماز میں کہتا ہے التحیات للہ والصلوات والطیبات اس کا مجموعہ فاتحہ میں موجود ہے۔ زہے قسمت میّت کی جو اس کو یہ عطرِ مجموعہ پہنچے۔

تیسرے یہ کہ نصاب الاحتساب کے پندرھویں باب میں کتاب التجنیس والمزید مولفہ برہان الدین مرغینانی نے صاحبِ ہدایہ سے نقل کیا ہے:

روی ان علیاً رضی اللہ عنہ تصدق بخاتم وھو فی الرکوع فمدحہ اللہ تعالیٰ بقولہ یؤتوا الزکوٰۃ وھم راکعون۔

یہ روایت تفسیر معالم و مدارک و بیضاوی و رازی وغیرہ میں بھی وارد ہے لکھتے ہیں کہ ظُہر کے وقت ایک آدمی نے سوال کیا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں، جب اس کو کچھ نہ ملا اُس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ! تو گواہ رہیے کہ میں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سوال کیا اور کچھ بھی کسی نے نہ دیا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ رکوع میں تھے آپ نے اپنے داہنے ہاتھ کی انگلی خنصر جس میں انگوٹھی تھی سائل کی طرف کر دی اُس نے آگے بڑھ کر انگوٹھی جناب نبی کریم علیہ التسلیم کے سامنے انگشتِ علی کرم اللہ وجہہٗ سے نکال لی انتہیٰ۔

marfat.com

اب دیکھیے صدقہ ایک عبادت مالی ہے اور نماز عبادت بدنی ۔ اور صاحبِ ہدایہ کی عبارت کتاب التجنیس سے گزر چکی کہ اللہ تعالیٰ نے اس جمع بین العبادتین کرنے پر سورۂ مائدہ میں تعریف فرمائی اور امام ابوالبرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کنز الدقائق جو علماءِ اعلام حنفیہ سے ہیں اپنی تفسیر مدارک میں اس مقام پر فرماتے ہیں کہ یہاں شانِ نزول فعل ایک کا ہے پھر صیغۂ جمع کیوں فرمایا جواب دیا کہ اس میں رغبت دلائی سب آدمیوں کو کہ یہ ثواب کچھ ایک کے لیے نہیں جو کوئی اس طرح کا کام کرے گا ان سب کو ایسا ہی ثواب ملے گا ۔ عبارت یہ ہے :

ورد بلفظ الجمع وان کان السبب واحدا ترغیبا للناس فی مثل فعله لینالوا مثل ثوابه ۔

اور یہ ہی مضمون علامہ قاضی بیضاوی شافعی نے لکھا ۔

اور لکھا مدارک میں : والآیة تدل علی جواز الصدقة فی الصلوٰة ۔

یعنی آیت سے معلوم ہوا کہ صدقہ دینا نماز میں جائز ہے بناءً علیہ جمع کر دینا عبادت بدنی و مالی نصِ کتاب اللہ سے جائز بلکہ قابلِ مدح و ثنا معلوم ہوا اور نماز وہ عبادت بدنی ہے کہ اس میں حرکت اجنبی سے جو متعلق صلوٰۃ نہ ہو بچنا چاہیے ، جب اس میں باوجود حرکت تصدق و جمع بین العبادتین جائز ہوا تو خارج نماز جو حرمتِ صلوٰۃ بھی مرد مکلف کے ذمہ نہیں بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا ۔

باقی رہا یہ اختلاف کہ بعض کہتے ہیں یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہے ، اور بعض کہتے ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ، اور بعضوں کے اور بھی اقوال ہیں یہ ہم کو مضر نہیں جب نص قرآن میں یؤتوا الزکوٰۃ وھم راکعون آگیا ، قال ابوالبرکات النسفی رحمۃ اللہ علیہ الواو للحال ای یؤتونها

marfat.com

فی حال رکوعھم۔

پس مورد آیت کوئی ہوئے جمع بین العبادتین آیت سے ثابت ہے لیکن یہ جمع اس طرح ہے کہ اصل عبادت بدنی کرنا تھا اس میں مالی عبادت بھی عمل میں لایا اب ہم اُس کی سند دیں کہ عبادت مالی کرنے میں بدنی عبادت بھی کی گئی۔

دارمی محدّث نے کتاب الاضاحی میں روایت کی ہے جابر بن عبداللہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے دو مینڈھے قربان کیے جب ان کو ذبح کے لیے قبلہ رُو لٹایا تب آپ نے یُوں پڑھا:

انّی وجّھت وجہی للّذی فطر السّمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین ط انّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العٰلمین لا شریک لہٗ وبذٰلک امرت وانا اول المسلمین اللھم ان ھذا منک ولک من محمدؐ امتہ ثم سمی اللہ اکبر وذبح۔

یعنی اوّل حضرت نے وُہ آیتیں پڑھیں، پھر فرمایا: اللہ! یہ قربانی تیرے فضل وکرم سے ہے اور تیری ہی رضامندی کے لیے ہے محمد اور اس کی طرف سے۔ پھر آپ نے بسم اللہ اللہ اکبر فرما کر ان کو ذبح کیا۔

اور مسلم کی حدیث میں دُعا مانگنا ایک دوسرے موقعِ قربانی میں اس طرح بھی آیا ہے:

اللھم تقبل من محمد وآل محمد ومن امۃ محمد۔

اور لفظ اول المسلمین کی جگہ من المسلمین کی بھی روایت ہے اور لفظ حنیفا سے پہلے علی ملۃ ابراھیم بھی مروی ہے اور جس طرح احادیث میں آیا ہے اسی طرح آیات کا پڑھنا فقہاءِ عظام نے باب اضحیہ میں لکھا ہے اور محمد بن احمد زاہد نے بھی لکھا ہے: اللھم تقبل منی ھذہ الاضحیۃ فاجعلھا قربانًا لوجھک

marfat.com

الکریم خالصا و عظم اجری علیہا۔

اور کیا نہیں دیکھتے کہ شائع ہے اہلِ اسلام میں عقیقہ کے وقت یہ دعا پڑھتے ہیں:

اللھم ھذہ عقیقۃ ابنی فلان دمھا بدمہ ولحمھا بلحمہ و عظمھا بعظمہ وجلدھا بجلدہ و شعرھا بشعرہ اللھم اجعلھا فداء لابنی من النار۔

اور اس کے بعد وہی آیت انی وجہت اور ان صلاتی تا لفظ من المسلمین پڑھ کر کہتے ہیں:

اللھم منک ولک بسم اللہ اللہ اکبر۔

اس کو غور سے دیکھیں یہ کیا ہے وہی عبادت بدنی و مالی کا اجتماع ہے اور کیونکر منع ہو، جمع بین العبادتین۔ حق سبحانہ، فرماتا ہے:

فاستبقوا الخیرات۔ یعنی سبقت چاہو نیکیوں میں۔

در تفسیر رُوح البیان میں ہے:

والمراد جمیع انواع الخیرات۔

در ایسا ہی تفسیر عزیزی میں ہے۔

معلوم ہُوا کہ ہر قسم کی عبادات و خیرات بدنی و مالی جس کسی سے جس قدر ہو سکیں سب مامور بہا ہیں شرعاً۔ اور شاہ عبدالقادر صاحب اس آیت کے فائدہ میں لکھتے ہیں:

"بہتری اس کو ہے جو نیکیوں میں زیادہ ہو"

در ظاہر ہے کہ دو قسم کی عبادت کرنے والے ایک قسم کی عبادت کرنے والے سے افضل ہوں گے۔ پس جمع بین العبادتین کرنے میں تو اس قسم کے نتائج اور اُس کے

marfat.com

فعل پر اتنے دلائل ہیں اور اگر کسی نے یہ کیا کہ ان سب کو ترک کیا اور بدعت کہہ کر چھوڑ دیا جس طرح اب منکرین چھوڑ بیٹھتے ہیں تو وہی مثل عوام کے کہنے میں آئے گی : مرگئے مردود فاتحہ نہ درود۔ اور ردِّ فاتحہ کی دلیل میں یہ بات پیش کرنا صاحبِ سیف السنۃ کا صفحہ ۶ میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز ثابت نہیں کھانے میں سوائے بسم اللہ پڑھنے کے نہایت بے محل ہے اس لئے کہ یہ بسم اللہ تو ابتدائے اکل طعام میں اہلِ فاتحہ بھی پڑھتے ہیں۔ کلام اس میں ہے کہ کھانا رکھا ہوا سامنے موجود ہو اور انسان کچھ پڑھے۔ ثابت ہے یا نہیں۔

کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھنا

سو ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ ثابت ہے۔ چند حدیثیں مشکوٰۃ کی باب المعجزات میں موجود ہیں از انجملہ حدیث اُم سلیم بروایت مسلم و بخاری موجود ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرسنگی (بھوک) کا حال معلوم کر کے اس نے چند روٹیاں جویں پکا کر دوپٹہ کے پلہ میں باندھیں۔ یہ قصہ طویل ہے آخر یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن روٹیوں کو تُڑوایا ملیدہ کی طرح، جو کچھ اس کے برتن میں گھی لگا ہوا تھا وہ اس میں ٹپکا دیا پھر حضرت نے الفاظ قسم دُعا سے اُس پر پڑھے پھر دس دس آدمیوں کو بلا کر کھلانا شروع کیا اسی (۸۰) آدمیوں کو پیٹ بھر بھر کر کھلا دیا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ام سلیم کے گھر بھر کے آدمیوں نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا۔ دیکھئے اس میں کھانا سامنے ہے اور اُس پر دُعا یا جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا اس کا پڑھنا ہے۔

از انجملہ انس کی حدیث بروایت مسلم و بخاری کہ انس فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے ایک بادیہ میں کھانا کھجور اور گھی اور اقط کا مرکب بنایا ہوا بھیجا۔ اقط ایک شے ہوتی ہے دہی ترش یا چھاچھ ٹپکائی ہوئی کو خشک کر لیتے ہیں۔ عربی

marfat.com

میں اس کو اقط کہتے ہیں جس طرح دودھ کو پنیر مائع سے جما کر پنیر بناتے ہیں اور عربی میں اس کو جُبن کہتے ہیں۔ الحاصل اس طرح کی دہی اور کھجور اور گھی کا کھانا جب آپ کے پاس آیا آپ نے اس پر کچھ پڑھا جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ پھر حضرت دس دس آدمی بلاتے گئے اور کھلاتے گئے قریب تین سو آدمیوں کو کھلایا پھر مجھ کو فرمایا اٹھا لے اے انس اپنا بادیہ۔ میں نے جب اٹھایا حیرت میں رہ گیا کہ جب میں لایا تھا اُس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا یا اب زیادہ پہلے سے موجود ہے۔

ازانجملہ حدیث غزوۂ تبوک کی مشکوٰۃ میں بروایت مسلم مذکور ہے۔ جب لوگ گرسنہ ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دُعا کرانی چاہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ تب آپ نے دسترخوان بچھوایا اور فرمایا: لے آؤ جو کچھ کسی کے پاس کھانا بچا ہوا ہو۔ تب کسی نے مٹھی جَو اور کسی نے مٹھی کھجور کسی نے ٹکڑا روٹی، جس کے پاس جو کچھ بچا ہُوا تھا لا کر ڈالا بہت ہی تھوڑا سا ذخیرہ جمع ہوا پھر آپ نے اس پر دُعا فرمائی اور فرمایا بھر لو اپنے برتن۔ پھر جس قدر لشکر تھا سب نے اپنے تمام برتن جو اُن کے پاس تھے بھر لیے اور خوب کھایا اور پھر بھی کھانا بچ رہا۔ شارحین لکھتے ہیں کہ اس وقت لشکر میں لاکھ آدمی موجود تھے۔

پس حدیث صحیح سے معلوم ہُوا کہ لاکھ آدمی اس بات پر شاہد تھے کہ کھانا سامنے رکھے ہُوئے پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی۔

باقی رہی یہ بات کہ حضرت نے دُعا مانگی جو آپ کو ضرورت تھی۔ صاحب فاتحہ وُہ دُعا کرتا ہے جس کی اس کو حاجت اُس وقت ہے پس دُعا ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ یعنی دعا کے معنی شرع میں ہیں السوال من اللہ الکریم یہ دونوں جگہ ایک ہیں اور ان مقامات میں یہ بات کسی راوی نے روایت نہیں کی کہ حضرت نے

marfat.com

دعا کرنے میں ہاتھ نہیں اٹھائے، بلکہ علی الاطلاق عادت حضور کی تھی کہ جب دعا کرتے ہاتھ اٹھا کر کرتے۔

ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا

جیسا کہ جامع صغیر میں جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے:

کان اذا دعا جعل بطن کفہ الیٰ وجہہ۔

یعنی آپ جب دُعا کرتے تو ہاتھ اٹھانے میں ہاتھ کی ہتھیلی منہ کی جانب کرتے تھے۔

اور ارشادِ جناب بھی یہی ہے:

"تم جب سوال کرو تو ہاتھ اٹھا کر ہتھیلی پھیلا کر سوال کرو۔"

پس احادیث فعلیہ وقولیہ ہر طرح سے رفع یدین عند الدعا اور دُعا کا مانگنا بحضوری طعام ثابت ہُوا۔ اب اہلِ انصاف کو چاہیے کہ سخن پروری کو چھوڑ کر ان دلائل میں خوب تامل فرماویں، اتباعِ حق کریں ورنہ ایسا تو کریں کہ فاتحہ پڑھنے والوں کو صلوات نہ سنائیں ؎

مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں

تنبیہ: ہاں اگر کوئی کم فہم عوام میں ایسا ہو کہ وہ ثواب عبادت مالی کو یُوں سمجھے کہ بغیر فاتحہ پڑھے نہیں پہنچے گا اس عقیدہ کو بد کہنا چاہیے اور اس کو زجر و توبیخ کرنا چاہیے کیونکہ اس نے حکم اطلاق نصوص فرمان مصطفوی علیہ افضل التحیۃ والسلام کو اعتقاداً مقید کر دیا لیکن برتاؤ عملدرآمد لوگوں کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ ان کا نہیں اس لیے کہ جب میت کی طرف سے کچھ کپڑا یا روپیہ مسجد یا مدرسہ میں دیتے ہیں تو فاتحہ پڑھ کر نہیں دیتے اور ہنود کی رسم یہ ہے کہ کھانا یا کپڑا یا کوئی چیز جو کچھ میت کے لیے کرتے ہیں سب چیز پر سنکلپ کرتے ہیں چنانچہ تحفۃ الہند صفحہ ۸۵ مطبوعہ فاروقی میں ہے جب

marfat.com

اہلِ اسلام نے ایسا نہ کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ عقیدہ اُن کا یہ ہے کہ ثواب عبادت مالی کا بدوں کچھ پڑھنے کے پہنچ جاتا ہے اسی طرح جب ختم قرآن شریف یا قل ہو اللہ وغیرہ پڑھ کر میت کو بخشتے ہیں یا قبرستان میں جا کر اُس پر فاتحہ پڑھتے ہیں اس صورت میں یہ لازم نہیں پکڑتے کہ اس وقت میں کچھ صدقہ بھی ضرور چاہیئے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ اُن کے نزدیک ثواب عبادت بدنی کا بدوں عبادت مالی کے پہنچ جاتا ہے جب عقیدہ یہ ٹھہرا تو ان کے حق میں کچھ مضر نہیں فاتحہ پڑھنا بعض صور مثل اطعام طعام و تقسیم شیرینی وغیرہ میں اسی واسطے بزرگانِ دین کا اس طریقہ پر عمل رہا ہے عنقریب ہم نقل کریں گے۔ باقی رہی یہ بات کہ بعضے آدمی جو زیادہ احتیاط کرتے ہیں کہ رُو بقبلہ بیٹھتے ہیں اور مکان پاکیزہ اور صاف میں پڑھتے ہیں، سو یہ بات کچھ فرض نہیں بلکہ قسم آداب سے ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعزیہ کے پاس درود فاتحہ پڑھنے کے لیے سوالات عشرہ محرم میں رقم فرماتے ہیں،

"فاتحہ درود فی نفسہ درست ست لیکن دریں قسم جائے نوعے بے ادبی مے شود زیرا کہ نجاست معنوی دارد و فاتحہ و درود جائے باید خواند کہ محل پاک باشد از نجاست ظاہری و باطنی انتہیٰ"

اس کلام سے صاف ثابت ہُوا کہ فاتحہ پاکیزہ جگہ میں پڑھنی چاہیے۔

اور مولوی اسمٰعیل صاحب "صراطِ مستقیم" میں موافق تعلیم اپنے مرشد سید احمد صاحب کے لکھتے ہیں،

"اول طالب را باید کہ باوضو دو زانو بطور نماز بنشیند و فاتحہ بنام اکابر این طریقہ یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی وغیرہما خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط این بزرگان نماید" الخ

marfat.com

مکان پاک میں رُو بقبلہ ہو کر فاتحہ پڑھنا آداب کے ساتھ ان بزرگواروں کے کلام سے ثابت ہو گیا اب اگر کوئی یہ کہے کہ فاتحہ یعنی الحمد کو مقامات ایصال ثواب میں کیوں اختیار کیا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ الحمد کو فضیلت بڑی ہے کل سورتوں پر۔

سیرت حلبی اور تفسیر عزیزی میں ہے: اگر فاتحہ کو ایک پلّہ ترازو میں رکھیں اور تمام قرآن دوسرے پلّہ میں تو فاتحہ یعنی الحمد غالب آئے گی سات حصّہ۔

اور تفسیر رُوح البیان میں ہے: جس نے پڑھی الحمد، دے گا اس کو اللہ تعالیٰ ثواب گویا کل قرآن پڑھا اور گویا اس نے صدقہ کیا کل مومنین اور مومنات پر۔ انتہیٰ

اس لیے اہلِ اسلام میں یہ رسم پڑ گئی کہ جب کوئی اپنی میّت کے لیے کچھ کھانا یا شیرینی دیتا ہے تو الحمد پڑھ دیتا ہے۔ اس کے پڑھنے سے یہ اجر ہوتا ہے گویا جمیع مومنین و مومنات پر صدقہ دیا کیا خدا کی قدرت ہے، اصحابِ فاتحہ تو کس کس درجات کو پہنچ رہے ہیں اور منکرین اس فعل سے منع کر کے کیا کیا خیراتِ جاریہ بند کرا رہے ہیں۔

اب رہا مسئلہ **ہاتھ اٹھانے کا**۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ فاتحہ میں دُعا بھی کی جاتی ہے اور وقت دُعا کہ جو خارج نماز سے کی جاتی ہے اس میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ حصن حصین میں ہے:

اٰداب الدعا بسط الیدین ت مس ورفعھما ع یعنی دعا کے آداب میں یہ ہے پھیلانا دونوں ہاتھوں کا۔ روایت کی یہ ترمذی اور حاکم نے اور اٹھانا دونوں ہاتھوں کا، روایت کی یہ چھٹوں محدثوں صحاح ستّہ کے مصنفوں نے۔ اور مشکوٰۃ میں حکم نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم مرقوم ہے:

marfat.com

اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم۔ جب تم سوال کرو اللہ تعالیٰ سے تو سوال کرو ہاتھوں کی ہتھیلیاں اٹھا کر۔

نیز مشکوٰۃ میں حدیثِ رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم:

ان ربکم حیی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردہما صفرا

بے شک اللہ تعالیٰ شرم و لحاظ والا ہے کرم کرنے والا ہے شرم رکھتا ہے اپنے بندہ سے کہ جب وُہ ہاتھ اٹھائے اُس کی طرف، تو پھیر دے اس کو خالی۔

پس چونکہ فاتحہ میت کی امداد ہے اس لیے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بموجب مضمون حدیث شریف کے ان ہاتھوں کو خالی نہ پھیرے بلکہ مراد سے بھر دے۔ اور مسائل اربعین میں مولوی اسحٰق صاحب نے مسئلہ سی و دوم (۳۲) کے جواب میں کہ تعزیت میت میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ رقم فرمایا ہے:

اما دست برداشتن برائے دُعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است زیرا کہ در حدیث شریف رفع یدین در دعا مطلقاً ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ ندارد ولیکن تخصیص آں برائے دُعا وقت تعزیت ماثور نیست۔ انتہیٰ

دیکھیے یہ بات تسلیم کر کے کہ اس ہیئت خاص سے منقول نہیں یہی حکم دیا کہ ہاتھ اٹھانا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔ اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ خاص وقت فاتحہ میت کے اگرچہ کوئی روایت ماثور نہ ہو لیکن جب حدیثوں میں مطلق دُعا کے لیے ہاتھ اٹھانا آیا ہے تو اس فاتحہ میں بھی ثابت ہو گیا کیونکہ یہ بھی دعا ہے اب دیکھئے مفتیانِ فتویٰ انکاری کوئی اس فاتحہ مذکورہ کو کہتا ہے کہ مخترعات ناپسند شرعیہ سے ہے اور کوئی رسمِ ہنود لکھتا ہے افسوس افسوس جس چیز کے اصول احادیث صحیحہ سے نکلتے ہوں اُس کو حرام یا

marfat.com

رسمِ ہنود یا ضلالت کہنا انہی بےانصاف آدمیوں کا کام ہے پہلے صلحاء و علماء تو اس کو مسلّم رکھتے آئے ہیں۔ مولانا عبداللہ گجراتی جو بڑے عالم صالح متقی ہم عصر شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کے تھے، وصیّت نامہ میں لکھتے ہیں:

"تخصیصات در اوضاع و تراکیب ماکولات و تعینات و مفردات بفاتحہ و نیازہائے بزرگاں از رسوم صالح است"۔ انتہیٰ

اور جامع الاوراد میں ہے: "اگر بر طعام فاتحہ کردہ بفقراء دہد البتہ ثواب میرسد"۔

اور اسی جامع الاوراد میں ہے: "چوں قرآن ختم کند اوّل پنج آیت خواندہ دست برائے فاتحہ بردارد و ثوابِ ختم بارواح ہر کہ خواہد بطفیل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخشد"۔

یہ وصیّت نامہ اور جامع الاوراد کی عبارتیں صمصام قادری میں اور زبدۃ النصائح مطبوعہ مطبع محمدی جو ۱۲۶۷ھ کی مطبوعہ ہے اس میں مولانا برہان الدین مرحوم کی یہ عبارت صفحہ ۵۶ پر موجود ہے:

"ہمیں است مضمون فاتحہ مرسومہ پس ثواب درود و الحمد و قل و ہم ثواب بذل طعام منذور بروحِ آں جناب خواہد رسید"۔

اب اس فرقہ کے بزرگوں کا احوال سُنئے۔ مجموعہ زبدۃ النصائح میں صفحہ ۱۳۲ پر استفتا شاہ ولی اللہ صاحب کا مرقوم ہے۔ سائل نے سوال کیا تھا کہ کسی کے نام کا مُرغا یا بکرا ذبح کیا ہوا درست ہے یا نہیں اور ملیدہ شیرینج وغیرہ نیاز اولیا کا درست ہے یا نہیں؟ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کے جواب میں ذبیحہ کو حرام فرمایا اور ملیدہ شیرینج کی نسبت یہ الفاظ لکھے اگر ملیدہ و شیرینج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصدِ ایصال بروحِ ایشاں پزند بخورانند مضائقہ نیست و طعام نذر اللہ اغنیاء را

marfat.com

خوردن حلال نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیا را ہم خوردن جائز است"۔ انتہیٰ کلامہ

دیکھیے کھانے پر فاتحہ دینا خاص فتویٰ شاہ ولی اللہ سے ثابت ہے اور نیز شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب فی سلاسل اولیا میں فرماتے ہیں:

"پس ذہ مرتبہ درود خواندہ ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند۔" الخ

جائز اور مباح ہونا تو اور بات ہے یہاں تو امر فرما رہے ہیں کہ اس طرح پڑھیں۔ غرضیکہ کلام مولانا عبداللہ گجراتی اور شاہ ولی اللہ دہلوی سے معلوم ہو گیا کہ فاتحہ بحضور طعام و شیرینی رسوم صالحہ مقررہ صلحاء معمول بہ علما سے ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب بھی اس کی تصدیق فرماتے ہیں، تفسیر عزیزی پارہ الم میں ہے:

دسرش آنست کہ نزد عوام طریق ذبح جانور بہر گونہ کہ مقرر است متعین است برائے رسانیدن جان جانور برائے ہر کہ منظور باشد چنانچہ فاتحہ و قل و درود خواندن طریق متعین است برائے رسانیدن ماکولات و مشروبات بارواح۔

دیکھئے یہاں سے معلوم ہو گیا کہ شاہ صاحب کے وقت تک بھی فاتحہ و قل ایصالِ ثواب کے موقع میں متعین تھا کیونکہ آپ مثال دیتے ہیں کہ جس طرح اہل اسلام میں قل اور فاتحہ پڑھ کر پہنچا دینا ثواب ماکولات و مشروبات کا معین ہے اسی طرح عوام جانتے ہیں کہ جب نام خدا لے کر جانور ذبح کیا تو جان اس کی جس کو ہم چاہیں میراں اور سدو وغیرہ کو پہنچ جاتی ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے جان کسی کو نہیں پہنچ سکتی ماکولات و مشروبات کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔

اس مضمون کو بیس سطر پہلے اس عبارت سے اس طرح لکھا کہ "مسئلہ آنست

marfat.com

کہ جان را برائے غیر جان آفرین نیاز کردن درست نیست و ماکولات و مشروبات و دیگر اموال را نیز اگرچہ از راہِ تقرب بغیر اللہ دادن حرام و شرک است امان ثواب آن چیز ہا را کہ عائد بدہندہ میشد از آن غیر ساختن جائز است زیرا کہ انسان را میرسد کہ ثواب عمل خود را لغیرہ نہ بخشد چنانچہ مرسد کہ مال خود را لغیر خود بدہد و جان جانور مملوک آدمی نیست تا او را بکسے تواند بخشید۔

الحاصل ماکولات و مشروبات وغیرہ میں شاہ صاحب کے وقت تک بھی متعین و معمول ہونا اس رسم صالحہ کا ثابت ہے اور اگر اس عبارت تفسیر میں کوئی شخص اپنے فہم کے مطابق ہیر پھیر کرنے لگے تو لیجئے دوسری عبارتیں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ان کے فتوے اور مکتوب کی جو صراحۃً دلیل جواز ہیں سُنیئے سوالات عشرہ محرم کے جواب سوال نہم میں ہے کہ کھانا ان چیزوں کا جو نذر و نیاز تعزیہ کے سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھتے ہیں کیسا ہے، لکھتے ہیں :

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و بر آں فاتحہ و قل و درود خوانند تبرک مے شود خوردن آں بسیار خوب ست لیکن بسبب بردن طعام پیش تعزیہ و بانہاں در آں طعام پیش تعزیہ ہا تمام شب تشبہ بکفار و بت پرستاں میشود پس ازیں جہت کراہیت پیدا می کند واللہ اعلم۔

دیکھئے کھانے کے اوپر فاتحہ کا پڑھنا شاہ صاحب کے کلام میں صاف لکھا ہوا ہے اور مکتوب آپ کا جو محمد علی خاں صاحب رئیس مراد آباد کو لکھا تھا اس میں خود یہ عبارت آپ کی موجود ہے "پس بر ما حضر از طعام یا شیرینی فاتحہ خواندہ تقسیم آں بحاضرین مجلس میشود۔"

اس خط کی عبارت یہاں بقدر حاجت لکھی گئی اور مباحث مولد شریف میں زیادہ تر بیان ہوگی اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

marfat.com

الحاصل حضرت شاہ صاحب اور ان کے والد بزرگوار شاہ ولی اللہ صاحب و دیگر علماء ربانی کی عبارت سے شیرینی اور کھانے پر فاتحہ پڑھنا بخوبی ثابت ہو گیا اور سب سے زیادہ فاتحہ وغیرہ منع کرنے میں مولوی اسمٰعیل صاحب مشہور ہیں۔ حال اُن کا یہ ہے کہ وُہ تاریخ اور دن کی پابندی کو منع کرتے ہیں اور اس پر بھی کوئی آیت یا حدیث سے ممانعت ثابت نہیں کرتے فقط بعضی مصلحتیں بیان کرتے ہیں چنانچہ مقامات تعیین تاریخ بستم وچہلم وغیرہ میں ہم ان کی عبارت لکھیں گے۔ لیکن کھانے کے ساتھ فاتحہ پڑھنے کو وُہ بھی منع نہیں کرتے۔ صراط مستقیم میں لکھتے ہیں:

"نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل ست" الیٰ آخرہٖ

ان عبارات منقولہ بزرگاں سے اثبات فاتحہ مرسومہ کا اہل عقل و انصاف کے نزدیک صاف ثابت ہو گیا۔ اب اگر بعضے صاحب منکرین ہیں زبردستی الزام دیں فاتحہ کرنے والوں کو کہ ان لوگوں کا تو اعتقاد یہی ہے کہ ثواب کھانے کا بے فاتحہ کے نہیں پہنچتا اور فاتحہ اور پنج آیت وغیرہ پڑھنے کو یہ لوگ یُوں نہیں جانتے کہ یہ امر خیر ہے اور ثواب کی بات ہے بلکہ اس کو فرض واجب جانتے ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ منکرین لوگ ایسے ایسے زبردستی افترا باندھا کرتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا ہر سال اپنے باپ کا عرس منانا شاہ عبدالعزیز

رحمۃ اللہ علیہ جو ہر سال اپنے باپ کا عرس کرتے تھے ان پر مولوی عبدالحکیم صاحب پنجابی نے یہ اعتراض لکھا ہے کہ تم نے عرس کو فرض سمجھ رکھا ہے سال بسال کرتے ہو اس کا جواب جو شاہ صاحب موصوف نے لکھا ہے زبدۃ النصائح مطبوعہ ۱۲۶۷ھ کے صفحہ ۴۲ میں ہے:

marfat.com

ایں طعن مبنی است بر جہل احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمی داند آری زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں بامداد ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعین روز عرس برائے آن ست کہ روز مذکور انتقالِ ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثبوت۔

عرس کی اصلیّت

بعد اس عبارت کے شاہ صاحب نے عرس کی اصلیت احادیث سے ثابت فرمائی ہے۔۔

در منثور اور تفسیر کبیر وغیرہ سے :

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشہداء علیٰ راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار و الخلفاء الاربعۃ ھکذا یفعلون۔ انتہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سال بسال شہدا کی قبور پر تشریف لیجانا

روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ تشریف لایا کرتے تھے قبورِ شہدا پر برسویں دن ہر برس اور فرماتے تھے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور بعد آپ کے چاروں خلفاء راشدین بھی اسی طرح کرتے رہے۔

اس تقریر سے چند باتیں ثابت ہوئیں :

○ ایک یہ کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے تعینِ عرس کی اصلیت احادیث سے پہنچائی یعنی ابن منذر اور ابن مردویہ اور ابن جریر کی روایتیں جو در منثور تفسیر کبیر سے نقل فرمائی ہیں اُن میں یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال بسال

marfat.com

شہداء کی قبور پر ہر برس کے سرے پر تشریف لاتے تھے اور اسی طرح بعد آپ کے خلفاءِ اربعہ کرتے رہے۔ غرضیکہ اصلیتِ عرس ثابت ہوگئی اور اس حدیث کو صحاح ستہ میں نہ ہونے کے سبب رد کرنا صحیح نہیں اس لیے کہ صحاح احادیث منحصر کتب ستہ میں نہیں، اور ابن جریر وغیرہ پر جرح کرکے اس روایت کو رد کرنا بھی بے جا ہے خود شاہ عبدالعزیز صاحب جو واقف ان کے حالات سے تھے وہ خود اُن کی روایات کو لے چکے۔ یہ دلیل ہے کہ ان روایات کی تقویت شاہ صاحب کو پہنچ چکی اور مجمل ٹھہرانا اس حدیث کا بھی درست نہیں اس لیے کہ نہ محرم الحرام سے شروع سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ہوتا تھا اور نہ ربیع الاول سے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں بمشورہ صحابہ کرام محرم الحرام سے شروع سال ٹھہرایا گیا بناءً علیہ یاتی قبور الشھداء علی راس کل حول میں مراد یہ حول وہ تو نہیں ہوسکتے بلکہ متبادر از روئے لغت عرب اطلاق حول کا شروع واقعہ سے پورا سال گزر جانے پر ہوتا ہے پس یہ مجمل نہیں بلکہ از روئے لغت یہ ہی ثابت ہوگیا کہ موتِ شہداء کے دن سے برسویں دن ہر سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے یہ ہی معنی عُرس کے ہیں اور عرس میں کچھ پڑھنا ایصالِ ثواب کرنا اور مباحات کا مرتکب ہونا جائز ہے مگر محرمات سے احتراز ضروری ہے اور سماع جو منہیاتِ شریعت و طریقت سے خالی ہو وہ بھی مباح ہے حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب صد و ہشتاد و دوم مکتوباتِ قدسی میں جناب مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں:

اعراسِ پیران بر سنتِ پیران بسماع و صفائی جاری دارند۔

صفائی کے لفظ سے خالی ہونا منکرات سے ظاہر ہے۔ اور خاندان عزیزیہ میں عرس ہر سال خالی منکرات سے جاری رہا ہے۔ اب جو کوئی شاہ صاحب

marfat.com

موصوف کے خاندان میں ہوکر اپنے بزرگوں کا کلام رد کرے اس کو اختیار ہے۔

قبورِ صالحین کی زیارت موجبِ برکت ہے

○ دوسری بات یہ کہ قبور صالحین کی زیارت موجبِ برکت ہے۔

○ تیسری یہ کہ قدیم سے حاسد لوگ زبردستی طعنے یا دکرتے ہیں اور افتراء باندھا کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس کام کو فرض واجب جان رکھا ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیز بھی شاکی ہیں اور فرماتے ہیں: این طعن مبنی بر جہالت الخ

فاتحہ پر براہین قاطعہ کے اعتراضات، پھر ان کا جواب

بس اسی طرح جو لوگ فاتحہ کرنے والوں پر اور محفل مولد شریف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ ان چیزوں کو فرض و واجب جانتے ہیں۔ اس کا وہی جواب ہے جو شاہ صاحب نے فرمایا۔

○ چوتھی یہ کہ فتوٰی انکاری میں مولوی امیر باز خاں سہارن پوری التزام امر مستحب کو حصہ شیطان کا ثابت کرتے ہیں تو کلام شاہ عبدالعزیز صاحب سے اور اُن کے معمول دائمی سے معلوم ہوگیا کہ مستحب کا التزام دائمی کرنا مستحب ہے۔

جمع بین العبادتین

پانچویں یہ کہ ایک وقت میں جمع بین العبادتین یعنی قرآن اور دُعا اور تقسیم شیرینی وطعام کرنا برا نہیں بلکہ مستحسن اور خوب ہے اور خوب بھی کیسا کہ باجماع علماء۔ اب کہیے ان حضرات کے مقابل اور ان کی تحقیقات کے مقابل مفتیانِ فتوٰی انکاری کی نکیر کب قابلِ قبول ہوسکتی ہے۔

تتمہ ضروری

براہین قاطعہ گنگوہی میں بھی فاتحہ کو درحقیقت تسلیم کرلیا گو بظاہر انکار ہے۔ صفحہ ۶۱ سطر آخر میں لکھا ہے:

marfat.com

"جمع بین العبادتین کا کوئی منکر نہیں بلکہ اس جمع میں انکار ہے کہ اُس سے ہیئتِ منکرہ پیدا ہو جائے"۔

سب صاحب خیال فرمائیں کہ جب جمع بین العبادتین مان لیا تو فاتحہ علی الطعام کو مان لیا۔ اب ہیئتِ منکرہ کی شاخ جو لگاتے ہیں اُس پر چار دلیلیں لاتے ہیں:

اوّل یہ کہ صفحہ ۶۳ میں لکھتے ہیں:

"فاتحہ میں افسادِ طعام ہے کہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور آکلین اور قاریٔ دونوں کی شہوت متعلق طعام سے ہے تو گویا افسادِ خلوص اور نیتِ آکلین کا بھی ہے"۔

معلوم نہیں یہ کیسے بے صبروں کی رعایت کر کے فاتحہ کو عموماً رد کیا جاتا ہے جس کو شہوتِ طعام اس درجہ ہے کہ گرم بھبکتا ہوا کھانا جو دیگ سے اُتر کر آیا اُس کے ٹھنڈے ہونے تک بھی نہیں ٹھہر سکتے حالانکہ گرم کھانا منع ہے۔ عالمگیری میں ہے:

ولا یوکل طعام حار۔ (گرم کھانا نہ کھایا جائے)

احیاء العلوم میں لکھا کہ صبر کرے کھانے والا، جب ٹھنڈا قابل کھانے کے ہو جائے تب کھائے۔ عبارت یہ ہے:

بل یصبر الی ان یسھل اکلہ۔ (بلکہ صبر کرے کہ کھانے کے قابل ہو جائے

فاتحہ کے طریقے

واضح ہو کہ فاتحہ کے تین طریق ہیں۔ کہیں کسی طرح ہوتی ہے اور کہیں کسی طرح۔

⊙ اوّل یہ کہ شیرینی اور کھانے پر فاتحہ وغیرہ خود مالکِ طعام نے پڑھ کر کھانے والوں کو دے دیا۔ اگر خود قادر نہ ہو تو دوسرے سے پڑھوا کر دے دیا۔

⊙ دوسرا یہ کہ کھانا جماعت کو کھلا دیا پھر جماعت میں جو خواندہ آدمی ہیں

marfat.com

اُنھوں نے کچھ سُورتیں کچھ رکوع پڑھے بعدازاں دعائے ایصال ثواب طعام و قرآن و درود وغیرہ کو میت کے واسطے حاضرین نے کی اور مغفرت کی دُعا مانگی۔ یہ دونوں طریق بہت رائج ہیں۔

○ تیسرا یہ کہ کھانا حاضرین کے سامنے رکھ کر وارثِ میّت نے کہہ دیا کہ کچھ کلمہ کلام پڑھ کر میّت کی رُوح کو بخش دو تب وُہ الحمد و قل پڑھ کر ہاتھ اٹھاتے ہیں اور دعا میّت کے لیے کرتے ہیں پھر کھانا کھا لیتے ہیں۔

چوتھا طریق نہ ہم نے سُنا نہ دیکھا، پس مُولف براہین کی یہ دلیل منع فاتحہ صورت اول و ثانی میں تو چل ہی نہیں سکتی۔ صورتِ اوّل میں تو کھانا آکلین کے سامنے آیا بھی نہیں جو کھانے کے لیے بیتاب ہو جائیں۔ صورتِ ثانیہ میں جو آیا تھا چین سے کھا چکے۔ البتہ صورتِ ثالثہ پر کچھ تحریر براہین کا دھوکا لگتا ہے اور فی الواقع اس پر بھی یہ دلیل نہیں چلتی اس لیے کہ درحقیقت کھانے کا مالک وہ ہے کہ جس نے کھانا تیار کیا ہے جب وہ کسی کی تملیک کر دے تب وُہ مالک ہووے اور جب وہ اذن اباحت طعام دے تب وہ کھانا مباح ہووے مالک کی خود مرضی منصوص ہے کہ اوّل کچھ پڑھ کے بخش دو نباءً علیہ قبل اس فعل کے ابھی تک وہ لوگ مالک کی طرف سے کھانے کے مجاز نہیں پھر ناحق ان کی شہوت بے ہنگام کیوں اُن کو بے چین کر رہی ہے اور افساد طعام جو لکھا ہے ہم نہیں جانتے کہ الحمد و قل پڑھنے تک کیا فساد کھانے میں لازم آئے گا ہم نے وہ مجلسیں طعام ولیمہ شادی و ختنہ وغیرہ کی دیکھی ہیں جس میں نہ الحمد و قل پڑھا جاتا ہے نہ ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اور مولوی صاحبان مانعینِ فاتحہ بھی اُن میں موجود ہوتے ہیں لیکن نہ کسی پر وہاں احتساب کرتے ہو دیکھا اور نہ یہ دیکھا کہ حضرات خود ایسا کرتے ہوں کہ جب آدمی روٹی آگے رکھ گیا تو اس کو رُوکھی کھا گئے جب سالن لایا اس کو اوپر پی گئے۔

marfat.com

جب دال لایا اُس کو بغیر روٹی چاٹ گئے بلکہ یہ ہوتا ہے کہ جب تمام مجلس میں اس سرے سے اُس سرے تک کھانا پہنچ جاتا ہے اور پھر مالک اذن دیتا ہے کہ شروع کیجئے تب کھاتے ہیں اس میں بعض کھانے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ مگر کسی عالم نے اُس کی تحریم و کراہت میں نہ فتویٰ لکھا نہ رسالہ چھاپا ایک الحمد و قل کے پیچھے پڑ گئے خیر جو ہوا سو ہوا اب بندہ باقتضائے اصلحوا بین اخویکم مناسب یُوں جانتا ہے کہ جس مقام میں ایسے کھانے والے شہوت طعام سے بے چین ہوں اس موقع میں اول کھلا دیا کریں تاکہ ان کا خلوصِ نیت نہ بگڑ جائے اور فاتحہ وغیرہ بعد کو پڑھ دی جائے۔ لیکن معلوم رہے کہ اوّل تو تین طریق فاتحہ سے ایک طریق فاتحہ میں یہ بات پیش آتی ہے اس میں بھی جب اسی قسم کی شہوت طعام والے چن کر جمع کیے جائیں وہ بھی موسم قحط سالی میں، تو ظاہر ہے کہ یہ صورت نہایت نادر قلیل وقوع ہے بلکہ شاید صورت فرضی امکانی ہووے اور عالم وقوع میں بھی نہ آئے اور ایسی صورت کو پیش نظر کر کے علی العموم فاتحہ کو منع کرنا شان تفقہ فی الدین سے بعید ہے۔

دوسری دلیل براہین قاطعہ صفحہ ۶۹ میں ہے:

"فاتحہ یا قرآن پڑھ کر ثواب میت کو پہنچا دے تو دل سے نیت ایصالِ ثواب کی کرے۔"

اور صفحہ ۶۵ میں لکھا: "فاتحہ کی دُعا لغو اور لغو کا ترک مناسب ہے والذین ھم عن اللغو معرضون" الخ

خلاصہ ان کی تقریر کا یہ ہے کہ ثواب دل کی نیت سے پہنچ جاتا ہے منہ سے دعا مانگنا لغو ہے۔

الجواب: صحتِ نماز کو نیتِ قلبی کافی ہے بایں ہمہ مستحب کیا ذکر

marfat.com

لسانی کو فقہا کرام نے باوجود عدمِ ثبوت قرون ثلٰثہ کے۔ پس اسی طرح کو ثواب مردہ کو فقط نیت سے پہنچ جائے لیکن اختصار نیت اور موافقت دل و زبان کے واسطے دعا زبانی کرنا جائز ہونے سے خالی نہیں۔

ثانیاً یہ کہ فقہا صراحۃً دعا ایصال ثواب کا امر کرتے ہیں فقیہ شامی نے شرح لباب سے نقل کیا ہے کہ:

"پڑھے آدمی مردہ کے واسطے فاتحہ اور الٓمٓ مفلحون تک اور آیۃ الکرسی اور اٰمن الرسول وغیرہ ثم یقول اللھم اوصل ثواب ما قرأناہ الیٰ فلان۔"

یعنی پھر دعا کرے کہ یا اللہ! پہنچا دے ثواب میری قرأت کا فلانے کو۔

دیکھیے نیت میت سے جب کلام پڑھا تھا تو ایصالِ ثواب کے لیے بس تھا باینہمہ دُعا مانگنے کی ہدایت کی اور کیوں نہ کرتے دعا کی لذت کو دعا کرنے والے خوب جانتے ہیں الدعاء مخ العبادۃ مشہور ہے یعنی دُعا عبادت کا مغز ہے۔ اور فقیہ شامی نے متاخرینِ شافعیہ سے بھی دُعا کرنے کو نقل کیا ہے:

وصول القرأۃ للمیت اذا کانت بحضرتہ او دعی لہ عقبھا ولو غائبا لان محل القرأۃ تنزل الرحمۃ والبرکۃ والدعا عقبھا ارجی للقبول۔

یعنی ثابت ہے پہنچنا قرأت کا میت کو جب میت کے سامنے قرأت ہو، یا اگر سامنے نہ ہو اور میت غائب ہو تو پڑھ کر دُعا کر دی جائے اس واسطے کہ وقت قرأۃ رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے بناءً علیہ بعد قرأت دُعا کرنے میں بہت امید قبولیت کی ہے۔ انتہیٰ کلامہ

اس مقام پر بات میں بات نکل آئی کہ مجوزینِ فاتحہ نے اسی قبولیت کی نظر سے قرأت الحمد و پنج آیت وغیرہ جس کا پڑھنا میت کے لیے ثابت ہے مقرر کیا ہوگا۔

marfat.com

ثالثاً اوپر نقل ہو چکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امت کو ایصالِ ثوابِ اضحیہ یعنی قربانی میں جو عبادت مالی ہے شریک فرمایا باوجودیکہ حضور کی نیت بس کرتی تھی پھر بھی آپ نے تصریح فرمائی زبان سے ؛

اللھم ان ھذا منك ولك عن محمد وامته۔

اور مسلم کی روایت میں ہے ؛

اللھم تقبل من محمد وآل محمد ومن امة محمد ۔

اور عقیقہ میں سب مسلمان پڑھتے ہیں ؛

اللھم تقبلھا منی واجعلھا فداء لابنی من النار۔

یہ نصوص صریح ہیں کہ وہ شے صدقے کی اپنے سامنے رکھی ہوئی ہے اور اس کی قبولیت کی دعا کی جاتی ہے اور جس کو اس کے ثواب میں شریک کرنا ہے اس کا نام لیا جاتا ہے زبان سے ۔ اور قربانی کے لیے آچکا ہے ؛

وان الدم لیقع من اللہ تعالیٰ بمکان قبل ان یقع بالارض ۔

یعنی زمین پر گرنے سے پہلے خونِ قربانی قبول ہو جاتا ہے ۔

اس پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے قبولیت فرمائی کہ اللھم تقبل من محمد وآل محمد ۔ پھر طعامِ فاتحہ کی طرف اشارہ کر کے اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس طعام کو قبول فرما اور اس کا ثواب فلاں فلاں کو پہنچا ، یہ کس طرح بدعت ٹھہرے ۔ اور نبی کریم کی مانگی ہوئی دعا اور فقہاء کی جائز رکھی ہوئی دعا کو ہمارا منہ نہیں جو کہہ دیں کہ لغو ہے اور داخل کر دیں اس کو والذین ھم عن اللغو معرضون میں ۔ مؤلفِ براہین کو اختیار ہے جو چاہے کہے ۔ اور جس دلیل سے مؤلفِ براہین نے نیتِ نماز کا تلفظ جائز رکھا ہے قیاساً علی الحج ، جیسا کہ تحقیق بدعت میں گزر چکا ۔ دیکھنا چاہیے کہ یہ ہمارا ثبوت کس قدر اعلیٰ ہے اس سے انصاف

marfat.com

شرط ہے۔

تیسری دلیل براہین قاطعہ صفحہ ۶۹ ؛ "دعاء الخفیۃ مایفعلہ فی نفسہ قال شارح المنیۃ لیس فیھا رفع لان فی الرفع اعلانا۔ اور یہاں ایصال ثواب میں دُعا خفیہ ہے کہ دل میں غرض ایصالِ ثواب کی ہے" الیٰ آخرہٖ

یہ دلیل آپ نے اس پر گزاری کہ ہاتھ اٹھا کر جو فاتحہ میں دُعا مانگتے ہیں یہ موجبِ کراہت ہے اس لیے کہ یہ دُعا خُفیہ ہے اور دُعا خفیہ میں ہاتھ اٹھانا نہیں آیا۔ جواب اس کا یہ ہے جب کوئی کسی طرف سے کھلاتا ہے یا شیرینی فاتحہ کی بانٹتا ہے اس کی شہرت سب میں ہوتی ہے کہ فاتحہ فلاں ولی اللہ کی ہے یا کھانا فلاں میّت کا ہے یہ کوئی فعل مخفی نہیں ہوتا کہ دل ہی دل میں رہے کوئی نہ جانے اور اعلان نہ ہو اور دعائے خفیہ کا موقع وُہ ہوتا ہے جو خود مؤلفِ براہین کی عبارت منقولہ میں موجود ہے ترجمہ کر کے دیکھنا چاہیے۔ یعنی دُعائے خفیفہ وُہ ہوتی ہے جس کو آدمی زبان سے نہیں بلکہ دل ہی دل میں کرتا ہے تو ایسی دُعا میں ہاتھ اٹھانا نہیں اس لیے کہ جی ہی جی میں دُعا مانگنا اخفا اور پوشیدگی کو متقضی ہے اور ہاتھ کے اٹھانے میں اعلان ہوگا یعنی سب جان لیں گے کہ یہ شخص دُعا مانگتا ہے۔ اب اربابِ انصاف خیال فرماویں کہ طعام فاتحہ میں تو صاحبِ طعام و شیرینی کو اس قدر اخفا منظور نہیں ہوتا کہ کوئی معلوم نہ کرے کہ اس نے کس کی رُوح کو ثواب پہنچایا ہے۔ جب یہ بات نہیں تو دعائے خفیہ نہیں رہی بلکہ دعائے رغبت ہُوئی، کیونکہ وہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! قبول کر ہم سے یہ قرأت اور طعام اور پہنچا دے ثواب اس کا روحِ میّت کو۔ اور دعائے رغبت میں ہاتھ اٹھانا سنّت ہے۔ عینی شرح ہدایہ میں بن الحنفیہ سے روایت کی ہے:

فی دعاء الرغبۃ یجعل بطون کفیہ نحو السماء۔ یعنی دعائے رغبت

marfat.com

میں دونوں ہتھیلیاں آسمان کی طرف اٹھائے۔

اور اس مقام سے گیارہ سطر پہلے ایک سوال کیا کہ ما وجہ رفع الیدین عند کل دُعاء یعنی کیا وجہ ہے کہ ہر دُعا میں ہاتھ اُٹھائے جاتے ہیں۔

پھر جواب علامہ سید سمرقندی کی روایت سے دیا کہ یرفع یدیہ حتی یری بیاض ابطیہ قال النبی علیہ السلام ان ربکم حیی کریم فیستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ ان یردھا صفرا۔ الخ

اور اوپر گزر چکی یہ حدیث مشکوٰۃ سے اور نیز گزر چکی حدیث اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم۔ اور مضمون رفع یدین کا دعا میں کتب فقہ غنیۃ المستملی وغیرہ میں بھی تصریحاً موجود ہے۔ پس بخوبی ثابت ہو گیا کہ دعائے فاتحہ دعائے رغبت ہے اور دعائے رغبت میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے نہ کہ بدعت۔ اور وقتِ طواف جو حضرت نے دعا میں ہاتھ نہ اٹھایا، اوّل تو وہ موقع چلنے پھرنے اور دوڑنے وغیرہ کا ہوتا ہے اور فاتحہ مقام سکون و قرار ہے ایک دوسرے پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ دُوسرے یہ کہ موقع طواف میں خاصتہً ہاتھ اٹھانا فعلِ یہود ہے نقل عن جابر انہ فعل الیھود۔ اور دعائے فاتحہ میں ہاتھ اٹھانے کو نہ کسی نے فعلِ یہود کہا اور نہ ہنود کی سنکلپ میں رفع یدین کا دستور، اس واسطے کہ وہ لوگ ہاتھ میں چُلّو پانی لیے رہتے ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے بناءً علیہ ایسے دلائل واہیہ سے دعائے فاتحہ میں رفع یدین کو غیر مشروع قرار دینا فہم و روایت کے خلاف ہے۔

چوتھی دلیل براہین قاطعہ صفحہ ۶۹ "اور تشبہ ہنود کا اس میں مقرر ہے کیونکہ تمام ہنود میں رسم ہے اور ان کا یہ شعار ہے کہ طعام پر بید پڑھواتے ہیں جس کا دل چاہے ہنود سے تحقیق کر لیوے۔ مولوی عبید اللہ اپنے تحفۃ الہنود میں لکھتے ہیں کہ ہر سال جس تاریخ میں کوئی مرا اس ہی تاریخ ثواب پہنچاتے ہیں اور

marfat.com

اس کو ضرور جانتے ہیں اور پنڈت اس کھانے پر بید پڑھتا ہے"۔ انتہیٰ

جواب: اکثر مانعین فاتحہ کو تشبّہ بالہنود کا دھبّہ لگاتے ہیں، اور فی الحقیقت اہلِ اسلام اس سے پاک ہیں کچھ ذکر اس کا اوپر بھی گزرا باقی اب بہ تفصیل بیان کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ مذہب ہنود کا وید ہے جس کو وہ کتاب آسمانی اور کلامِ الٰہی سمجھتے ہیں۔ وید میں ہرگز یہ بات نہیں کہ میّت کسی کی عبادت بدنی یا مالی سے کامیاب ہوتا ہے بلکہ انسان اسی عمل کا نفع پاتا ہے جو بذاتِ خود کر جاتا ہے۔

یجروید ادھیائے ۴۰، منتر ۱۵ میں ہے: "جسم کا پھونک دینا آخری کام ہے"۔

شارحین نے یہ مطلب اس کا شرح کیا ہے کہ جو کام انسان کے ساتھ کرتے تھے وہ سب ہو چکے بس آخری یہی ایک کام ہے کہ جلا دیا جائے اگر بعد جلا دینے کے کوئی اور کام بھی باقی ہوتا تو وہ بیان ہوتا اور جلانے کو آخری کام نہ قرار دیا جاتا اور منوسمرتی ادھیائے ۴۔ اسلوک ۲۳۹ میں اس کی تشریح زیادہ تر ہے عبارت یہ ہے "معنی اسکے یہ ہوئے کہ پرلوک میں یعنی اس عالم میں جو کہ بعد موت پیش آتا ہے نہ باپ مدد کر سکتا ہے نہ ماں نہ بیٹا نہ جورو نہ قومی بھائی البتہ تنہا دھرم مددگار ہوتا ہے"۔ انتہیٰ

اس سے صاف روشن ہے کہ آدمی کا دھرم کام آتا ہے بعد موت کسی کی مدد سے کام نہیں چلتا۔ بس معلوم ہوا کہ یہ لوگ جو کچھ ایصالِ ثواب میّت کے ڈھنگ چلتے ہیں۔ یہ ان کا اصل مذہب نہیں پھر اس کو شعارِ ہنود قرار دینا بڑی غفلت ہے، ہم جو اپنے نواح میں دیکھتے ہیں تو ہنود کے تین مَتہ پاتے ہیں:

① آریہ سماج
② سرادگی

marfat.com

④ برہمنوں کا برتاؤ

سو یہ آریہ سماج جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اپنے اصل وید پر چلتے ہیں وُہ تو اموات کو پہنچنا اعمال مالی و بدنی کا کچھ بھی تسلیم نہیں کرتے۔

اور اسی طرح سراد گی قوم اب باقی رہے وہ جو برہمنوں کے متھ پر چلتے ہیں سو ان کے حالات کتاب تحفۃ الہند سے جس کی مولف براہین قاطعہ نے سند پکڑی ہے لکھتا ہوں۔ تحفۃ الہند مطبوعہ فاروقی صفحہ ۵۸، سطر ۱۱:

ہندوؤں کے دین میں ثواب پہنچانے کا یہ طریق ہے کہ مثلاً کھانا یا کپڑا وغیرہ جس چیز کا ثواب پہنچانا ہو تو اس کا سنکلپ یعنی نیت یوں کریں کہ ثواب پہنچانے والا داہنے ہاتھ میں پانی لے کر شاستری زبان میں یہ کہے کہ اب جو فلانا مہینہ فلانی تاریخ فلانا دن ہے تو میں فلاں شخص فلانی میری قوم فلانی چیز فلانے شخص کے لیے صدقہ کرتا ہوں پھر اس پانی کو زمین پر ڈال دے۔ تمام ہوا کلام تحفۃ الہند کا۔

واضح ہو کہ اس عاجز راقم الحروف نے ہنود سے بھی تحقیق کیا اور کتاب سنکلپ کی اس عاجز کے پاس بھی موجود ہے۔ سب تحقیقات سے یہی معلوم ہُوا کہ مضمون مذکورہ بالا زبان شاستری میں پڑھتے ہیں علاوہ برآں دیوتا وغیرہ کا بھی نام لیتے ہیں جن کا بیان طویل ہے لیکن وید جس کو وہ لوگ کلامِ الٰہی اعتقاد کرتے ہیں نہیں پڑھتے کسی بڑی سنکلپ شادی وغیرہ میں البتہ ایک منتر پڑھ دیتے ہیں جس کا مضمون یہ ہوتا ہے کہ آدسمیرے مکرم وہ، اپنے نزدیک ارواح کو بلاتے ہیں السنسکرت پڑھ کر بھلا اہلِ اسلام کی فاتحہ کو اس سے کیا مناسبت! راقم نے ایک پنڈت سے پوچھا،

کیوں جی تمہارے وید میں تو کچھ بھی حکم ایصالِ میت کا نہیں تم نے یہ کہاں

marfat.com

سے نکالا؟

جواب دیا کہ اگرچہ بید میں نہیں لیکن اس سے نفع ہوتا ہے بالفرض اگر میّت کو نہ پہنچا تو اس کے وارث خیرات کرنے والے کو ثواب پہنچے گا جس بہانے سے خیرات نکلے بہتر ہے۔

اس وقت مجھ کو خوب یقین ہوگیا کہ یہ باتیں ان کی بنائی ہوئی ہیں اور تصدیق ہوگیا لکھنا مولوی عبید اللہ صاحب کا تحفۃ الہند صفحہ ۶ :

"یہ برہمنوں کے بڑوں نے اپنی اولاد کی گزران کی خوب تدبیر کری ہے کہ سنکلپ کیا ہوا مال سوائے برہمنوں کے کوئی نہ لیوے۔ انتہیٰ کلامہ

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ ایسے ایسے احکام ان کے مذہبی نہیں تو معلوم ہوگیا کہ یہ اور مذاہب سے انہوں نے لیے۔ گمان غالب ہے کہ جب مسلمانوں کو ہنود نے ایصالِ ثواب مالی و بدنی میّت کے لیے کرتے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ کہتے ہیں اللھم اوصل ثواب ماقرأت وما انفقت الیٰ فلان یعنی اللہ پہنچادے ثواب ہمارے پڑھنے کا اور ہمارے خرچ کرنے کا جو کھانا وغیرہ کیا ہے طرف فلاں میّت ہماری کے۔ اور مسلمانوں کو ہزار برس سے زیادہ اس ملک میں پھیلے ہوئے ہوگئے تو غالباً ہنود نے اہلِ اسلام کی باتیں دیکھ کر کچھ کچھ اُس کے قریب قریب اپنے مذہب میں سنکلپ وغیرہ جاری کردیا کچھ اخذ کیا ہُوا ادھر کا ہوا اور کچھ ان کا ایجاد سب مل ملا کر یہ شکل ان میں پیدا ہوگئی اور ان کے پیشوایان شکم بندہ نے شاستر میں بھی ان باتوں کو درج کردیا۔ ہم افسوس کرتے ہیں مانعین بے تحقیق کے حال پر جو ہندوؤں کو قواعد ایصالِ ثواب میں اصل اصول قرار دے کر مسلمانوں کو اُن کا پیرو اور تشبّہ قرار دیتے ہیں۔ نہیں نہیں ہم کو اُن سے کچھ مناسبت نہیں۔ وہ لوگ وقت سنکلپ پانی چُلّو میں لیے رہتے ہیں۔ سنکلپ کیا ہوا مال سوائے برہمن

marfat.com

کے کسی کو نہیں دیتے اگرچہ برہمن مالدار دولتمند اور دوسرا آدمی نہایت درجہ محتاج تنگ دست ہو اور میت کا گھوڑا پوشاک برتن زیور وغیرہ جو کچھ دیتے ہیں مہابرہمن کو دیتے ہیں مہابرہمن وُہ ہوتا ہے جو میت کا صدقہ لیتا ہے۔ یہ مضامین تحفۃ الہند صفحہ ۸۵، ۸۶ میں موجود ہیں اور یہ کتاب مؤلف براہین قاطعہ کے نزدیک نہایت معتمد ہے اب کتاب "براہینِ قاطعہ" سے یہ بات نقل کرتا ہوں کہ تشبہ کون سا منع ہے صفحہ ۱۷۴ سطر ۱۳ میں ہے،

"جس شے شعار میں تشبہ ہے اس میں من کل الوجوہ تشبہ ہو تو منع ہے جیسا مثلاً تمام وردی نصاریٰ میں سے ایک کلاہ پہنی تو کلاہ من کل الوجوہ مشابہ ہوا اگر اس کلاہ میں بعض وجہ تشابہ کی ہو گی حرام نہ ہووے گی۔ انتہیٰ کلامہ

الحمد للہ کہ ہم کو جواب دینے کی حاجت نہیں خود ان کی زبانی قصہ طے ہوا، سب صاحب طریقہ مرسومہ اہل اسلام اور طریقہ مروجہ ہنود کو ملا کر دیکھیں کہ من کل الوجوہ تشبہ کہاں ہے اول تو ان کے وید میں ایصال ثواب میت کے لیے آیا ہی نہیں اور بہت آدمی قوم ہنود کے اس کو جائز نہیں سمجھتے۔ خیر اگر بعض ہنود نے اوروں کی دیکھا دیکھی یا مصلحت پرورش قومی وغیرہ کے سبب یہ کام کیا تو مشکل یہ ہے اُن کے یہاں صدقہ لینے والا قوم خاص اور پڑھنے والا قوم خاص اور سنکلپ یعنی ایصالِ ثواب میں خواہ کسی چیز کا ایصال ہو رفع یدین نہیں بلکہ چلو پانی ہاتھ میں لیے رہتے ہیں اور یہاں اہلِ اسلام میں کوئی امر امور مذکورہ سے نہیں بناءً علیہ دعویٰ تشبہ بالکل باطل ٹھہرا بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ اہلِ اسلام جو کچھ فاتحہ میں کرتے ہیں اپنے اصولِ دین کے موافق کرتے ہیں۔

تلخیص یہ ہے کہ ایصالِ ثواب مالی و بدنی ہر دو شرعاً ثابت اور جمع بین العبادتین ثابت اس میں نصوص شرعیہ نقل ہو چکیں اور اس حالت میں کرنا سامنے ہے اور

marfat.com

اس پر کچھ پڑھا اور دعا مانگی اس میں حدیثیں فعلی نقل ہو چکیں اور رفع یدین دُعا میں احادیث قولی و فعلی سے نقل ہو چکا اور اضحیہ جو ایک شے مالی ہے اور سامنے موجود ہے اس پر یہ دُعا زبانی کہ یا اللہ قبول کر اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آل و امت سے جس جس کو شریک ثواب میں کرنا تھا ان کا نام زبان مبارک سے لیا اس کی نقل بھی نصوص احادیث سے گزر چکی اور حال دُعاء حقیقۃ کا بھی گزر چکا پس اہلِ اسلام یہ امور حسب قواعد شرعیہ کرتے ہیں اور اگر احیاناً کسی شخص کو بادی النظر میں کوئی امر متشابہ و مشترک معلوم ہووے تو چاہیے کہ وہ اس کو تشبہ قرار نہ دے قسم توافق ملتین سے سمجھے جیسا کہ اہلِ اسلام خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں ہنود بھی وجود باری تعالےٰ کا اقرار کرتے ہیں اصطلاحِ شرع میں اس کا نام تشبہ نہیں اس کو موافق ملتین کہتے ہیں اور یہ ممنوع نہیں۔ الحاصل "براہین قاطعہ" گنگوہی میں جو فاتحہ مروجہ میں جمع بین العبادتین مان کر چار وجوہ خارجی سے کراہت عارضی قایم کی تھی وہ حرارت عارضی کی طرح تبرید ادلۂ شرعیہ سے تعدیل پا چکے والحمد للہ علیٰ ذالک۔

لطیفہ مؤلفِ براہینِ قاطعہ نے صفحہ ۱۱۳ سطر ۷ میں لکھا ہے: تشبہ کے لفظ میں اخذ تکلف ہے سو قصد اور فعل متکلف کا اس میں ہونا چاہیئے پس اس کی یہ صورت ہے اگر کسی نے کوئی کام نادانستہ کیا اور اس کو خبر ہوئی تو ازالہ کرے ورنہ اب بعد علم کے متشبہ ہو گا پہلے متشبہ نہ تھا اور اپنے فعل میں عاصی بھی نہیں تھا انتہیٰ بلفظہٖ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جن امور میں تشبہ کفار کے ساتھ لازم آتا ہے اگر آدمی نہ جانتا ہو کہ ان میں تشبہ ہے اور اس حالت نادانستگی میں یہ فعل کرتا رہے تو جب تک اس کو علم تشبہ حاصل نہ ہو اس وقت تک وہ معافی میں ہے نہ وہ متشبہ ہے کہ جو حکم من تشبّہ بقوم میں داخل ہو اور نہ عاصی ہے۔ پس اس تقریر

marfat.com

کے موافق سب فاعلینِ فاتحہ و میلاد شریف بری ہو چکے وہ ہرگز ان امور کو تشبہ بالہنود نہیں جانتے جب ان کو ثبوتِ تشبہ نہیں ہوا تو باقرار مولف برامین متشبہ اور عاصی نہ ہوئے۔

جمعرات کی فاتحہ

لمعہ ثانیہ میں جمعرات کی فاتحہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے: ۱

"و در بعض روایات آمدہ است کہ روحِ میت مے آمد خانہ خود را شب جمعہ پس نظر مے کند کہ تصدق مے کند از وے یا نہ۔"

اور خزانۃ الروایات میں ہے:

عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تتخلص لیلۃ الجمعہ وتنتشر فجاءوا الیٰ مقابرھم ثم جاؤا فی بیوتھم۔[1]

اور صدر بن رشید تبریزی نے دستور القضاۃ میں لکھا ہے:

ومن الفتاوی النسفیۃ ان الارواح المومنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطوا علینا بالصدقۃ و اذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا قد کان ھذا المال الذی فی ایدیکم فی ایدینا فیرجعونا منھم باکیاً حزیناً ثم ینادی کل واحد منھم

---

[1] بعض علماء محققین سے ہے کہ روحیں چھوٹتی ہیں جمعہ کی رات کو اور پھیل جاتی ہیں قبروں کی طرف آتی ہیں یعنی جہاں ان کے جسم مدفون ہیں پھر اپنے گھروں کی طرف آتی ہیں یعنی جہاں حالتِ حیات دنیا میں مقیم تھیں۔

marfat.com

بصوت حزین اللھم قنطھم من الرحمۃ کما قنطونا من الدعاء والصدقۃ۔[1]

اور علی بن احمد غوری نے کنز العباد میں بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

ان صاحبوں کا قاعدہ ہے جس کتاب میں ان کے خلاف عقاید بیان ہوتے ہیں اس کو کہہ دیا کرتے ہیں یہ معتبر نہیں اس کی ضعیف روایتیں ہیں اس لیے میں خبردار کرتا ہوں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مولوی اسحاق صاحب نے مائۃ مسائل میں چند مقام پر سند پکڑی ہے اور خزانۃ الروایات سے بھی انہوں نے سند پکڑی ہے۔ مائۃ مسائل کے مسئلہ ہشتاد و سوم میں اور مسائل اربعین کے مسئلہ سی و پنجم میں و مسئلہ بست و سوم میں اور دستور القضات کی بھی سند پکڑی ہے مسئلہ سیزدہم مائۃ مسائل میں، پس یہ کتابیں ان کے بزرگواروں کی مسلّم الثبوت قابلِ سند ہیں، غرضکہ ان معتبر کتابوں کے موافق معلوم ہوا کہ جو لوگ کچھ خیر خیرات اور دعا و درود وغیرہ نہیں کرتے ان کے گھر سے روحیں موتی کی غمگین ناامید ہو کر ان کو کوستی بددعا دیتی ہیں بناءً علیہ سلف میں دستور تھا کہ

---

[1] فتاوٰی نسفیہ امام نجم الدین علامہ سمرقند کا ہے وفات ان کی ۵۳۷ھ میں ہے الحاصل اس فتاوٰی سے کہ بیشک روحیں اہلِ ایمان کی آتی ہیں ہر جمعرات کی رات کو اور دن کو پھر کھڑی ہوتی ہیں اپنے گھروں کے سامنے پھر پکارتی ہیں سب روحیں غمگین آواز سے کہ میرے اہل اے میری اولاد اے میرے رشتہ دار ہم پر مہربانی کرو ساتھ خیرات کے اور یاد کرو ہم کو اور مت بھولو ہمارا ہماری خیریت میں یہ مال جو تمہارے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں تھا۔ پھر وہ روحیں پھر جاتی ہیں الٹی روتی ہوئی اداس اور غمگین کہتی ہیں یا اللہ! ناامید کیجیو ان کو اپنی سے جیسا ناامید پھیرا اس نے ہم کو دعا اور صدقہ سے۔

marfat.com

جمعرات کو صدقہ دیتے تھے لیکن آخری صدی کے بعض علماؒ نے چھڑا دیا۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کے تابعین کہتے ہیں اگر وہ میت بہشتی ہے تو روح اس کی بہشت کو چھوڑ کر کیوں آتی ہو گی اور کافر دوزخی ہے تو دوزخ سے نہیں چھوٹتی۔

ہم کہتے ہیں یہ خیالی اعتراضات سب بے اصل ہیں۔ یہ لوگ اپنے پیشوا مولوی اسمٰعیل کے دادا پیر جناب شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کیوں نہیں دیکھتے کہ سورۂ جن میں تحت آیت منّا القاسطون جو چار قسمیں جنات کی کی ہیں اس میں فرقہ چہارم کو لکھا کہ وہ جن بعض ارواحِ خبیثہ کو اپنے ساتھ لے کر اپنا ہمرنگ کر لیتے ہیں وُہ روحیں بھی لوگوں کو ستاتی پھرتی ہیں عبارت یہ ہے صفحہ ۱۰۵:

چہارم فرقہ دیگر اند کہ بطریق درزداں بعضی ارواح آدمیاں را کہ با خبیثاں در اخلاق بد مثل نخوت و تکبر و کینہ داری و تلطخ بہ نجاسات مناسبتے بہم می رسانند کشیدہ می برند و برنگ خود رنگیں مے کنند و آں ارواح را طریق درآمدن در مسام ابداں و برہم کردن مزاج ہا و تغیر کردن صورت ہا تعلیم مے نمایند تا بایں وسیلہ اذیٰ و رنجے با آدمیاں رسانند و فرقہ آدمیاں را فاسد نمایند۔

اور سورہ عبس تحت آیۃ ثم اماتہ فاقبرہ لکھتے ہیں صفحہ ۵۸:

خلقت آدمی از خاک است و بحکم کل شئی یرجع الیٰ اصلہٖ اورا با صل خودش راجع باید ساخت بخلاف آتش کہ مادۂ خلقت شیاطین و جنیاں است پس چوں بدن آدمی را بعد از موت بآں سوزند ارواح لطیفہ او باذود آتش آمیزش نمودہ مشابہت تام با شیاطین و جنیاں پیدا کنند و ازیں است کہ اکثر ارواح وکسانیکہ سوختہ می شوند بعد از موت حکم شیاطین مے گیرند و بآدمیاں مے چسپند و ایذا می دہند پس در دفن کردن ارجاع شئے بہ حقیقت خود است و در سوختن قلب حقیقت انتہیٰ

دیکھیے یہ لوگ ارواح کی حرکت کو محال سمجھتے تھے ان کی مسلّم الثبوت کتاب

marfat.com

شاہ صاحب کے کلام سے حرکت دسیہ ارواحِ خبیثہ تک کی ثابت ہوگئی ان کے اعتراض توڑنے کو تو یہی حجت بس ہے باقی اور جماعتِ اسلام طالبان دلیل حق کے لیے یہ لکھا جاتا ہے کہ ارواح کی حدیث معراج سے ثابت ہے کہ جمیع انبیاء علیہم السلام کی رُوحیں بیت المقدس میں جمع ہوئیں اور اوپر نقل کر چکے ہم شرح مشکوٰۃ وخزانۃ الروایات ودستور القضات وغیرہ سے یہ روایتیں کہ روحیں جمعرات کو اپنے گھر پہ آتی ہیں۔

اور اسی طرح لمعہ ثالثہ میں تنزل الملٰئکۃ والروح کا بیان اور یہ روایت آئے گی کہ شبِ برات وعید کو روحیں آتی ہیں اور مباحث مولد شریف میں بھی بیان سیر ارواح کا آئے گا اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ اور اب دو ایک روایتیں اور بھی نقل کی جاتی ہیں۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سُہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب عوارف کے باب چھپن[۵۶] میں یہ حدیث نقل کی ہے:

روی سعید بن المسیب عن سلمان قال ارواح المومنین تذھب فی برزخ من الارض حیث شاءت بین السماء والارض حتی یردھا الی جسدھا۔

(روایت کیا سعید بن مسیب نے سلمان سے کہا اس نے روحیں مومنوں کی جاتی ہیں زمین کے برزخ میں جہاں چاہتی ہیں آسمان وزمین کے بیچ میں یہاں تک کہ رد کرے اُن کو طرف ان کے بدنوں کی)

اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتیٰ والقبور میں لکھا ہے:

ابن ابی الدنیا از مالک روایت کرد کہ ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند می روند الخ

اور اس سے پہلے اس فصل میں شہداء کے حق میں لکھا ہے:

حق تعالیٰ در حق شہداء می فرماید احیاء عند ربھم اقوال شاید باشد مردان

marfat.com

کہ حق تعالیٰ ارواح شان را قوتِ اجساد میدہد ہر جا کہ خواہند سیر کنند و این حکم مخصوص شہدا نیست انبیاء و صدیقاں از شہدا افضل اند و اولیا ہم در حکم شہدا اند کہ جہاد بالنفس کردہ اند کہ جہاد اکبر است یعنی رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر ازاں کنایت است و لہذا اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا اجسادنا ارواحنا یعنی ارواح ما کار اجساد می کنند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می بر آید میگویند کہ رسولِ خدا را سایہ نبود صلی اللہ علیہ وسلم ارواح ایشاں در زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند و دوستاں و معتقداں در دنیا و آخرت مددگاری مے فرمایند و دشمناں را ہلاک می نمایند انتہیٰ

ان روایتوں سے ارواح کی سیر کرنی دنیا میں بھی ثابت ہوئی اور یہی مذہب ہے اہلِ سنت وجماعت کا۔

امام عبداللہ یافعی یمنی قدس سرہٗ کتاب روضۃ الریاحین میں الحکایت الثامنۃ والستون بعد المائۃ کے آخر میں لکھتے ہیں:

مذہب اہل السنۃ ارواح الموتی ترجع فی بعض الاوقات من علیین او سجین الی اجسادھم قبورھم عند ما یرید اللہ تعالیٰ و خصوصاً فی لیلۃ الجمعۃ و یومھا و یجلسون و یتحدثون۔ الیٰ آخرہ

مذہب اہل سنت کا یہ ہے کہ ارواح موتیٰ آتی ہیں بعض اوقات علیین یا سجین سے اپنے ابدان میں جو قبور میں ہیں جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے خاص کر شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ کو آتی ہیں بیٹھتی ہیں باتیں کرتی ہیں۔ الخ

اور اشباہ والنظائر کے احکام الجمعہ میں لکھا ہے: وفیہ یجتمع الارواح وتزار القبور کذا فی الدر المختار و شرحہ یعنی جمعہ کے دن روحیں جمع ہوتی ہیں اور زیارت قبور کی جاتی ہے۔

marfat.com

غرضکہ قبور تک ارواح کا آنا شبِ جمعہ و روزِ جمعہ ان معتبر کتب سے ثابت ہوا۔ باقی قبور سے اپنے گھروں میں آنا، وہ خزانۃ الروایات سے ہم اوپر نقل کر چکے ؛

جاءوا اولا الی مقابرھم ثم جاءوا فی بیوتھم۔

اس روایت کے موافق اختتام صدی اول و شروع صدی دوم ہجری میں ایک عجیب قصہ گزرا ہے وُہ بھی بہ طور استیناس لکھا جاتا ہے امام ابو محمد عبد اللہ یافعی یمنی طیب اللہ ثراہ روضۃ الریاحین میں لکھتے ہیں :

عن بعض الصالحین قال کان لی ابن استشھد فلم ارہ فی المنام الا لیلۃ توفی عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرائی لی تلک اللیلۃ فقلت یا بنی الم تمت میتاً فقال لا ولکنی استشھدت وانا حی عند اللہ اُرزق فقلت لہ ماجاء بک فقال نودی فی اھل السماء الا لایبقی نبی ولا صدیق و لا شہید الا و یحضر الصلوٰۃ علی عمر بن عبد العزیز فجئت لاشھد الصلوٰۃ ثم جیتکم لاسلم علیکم۔

یعنی بعض صالحین سے روایت ہے وُہ فرماتے ہیں میرا بیٹا شہید ہوگیا تھا میں نے کبھی اس کو خواب میں نہ دیکھا سوا اُس دن کے کہ جب عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہُوا مجھ کو اس رات دکھائی دیا، میں نے کہا بیٹا! تم مرے نہیں ؟ کہا کہ نہیں مرا میں تو شہید ہوں جیتا ہُوں اللہ تعالیٰ سے مجھ کو رزق ملتا ہے۔ میں نے کہا کہ پھر تم کیوں کر آئے ؟ کہا آسمان میں آواز دی گئی تھی کہ خبردار کوئی نبی اور صدیق اور شہید باقی نہ رہے سب عمر ابن عبد العزیز کے جنازہ پر نماز پڑھیں سو میں ان کی نماز پڑھنے آیا تھا پھر تمہارے سلام کرنے کو بھی حاضر ہو گیا الخ

الحمد للہ کہ ہم جو بنظر ایصال ثواب اموات ترغیب خیرات دعوٰی کرتے تھے

marfat.com

کہ اہل اسلام کی رُوحیں خواہ وہ بالکل ابرار متقین ہوں خواہ بیچارے عصاۃ مذنبین ہوں آنا ان کا روایاتِ کتبِ اسلامیہ سے بخوبی ثابت ہوگیا مذہبًا و روایۃً و کشفاً و درایۃً۔ ان صاحبوں کی بڑی بے منصفی کہ اپنے پیر و مرشد قبلہ کے منہ سے جو بات نکلی وہ تو پتھر کی لکیر ہو جاتی ہے دوسرا شخص کیسے ہی دلائل قویہ سے ثابت کرے اس پر ایمان نہیں لاتے۔

رُوحوں میں چھینا جھپٹی

اب دیکھیے مولوی اسمٰعیل نے جو صراطِ مستقیم کے آخر ورق میں اپنے پیر و مرشد کی تعریف میں لکھا ہے کہ "حضرت غوث الثقلین اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کی روحیں ان کی طرف متوجہ ہوگئیں اور ایک مہینے تک ان میں چھینا جھپٹی اور لڑائی رہی یعنی ایک کہتی تھی کہ ہم سید احمد صاحب کو اپنی طرف لیں دوسری کہتی تھی کہ ہم لیں آخر دونوں پاک روحوں نے آپس میں صلح کر کے یہ بات ٹھہرائی کہ اچھا سید احمد صاحب میں ہمارا تمہارا دونوں کا سا جھار ہا تب ایک دن دونوں روحیں ان پر ظاہر ہوئیں اور توجہ قوی ایک پہر تک دی اتنی دیر میں دونوں طریقوں کی نسبت حضرت کو نصیب ہوگئی" انتہی کلامہ

اب دیکھیے کہاں حضرت غوث اعظم کا مزار بغداد شریف میں اور کہاں خواجۂ عالی شان نقشبند کا مزار بخارا میں۔ پھر ان کی روحیں خبر نہیں علیین کے کس طبقہ اور جنت کے کس درجہ میں ہوں گی اور یہ بھی ہے کہ ان دونوں حضرات مقدس کے مریدوں میں سیکڑوں اولیاء اللہ کامل کیا کہوں بلکہ ہزاروں لاکھوں مقبولین ہوں گے تسپر بھی ان کی ہوس نہ بجھی اور سید احمد صاحب کی ان کو خواہش پیدا ہوئی کہ سید احمد صاحب کو اپنی نسبت مریدی میں لیجئے اور اسی آرزو میں علیین یا بہشت سے ہندوستان میں وُہ روحیں توجہ دینے کو اُتر آئیں۔ ہم اس کو رد

marfat.com

نہیں کرتے لیکن ان دانشمند مصنفوں کے حال پر افسوس کرتے ہیں کہ یہ مولوی اسمٰعیل صاحب کی تحریر باوجودیکہ از روئے عقل اس میں چند باتیں خلاف عادی معلوم ہوتی ہیں لیکن اس کو مسلّم رکھتی ہیں اور ہم روحوں کا آنا اپنے گھروں پر باوجود مقتضائے عقل ہونے کے البتہ اپنا گھر ہر کسی کو مالوف ہوتا ہے جب ارواح نے دنیا کی سیر کی تو اپنے گھروں کی سیر کیوں نہ کریں گی اور روح کو بعد مکانی نہیں کیونکہ وُہ مجردات سے ہے اگر ثابت کرتے ہیں اور اس پر حدیث بھی پیش کرتے ہیں اور روایات فقہا رحمہم اللہ کی سند گزارتے ہیں اس پر انکار کرتے ہیں اور اس اعتقاد کے باعث ہم لوگوں کو اور ہمارے ساتھ اُن مفتیانِ دین کو جو یہ روایات اپنے فتاوٰی میں درج کر گئے ہیں بدعتی کہنے لگے ہیں یہ وہی مثل ہے جس طرح معتزلہ خود اپنے کو "اصحاب العدل والتوحید" نام کرتے ہیں اور اہلسنت وجماعت کو بدعتی اور ارباب الہوا کہتے ہیں اور یہ کہنا اہلِ انکار کا قصہ سید احمد صاحب میں کہ یہ ان کو مکاشفہ ہو گیا تھا اس کی تحقیق مباحث مولد شریف لمعہ سادسہ مقام تحقیق سیر ارواح میں آئے گی۔

براہین قاطعہ کا اعتراض رُوحوں کی بددُعا پر، پھر اس کا جواب

اور مولف براہین قاطعہ گنگوہی کا یہ اعتراض رُوح میّت کی بددعا دینے پر صفحہ ۸۰ میں کہ اگر زندہ نے مُردہ کو ثواب نہ پہنچایا تو کوئی ظلم اس نے میّت پر شرعاً نہیں کیا ہاں احسان بھی نہیں کیا پس احسان نہ کرنے پر بددعا ظلم ہے میّت باوجودیکہ ظلمت ونفس وشیطان سے چھوٹا حقیقۃ الامر خیر وشر اُس کو برزخ میں واضح ہو گئی وُہ اب بھی بزعم مولف بعد ایتان کشف ویقین آخرت کی شر نفس میں مبتلا ہے یہ روایت قطعاً متہم ومتروک ہے انتہٰی ملخصاً

marfat.com

اعتراض کہ رُوحِ میّت کی دُعا بچند وجوہ مخدوش

○ بچند وجوہ مخدوش ہے اول یہ کہ حدیث کی قوّت وضُعف وسُقم پہچاننے کے لیے میزان شرعی اسناد ہے اگر مولف براہین کو اسناد معلوم نہ تھی تو مفتیان شرع متین کی نقل پر جو چند فتاوٰی حنفیہ میں مرقوم ہیں اعتماد کیا ہوتا وہ روایت جمعرات کو روحیں آنے کی درصورت عدمِ تصدق بد دعا دینے کے فتاوٰی نسفیہ میں موجود ہے جس کو امام نجم الدین عمر بن محمد نسفی نے جو مشہور بہ علامہ سمرقند تھے تالیف کیا ہے اس میں وُہ سب مسائل جمع کیے ہیں جو ان کی حالتِ حیات میں اُن سے استفتاء کئے گئے تھے ۵۳۷ھ میں اُن کی وفات ہے معتمدین علمائے سلف سے تھے اسی واسطے علمائے خلف نے اُن کی روایت پر اعتماد کیا اور اپنے اپنے فتاوٰی میں درج کیا اور کیوں نہ کرتے صاحبِ دُرمختار لکھتے ہیں کہ ہمارے ذمہ واجب ہے یہ بات کہ جو متقدمین فتوٰی دے گئے ہیں ہم اس کا اتباع کریں۔ اصل عبارت یہ ہے ؛

فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ۔

اور شامی شارح درمختار اس مقام پر لکھتے ہیں ؛ فانہ لا یسعنا مخالفتھم۔ یعنی بے شک بات یہ ہے کہ ہم کو ہرگز گنجائش نہیں کہ ان کے قرار داد کی مخالفت کریں۔

○ وجہ ثانی مولفِ براہین نے اس روایت کو رد کیا تو کس طرح کہ بالکل اوہام وخیالات سے رجماً بالغیب اور یہ جائز نہیں جن صاحبوں نے روایات دین کو خالی باتوں سے رد کیا ہے اُن کو فقہاء و محدثین اہلِ سنّت نے الفاظِ شنیعہ سے یاد کیا ہے مثلاً یہ حدیث جو صحیحین میں ہے کہ جب ملک الموت نے موسٰی علیہ السلام سے

marfat.com

کہا کہ میں قبض روح کو آیا ہوں حکم الٰہی قبول کیجئے تب حضرت موسٰی نے ایسا تھپڑ مارا کہ ملک الموت کی آنکھ پھوٹ گئی۔ پھر جناب باری میں جاکر عرض کی کہ خداوندا مجھ کو ایسے شخص کے پاس کیوں بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا الیٰ آخرہٗ

اس حدیث پر بعضے عقلی خیالات والوں نے طعن کیا کہ موسٰی علیہ السلام کیوں بے قصور کو تھپڑ مارتے اور وہ بھی ایسا کہ آنکھ پھوٹ گئی نباذ علیہ یہ حدیث صحیح نہیں لیکن جو محدثین تھے انہوں نے اس حدیث کو تسلیم کیا اور معترض آدمیوں کو ملحد لکھا۔ عبارت یہ ہے ؛

وانکر بعض الملاحدۃ ھذا الحدیث قالوا کیف یجوز علی موسی فقاٴ عین ملك۔

اور یہ قرار دیا کہ حدیث کو عقلی باتوں سے رد نہ کرنا چاہیے بلکہ تاویل کرنی چاہئے اس حدیث میں تاویل ہو سکتی ہے کہ حضرت موسٰی کے پاس ملک الموت بشکل انسان آئے تھے انہوں نے جانا کہ یہ کوئی دشمن قتل کو آیا ہے اس کے دفع کرنے کیلیے تھپڑ مارا اتفاق سے آنکھ نکل پڑی الیٰ آخرہٗ اس نظیر سے ہم کو یہ ثابت کرنا ہے کہ روایات دینیہ کو ایسے خیالی شاخسانوں سے رد نہ کرے۔ محدثین ایسے کو ملحد کہتے ہیں۔

○ وجہ ثالث یہ کہ ترک و اتہام حدیث کے لیے عقلی تکا چلایا تو کیا کہ روحیں کیوں بد دعا دیتیں یہ نہ سمجھے کہ روح کو کچھ تو تعلق آب و گل بدن انسانی سے ہے فرشتے جو بالکل تکدر آب و گل سے مجرد ہیں وہ بھی بخیل ممسک کو بد دعا دیتے ہیں تو روح کا بد دعا دینا کیا بعید ہے۔ صحیحین کی حدیث بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ

ہر صبح کو دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! خرچ کرنے والے آدمی کو بدلا عطا کر اور بڑھا اور جو خرچ نہ کرے اس کا جمع کیا ہوا مال تلف کر

marfat.com

ہلاک فرما انتہیٰ

ظاہر ہے کہ جب رُوح دنیا میں مع الجسد تھی اُس وقت اُس کی نسبت احکامِ الٰہی اور تھے اور جب بدن سے مفارق ہو کر اُس عالم میں شامل ہوئی تب اس پر احکام و آثار اُس عالم کے مترتب ہوئے پھر کیا عجب ہے کہ جس طرح فرشتے خرچ نہ کرنے والے آدمی کو باذنِ الٰہی بددُعا دیتے ہیں اسی طرح روحیں بھی اس عالم میں جا کر ایسے آدمی کو جو مال دبا کر بیٹھ رہا اور اپنے مورث کو فاتحہ و صدقہ سے یاد نہیں کرتا باذنِ الٰہی بددُعا دیتی ہوں یہ کیا امر محال ہے جس کے خیال سے روایت مفتیانِ دین کو کہا جاوے کہ قطعاً متروک و متہم ہے۔

○ وجہ رابع یہ کہ اس دُعا کو ظلم ٹھہرانا بالکل بے اصل ہے کچھ تو مخدوش و مردود ہونا اس کا وجہ ثالث سے بھی سمجھا گیا علاوہ بر آں ظاہر ہے کہ اگر ورثا دعا اور تصدق کرتے تو ازروئے مسئلہ شرعیہ ثواب ان کو بھی ملتا اور میت کو بھی، جب کچھ نہ کیا تو دونوں محروم رہے پھر اگر ایک امر واقعی زبان ارواح سے صادر ہوا کہ الٰہی! جیسے ہم ناامید پھرے یہ بھی ناامید رہیں رحمت سے یعنی ثواب سے، تو یہ کس طرح ظلم ٹھہرتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ امر واقعی کی دعا کی جائے یہ تو تحصیل حاصل ہے جواب اس کا یہ ہے کہ فقیہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو خوب تحقیق کر دیا ہے کہ تحصیل حاصل کی دعا جائز ہے عبارت التقاطاً یہ ہے،

لوکان الدعاء بتحصیل الحاصل منھیا لما ساغ الدعاء لہ صلی اللہ علیہ وسلم لا بوسیلۃ ولا بلعن الشیاطین۔

یعنی اگر تحصیل حاصل کی دعا منع ہوتی تو نہ کی جاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وسیلہ کی جو بعد ازاں دُعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ دیجیو اور مقام محمود میں پہنچائیو کیونکہ یہ وعدہ خدا تعالیٰ خود فرما چکا اور اسی طرح

marfat.com

ناجائز ہوتی لعنت شیاطین پر کیونکہ وُہ خود لعنت میں ہیں بے دعا کئے انتہیٰ

اگر دعائے ارواح کے یہ معنی ہوں کہ اے وارثو! جس طرح تم نے ہمارے ساتھ ترکِ احسان کیا اور ہم محروم پھرے خدا کرے کہ جب تم مرو تمہارے ساتھ تمہارے وُرثاء ترکِ احسان کریں اور تم بھی نا امید رحمت وثواب سے پھرو تو اس مضمون میں کوئی اتلاف حق فرض وواجب کی دُعا نہیں جو ظلم قرار دیا جائے ، ترکِ احسان پر ترکِ احسان کی دُعا ہے اور جن مواقع میں کہ میت کی وصیت پر وارثوں نے بباعث حرص وطمع نفسی عمل نہ کیا اُن مواقع میں تو یہ دُعا ارواح کی کسی طرح محل کلام ہی نہیں پھر معترضین نے یہ ہی خیال کیا ہوتا کہ قدوم ارواح کی سب حدیثوں میں تو ذکر بددعا کا نہیں۔ ایک میں ہے تو یہ وہی موقع خاص ہوگا جس میں اتلاف وصیت صدقات ہے باقی اور مواقع میں فقط یہ بات کہ روحیں امیدوار آئیں اور ناکام واپس چلی گئیں غرضکہ ان صاحبوں پر لازم تھا کہ اس روایت میں یہ تاویل یا مثل اس کے اور کچھ جو جو محل صحیح نکلتے پیدا کرتے لیکن روایات متقدمین مفتیان دین متین کو رد نہ کرتے۔

○ وجہ خامس جب کوئی توجیہ ان صاحبوں کو نہ سُوجھی اور یہ ہی ان کو معلوم ہوا کہ یہ بددُعا قبیح ہے تو یہ کیا دلیل قائم کی کہ عالمِ برزخ میں جب خیر وشر واضح ہوگیا تو پھر کس طرح بعد کشف ویقین برا فعل یعنی بددعا کرنا ارواح سے صادر ہوتا ہم کہتے ہیں اگرچہ برزخ میں انکشاف خیر وشر ہے لیکن روز قیامت سب سے زیادہ انکشاف حقایق ہوگا پھر اس روز خدائے عالم الغیب والشہادۃ کے سامنے لوگ اپنے جرائم کو مکر جائیں گے جھوٹ بولیں گے تب ان کو نامہ ہائے اعمال دکھائے جائیں گے کہیں گے کہ فرشتوں نے زبردستی ہمارے نام لکھ دیے، تب ان کے ہمسائے بلائے جائیں گے وہ گواہی دیں گے ان کو بھی جھٹلائیں گے۔ تب رب العزت جل جلالہٗ ان

marfat.com

کے منہ پر مہر لگا کر پوچھے گا سب اعضاء بول اٹھیں گے کہ بیشک اس نے یہ گناہ کیے کذا فی التفاسیر۔ اور امام رازی نے تحت آیت ان یشہد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ زناکاروں کی پیشاب گاہ اس روز گواہی دے گی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

"آدمی کے اعضا میں اول ران اور ہتھیلی گواہی دے گی۔"

یعنی اس لیے کہ اول مساس ہاتھ سے واقع ہوتا ہے پھر وقت مباشرت ران تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب مجرموں کی گواہی دیں گے تو بعد ازاں وہ مجرم اپنے اعضا کو دھمکائیں گے کہ تم نے کیوں گواہی دی اور اپنے اعضاء کو بددعا دیں گے بعدا لکم وسحقا یعنی خدا تم کو دور کیجو اپنی رحمت سے اور ہلاک کیجو۔ یہ مضمون بددعا کا صحیح مسلم کی حدیث میں ہے۔

اور روح البیان میں ہے کہ جو مسلمان گنہ گار ہوں گے ان کے اعضاء بھی گناہ پر شہادت دیں گے لیکن جن اعضا سے انہوں نے نیک کام کیا ہے جب وہ شہادت اچھی دینے لگیں گے وہ بخش دیے جائیں گے۔

الحاصل روایات مذکورہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ قیامت کے روز جو نہایت درجہ انکشاف حقائق خیر و شر کا روز ہوگا اُس دن بھی آدمی ایسے ایسے بُرے کام کریں گے کہ خاص اللہ تعالیٰ کے سامنے مکر جائیں گے جھوٹ بولیں گے فرشتوں کو اور آسمان و زمین کے ٹکڑوں کو اور ہمسایوں کو سب جھٹلائیں گے اور پھر جب اعضا گواہی دیں گے حالانکہ انہوں نے باذنِ الٰہی گواہی دی ہے اور سچی گواہی دی ہے تسپر بھی بندہ اُن کو بددعا دے گا اور کوسے گا کما رواہ مسلم جب ایسے ایسے

marfat.com

کام مذکورہ بالا ایسے مقام کشف وعیاں میں ہوں گے تو بھلا عالمِ برزخ میں بد دُعا دینا ارواح کا کس طرح اس درجہ محال و مستبعد ٹھہرایا جس سے روایات فتاویٰ کو جھٹلایا۔

○ وجہ سادس حدیث صحیح ہے کہ یبعث کل عبد علے ما مات علیہ یعنی آدمی اُسی خصلت پر اٹھایا جائے گا جس پر مرا ہے۔

اور دوسری حدیث میں آیا ہے:

یُبعث الناس علی نیاتھم۔ یعنی آدمی اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔

اس سے معلوم ہُوا کہ جو صفاتِ محمودہ یا مذمومہ انسان کے جوہر روح میں راسخ ہو جاتی ہیں وہ بعد موت بھی قائم رہتی ہیں حتیٰ کہ انہی صفات کے ساتھ حشر اُس کا ہوگا۔ جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہیئے کہ آدمی دو قسم ہیں یعنی بالکل خاک جو غصہ نام کو نہیں عفو و صلح و تجاوز ان کا جبلی کام ہے اور بعضے وہ جو اپنے منافی طبیعت پر آزردہ ہو کر خفگی ظاہر کر دیتے ہیں۔ پس یہ دونوں آدمی بعد موت بھی اپنی اُسی جبلّت پر ہوں گے اور ظاہر ہے کہ آدمی قسم اول قلیل الوجود ہیں اور ثانی زیادہ بلکہ زیادہ سے زیادہ تر "للاکثر حکم الکل" کلیہ مسلمہ ہے پس جس طرح وہ لوگ دنیا میں جب دیکھتے تھے کہ اُن کے ایک نمک پروردہ یا رفیق نے جس پر ان کو بھروسا تھا شدت حاجت کے وقت جواب صاف دے دیا اور حقوق احسان و مروّت کو بالکل فراموش کیا تو بے اختیار بد دعا نکل جاتی ہے کہ جیسا تُو نے میرے ساتھ کیا تیری مشکل کی گھڑی میں بھی خدا ایسا ہی کیجیو جب وہ مر گئی اور عالمِ برزخ میں گئی تو وہی جبلّت اُن کے ساتھ تو گئی بناءً علیہ وہی مادہ فطری ان کا وہاں ظاہر ہوگا کہ جب ان کے اقربائے احسان فراموش اس کا مال مار کر بیٹھ رہیں گے اور دُعا صدقہ میں ذرہ بھر ان کو یاد نہ کریں گے وہ بے ساختہ ان کو بد دُعا دیں گے جس طرح کفار و فساق جو کچھ

marfat.com

صفات تکذیب وغیرہ کی دنیا سے ساتھ لے گئے تھے وہی محشر میں علی الاعلان ظاہر کریں گے جس طرح روایاتِ سابقہ میں گزر چکا۔

○ وجہ سابع الزامی اس روایت کو فقط بد دعا ارواح کے سبب رد کرتے ہیں اور مولوی اسمٰعیل صاحب کی تحریر مرقومہ ورق آخر صراطِ مستقیم کو رد نہیں کرتے جو لکھتے ہیں :

"روحِ مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ وتا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازعے درمابین روحیں درحق حضرت ایشاں ماندہ زیرا کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامہ بسوئے خود می فرمود۔"

دیکھیے یہاں اپنے پیر ومرشد کی بابت دو اماموں کی رُوح مقدس میں لڑائی ثابت کرتے ہیں لفظ تنازعہ لکھتے ہیں۔ منتخب اللغات میں ہے :

تنازع دشمنی وخصومت کردن۔ (تنازع دشمنی اور لڑائی کرنا ہے)

اور صراح میں لکھا ہے :

الخصام پیکار کردن باہم والاسم الخصومۃ۔ (الخصام ایک دوسرے سے لڑائی کرنا اور اسم الخصومۃ ہے)

مؤلفِ براہین کو لازم تھا کہ اول اس تحریر صراط مستقیم کو رد کرتے پھر رد روایت فتاوٰی نسفیہ میں قدم دھرتے۔ لیکن اس کو بڑی عبارت طویل سے صفحہ ۸۳ میں قوت دیتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی کثرت امت کی خواہش ہوئی ہے جناب فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولود عورتوں کے نکاح کی تاکید فرمائی ہے اسی واسطے ان دونوں اماموں نے جب سید احمد صاحب کا درجہ دیکھا اور جانا کہ ان کے بہت مرید ہوویں گے۔ دونوں نے اپنی اپنی طرف کھینچنا چاہا انتہٰی ملخصاً

marfat.com

یہ جواب نہایت رکیک ہے۔ سید صاحب کو بباعث کثیر المرید ہونے کے ولود عورت یعنی کثیر الولادت عورت کے نکاح سے جو تمثیل دی یہ خیال نہ کیا کہ ایسے شخص کے مرید کرنے کی تمنا درست ہے لیکن تنازع حرام جس طرح ولود عورت کی طرف رغبت صحیح ہے۔ لیکن اس میں لڑائی و مخاصمت حرام یہ تو نص قطعی کا معارضہ ہے۔ حق سبحانہٗ فرماتا ہے :

لا تنازعوا - (لڑائی نہ کرو)

شاہ ولی اللہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں :

با یک دگر نزاع مکنید - (ایک دوسرے سے لڑائی نہ کرو)

اور شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں :

آپس میں مت جھگڑو۔

پس جبکہ اس مکاشفہ تحریری کو بباعث حرمت تنازع رد نہ کیا تو چاہیے کہ روایات مفتیان دین کو بھی رد نہ کریں باوجودیکہ اس قسم کی دعا کی حرمت پر کوئی نص شرعی مولفِ براہین نے روایت نہیں کی جس طرح ہم آیہ لا تنازعوا نص قطعی پیش کرتے ہیں پس دعویٰ ان کا بلا دلیل شرعی نامسموع ہے اور یہ خیال اُن کا بوجوہ سبعہ مذکورہ مدفوع ہے۔

دوسرا اعتراض ارواح کے آنے پر صفحہ ۸۰ براہین میں یہ ہے کہ یہ روایتیں مخالف صحاح کے ہیں کیونکہ مشکوٰۃ میں نسائی اور احمد سے منقول ہے کہ جب میت کی رُوح برزخ میں جاتی ہے تو ارواح جمع ہو کر اپنے اقارب کا حال پُوچھتی ہیں تو وہ جو پہلے مرلیا تھا اس کو کہتا ہے کہ وُہ تو مجھ سے پہلے مرلیا تھا اگر ہر ہفتہ ارواح اپنے گھر جاتی ہیں تو اُن کو کیا حاجت استفسار کی ہے۔

جواب : حاجت استفسار کی کیوں نہیں مثلاً ایک ہر ہفتہ اپنے گھر آتا ہے

marfat.com

شب باش ہو کر چلا جاتا ہے تو چھ روز بعد چلے آنے اس شخص کے اگر کوئی اس کے گھر سے آئے گا تو وہ اپنے اقربا کا حال پُوچھے گا یا نہ پُوچھے گا سب عقلاً جانتے ہیں کہ وہ ضرور پُوچھے گا پس اُسی طرح رُوح شبِ جمعہ کو اپنے گھر گئی ہوئی تھی تو جو آدمی چارشنبہ یا روز پنجشنبہ کو مرے گا اور رُوح اس کی عالم برزخ میں جائے گی وُہ روح ضرور پانچ چھ روز کی غیبوبت کا حال اس روحِ تازہ سے پُوچھے گی کہ فلاں آدمی کس طرح ہے اور فلاں کس طرح ۔ اور اسی طرح اگر کوئی قریب اس کا روز شنبہ یا شامِ جمعہ کو مرگیا ہوگا اور وُہ اپنے شومیٔ اعمال سے دوزخ میں گیا اور ارواحِ مومنین میں نہ پہنچا پھر کوئی دوسرا عزیز مومن مخلص چارشنبہ کو مرکر ارواحِ مومنین میں پہنچا تو وہ بالضرور یہ بیان کرے گا کہ وہ مرد قریب مجھ سے چار پانچ روز پہلے مرچکا کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا، تب وُہ رُوحیں کہیں گی کہ بس وُہ دوزخ میں گیا۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رُوح ہر ہفتہ گھر پر آتی اپنے ایک عزیز کو ہمیشہ غیر موجود پاتی چونکہ اس وقت آدمیوں سے اس کو پُوچھنا ممکن نہ تھا ہمیشہ چپ چلی جاتی یہ خیال کرتی کہ شاید وہ کہیں پردیس میں گیا ہے لیکن جب اُس گھر میں کوئی مخلص مومن مرا اس کی روح ارواحِ مومنین میں پہنچی تب اس عزیز کا حال دریافت کیا جواب دیا کہ وُہ تو مجھ سے پہلے مرچکا ہے کیا تمہارے پاس نہیں آیا؟ تب وُہ روح جان لیتی ہے کہ اُس عزیز کو ہر ہفتہ جو مکان پر موجود نہ دیکھتی تھی اور یہ سمجھتی تھی کہ وہ کہیں پردیس میں ہوگا سو پردیس میں نہیں بلکہ وُہ دوزخ میں پہنچا۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رُوح کا اپنے گھر آنا منقول ہے ہمارا یہ دعویٰ تو نہیں کہ وُہ اپنے سب اقربا و عزیزوں اور دوست آشناؤں کے گھر پھر جاتی ہے پس جائز ہے کہ وُہ رُوحیں اپنے ان دوست آشنا و عزیزوں کا حال پوچھتی ہوں گی جو اس کے خاص گھر میں نہیں رہتے تھے۔ لفظ حدیث میں نہ قید اپنے گھر میں رہنے

marfat.com

والوں کی ہے اور نہ یہ کہ خاص اپنے ذوی القربیٰ کا حال پُوچھے گا بلکہ جائز ہے کہ اپنے بعض دوستداروں اور غمگساروں کا حال دریافت کریں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں؛

فیسئلونہ ما ذا فعل فلان ما ذا فعل فلان فیقول قد مات اما اتاکم فیقولون قد ذھب بہ الی امہ الھاویہ

یعنی اُس نئے مردے سے پہلے مردے پُوچھتے ہیں فلانے کا حال کیا ہے وُہ جواب دیتا ہے کہ وہ تو مرچکا کیا تمہارے پاس نہیں آیا تب وُہ کہتے ہیں کہ وُہ دوزخ میں پہنچا انتہیٰ۔

قصہ صالح مزی کا

اب قلوبِ قاسیہ کے نرم کرنے کو ایک قصہ نہایت معتبر کتاب سے جس کے مصنف کو نوسو برس سے زیادہ ہوئے چار واسطوں سے امام ابو یوسفؒ کے شاگرد ہیں لاکھ حدیث اُن کو حفظ تھیں ان کا خطاب امام الہدیٰ ہے اور نام ان کا نصر بن محمد اور لقب اور کنیت فقیہ ابو اللیث سمرقندی مشہور ہے وُہ اپنی کتاب تنبیہ میں باب فصل جمعہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سُنا اور وہ فرماتے تھے کہ پہنچا مجھ کو قصہ صالح مزی کا کہ وُہ جمعہ کی رات کو جامع مسجد میں آئے کہ نمازِ فجر وہاں پڑھیں راستہ میں ایک مقبرہ ملا، دل میں آیا کہ صبح صادق ہو جائے گی اُس وقت مسجد کو چلیں گے۔ مقبرہ میں ٹھہر گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی اور ایک قبر سے کچھ سہارا لگا لیا نیند آنکھوں میں بھر آئی دیکھتے کیا ہیں سب اصحاب قبروں سے نکل کر

لہ علم سیکھا انہوں نے ابو جعفر ہندوانی سے انہوں نے ابو القاسم صفار سے انہوں نے نصر بن یحییٰ سے انہوں نے محمد بن سماعہ سے انہوں نے امام ابو یوسف سے اور وہ شاگرد تھے امام اعظم کے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

marfat.com

حلقہ حلقہ بیٹھ گئے باتیں کرنے لگے ایک جوان کو دیکھا اُس کے کپڑے میلے اداس مغموم بیٹھا ہے اتنے میں بہت خوان ڈھکے ہُوئے خوان پوشوں سے آئے اُن میں ہر ایک آدمی اپنا اپنا خوان لیتا گیا اور چلتا گیا آخر وہی بیچارہ جوان رہ گیا اس کے پاس کچھ نہ آیا وہ اداس غم کا مارا اٹھ کر کھڑا ہوا جب قبر میں داخل ہونے لگا صالح مزی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! تُو کیوں اُداس ہے؟ اُس نے کہا کہ تم نے دیکھا نہیں کس قدر خوان آئے تھے! میں نے کہا ہاں۔ وہ بولا یہ تحفہ تحائف تھے جو اُن کے واسطے خیر خواہوں نے بھیجے تھے جو وہ صدقہ دعا وغیرہ کرتے ہیں ان کو پہنچتا ہے جمعہ کی رات کو اور میں رہنے والا ملک سندھ کا ہوں اپنی ماں کو لے کر واسطے حج کرنے کے آیا تھا جب بصرہ میں پہنچا میں مر گیا میری ماں نے میرے بعد نکاح کر لیا اور دنیا میں مشغول ہو کر مجھ کو بھول گئی نہ مُنہ سے کبھی نام لیتی ہے نہ زبان سے دُعا، اب میں غمگین نہ ہُوں تو کیا کروں میرا کوئی نہیں جو یاد کرے۔ تب صالح مزی کہتے ہیں میں نے اس سے پوچھا تیری ماں کہاں ہے؟ اس نے پتا دیا پھر صبح ہو گئی نماز پڑھی اور اس کا گھر ڈھونڈتا ہوا گیا اس نے اندر سے آواز دی: تُو کون ہے؟ میں نے کہا: صالح مزی۔ اس نے بلایا: میں گیا۔ میں نے کہا: بہتر یہ ہے کہ میری اور تیری بات کوئی نہ سُنے۔ تب میں اس سے نزدیک ہو گیا فقط ایک پردہ بیچ میں رہ گیا، میں نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے کوئی تیرا بیٹا ہے؟ بولی: کوئی نہیں۔ میں نے کہا: کبھی ہُوا تھا؟ تب وہ سانس بھرنے لگی اور بولی: ایک بیٹا جوان تھا مر گیا۔ تب میں نے وہ قصہ مقبرہ کا بیان کیا اُس کے آنسو بہنے لگے اور کہنے لگی: اے صالح مزی! وہ میرا بیٹا میرا کلیجہ تھا۔ پھر اس عورت نے مجھ کو ہزار درم دیے اور کہا کہ میرے نورِ چشم کی طرف سے خیرات کیجو اور اب سے میں اُس کو دعا اور خیرات سے نہ بھولوں گی جب تک دم میں دم ہے۔

marfat.com

صالح مزی فرماتے ہیں: پھر میں نے وہ ہزار درم خیرات کر دیے اگلے جمعہ کی رات اس مقبرہ میں گیا دو رکعت پڑھیں ایک قبر کے سہارے بیٹھ گیا سر جُھکا کر پھر میں نے اُن لوگوں کو قبروں سے نکلتے دیکھا اور اس جوان کو دیکھا سفید کپڑے نہایت خوش وہ میرے پاس آکر کہنے لگا: اے صالح مزی! اللہ تیرا بھلا کرے مجھ کو ہدیہ اور تحفہ پہنچ گیا۔ میں نے کہا: تم جمعہ کو پہچانتے ہو؟ کہا: جانور تک پہچانتے ہیں یہ کہا کرتے ہیں سلام لیوم صالح یعنی یوم الجمعۃ انتہٰی

اے بھائیو! اگر ایسے امام المہدی کا نقل کیا ہُوا قصہ درد آمیز تمہارے دل کو خوفِ الٰہی سے نہ ہلا دے تو کمال حسرت کی بات ہے پتھر بھی اللہ کے ڈر سے نرم ہو جاتے ہیں ان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار۔ قدیم الایام سے دستور چلا آتا ہے کہ قدما اپنے اپنے اموات کے لیے کھانا جمعہ کی رات کو دیا کرتے تھے۔ حفّاظ اور مُلّا اور قراء مقابر وغیرہ کو بھیجتے تھے حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو چھ سو برس سے زیادہ گزرے اُن کے کلام میں بھی اس کا پتا موجود ہے کلیات میں جو قصیدہ درباب تنبیہ حال موت لکھا ہے اُس میں وہ لکھتے ہیں کہ جب آدمی مرتا ہے چند روز اس کو روتے ہیں جمعرات کو حلوا بھی بھیجتے ہیں جب کئی برس گزر گئے پھر سب بھُول جاتے ہیں وہ آدمی بے نام و نشان ہو جاتا ہے اشعار اُن کے بطور التقاط لکھتا ہُوں

ے

یک ہفتہ یا دو ہفتہ کم و بیش صبح و شام
با گریہ دوست ہمدم و ہمداستان شود
حلوا سہ چار صحن شب جمعہ چند بار
بہرِ ریا بخانہ ہر گورخوان شود

marfat.com

وانگہ کہ چند سال براں حال بگزرد
آں نام نیز بگزرد و بے فشاں شود

اگلے آدمی جبرات کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ دو آنہ کا مزدور کہ جس کے پاس کچھ بھی دینے کو نہ ہوتا تھا وہ بھی جو سیر بھر آٹا بچّوں کے واسطے لاتا اور شام کو پکواتا اس میں نیت کرتا تھا کہ یارب العالمین یہ جو بال بچّوں[1] کا نفقہ میرے ذمہ تیرے حکم سے واجب ہے اور ادائے واجبات الٰہی میں آدمی مستحق ثواب ہوتا ہے آج جو یہ سیر بھر کی روٹیاں اپنے بال بچّوں کو دیتا ہوں اس نفقہ واجبہ میں میری یہ نیت ہے کہ اس میں جو مجھ کو ثواب ہوتا وہ میرے فلاں عزیز میت کو پہنچے غرضکہ نادار تنگ دست آدمی اسی روزمرّہ کے نفقہ واجبہ عیال میں نیت ایصال ثواب

---

[1] فائدہ، قربانی کے مسائل جو فتاوٰی عالمگیری میں لکھے ہیں اس میں بیان کیا ہے کہ اگر کوئی غریب آدمی قربانی کرے اور وہ اہل وعیال رکھتا ہو اور زیادہ وسعت اس کو نہیں تو اس کے حق میں افضل ہے کہ نہ تقسیم کرے گوشت قربانی کا بلکہ سب رہنے دے اپنے اہل وعیال کو فراغت سے کھلا دے۔ تمام ہوا کلام عالمگیری کا۔

پس اسی طرح غریب آدمی فاتحہ کا کھانا اپنے بال بچّوں کو کھلا دیتے تھے، بعضے ناواقف اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب بال بچّوں کو کھلا دیا تو یہ کیا ثواب ہوا۔ جواب اس کا یہ ہے جو رسالہ ہذا میں مذکور ہے اور صحیحین کی حدیث ہے:

اذا انفق المسلم نفقۃ علیٰ اھلہ وھو تحسبھا کانت لہ صدقۃ۔

یعنی مسلمان جو کچھ اپنے بال بچّوں پر بنظرِ قُربت و ثواب خرچ کرتا ہے وہ عنداللہ صدقہ ہے ۱۲۔

marfat.com

کرتے تھے اور فاتحہ درود پڑھ کے بعد ازاں اپنے بال بچوں کو وہ کھانا کھلا دیتے تھے اموات کو محروم نہ رکھتے تھے اور تونگر آدمی تو بہت کچھ دیا کرتے تھے

اب جیسی ہمتیں لوگوں کی پست ہوگئیں اور اس بخیلی کے ساتھ یہ بہانہ بھی ہاتھ آگیا کہ اس کو مولوی لوگ بدعت کہتے ہیں پس بالکل آدمی چھوڑ بیٹھے، اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ مثل مشہور ہے۔ اب ہم نے تم کو روایات کتبِ معتبرہ کی سُنا دیں، چاہیئے کہ اب سُستی نہ کرو اور صدقات وخیرات اور درود و فاتحہ سے اپنے عزیزوں کو یاد رکھو۔

ایک مسئلہ سناتا ہُوں کہ جس قدر تم اموات کے نام پر دوگے یا پڑھ کر بخشوگے اموات کو سب پہنچے گا اور اسی قدر تم کو بھی ملے گا کچھ تمہارا ثواب کٹ نہ جائے گا، تم اور مُوتی دونوں کامیاب ثواب سے ہوگے۔ خزانۂ الٰہی میں کچھ کمی نہیں وُہ دونوں کو دیتا ہے ان ربّك واسع المغفرت (بیشک تیرے رب کی مغفرت بہت وسیع ہے) فقط تمہاری نیت کا گھاٹا ہے۔

لمعہ ثالثہ، عیدین اور شبِ برات اور عشرۂ محرم میں فاتحہ

فی خزانة الروایات عن ابن عباس رضی الله عنه یقول اذا کان یوم عید او یوم جمعة او یوم عاشورا اُو لیلة نصف من شعبان تاتی ارواح الاموات و یقومون علیٰ ابواب بیوتهم فیقولون هل من احد یذکرنا هل من احد یترحم علینا هل من احد یذکر غربتنا یا من سکنتم بیوتنا و یا من سعدتم بما شقینا و یا من اقمتم فی اوسع قصورنا و نحن فی ضیق قبورنا یا من استذللتم ایتامنا و یا من نکحتم نسائنا هل من احد یتفکر فی غربتنا و فقرنا کتبنا مطویة

marfat.com

وکتبتہ منشورۃ۔

واضح ہو کہ یہ کتاب "خزانۃ الروایات" پرانی کتاب ہے جس نسخہ سے یہ عاجز (حضرت مولانا عبدالسمیع انصاری قدس سرہٗ) نقل کر رہا ہے وہ چار سو برس سے کسی قدر کم کا لکھا ہوا ہے اب دیکھیے تصنیف کب ہوئی ہوگی، صاحبِ کشف الظنون نے اس کے مصنف کا حال یہ لکھا ہے کہ یہ قاضی جگن ہندوستان کے حنفی المذہب اور ساکن گجرات تھے تمام عمر فتوٰی دینے اور لکھنے میں گزاری انتہی کلامہ۔ پس معتبر ہونا اس کا ظاہر ہو گیا اور نیز ہم بیان کر چکے ہیں بیان فاتحہ جمعرات میں کہ مولوی اسحٰق صاحب نے "مائۃ مسائل" میں اور "مسائل اربعین" میں اس "خزانۃ الروایات" کی سند پکڑی ہے، معتمد علیہ ہونا اس کتاب کا اور پرانا ہونا معلوم ہو چکا۔ علاوہ بریں علی بن احمد غوری نے بھی اس روایت کو کنز العباد میں کتاب الروضہ باب خمس واربعین سے نقل کیا ہے۔ اب ترجمہ اس کی روایت کا معلوم کرو:

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہوتا ہے دن عید کا یا جمعہ یا عاشورا محرم کا یا شبِ برات، تب آتی ہیں روحیں مُوتی کی اور کھڑی ہوتی ہیں اپنے دروازہ پر، اور کہتی ہیں کہ ہے کوئی ہمارا جو ہم کو یاد کرے اور ہم پر رحم کرے، ہماری غربت کو یاد کرے، تم ہمارے گھروں میں رہتے ہو، ہمارے مال سے چین کرتے ہو تم ہمارے کھلے کشادہ مکانوں میں بیٹھے ہو ہم تنگ قبروں میں پڑے ہیں، ہمارے یتیم بچوں کو تم نے ذلیل کر رکھا ہے اور ہماری بیبیوں سے تم نے نکاح کر لیا، اب تم میں کوئی ہے جو فکر کرے دھیان کرے ہماری غربت اور محتاجی کا، ہمارے نامۂ اعمال لپٹ چکے تمہارے نامۂ اعمال کھلے ہوئے ہیں انتہی۔

اور واضح ہو کہ جس طرح یہ روایت خزانۃ الروایات اور کنز العباد میں ہے اسی طرح دقائق الاخبار میں بھی ہے اور دقائق الاخبار منسوب ہے امام غزالی علیہ الرحمۃ

marfat.com

کی طرف ۔اور تفسیر آیۂ کریمہ تنزل الملٰئکۃ والروح میں مفسرین کے چند اقوال ہیں بعضوں نے کہا کہ رُوح ایک فرشتہ ہے ، اور بعضوں نے کہا کہ جبریل ہے ، اور بعضوں نے کہا روح حضرت عیسٰی ہیں جو فرشتوں کے ساتھ اُترتے ہیں ، اور بعضوں نے کہا روح سے محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں ۔ اور دقائق الاخبار میں ہے کہ بعضوں نے کہا کہ ارواحِ بنی آدم مراد ہیں ، عبارت اس کی یہ ہے :

ویقال روح الاقرباء من اموات المؤمنین یقولون ربنا ائذن لنا بالنزول منا نزلنا حتی نری اولادنا وعیالنا فینزلون فی لیلۃ القدر انتہٰی ۔	مومن مُردوں کی ارواح کہتی ہیں اے ہمارے رب ! ہمیں اپنے گھروں میں اترنے کی اجازت دے تاکہ ہم اپنے اہل وعیال کو دیکھیں ، تو وہ روحیں لیلۃ القدر میں اترتی ہیں انتہٰی

اور تفسیر عزیزی میں تحت شرح اس آیت کے لکھا ہے :

فرود مے آیند ملائکہ از آسمانہا وارواح از مقام علیین در آں شب ۔	اس رات میں فرشتے آسمانوں سے اور ارواح مقامِ علیین سے نازل ہوتے ہیں ۔

اور تینتیس ۳۳ سطر کے بعد لکھتے ہیں کہ ہمراہ جبریل علیہ السلام جمیع ملائکہ و ارواح نزول مے کنند ۔ (جبریل کے ساتھ تمام فرشتے اور رُوحیں بھی نازل ہوتی ہیں)

اب گوشِ ہوش سے سننا چاہیے کہ باپ کو اولادِ صالح کی دعا سے نفع پہنچتا ہے صحیح مسلم کی حدیث ہے :

ولد صالح یدعو الہ ۔ (نیک اولاد اپنے باپ کے لیے دعا کرتی ہے)

اس حدیث میں تم لوگوں کو اشارہ ہُوا کہ تم جن کی اولاد ہو ان کے حق میں دعا کرو فاتحہ درود پڑھو ۔

marfat.com

دوسری حدیث بیہقی کی ہے :

ماالمیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا۔	قبر میں مردہ غرق ہونے والے فریادی کی طرح ہوتا ہے منتظر ہوتا ہے کہ باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے دعا پہنچے جب دعا پہنچتی ہے تو وہ اسے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

اس حدیث میں اشارہ ہوگیا ماں باپ کو کہ وُہ اپنی اولاد کو دعائے خیر سے یاد رکھیں اور بھائی بھائی کو اور دوست دوست کو، اسی واسطے کہ اس حدیث میں ارشاد ہوگیا کہ مُردہ ان سب کی طرف امید لگائے رہتا ہے۔ غرض دونوں حدیثوں کے مضمون سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سب دوستوں اور اقرباء کو چاہیئے کہ اپنے دوست اور اقرباء کو یاد رکھیں اور آدمیوں کا حال یہ ہے کہ دنیا کے جنجال میں پھنس کر اپنے عزیزوں کو جو کہ مرگئے بالکل بھول جاتے ہیں روزمرہ کی یاد تو کہاں بھلا اگر تیوہاروں کو یعنی بقرعید عید شبرات محرم میں بھی یاد کرلیں تو غنیمت ہے کیونکہ تیوہاروں میں کھانے کی کثرت ہوتی ہے، طرح طرح کی چیزیں پکتی ہیں، دوست آشناؤں میں تحفے اور ہدایا بھیجے جاتے ہیں۔ ہائے افسوس! زندہ آدمیوں کو تحفہ ہدیہ بھیجیں حالانکہ زندہ آدمی خود بھی پکوا کر کھا سکتا ہے اور میت کو جو کہ بالکل عاجز بے بس بیکس ایک غار تنگ و تاریک میں پڑے ہیں اور اعمال ان کے منقطع ہوچکے اب کچھ نہیں کرسکتے ان کو ذرا بھی یاد نہ کریں کس قدر غفلت کی بات ہے! اور جو کوئی عالم مُلّا ہو کر لوگوں کو اس کام سے روکے کس قدر مظلمہ مَوتی کا اپنی گردن پر لیتا ہے، یا اللہ! ایک پہلے وقتوں کے عالم فاضل تھے کہ خیرات وحسنات کی رغبت دلاتے تھے۔

مصنف خزانۃ الروایات لکھتا ہے کہ میں شروع بلوغ سے فتوٰی اور کُتب فقہ

marfat.com

اور مسائل میں کوشش کرتا رہا اور جب استفتاء پیش ہوتے تھے جب تک جواب ان کا کتابوں سے نہیں نکالتا تھا چین نہیں آتا تھا اور میں کسی وقت خالی مباحثہ اور مطالعہ کتب سے نہیں رہتا تھا اور مشکلیں حل کر لیا کرتا تھا تمام عمر فتوٰی دینے میں گزاری اور جس قدر فتوٰی دیتا وہ سب مسائل اس کتاب میں لکھ دیتا انتہٰی کلامہ۔

دیکھو یہ شخص ہندوستان کا قاضی سیکڑوں برس کا عالم حنفیہ گزرا ہوا، ہندوستان میں فتوٰی جاری کرنے والا اپنا فتوٰی اس کتاب میں لکھتا ہے اور روایت کرتا ہے کہ تیوہاروں میں روحیں آتی ہیں، چنانچہ روایت ان کی بیان کی گئی: معلوم ہوا کہ قدیم الایام سے عیدین وغیرہ تہواروں میں دستور فاتحہ کا چلا آتا ہے، ایسے ہی بزرگوں کا حکم دیا ہوا اور جائز رکھا ہوا اور احادیث سے استنباط کیا ہوا ہے، جاہلوں کا ایجاد کیا ہوا نہیں، جاہل کسی قاعدۂ دینی اور شرعی کا موجد نہیں ہو سکتا، اور نہ کوئی جاہل کا اتباع کرے۔ یہ سب رسوم صالحہ اہلِ اسلام میں علما و صلحا کی تلقین فرمائی ہوئی ہیں۔ از انجملہ یہ بات کہ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ عیدین وغیرہ میں جو فاتحہ دیتے ہیں تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کا جدا نکالتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی امام ربانی مجدد الف ثانی کے کلام میں موجود، مانعین اس امام کے معتقد ہیں، وہ اپنے مکتوبات کی جلد ثالث میں لکھتے ہیں:

باید کہ ہرگاہ صدقہ بمیت نیت کند اول باید کہ بہ نیت آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہدیہ جدا سازد وبعد ازاں تصدق کند کہ حقوق آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام فوق حقوق دیگراں ست ونیز بریں تقدیر

جب میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا ارادہ ہو تو اولاً سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نام بطور ہدیہ پیش کرنا چاہیے اسکے بعد صدقہ کرے کیونکہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق دوسرے لوگوں سے زیادہ ہیں نیز اس تقدیر پر

marfat.com

احتمال قبول صدقہ است بطفیل آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتحیات انتہیٰ۔

سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جلد صدقہ کی قبولیت کا احتمال ہے انتہیٰ

سبحان اللہ! ایک ایسے ایسے علماء دیندار تھے کیا کیا ہدایت کے طریقے تعلیم فرماتے تھے اور ایک اب پیدا ہوئے ہیں کہ بالکل اعمال معمولہ قدیمی اور خیرات مستمرہ سلف کو بند کرتے جاتے ہیں۔ اور یہ جو مولوی اسحاق صاحب نے مأتہ مسائل میں بیان فرمائی ہے کہ:

آمدن ارواح دریں شبہا از احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد ثابت نگشتہ۔

ان راتوں میں روحوں کا آنا احادیثِ صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد سے ثابت نہیں۔

اور مسائل اربعین میں ان حدیثوں کو لکھا بعض علمائے محدثین ایں روایات را تضعیف ہم فرمودہ اند و بیان غرابت آں اور وہ انتہیٰ کلامہ۔

میں کہتا ہوں کہ اس کلام سے بس اسی قدر ثابت ہوا کہ یہ حدیثیں صحیح متصل الاسناد نہیں۔ بعضے محدثوں نے ان کو ضعیف بھی کہا ہے سو اصل حدیث میں یہ ٹھہر چکا ہے کہ حدیث صحیح نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث جھوٹ بنائی ہوئی موضوع ہو۔ چنانچہ ملا علی قاری اور صاحبِ مجمع البحار اپنے رسائل موضوعات حدیث میں لکھتے ہیں:

قال الزرکشی بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون واضح فان الوضع اثبات الکذب وقولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم الیٰ آخرہ۔

کہا علامہ زرکشی نے ہم جو کسی حدیث کو کہتے ہیں کہ صحیح نہیں اور کسی کو کہتے ہیں کہ موضوع ہے اس میں فرق ہے کھلا ہوا اس واسطے کہ موضوع کہنے کے معنی یہ کہ یہ روایت جھوٹی بنائی ہوئی ہے اور جب ہم یہ کہیں کہ یہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ حدیث جھوٹی بنائی ہوئی ہے۔

marfat.com

حدیث ضعیف کا حُکم

پس حدیث ضعیف کا ہم سے حکم سُنو، تفسیر رُوح البیان کی دوسری جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۶۲۲ میں ہے:

وان کانت ضعیفة الاسانید فقد اتفق المحدثون علی ان الحدیث الضعیف یجوز العمل به فی الترغیب والترهیب۔

یعنی اگر حدیثیں ضعیف ہیں تو اتفاق کیا ہے کُل اہل حدیث نے اس بات پر کہ حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے جس مقام میں رغبت دلائی ہو نیک کام پر یا ڈراتی ہو بُرے کام سے۔

اور نقل کیا اس کلام کو صاحبِ روح البیان (حضرت علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ) نے امام نووی اور حلبی اور ابن فخر الدین رومی وغیرہم سے۔ اور اسی طرح منقول ہے فتح المبین مؤلفہ علامہ ابن حجر مکی سے:

اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال۔

اتفاق ہے علماء کا اس بات پر کہ جائز ہے عمل کرنا حدیثِ ضعیف پر فضائلِ اعمال میں ۱۲

اور میر سیّد شریف رحمۃ اللہ علیہ اصولِ حدیث میں لکھتے ہیں:

ویجوز عند العلماء التساهل فی اسانید الضعیف فی فضائل اعمال۔

اور جائز ہے علماء میں تساہل ضعیف حدیثوں کی اسناد میں بابت فضائلِ اعمال کے ۱۲

اور اعضاءِ وضو کے دھونے میں جو دُعائیں وارد ہُوئی ہیں وہ سب ضعیف ہیں باینہمہ لکھا صاحبِ دُرِ مختار نے:

فیعمل به فی فضائل الاعمال

پس عمل کیا جائے اس پر فضائلِ اعمال میں۔

marfat.com

اور نسائی کا یہ طریق تھا کہ جس راوی کو بالاتفاق علمائے حدیث نے چھوڑ دیا ہو اس کی حدیث کو وہ نہ لیتے تھے باقی سب حدیث ضعیف ہر قسم کی لیتے تھے اور ابوداؤد کا مذہب یہ تھا کہ وہ حدیث ضعیف کو امام مجتہد کی رائے سے افضل جانتے تھے اور یہ نسائی اور ابوداؤد مصنفینِ صحاح ستہ کے دو امام ہیں۔

اور شرح سفر السعادۃ میں ابنِ حزم سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سب اصحاب متفق ہیں اس بات پر کہ حدیثِ ضعیف مقدم ہے قیاس اور اجتہاد پر انتہیٰ پس حدیث ضعیف کی یہ شان نہیں کہ ہر طرح اس کو رد کیا کریں اور کسی موقع میں قبول نہ کریں۔

اور رسالہ انتباہ میں شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:

وورد فی فضائل رجب الاحادیث باسانید ضعیفۃ لا باس بالعمل بھا فان وجد فی نفسہ قوۃ فلیعمل بھا۔	اور آئی ہیں مہینہ رجب کی فضیلتوں میں حدیثیں ضعیف سندوں سے، کچھ مضائقہ نہیں ان پر عمل کرنے میں، اگر آدمی اپنی جان میں قوت پائے تو عمل کرے ان پر۔

اور مولوی قطب الدین خاں صاحب نے مظاہر الحق میں چھ رکعت صلوٰۃ الاوابین کو لکھا ہے اگرچہ ترمذی وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن فضائل اعمال میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے انتہیٰ مؤلف کہتا ہے کہ صلوٰۃ الاوابین کی حدیث ایسی ضعیف ہے جس کی بابت مشکوٰۃ میں ہے:

لا نعرفہ الا من حدیث عمر بن خثعم وسمعت محمد بن اسمٰعیل یقول ھو منکر الحدیث وضعفہ جدا۔	ہم نہیں پہچانتے اس کو مگر حدیث عمر بن خثعم سے، اور سنا ہے میں نے محمد بن اسمٰعیل (بخاری) کو کہ وہ کہتے تھے کہ عمر بن خثعم کی حدیث منکر ہے اور ضعیف بتاتے تھے اس کو نہایت ۱۲

marfat.com

پس مولوی قطب الدین خاں صاحب نے اس درجہ کی حدیث پر بھی عمل کرنا ثابت کیا ہے شرح مُلّا علی قاری سے اور مثالیں اس کی یعنی مقبول رکھنا حدیث ضعیف کا اعمال میں بہت مسائل فقہیہ میں ثابت ہے بباعث طول فقط انہی عبارات منقولہ بالا پر اکتفا کر کے اب قاعدہ کلیہ جو اصول حدیث اور اصولِ فقہ میں در بابِ حدیث ضعیف لکھتے ہیں نقل کرتا ہوں کہ حدیث ضعیف کو صفاتِ باری تعالیٰ اور تحریم و تحلیل اور اعتقادیات میں نہیں لیتے البتہ معجزات اور احوال قیامت اور موعظت اور فضائل اعمال میں مقبول رکھتے ہیں اور فضائل اعمال کے معنی علّامہ شامی شارح دُرِ مختار نے یہ لکھے ہیں کہ کسی عمل کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے حدیثِ ضعیف کو لے لینا جائز ہے انتہی کلامہ۔

اور ضعیف پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ عمل ایسا ہو کہ ایک قاعدۂ عام شرعی میں داخل ہو، اور اس شرط لگانے میں حکمت یہ ہے کہ حدیث ضعیف کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ وُہ جھوٹی بے اصل ہے بلکہ ممکن ہے صادق ہونا اس کا۔ پس اگر وُہ حدیث ضعیف نفس الامر میں عنداللہ صحیح تھی تو اس پر عمل ہونا بہت اچھا ہُوا اور اگر نفس الامر میں ثابت نہ تھی تو اس پر عمل کرنے سے کچھ نقصان نہ لازم آیا کیونکہ وہ قاعدہ کلیہ عام شرعی میں داخل ہے، مثلاً یہی دُعائیں وغو کے اعضاء دھونے میں جو ضعیف حدیثوں سے ثابت ہوئی ہیں اگر یہ نفس الامر میں عنداللہ صحیح ہیں تو حق ان احادیث کا ادا ہو گیا اور ثواب موعود مل گیا اور اگر یہ حدیثیں عنداللہ صحیح نہیں تو ہر عضو پر جُدا جدا دعا پڑھنے سے گنہ گار بھی نہیں ہُوا کیونکہ اس نے دعا پڑھی ہے کچھ اور گناہ تو نہیں کیا اور مطلق دُعا کا مانگنا شرع میں ثابت ہے، اور ایک حدیثِ ضعیف میں بھی حضرت سے یہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جس شخص کو میری طرف سے کوئی حدیث پہنچی اُس نے اس پر عمل کیا تو اس

marfat.com

کو ثواب ملے گا اگرچہ فی الواقعہ وہ حدیث میری نہ ہو"

چنانچہ یہ مضمون شامی شارح دُرِ مختار نے علامہ ابن حجر سے نقل کیا ہے:

یعمل بالحدیث فی فضائل الاعمال لانہ ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقہ من العمل والا لم تترتب علی العمل بہ مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق الغیر وفی حدیث ضعیف من بلغہ عنی حدیث ثواب عمل فعملہ حصل لہ اجرہ وان لم اکن اقلہ۔

عمل کیا جاتا ہے ساتھ حدیث ضعیف کے فضائل اعمال میں اس واسطے کہ اگر وہ حدیث نفس الامر میں صحیح تھی تو اس پر عمل کرکے حق ادا کیا اور اگر نہ تھی صحیح عند اللہ تو اس پر عمل کرنے سے فساد لازم نہ آیا کہ حرام کو حلال یا حلال کو حرام یا کسی کا حق ضائع کر دیا ہو، اور آیا ہے ایک حدیث ضعیف میں کہ جس کو پہنچے میری طرف سے کوئی حدیث ثواب عمل کی پھر اُس پر عمل کیا اُس نے تو اُس کو ثواب وہی مل جائے گا اگرچہ فی الواقع وہ حدیث میں نے نہ کہی ہو ۱۲

اور اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب نے جو ماہِ رجب میں ہزار دی روزہ رکھنے اور اس کی رات کو جاگنے کا حکم دیا ہے وُہ بھی مبنی اسی قاعدہ پر ہے یعنی اگرچہ یہ تخصیص دن اور رات کی ضعیف حدیث سے ثابت ہوئی لیکن مطلق روزہ رکھنا اور شب کو عبادت کرنا تو دین سے ثابت ہے۔

اور اسی طرح چھ رکعت اوّابین کو مولوی قطب الدین خان صاحب نے جو لکھا ہے اس میں بھی یہی قاعدہ ہے یعنی اگرچہ یہ حدیث بہت ضعیف اور منکر ہے لیکن کوئی اگر اس تعیینِ زمان اور تخصیص رکعات پر موافق اس حدیث ضعیف کے عمل کرے گا تو

marfat.com

کچھ بُرائی نہ ہوگی کیونکہ مطلق نفل کا پڑھنا تو ہر وقت جائز ہے۔ اور یہاں ایک اور مسئلہ سمجھنا چاہیے کہ فقہاء رحمہم اللہ ایسے عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہوتا ہے مستحب لکھا کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی صلوٰۃ الاوّابین کو باوجود حدیث منکر ہونے کے مستحب اور مندوبات میں فقہاء لکھتے ہیں، اور اسی طرح گردن کا مسح وضو میں ضعیف حدیث سے ثابت ہُوا ہے اس کو بھی مستحب لکھتے ہیں اور ماہِ رجب کے روزے کو فتاوٰی عالمگیری میں مرغوبات و مندوبات کے ذیل میں لکھا ہے جب یہ قواعد ذہن نشین ہو چکے تو اب ہم اس قاعدہ مقررہ فقہاءِ محدثین کو مسئلہ متنازع فیہ یعنی روحوں کے آنے میں جاری کر کے دکھاتے ہیں اور اول گفتگو ہماری اس بات میں یہ ہے کہ وہ جو فاضلِ مذکور نے لکھا ہے کہ ——————

بعض محدثین نے احادیث آنے ارواح کو ضعیف کہا ہے ہم کہتے ہیں کہ بعض محدثین کے ضعیف کہنے سے لازم نہیں آتا کہ کُل کے نزدیک ضعیف ہو۔ ملّا علی قاری وغیرہٗ لکھتے ہیں:

لاحتمال ان یکون الحدیث موضوعا من طریق صحیحا من اخر۔ بسبب احتمال اس کے کہ ہووے حدیث ایک طریق سے موضوع اور دوسرے طریق سے صحیح۔

یعنی جس محدّث نے کسی حدیث کو موضوع کہا ہے اس کو خراب اسناد پہنچی ہے اس لئے وہ موضوع کہتا ہے، اور دوسرا محدّث جو اس کو پسند کرے تو اس کے نزدیک اسناد اچھی سے ثبوت ہُوا ہے ۱۲

پس اس بناء پر ہم کہتے ہیں چونکہ صاحبِ خزانۃ الروایات نے جس کی سند اسی فاضل نے اپنی تصنیفات میں لی ہے اور فضائل اُس کے ہم اور وجوہ سے بھی بیان کر چکے ہیں یہ حدیثیں آنے ارواح کی اپنے فتاوٰی میں درج فرمائیں لابدیہ بات دلیل ان کی صحت اور قوّت اور مفتٰی بہ ہونے پر ہے۔ مفتیانِ دین کا ایک حدیث

marfat.com

کو لے لینا دلیلِ قوت ہے اور بالفرض والتقدیر اگر ہم موافق قول اس فاضل کے ضعیف ہونا ان احادیث کا تسلیم کریں تو حدیث ضعیف پر عمل کرنا فروع مسائل اور فضائلِ اعمال میں اقوالِ فقہاء و محدثین سے بالاتفاق والاجماع ثابت ہے۔ پس جو آدمی ان حدیثوں پر اس بات میں عمل کرے گا کہ کچھ صدقہ فاتحہ درود تیوہاروں میں کرے گا تو بلاشک یہ امر جائز بلکہ مستحب ہوگا اس لئے کہ اگر واقعی وہ روحیں آئی تھیں تو سبحان اللہ اصل مدعا ثابت ہوا کہ وہ خوش و خرم گئیں اور اگر وہ بددعا کرتیں تو اب یہ آدمی اُن کی بددعا سے بچ گیا اور اس کو ثواب پہنچ گیا اور بالفرض والتقدیر اگر روحیں آتی نہیں تو بھی یہ صدقہ اور فاتحہ درود تو اُن کو پہنچ ہی جائے گا ان کا پہنچ جانا تو اصل قاعدہ شرعی سے ثابت ہے عند اہل السنۃ والجماعۃ بناءً علیہ تیوہاروں میں صدقہ اور فاتحہ درود کرنے کو نہ صرف جائز بلکہ امر مستحب کہنا چاہیئے۔ چنانچہ ہم اس کی چند نظیریں کلام فقہاء سے صلوٰۃ الاوابین اور مسح رقبہ (گردن) اور صومِ رجب کی بابت لکھ چکے ہیں اور علاوہ اُس کے بہت نظیریں اس کی کتبِ فقہ میں موجود ہیں جس کی نظر متون و شروح و فتاوٰی پر ہے یہ بات اس سے مخفی نہیں، اللہ تعالیٰ دلوں میں انصاف دے آمین یا رب العٰلمین آمین!

لمعہ رابعہ بیان طریقہ سوئم کا: اس عمل میں پانچ چیزیں ہیں:

۱۔ کلمہ طیبہ پڑھنا

۲۔ شمار کے لئے دانہ ہائے نخود کا معین کرنا

۳۔ ختمِ قرآن کرنا

۴۔ برادری اور دوست آشناؤں کا واسطے قرآن اور کلمہ پڑھنے کے جمع ہونا۔

۵۔ اس کام کے لیے تیسرا دن ٹھہرانا۔

marfat.com

کلمہ طیّبہ کے فضائل

بیان امر اوّل اختیار کرنا کلمہ طیّبہ کا اس لیے ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے:

لا الٰہ الّا اللہ مفتاح الجنّۃ۔ لا الٰہ الّا اللہ دروازۂ بہشت کی کنجی ہے۔

اور امام ابو اللیث ثمرقندی نے روایت کی ہے انس سے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قیل یا رسول اللہ ھل للجنۃ ثمن قال نعم لا الٰہ الا اللہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کہا گیا آپ سے یا رسول اللہ! کیا جنّت کی کچھ قیمت ہے؟ فرمایا: ہاں لا الٰہ الّا اللہ ۱۲

جب معلوم ہوا کہ کلمۂ طیّبہ کنجی جنّت کی ہے اور قیمت ہے جنّت کی، تو ثواب رسانی ایسی چیز کی نہایت درجہ اولیٰ و انسب ہے۔ اور علاوہ اس کے یہ بھی ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

جو کوئی میّت کی نیّت سے ایک لاکھ بار لا الٰہ الّا اللہ پڑھے اور ثواب اس کا میّت کو بخشے اگر وہ قابلِ عذاب ہوگا اس کو عذاب نہ کریں گے اور اگر وہ قابلِ عذاب نہیں تو اس کے درجات بلند کر دئے جائیں گے۔

اور ایک روایت میں ستّر ہزار بار پڑھنا لا الٰہ الا اللہ کا آیا ہے۔ چنانچہ بزرگانِ دین سے اس پر عمل بھی پایا گیا ہے، حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی مکتوبات جلد ثانی میں حکم فرماتے ہیں:

بیاراں و دوستاں فرمایند کہ ہفتاد ہزار بار کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرۂ او اُمِّ کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار را بروحانیت یکے

marfat.com

بخشد و ہفتاد ہزار بار دیگر را بر وحانیت دیگرے از دوستان
دعاد فاتحہ مسئول است انتہیٰ۔

اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس باب میں ایک قصہ منقول ہے جس کو مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیر الناس مطبوعہ بریلی کے صفحہ ۴۰ میں لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادی کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنید نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ کی۔ مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب پوچھا، اس نے عرض کیا کہ اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں، تو آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوئی انتہی کلامہ۔

ان روایات، احادیث اور دستور العمل ہونے سلف صالحین سے وجہ تخصیص کلمہ طیبہ کی عمدہ طور پر ظاہر ہو گئی۔ پس بدعت اور ضلالت کہنا اس کا رد ہو گیا۔

تخصیص دانۂ نخود (چنے)

دوسرا امر تخصیص دانہ نخود (چنے) کی وجہ یہ ہے کہ دانۂ نخود اگر متوسط ہو، نہ بہت چھوٹا نہ بہت بڑا، پہلے وزن سے کہ وہ اسّی روپیہ سے زیادہ تھا، ساڑھے بارہ سیر نخود از روئے شمار ایک لاکھ دانہ ہو جاتا ہے، اس عاجز (مولانا عبد السمیع رحمہ اللہ تعالیٰ) نے بھی اس کو آزمایا ہے۔ مؤلف براہین قاطعہ نے بھی صفحہ ۸۹ سطر ۱۶ میں اس کی تصدیق کی اور یہ لکھا کہ فی الواقع اول میں دانہ نخود کے

marfat.com

اختیار کی یہی وجہ تھی الیٰ آخرہ، اور دو شمار جو حدیث میں آئے ہیں ایک میں ستر ہزار دوسری میں سو ہزار، احتیاطاً سو ہزار یعنی ایک لاکھ پر عمل مقرر کیا گیا اور ہر کسی کو قدرت نہ تھی کہ اس قدر تسبیحیں جمع کرتا یا جنگل اور بازار وغیرہ سے گٹھلیاں کھجور یا جامن وغیرہ کی چنتا اور جا بجا اُسے سمیٹتا پھرتا، نخود میں یہ فائدہ ہُوا کہ سہل الحصول ہیں جہاں سے چاہا بے تکلف مول لے لئے، شمار کی شمار اس میں قائم رہی اور بعد فراغ وحصول کار ان کو تقسیم کر دیا، یہ دوسری منفعت حاصل ہوگئی کہ اس کا بھی ثواب میت کو پہنچ گیا اور اس قسم کے تعینات سے منع اور کراہت ثابت نہیں ہو سکتی۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ روایت ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم سے یہ حدیث بطولہٖ ثابت ہے۔ خلاصہ اس کا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا تھا کہ گٹھلیاں یا کنکریاں لئے ہُوئے ذکر اللہ شمار کر رہی تھی، آپ نے اس کو منع نہ فرمایا، اس قدر ثبوت سے فقہاء رحمہم اللہ نے مسئلہ نکال لیا؛

لا باس باتخاذ السبحة یعنی کچھ مضائقہ نہیں تسبیح ہاتھ میں لینے کا۔ حالانکہ کنکریوں یا گٹھلیوں کی گنتی اور تسبیح میں بڑا فرق ہے یعنی دانوں کا گول کرنا پھر دانے بھی عقیق یمن کے عقیق البحر کے، صندل، زیتون، سنگ مقصود، استخوانِ شُتر، شیشہ و خاک شفاء وغیرہ کے ہوتے ہیں اور ان میں سوراخ کرنا پھر ان کے شمار سو دانے پر رکھنا پھر ان میں تاگا پرونا ان میں ایک دانہ کو امام سب دانوں کا مقرر کرنا یہ سب امور مسلّم الثبوت اور اہلِ اسلام کے عمل میں ہیں حالانکہ ثبوت فقط کنکریوں پر شمار کرنا ہوا ہے اور ان فروعات زائدہ کے جواز پر بحر الرائق اور حلیہ اور علامہ شامی شارح دُرِ مختار اس طرح اشارہ کرتے ہیں:

لا تزید السبحة علی مضمون هذا الحدیث الا بضم النوی

یعنی اس حدیث کے مضمون سے کوئی بات زیادہ تسبیح میں نہیں سوا اس کے کہ

marfat.com

فی خیط و مثل ذلك لا یظهر تاثیرہ فی المنع۔

گٹھلیاں ایک ایک تاگے میں پروئی ہیں اور ایسی باتوں کی کچھ تاثیر ممنوع ہونے میں ظاہر نہیں ہوتی ۱۲

اب دیکھئے ضم النوی فی خیط (یعنی گٹھلیاں تاگے میں پرونا) کا لفظ لکھ کر جمیع تخصیصات اور تعینات تسبیح کی طرف جو اوپر مذکور ہوئیں فقہاء اشارہ کر گئے بقولهم مثل ذلك الی آخرہ یعنی ایسی ایسی باتوں کو منع میں کچھ دخل نہیں۔ تسبیح سے مقصود شمار ذکر ہے سو شمار ذکر کا جواز حدیث سے پایا گیا بناءً علیہ دانہ ہائے تسبیح خود پر شمار کرنا بھی بمقتضائے قاعدہ شرعیہ مستنبطہ فقہاء رحمہم اللہ جائز ہوا بلکہ دانہائے تسبیح کے شمار کو واقعہ قصہ حدیث سے زیادہ تر مشارکت ہے بہ نسبت تسبیح کے کیونکہ تسبیح میں قیود زائدہ بہت ہیں کما ذکرنا۔

قرآن پڑھنا اور مانعین کے جوابات

تیسرا امر پڑھنا قرآن کا ہے جو لوگ قرآن خوانی کو منع کرتے ہیں وہ ایک علماء کی عبارتیں پیش کرتے ہیں اُس کو نہایت مستحکم جان کر اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں:

سند اوّل یہ ہے کہ سفر السعادت کی عبارت سیف السنۃ کے صفحہ ۱۴ میں نقل کی ہے اس طرح کہ عادتِ نبوی نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند نہ بر سرگور و نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است انتہی

میں کہتا ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے جنازوں کی نماز بذاتِ خود پڑھتے تھے یہ نماز نجات کے واسطے کافی ہوتی تھی۔ فتح القدیر میں ابن حبان اور حاکم سے روایت کی گئی ہے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو کوئی تم میں مر جایا کرے مجھ کو ضرور خبر کیا کرو فان صلوتی علیہ

marfat.com

رحمۃ بے شک میرا نماز پڑھنا اُس پر رحمت ہے۔

اور قرآن شریف سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

وصل علیھم ان صلوٰتک سکن لھم۔

تفسیر اس کی ابن عباس نے یہ کی ہے کہ دُعا کر ان لوگوں پر بیشک تیری دعا ان کے لیے رحمت ہے۔

امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ رُوحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت قوی نورانی روشن تھی، جب آپ دعائے خیر اُن کے لیے کرتے تھے آپ کی قوتِ روحانی سے اُن کی رُوحوں پر فیضان ہوتا تھا اور چمک جاتی تھیں اس پرتوِ نورانی سے اُن کی رُوحیں۔ اور ظلمت مٹ کر نورانیت آجاتی تھی انتہیٰ کلامہ۔

اور ظاہر ہے کہ نماز جنازہ میں دُعا ہوتی ہے واسطے میت کے، پس حال حضرت کی دُعا کا قرآن اور قول صحابی اور تفسیر امام سے اور نیز حدیث سے معلوم کر چکے کہ کیا کچھ اس میں مقبولیت اور فیضانِ الٰہی ہے ہم اپنے مُوتیٰ پر جس قدر چاہیں ختمِ قرآن کریں اور کلمہ فاتحہ درود پڑھیں لیکن اس ایک دُعا کی برابری جو لبہائے سراپا رحمت حضرت محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال مقبولیت اور محبوبیت کے ساتھ نکلتی تھی نہیں ہوتی۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علاوہ نماز کے اور طرح بھی مشکل کشائی فرماتے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ دفنائے گئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھا ہم بھی آپ کے ساتھ دیر تک وہی پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے اللہ اکبر پڑھا ہم بھی پڑھتے رہے۔ پھر حضرت سے پُوچھا گیا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو قبر نے دبا لیا تھا، اس تسبیح و تکبیر کی برکت سے اُس پر قبر ہر طرف

marfat.com

سے فراغ ہوگئی۔ روایت کیا اس کو امام احمد نے، کذا فی المشکوٰۃ۔

بھلا جہاں اس طرح پر مشکل کشائی اور دستگیری ہوتی ہو اگر ختم قرآن نہ کیا تو کیا حرج ہے، مل کر قرآن نہ پڑھا تو مل کر ذکر اللہ تو حضرت نے بھی واسطے میت کے قبر پر کیا۔ پس جواز کے واسطے ایک اشارہ عند الفقہا کافی ہے۔ اور بالفرض اگر عہد نبوی میں نہ پائے جانے کے سبب ختم قرآن کو بدعت کہیں، مثل قبل سفر السعادۃ کے اس کا مضائقہ نہیں لیکن وہ حسنہ ہے ناجائز اور مکروہ تو کہنا ہرگز صحیح نہیں اس لیے کہ بہتیرے کام نیک حضرت کے بعد کئے گئے اور بالاتفاق جائز رکھے گئے اُس کا نام علماء دین نے بدعت حسنہ رکھا ہے۔ چنانچہ ہم اول تحقیق کر چکے ہیں اور اس مسئلہ میں بھی جزئی خاص پیش کرتے ہیں۔ فتاوی قنیہ میں ہے:

وضع الید علی القبر بدعۃ والقراءۃ علیہ بدعۃ حسنۃ۔	قبر پر ہاتھ رکھنا بدعت ہے اور قبر پر قرآن پڑھنا بدعتِ حسنہ ہے۔

اور امام حجۃ الاسلام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے:

لاباس بقراءۃ القرآن علی القبور۔	(قبور پر قرآن کریم پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں)

اور اس جگہ امام نے ایک قصہ عجیب لکھا ہے علی بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل کے ساتھ تھا ایک جنازہ پر بعد دفن کے ایک اندھا قرآن پڑھنے لگا، امام احمد نے فرمایا: او آدمی! یہ کام بدعت ہے۔ جب ہم مقبرہ سے نکلے محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا کہ تم بشر بن اسمٰعیل حلبی کو کیسا جانتے ہو؟ فرمایا: وہ ثقہ یعنی معتبر ہے۔ اس نے پوچھا، تم نے ان سے کچھ علم سیکھا ہے؟ امام نے فرمایا: ہاں۔ جب معلوم ہوا اقرار ان کے سے کہ وہ استاد ہیں امام احمد کے، تب وہ محمد بن قدامہ بولا: خبر دی مجھ کو بشر بن اسمٰعیل نے، ان کو خبر پہنچی عبد الرحمٰن

marfat.com

سے کہ جب ان کے باپ علاء بن الحاج کا انتقال ہوگیا وصیت فرمائی کہ جب میں دفن کیا جاؤں میرے سرہانے قبر کے پنج آیت اور اٰمن الرسول پڑھو، اور یہ کہا کہ میں نے ابنِ عمرؓ سے سُنا ہے وہ وصیّت کرتے تھے اس بات کی۔ اُس وقت امامِ احمد نے فرمایا کہ مقبرہ میں جاؤ اور اس اندھے کو کہہ دو کہ قرآن پڑھتا رہے۔

اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

قراءۃ القراٰن عند القبور عند محمد رحمۃ اللہ لا تکرہ و مشایخنا رحمہم اللہ اخذوا بقولہ وھل ینتفع والمختار انہ ینتفع کذا فی المضمرات۔

قبرستان میں قرآن پاک پڑھنا امام محمد کے نزدیک مکروہ نہیں، اور ہمارے مشائخ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے آیا اس سے قبرستان والوں کو کوئی نفع ہوگا یا نہیں، اس میں اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ نفع ہوگا جیسا کہ مضمرات میں ہے۔

اور فتح القدیر میں ہے:

واختلف فی اجلاس القارئین لیقرءُوا القراٰن عند القبر والمختار عدم الکراھۃ۔

قرأ حضرات کا قبرستان میں بیٹھنا تاکہ قبر کے پاس قراءتِ قرآن کریں اس میں علماء کا اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔

اور مولوی اسحٰق صاحب نے مائۃ مسائل کے سوال ہشتاد و سوم میں لکھا ہے:

حافظاں را برائے قرأت قرآن نشاندن نزد قبر دریں مسئلہ علماء را اختلاف است مختار ہمیں است کہ جائز است الیٰ آخرہ۔

حفاظ کا قراءتِ قرآن کے لئے قبر کے نزدیک بیٹھنا، اس مسئلہ میں علما کا اختلاف ہے مختار یہی ہے کہ جائز ہے الی آخرہ۔

پس اگرچہ صاحبِ سفر السعادت نے قرآن خوانی کو بدعت لکھا لیکن کلام

marfat.com

امام محمد اور امام احمد بن حنبل اور کتبِ فتاوٰی اور مولوی اسحٰق صاحب سے خوب ثابت ہوگیا کہ قبر پر قرآن پڑھنا مکروہ نہیں، نہ جمع ہو کر، نہ الگ الگ، اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ختم قرآن نہ کرنے سے منع اور کراہت لازم نہیں آتی، اس لیے کہ آپ بہت افکار جہاد وغیرہ اور اصلاحِ اُمت اور تعلیم نو آموز مسلمانوں میں مصروف رہتے تھے اس قدر فرصت کہاں پاتے تھے۔ اور یہ بھی ہے کہ آپ کی ایک دُعا اور صرف نمازِ جنازہ پڑھ دینا ہمارے ختماتِ قرآن اور اجتماعاتِ اذکار سے نہایت افضل اور اکمل ہوتا تھا۔

اور بعد آپ کے انصار نے اموات پر قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور ان کے پیچھے تمام امت میں رائج ہوگیا۔ چنانچہ عنقریب بیان آتا ہے۔ پس یہ روایتیں تو ہم نے قبر پر قرآن پڑھنے کی بیان کیں۔ اب سوائے قبر کے اور جگہ اگر جمع ہو کر پڑھیں اس کا کیا حکم ہے؟ اس کو ہم مانعین کی دُوسری سند میں بیان کریں گے۔

سند دوسری مانعین اپنے رسائل میں نصاب الاحتساب کی عبارت نقل کرتے ہیں:

ان ختم القرآن جهرا بالجماعة ويسمّٰى بالفارسية سيپاره خواندن مكروه انتهٰى۔	جمع ہو کر ختم قرآن کرنا جسے فارسی میں سیپارہ خواندن (سیپارہ پڑھنا) کہتے ہیں مکروہ ہے انتہی

جواب اس کا یہ ہی کہ نماز کے اندر قرأت امام کا سننا اور اس وقت چپ ہو جانا تو بالاتفاق فرض ہے لیکن اگر خارج نماز کے کسی مقام پر قرآن پڑھا جاتا ہو اس کے اجتماع میں اور سامعین کے خاموش ہو جانے میں اختلاف ہے بعض اس میں بھی فرض کہتے ہیں اور بعضے مستحب۔ جو علماء مستحب کہتے ہیں ان کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں جو لوگ جمع ہو کر قرآن پڑھیں بلند آواز سے، اور جو فرض

marfat.com

کہتے ہیں اُن کے نزدیک جائز نہیں۔ فتاویٰ قنیہ میں ہے:

یکرہ للقوم ان یقراء القرآن جملۃ لتضمنہا ترک الاستماع الانصات المامور بہا کذا فی فتاوی ابی الفضل الکرمانی وقیل لا باس بکذا روی عن عین الائمۃ الکرباسی وعن نجم الائمۃ الحکیمی۔

مکروہ ہے قوم کو یہ کہ پڑھیں قرآن سب مل کر اس لیے کہ اس میں جھوٹ جانا ہے سُننا قرآن کا اور جب ہو جانا جس کا ہم کو حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے سُنا کرو اور چُپ ہو جایا کرو۔ یہ فتاویٰ ابی الفضل کرمانی میں ہے اور بعضے کہتے ہیں کچھ ڈر نہیں جمع ہو کر قرآن پڑھنا، یہ روایت ہے عین الائمہ کرباسی اور نجم الائمہ حکیمی سے ۱۲۔

یہ دونوں روایتیں جواز اور عدمِ جواز کی حلبی نے شرح منیہ میں، اور دوسرے فقہاء نے بھی روایت کی ہیں، ان روایتوں سے دو فائدے پیدا ہوئے:

ایک تو یہ کہ جو لوگ علماءِ سلف میں منع کرتے ہیں انہوں نے یہ دلیل قائم نہیں فرمائی جو اس زمانہ کے مانعین قائم کرتے ہیں کہ جب حضرت کے وقت میں جو جمع ہو کر قرآن نہیں پڑھا گیا اس واسطے منع ہے بلکہ یہ دلیل بیان کی ہے کہ جب سب پکار کر پڑھیں گے تو قرآن شریف کا سُننا جو فرض ہے وہ ترک ہو گا۔

دُوسرا فائدہ یہ کہ جن عالموں نے منع کیا انہوں نے جہر سے پڑھنے کو منع کیا ہے، چنانچہ نصاب الاحتساب کی عبارت میں جس کو مانعین سند لاتے ہیں لفظ جہر صریح موجود ہے پھر یہ صاحب علی العموم ختمِ قرآن کو کیوں منع کرتے ہیں یہ بھی فرما دیں کہ پکار پکار کر نہ پڑھیں تاکہ بالاتفاق جائز ہو، اور اگر پکار کر پڑھیں گے بعضوں کے نزدیک جائز ہو گا اور بعضوں کے نزدیک نہیں۔ چنانچہ صاحبِ خزانۃ الروایات

marfat.com

نے کتاب مفید المستفید سے یہ فیصلہ نقل کیا ہے :

بدیں عبارت درسِ پارہ خواندن اختلاف است اگر خوانند چناں خوانند کہ یکدگر نشنوند۔

اس عبارت میں سپارہ پڑھنے میں اختلاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر پڑھیں تو اس طرح پڑھیں کہ ایک دوسرے کا نہ سنے۔

اور مولوی اسحٰق صاحب سوال ہشتاد و سوم کے جواب میں خاص مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں :

حافظاں را برائے قرأت قرآن نشاندن نزد قبر دریں مسئلہ علماء را اختلاف است مختار ہمیں است کہ جائز است بشرطیکہ بآواز بلند جمع شدہ قرأت نکنند انتہی

حفاظ کا قرأتِ قرآن کے لئے قبر کے نزدیک بیٹھنا، اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، مختار یہی ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ قرآن پڑھنے والے آواز بلند نہ کریں انتہی

خلاصہ یہ کہ جمع ہو کر آہستہ اگر قرآن پڑھیں خواہ قبر پر خواہ غیر قبر پر، یہ کسی کے نزدیک منع نہیں۔ دیکھو جمع ہو کر پڑھنا قرآن کا حدیثِ صحیح میں وارد ہوا ہے مسلم نے روایت کیا ہے کہ "جس گھر میں آدمی جمع ہوتے ہیں اس لیے کہ تلاوت کریں کلام اللہ کی، اور پڑھیں آپس میں، اُترتا ہے اُن کے دلوں میں آرام قرار و طمانیت، اور سب طرف سے لے لیتی ہے ان کو رحمت، اور گرداگرد اُن کے پھرتے ہیں فرشتے۔" دیکھو یہ کس قدر فضیلتِ عظمیٰ ہوئی!

علاوہ بریں قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الموتی والقبور میں لکھتے ہیں :

حافظ شمس الدین بن عبد الواحد گفتہ از قدیم در ہر شہر مسلمانان جمع می شوند و برائے اموات قرآن می خوانند پس

(حافظ شمس الدین بن عبد الواحد نے فرمایا کہ قدیم زمانہ سے ہر شہر میں مسلمان جمع ہوتے ہیں اور اموات کے لیے

marfat.com

اجماع شدہ انتہی۔ قرآن خوانی کرتے ہیں۔ پس اجماع ہوگیا ہے) انتہی

اور کتبِ عربیہ میں اُس کی عبارت یوں ہے:

یجتمعون و یقرءون القراٰن لموتاھم من غیر نکیر فکان ذلك اجماعاً۔

آدمی جمع ہوتے ہیں اور پڑھتے ہیں قرآن اپنے موتیٰ کے واسطے، کسی نے اس پر انکار نہیں کیا، تو یہ اجماع ہوگیا اہلِ اسلام کا ۱۲

لفظ من غیر نکیر صاف بول رہا ہے کہ پہلے اس میں کوئی اختلاف نہ کرتا تھا، اور مُلّا علی قاری اور سیوطی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی سب لکھتے ہیں:

عن سفیان قال کان الانصار اذا مات لھم المیت اختلفوا الیٰ قبرہ ویقرءون القراٰن۔

روایت سے سفیان سے کہ انصار کی یہ عادت تھی کہ جب مرتا کوئی میت ان کا، تو جاتے وہ اس کی قبر پر اور پڑھتے تھے قرآن ۱۲

اور علامہ عینی شرح ہدایہ کے باب الحج عن الغیر میں لکھتے ہیں:

ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر و زمان و یقرءون القراٰن و یھدون ثوابہ موتاتھم و علیٰ ھذا اھل الصلاح و الدیانۃ من کل مذھب من المالکیۃ والشافعیۃ و غیرھم ولا ینکر ذلك منکر فکان اجماعا انتہیٰ۔

بیشک مسلمان جمع ہوتے رہے ہیں ہر عصر اور زمانہ میں اور پڑھتے رہے قرآن اور پہنچاتے رہے ثواب اس کا اپنی موتیٰ کو اور انہی بات پر جمع ہیں صلاح اور دیانت والے ہر مذہب کے مالکی اور شافعی وغیرہ اور نہیں انکار کرتا اس کا کوئی منکر، پس ہوگیا یہ اجماع (اس

marfat.com

سے معلوم ہوا کہ انکار وہی کرتے ہیں اس زمانہ میں جو صلاح و دیانت والے نہیں ہیں ۱۲
مجموع ان روایات سے یہ معلوم ہوگیا کہ مذاہب اربعہ اہل سنت وجماعت کے تمام علمائے دیندار محقق اور صلحاء ہر شہر میں قدیم قدیم سے جمع ہو کر قرآن اموات کے واسطے پڑھتے رہے ہیں اور کوئی ان پر انکار نہیں کرتا تھا اور مراد یہ ہے کہ کوئی بڑا عالم محقق جس کی سند پکڑی جائے اور اس کا انکار انکار شمار کیا جائے ایسا شخص کوئی نہیں منع کرتا تھا ——— اور کم درجہ کے علماء میں اگر کسی نے انکار کیا تو وہ رد کیا گیا اُس کے قول پر عمل نہیں ہوتا تھا عمل اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی پر رہا ہے بالاتفاق والاجماع کہ پڑھنا قرآن مجید کا مجتمع ہو کر قبر پر اور مکانات پر بھی جائز ہے۔

اجتماعِ اہلِ اسلام کی وجہ

چوتھا امر مجتمع ہونا عزیزوں اور دوست آشناؤں کا واسطے پڑھنے کلمہ اور قرآن کے، سو وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک لاکھ کلمہ وارثِ میت پڑھ نہیں سکتا، اگر کوئی ہمت کرے گا بھی تو مدتوں میں تمام ہوگا، یہاں میت کا ابھی کام تمام ہوا جاتا ہے اُس کے حق میں جلدی چاہیے، پس لابد ہُوا کہ دوست آشنا ایسی حالت میں ورثاءِ میت کی مدد کریں کہ اُن کے ساتھ مل کر جلد انجام کار فرمادیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تعاونوا علی البرّ والتقویٰ۔ یعنی آپس میں مدد کرو نیک کام اور تقویٰ پر۔

اور یہ بھی ہے کہ جب وارثانِ میت نے یہ جلسہ ذکر کا منعقد کیا تو جس قدر مومنین طالبِ حسنات ہیں سب کو اس میں شریک ہونا موافق حدیثِ نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے موجب خیر و سعادت ہوگا،

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

marfat.com

اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا۔ جب تم گزرو جنت کے باغ و سبزہ زار میں تو وہاں چَرو۔

'چرنے' سے مراد یہ کہ خُوب پیٹ بھر کے ثواب حاصل کرو۔

لوگوں نے پُوچھا: بہشت کے باغات اور سبزہ زار کیا ہیں؟

آپ نے فرمایا: حلق الذکر یعنی جہاں جماعتیں ذکر کرنے والوں کی حلقہ مارے بیٹھی ہیں۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے کذا فی المشکوٰۃ۔

اب ہم پُوچھتے ہیں کہ اس جلسہ میں جو قرآن اور کلمہ پڑھا جاتا ہے یہ ذکر اللہ ہے یا نہیں؟ اگر کہتے ہو کہ نہیں تو کیا گُل بکاؤلی اور فسانۂ عجائب ذکر اللہ ہوگا۔ اور اگر کہو کہ ہاں یہ مجلس مجلسِ ذکر ہے، تو ہم کہیں گے کہ موافق ارشاد مخبرِ صادق یہ مجلس باغ اور سبزہ زار جنت ہے پھر اس میں چرنے سے کیوں منع کرتے ہو۔ اوپر گزر چکا کہ اہلِ اسلام کا اجماع ہے اور کسی نے انکار نہیں کیا اس پر کہ مسلمان جمع ہو کر میت کے لیے پڑھیں، پس یہ اجماع ثابت الاصل ہے اس کو ممنوع اجتماع الیٰ اہل المیت میں داخل کرنا جو حدیث جریر بن عبد اللہ سے سمجھا جاتا ہے عقل و فہم سے بہت دور ہے، افسوس ایک وہ لوگ تھے کہ کسی امر مکروہ کو دیکھتے تھے اور اس میں کچھ خیر و بہتری ہوتی تھی تو اُس خیر کے باعث مکروہ سے چشم پوشی کرتے تھے۔

عیدگاہ میں بعد نمازِ عید نفل پڑھنا ممنوع ہے، حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ نے ایک شخص کو وہاں نفل پڑھتے دیکھا اُس کو آپ نے منع نہ فرمایا۔ لوگوں نے عرض کی: یا امیر المؤمنین! آپ اس آدمی کو منع نہیں فرماتے؟

آپ نے جواب دیا کہ مجھ کو خوف آتا ہے مبادا اُن لوگوں میں شریک ہو جاؤں جن کو اللہ تعالیٰ نے جھڑکا ہے:

marfat.com

ارأیت الذی ینھٰی عبداً اذا صلّٰی۔ — تُو نے دیکھا اُس کو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وُہ نماز پڑھتا ہے۔

یہ قصہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا دُرِ مختار اور دوسری کتبِ فقہ میں موجود ہے۔ اور درمختار میں اس مقام پر یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ عیدگاہ کے رستہ میں تکبیر نہ کہے اور نفل بھی نہ پڑھے قبل نماز، پھر یہ لکھا:

اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا نفلۃ رغبتھم فی الخیرات۔

اور فقیہ شامی نے اس کی شرح یُوں لکھی:

لاسرا ولا جھرا فی التکبیر ولا قبل الصّلوٰۃ بمسجد او بیت او بعدھا بمسجد فی التنفل۔

ان دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ عام آدمیوں کو منع نہ کیا جائے تکبیر سے روزِ عید، خواہ پکار کے کہیں یا آہستہ۔ اور نفلوں سے بھی منع نہ کریں خواہ قبل نمازِ عید پڑھیں یا بعد مسجد میں پڑھیں یا اپنے گھر میں، اس لیے کہ عام آدمی پہلے ہی خیرات وحسنات کی طرف رغبت نہیں رکھتے، وُہ لوگ جس طرح خدا کا نام لے لیں غنیمت ہے۔

اب دیکھیے ایک وُہ دَور صحابہ کا تھا کہ حضرت علی نے یہ خیال فرمایا کہ گویا ہیئت کراہت کی اس نماز میں عارض ہے کہ بعد نمازِ عید عین عیدگاہ میں خلاف طریقۂ سنّت نماز پڑھتا ہے لیکن پھر بھی یہ فعل خیر تو ہے اللہ تعالیٰ کی یاد تو کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی حضوری میں ہے منع نہ فرمایا اور منع کرنے میں خوفِ الٰہی کیا، اور کیوں نہ کرتے وہی لوگ ڈرا کرتے ہیں اللہ سے، جن کے دلوں میں خوفِ الٰہی ہوتا ہے۔ ایک یہ دور آخری ہے کہ روزِ معیّن میں

marfat.com

اجتماعِ اخوان کو اپنے خیال میں مکروہ بنا کر کلمہ اور قرآن سے منع کر کے بھی خدا سے نہیں ڈرتے۔

تیسرا دن معیّن کرنا

پانچواں امر معین کرنا روز تیسرا۔ واضح ہو کہ معیّن کر لینا کسی روز کا واسطے کسی مصلحت کے شرع شریف میں وارد ہے۔ حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ جو کبار تابعین مقبولین سے ہیں اور شاگرد عبداللہ ابن مسعود کے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعود وعظ فرماتے تھے ہر جمعرات کے دن۔ جب لوگوں نے کہا: روز وعظ فرمایا کیجئے۔ جواب دیا: مجھ کو پسند نہیں آتا کہ تم کو تنگ کروں روز کہہ کہہ کر، جس طرح میں وعظ کہتا ہوں اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم کو وعظ فرماتے تھے۔ یہ روایت مسلم اور بخاری اور مشکوٰۃ میں موجود ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے دن جمعرات کا مقرر کر لیا تھا وعظ کے واسطے، اور یہ اُن کے بیان سے سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دن مقرر کر رکھا تھا حالانکہ کلام اللہ سے وعظ کے لیے کوئی قید کسی دن کی معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ قرآن شریف میں وارد ہے:

واذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین۔	اور نصیحت کر ان کو بیشک نصیحت کرنا نفع دیتا ہے ایمان والوں کو۔

اس میں قید دن کی نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے جو دن معین کیا تو کچھ مصلحت اُس وقت کی سمجھ کر دن جمعرات کا مقرر کیا تھا، ہمارے اس وقت میں اکثر علماء نے جمعہ کا دن معین کر رکھا ہے کیونکہ

marfat.com

اس زمانہ میں یہ مصلحت ہے کہ جمعہ کی نماز کو ہر طرف سے آدمی اطراف و مواضع سے خواندہ ناخواندہ جمع ہوتے ہیں ایسے مجمع میں وعظ کہنے سے فائدہ عام ہوتا ہے، جمعرات میں یہ نفع متصور نہیں۔

تنقیح یہ حدیث اصل عظیم ہے اربابِ تفقہ فی الدین کے لیے، اگر کوئی دن کسی امرِ خیر کے لیے بباعث بعض مصلحت معین کیا جائے تو جائز ہے، امام بخاری نے اس حدیث سے تعینِ یوم پر سند پکڑی ہے اور ترجمہ یہ قرار دیا:

باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومة۔ — باب اس بارے میں جو اہل علم کیلئے دن مقرر کرتے ہیں۔

اب ہم یاد دلاتے ہیں اس مقام پر قول مولوی اسمٰعیل صاحب کا جو تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان میں ہے کہ جو امر قرونِ ثلثہ میں بلا نکیر جاری نہ ہوا اور نہ اُس کی مثل و نظیر پائی گئی وہ بدعت ہے انتہیٰ

ملخصاً اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی چیز بعینہٖ اُس زمانہ میں نہ ہوئی لیکن اُس کی نظیر اُس وقت میں پائی گئی وہ بدعت نہ ہوگی۔

اور براہینِ قاطعہ ص ۲۹ میں ہے جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کے جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے انتہی

دوسرا قول براہین قاطعہ ص ۵۶ قرآن و حدیث و قولِ صحابی سے اگرچہ جزئیہ ہی ہو فقہا کلیہ نکال لیتے ہیں اور پھر اُس کلیہ سے صدہا مسائل جزئیہ جملہ ابواب فقہ کے ثابت کرتے ہیں انتہی

اب ہم ان اقوال مسلمہ منکرین کو مسئلہ متنازعہ فیہا میں رواں کرتے ہیں

marfat.com

واضح ہو کہ جس طرح موعظت اور امر بالمعروف اور تعلیم علم ایک امرِ خیر ہے اور کسی موقع میں فرض کسی موقع میں سنّت و مستحب۔ اسی طرح محتاجوں کو کچھ دینا یا کھلانا امرِ خیر ہے اور مراتب اُس کے متفاوت بعض مقام پر سنّت و مستحب اور بعض مواقع پر فرض ہے، جیسا کہ عالمگیری میں ہے:

وتفرض علی الناس اطعام المحتاج فی الوقت الذی یعجز عن الخروج والطلب۔

یعنی محتاج کو ایسے وقت میں کھلانا آدمیوں کے ذمہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ عاجز ہو نکل کر کمائی کرنے سے۔

پس سوم و دہم و چہلم میں بعض افراد محتاجین ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی خبر گیری فرض ہے اور بعضوں کی سنّت یا مستحب ہے۔ پس وارث میّت اطعام کے بعض افراد میں عامل فرض اور بعض میں مودی سنّت و مستحب ہوگا جس طرح واعظ کہ جس موقع میں امر بالمعروف مستحب تھا وہاں فاعل مستحب ہوئے جہاں فرض تھا عامل فرض ہوئے۔

پس حضرت ابنِ مسعود کا دن معیّن کرنا تعلیم علم و امر بالمعروف کے لیے نظیر ہے واسطے دن معین کرنے صدقات و فاتحہ کے۔ یعنی انفاق فی سبیل اللہ و قرأت کلام اللہ علی الدوام جائز اور ثابت الاصل ہے، جس طرح وعظ کرنا علی الدوام ثابت ہے۔ لیکن تیسرا دن اور اسی طرح بستم و چہلم وغیرہ مخصوص کیے گئے واسطے مصلحت کے جس طرح جمعرات کو وعظ کے لیے مخصوص کیا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے پس جبکہ اس تعیّن یوم فاتحہ کی نظیر وہ تعیین اُس زمانہ میں پائی گئی تو یہ تعیّن بدعت نہ ہوا اور وُہ تعیّن ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا اگرچہ ایک قضیہ جزئیہ ہے لیکن از رُوئے تفقہ فی الدّین اس سے ایک کلیہ پیدا ہوا وہ وہ ہے جو اوپر لکھ چکے کہ معیّن کر لینا دن کا

marfat.com

کسی امرِ خیر کے واسطے بعض مصالح کے سبب جائز ہے۔ یہ ایک مفہوم کُلّی ہے جس کے نیچے بہت افراد جو متغائر بالتشخیص اور متحد بالحقیقت میں داخل ہیں، اور ٹھہر چکا ہے اپنے محل میں کہ نوع کا مقتضی طبعی نہیں بدلتا۔ پس جبکہ ایک فرد تعین کا حکم صدر اوّل میں بحدیث صحیح معلوم ہو چکا تو افراد باقیہ کو تعین میں بھی وہی حکم جواز جاری و ساری ہوگا۔ اور یہ بھی جاننا چاہیئے جب یہ ثابت ہو چکا کہ نوع تعین یوم کا ایک فرد اُس وقت موجود تھا تو فی الحقیقت یہ سب افراد تعین اُس وقت بوجود معنوی و وجود شرعی موجود تھے گو وجود خارجی و ظہور اُن کا کسی آیندہ وقت میں ہو جائے الیٰ یوم القیٰمۃ۔

اور زبان سے نیتِ نماز کا مسئلہ یاد رکھنا چاہیے کہ فقط حج میں تلفظ ثابت ہوا تھا پھر وضو اور نماز روزے میں خواہ وہ فرض ہوں یا واجب یا سنّت سب میں جاری ہو گیا کما ھو مصرح فی الفقہ۔ وجہ اُس کی یہ ہے کہ جب حکم ایک فرد عبادت میں ثابت ہوا تو سب میں ثابت ہُوا، اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول:

لایجعل احدکم للشیطان شیئا من صلاتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ۔	تم میں سے کوئی ایک شیطان کے لئے اپنی نماز کا حصہ نہ بنائے یہ رائے دیتے ہوئے کہ نماز کے بعد دائیں جانب پھرنا اس پر لازم ہے۔

بعد نماز داہنی طرف سے واجب جان کر پھرنے کی نہی کو شامل تھا لاغیر لیکن طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں ایک کُلیہ پیدا کر لیا کہ من اصر علی مندوب الیٰ اٰخرہ یعنی جو کوئی کسی امر پر وجوباً عمل کرے گا اس میں شیطان کا حصہ ہوگا۔ افسوس آتا ہے اُن صاحبوں کے حالات پر کہ اپنے مطلب میں یہ شدّ و مد سے تحریر کہ قولِ صحابی سے اگرچہ جزئیہ ہو فقہاء کلیہ نکال لیتے ہیں اور پھر اس کلیہ سے صدہا مسائل جزئیہ

marfat.com

جملہ ابواب فقہ کے ثابت کرتے ہیں، جیسا کہ قریب گزرا، پھر کیا وجہ ہے کہ تعیینِ یوم میں فعلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود، بعدازاں فعلِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود۔ اور صحیح حدیث متفقٌ علیہ سے اس کا ثبوت ہے اس سے کیوں کلیہ پیدا کر کے بہت سے مسائل تعیینِ یوم کو طے نہیں کر لیتے!

اب ہم شروع کریں اس بیان کو کہ سیوم میں وہ مصلحت کہ جس کے لیے تعیینِ یوم واقع ہوئی کیا ہے! تعیین مفید ہے وارثانِ میت کو اور نیز جمیع قرآن وکلمہ پڑھنے والوں کو وارثوں کے لیے اس طرح مفید ہے کہ تعین اور تقرر کی قید میں خوب خیال چڑھا رہتا ہے دل پر کہ یہ کام کرنا ضروری ہے، پس نہیں فوت ہوتا اُن سے یہ کام، اور جو لوگ معیّن نہیں کرتے اُن کا کام کبھی کا کبھی ہوتا ہے بلکہ بہتیرے آدمیوں سے فوت ہو جاتا ہے، جو لوگ جمعرات کی تعیین میں روٹی فاتحہ اموات کی نیّت سے کھلا دیتے ہیں وہ تو کھلا دیتے ہیں اور جنہوں نے تخصیص کو بدعت کہا اُن کو ہفتہ کے ہفتہ بلکہ مہینے گزر جاتے ہیں۔ روٹی گھر سے نہیں نکالتے اور نافع ہونا اس تعیین تاریخ کا دُوسرے آدمیوں کو اس وجہ سے ہے کہ اگر دن غیر رہتا تو کوئی کسی دن پڑھنے آتا اور کوئی کسی دن۔ کام اسلوب کے ساتھ اور جلد نہ ہوتا، دن مقرر ہونے سے عین ایک میعاد پر سب جمع ہو جاتے ہیں اور خوش انجامی سے کام تمام ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر تم کو جلدی ایصالِ ثواب اور امدادِ میت منظور ہے تو دفن سے اگلے دن کیوں نہیں ختم کرا لیتے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ہم دُوسرا دن مقرر کرتے اس پر بھی تم اعتراض کرتے کہ دوسرا دن کیوں مقرر کیا، تعیین بدعت ہے۔ علاوہ ازیں مصلحت اس میں یہ دیکھی گئی کہ روزِ دفن برادری کے آدمی اور دوست آشنا دیر تک تجہیز و تکفین میں

marfat.com

رہتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کسی میت کی قبر کنی اور غسل و تکفین وغیرہ میں ایک ایک پہر اور بعض جگہ دو دو پہر کم و بیش لگ جاتے ہیں اگر دوسرے دن بھی چھ گھڑی یا پہر بھر کی محنت واسطے ختمِ قرآن اور کلمہ طیبہ کے دی جاتی تو متواتر پے در پے آنا کسی قدر دشوار ہوتا اس لیے ایک دن بیچ میں آسائش دے کر تیسرا دن معین کیا گیا۔ دوسری مصلحت یہ ہے کہ وارثانِ میت کی تعزیت کے واسطے شرع شریف میں تین روز مقرر کیے گئے ہیں۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں ہے،

ولا باس لاھل المصیبۃ ان یجلسوا فی البیت او فی المسجد ثلثۃ ایام والناس یأتونھم ویعزونھم۔

یعنی کچھ مضائقہ نہیں مصیبت زدوں کو بیٹھنا گھر میں یا مسجد میں تین روز تک اس میں آدمی آئیں گے ان کے پاس اور تعزیت[1] کریں گے یعنی تسلی اور تشفی دیں گے اہلِ ماتم کو انتہٰی

---

[1] تعزیت کے ساتھ ساتھ میت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا سنّتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سنّتِ صحابہ ہے۔ شیخ الحدیث علامہ مولانا غلام رسول رضوی مدظلہ، تفہیم البخاری ج ۲ ص ۱۴۷ پر رقمطراز ہیں،

فاتحہ خوانی میں ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا اور میّت کو ثواب بھیجنا

جب ابُو عامر کے شہید ہو جانے کے بعد ابو موسٰی اشعری نے اُن کا پیغامِ دُعا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا تو آپ نے وضو کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر ابو عامر کے لیے دعا کی۔ ابن حجر عسقلانی نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دُعا کے ارادہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

پس تیسرے دن کے معیّن کرنے میں یہ بھی مصلحت سمجھی گئی کہ ان ایام میں آمد و رفت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کے وقت وضو کرنا اور ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا مستحب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا میں فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَوْقَ کَثِیْرٍ مِّنْ خَلْقِکَ مِنَ النَّاسِ۔

اے اللہ! ابُو عامر کو قیامت کے دن اپنی کثیر مخلوق پر فضیلت دے۔

مسلم شریف جلد ۲، صفحہ ۶۸ پر حدِّ زنا میں ہے:

ماعز رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دستِ اقدس میں ہاتھ رکھ کر کہا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے پتھروں کے ساتھ قتل کر دیں (ماعز کے فوت ہونے کے بعد) حضرات صحابہ کرام دو یا تین دن افسوس کے لیے بیٹھے رہے اس اثناء میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کہنے کے بعد اُن میں بیٹھ گئے اور فرمایا:

"ماعز بن مالک کے لیے دُعا کرو۔"

اس روایت سے صحیح بخاری (باب غزوۂ اوطاس) کی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام فوت ہونے والے کے بعد اس کے لیے دُعا کرنے بیٹھتے تھے اور ہاتھ اٹھا کر دُعا کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کام ایک بار کریں وہ اُمت کے لیے مسنون ہوتا ہے۔ لہٰذا فاتحہ خوانی کے وقت ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کو بدعت کہنا بہت بڑی جسارت ہے، حالانکہ یہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

اہلِ تعزیت کی رہتی ہے لوگوں کے بُلانے اور جمع کرنے میں چنداں مشقت نہ ہوگی اجتماع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابنِ ماجہ میں "باب من لا یرفع یدیہ فی القنوت" میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

"جب تُو اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے تو ہاتھ اُٹھا کر ہتھیلیاں اپنے منہ کی طرف۔"

علاوہ ازیں ایصالِ ثواب میں تو اختلاف نہیں اگر فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھ کر دُعا کریں اور میت کو ثواب ایصال کریں تو اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں۔ ابو داؤد کے ابواب الوصایا میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

اگر میت مسلمان ہو اور تم اس کی طرف سے غلام آزاد کر دیا خیرات کر دیا حج کر دا اس کا ثواب اس کو پہنچ جاتا ہے۔"

ترمذی شریف میں ابنِ عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میری والدہ فوت ہو گئی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو نفع ہوگا؟ فرمایا: ہاں نفع ہوگا۔ اُس نے کہا، میرا ایک باغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے وہ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کیا۔
(ترمذی ج ۱ ص ۸۵)

ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا "تم میں سے کون ہے جو مسجدِ عشار میں میرے لیے دو رکعتیں یا چار رکعتیں پڑھے، پھر کہے یہ ابو ہریرہ کے لیے ہے۔" اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نفلی عبادت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

مؤمنین سہولت سے ممکن ہوگا، اور یہ بھی ہے کہ جو قرب وجوار کے مواضع وقصبات میں اُن کے اقربا دوست آشنا رہنے والے ہیں بعد وصول خبر وفات وہ بھی اکثر شریک امداد وفاتحہ وختم قرآن وکلمہ طیبہ کے ہوجائیں گے۔ پس تعیین تیسرے دن کی مبنی اس مصلحت پر ہے اور جو کچھ اس میں پڑھا جاتا ہے کلمہ اور قرآن، اس کا بیان بہت وضاحت سے اُوپر ہوچکا۔ اور یہ تعیین کچھ ہماری مقرر کی ہُوئی نہیں بلکہ قدیم الایام سے علماءِ دین اور مفتیانِ شرع متین کی قرار دی ہوئی ہے۔ ایک مختصر دلیل اس پر یہ ہے کہ مُلّا علی قاری اور سیوطی اور علامہ عینی وغیرہم کے کلام سے ہم ثابت کرچکے ہیں کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صحیح بخاری میں "باب الجرید علے القبر" کے باب میں ہے کہ بُریدہ اسلمی نے وفات سے پہلے وصیت کی کہ اس کی قبر پر دو تر شاخیں رکھ دی جائیں، کیونکہ ہر شے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور اللہ کے ذکر سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے ——
سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَلَّهٗ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا اِلٰى اَنْ يَّيْبَسَا۔

یقیناً خشک ہونے تک اِن دونوں انسانوں سے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا کہ جب درخت کی تر شاخ کے تسبیح کرنے سے عذاب میں تخفیف ہوسکتی ہے تو قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے سے بطریقِ اَوْلیٰ تخفیف ہوگی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہٗ اعلم۔ (ماخوذ از تفہیم البخاری جلد ششم صفحہ ۴۱۷ تا ۴۱۹ از شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی، فیصل آباد)

محمد شریف گل

marfat.com

جمیع مذاہب کے علماء و صلحاء کل شہروں میں کل زمانوں میں جمع ہو کر ختم قرآن کرتے رہے ہیں اس پر اجماعِ اُمت ہے۔ پس اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ کل شہروں اور ملکوں میں ہندوستان تو بڑا ملک ہے اس میں بہت شہر ہیں پس ضرور ہے کہ یہاں کے علماء و صلحاء نے بھی جمع ہو کر پڑھنے کا طریقہ اپنے ملک ہندوستان میں بلاشبہ جاری کیا ہوگا ہم جو خوب تلاش کرتے ہیں اور فکر کرتے ہیں تو ہندوستان کے دور دور شہروں میں یہی طریقہ قدیم الایام سے جاری دیکھتے ہیں اور ہم اپنے آباء و اجداد سے اور ہمارے آباء و اجداد اپنے آباء و اجداد سے اسی طرح سنتے اور دیکھتے آئے ہیں سیکڑوں برس کی کتابوں میں ان کا ذکر ہے، پس یہ لابد قرار دادِ علماءِ سابقین اور صلحاءِ قدیم کا ہے البتہ جس وقت عوام اس مجمع سیوم میں بعض باتیں خلافِ شرع کرنے لگے اُس وقت ایک وجہِ خاص کے سبب علماء اس کو منع کرنے لگے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام شرح سفر السعادۃ میں صاف اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے:

اما ایں اجتماع مخصوص روز سیوم و ارتکاب تکلفات دیگر صرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است و حرام انتہی کلامہ۔

لیکن تیسرے دن میں یہ خاص اجتماع اور تکلفات کا ارتکاب کرنا، دوسرے بغیر وصیت یتیموں کے حق مال خرچ کرنا بدعت و حرام ہے انتہی کلامہ

اہلِ انصاف دیکھیں کہ اس کلامِ شیخ سے جو صاحب سیف السنہ وغیرہ قرآن اور کلمہ پڑھنے انکار روز سیوم میں نکالتے ہیں کیسی بے منصفی ہے اس سے تو اجماع للقراءۃ کی قباحت نہیں نکلتی بلکہ اجتماع مخصوص اُن ایام کا جو خاص زمانہ شیخ میں بعض منہیات کے ساتھ ہوتا تھا جس کی طرف اشارہ لفظ ایں اجتماع مخصوص واقع ہے اور نیز اپنے ترجمہ فارسی مشکوٰۃ باب البکاء علی المیت میں لکھتے ہیں:

marfat.com

باک نیست بہ نشستن تا سہ روز در خانہ یا در مسجد و انچہ مردم دریں زمان از تکلفات کنند ہمہ بدعت و شنیع نامشروع است۔

تین دن تک گھر یا مسجد میں بیٹھے میں کوئی حرج نہیں اور جو لوگ ان دنوں میں تکلفات کرتے ہیں یہ بدعت ناپسند اور نامشروع ہے۔

غرض ان کے کلام سے اس اجتماع مخصوصہ کی بُرائی اور یتیموں کے حق ضائع کرنے اور تکلفات کرنے کی ممانعت پائی گئی اور اس عبارت سے پہلے جو سفر السعادت کی عبارت بدعت ہونے ختم قرآن میں تھی اس کا جواب ہم بیان امر تیسرے میں دے چکے ہاں البتہ تکلفات کرنے موقی میں ممنوع ہیں۔ چنانچہ بعض آدمیوں نے بعض شہروں میں نئے نئے تکلفات ایجاد کئے تھے جن کا ذکر نصاب الاحتساب میں ہے:

یقطعون اوراق الاشجار و یتخذون منہ شیئا علی صورۃ الاشجار و یزینون بہا حول القبر و یلبسون القبر ثیاب الحریر إذا کان المیت من اھلہ ای کان یلبس ذلک و یحضرون المجامر المصورہ بتماثیل ذوات الارواح کالبازی ونحوہ فإنہ مکروہ و یبسطون الفرش و یقوم الشاعر فیمدح المیت بما لم یفعلہ وانہ کذب و یحضرون المصاحف فی المقابر و یضعونہا فی المجلس و لا یقرءون ینتظرون حضور الصدر فان فتح المصحف و اخذ الناس فی القراءۃ ثم حضر الصدر لغضب علیہم وھل ھو الا أمر النفس الامارۃ بالسوء انتھیٰ کلامہ تلخیصا وفی حاشیۃ خزانۃ الروایات الناس یھیئون الریحان والورد فی الاطباق وماء الورد فی القماقم۔

یعنی درختوں کے پتّوں کو اس طرح تراشتے ہیں کہ صورت عین درختوں کی اُس میں پیدا ہوجاتی ہے اور گرد قبر کے اُن پتّوں کو سجاتے ہیں اور قبر پر ریشمیں

marfat.com

غلاف ڈالتے ہیں اگر وہ میّت پہنتا تھا اپنی زندگی میں ریشم، اور لاتے ہیں انگیٹھیاں جس میں بازو غیرہ جانوروں کی تصویر ہو، یہ مکروہ ہے اور بچھاتے ہیں فرش یعنی تکلفی اور دُوم بھاٹ کھڑا ہو کر اس مُردہ کی جھوٹی تعریفیں کرتا ہے اور لیجاتے ہیں گور پر قرآنوں کو، اور رکھ دیتے ہیں پڑھتے نہیں جب تک رئیسِ مجلس نہ آجائے اور اگر اُس سے پہلے قرآن پڑھنے لگیں تو وہ خفا ہوتا ہے یہ نفس امارہ کی شامت ہے یہ نصاب الاحتساب کے چُنے ہوئے فقرے ہیں اور خزانۃ الروایات کے حاشیہ میں ہے کہ تیار کرتے ہیں آدمی پھول پھلواری اور گلاب کے پھول طباقوں میں، اور عرقِ گلاب بھرتے ہیں قمقموں میں انتہیٰ۔

اب خیال کرنے کا مقام ہے کہ ورثہ میّت تو مصیبت زدہ ہوتے ہیں اُن کو سرور کا سامان ایامِ مصیبت میں کرنا اور بعض امورِ محرمہ اور مکروہہ سے زینت دینا کون گوارا کرے گا۔ چنانچہ مفتیانِ دین نے اس کو منع کیا اور تمام عالم نے اس کو مان لیا۔

اب دیکھیے یہ باتیں کون نہیں کرتا، البتہ ایک یومِ معیّن میں جمع ہو کر کلمہ کلام پڑھ دیتے ہیں۔ اب جو بعضے علماء تشدد کرتے ہیں محض تعیّنِ یوم کے سبب سے قرآن اور کلمہ کو بھی مکروہ کہہ دیتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ اور دلیل اُن کی دو ہیں:

ایک یہ کہ نماز میں معیّن کر لینا سُورت کا مکروہ ہے تو ایصالِ ثواب کے واسطے بھی تیسرا دن خاص کرنا مکروہ ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اگر ہم کسی امر کو قیاس کرتے ہیں تو تم کہا کرتے ہو قیاس کرنا مجتہد کا کام ہے اور خود اپنے لیے قیاس کرتے ہو تو جائز ہے، یہ بے منصفی نہیں تو اور کیا ہے! اس سے قطع نظر تعیّنِ یومِ فاتحہ وغیرہ کو قیاس نماز پر کرنا خود صحیح نہیں اس لیے کہ امام شافعی کے نزدیک تو تعیّنِ سُورت مکروہ ہی نہیں، اور حنفی

marfat.com

کے نزدیک جو مکروہ ہے تو امام طحاوی اور اسبیجابی وغیرہ محققین کے کلام سے اس کی کراہت دو سبب سے ہے :

(۱) یا تو یہ کہ پڑھنے والا اُس کو یہ اعتقاد کرے کہ ایسی ایک سُورۃ کا پڑھنا واجب ہے دُوسری سُورت پڑھوں گا تو اس میں نماز نہ ہوگی یا ہوگی تو مکروہ ہوگی۔

(۲) دوسرا سبب یہ کہ جاہل لوگ اسی ایک سورت کو جب پڑھتے دیکھیں گے مبادا وہ لوگ یہ اعتقاد کریں کہ نماز میں بھی ایک سورت واجب ہے دوسری نہیں۔

یہ مضامین فتح القدیر اور شامی اور برہان وغیرہ میں ہیں اور غالباً وجہ کراہت کی وہی سببِ اول ہے یعنی واجب جاننا تعینِ سورت کا۔ چنانچہ حدیثِ صحیح میں اس کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ صحیحین میں ہے کہ ایک آدمی امام تھا وہ ہر رکعت میں قُل ھو اللہ ضرور پڑھا کرتا تھا، بخاری کی روایت میں ہے کہ مقتدی لوگ اس سے اُلجھے، اُس نے جواب دیا کہ میں تو اس سُورت کو نہیں چھوڑتا تمہارا جی چاہے مت پڑھو میرے پیچھے نماز۔ انجام کار یہ مرافعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کیا گیا آپ نے اس سے پُوچھا کہ تُو کیوں نہیں مانتا اُن کی بات؟ اور کیوں التزام کر رکھا ہے تُو نے اس سورت کا ہر رکعت میں؟ اس نے کہا: مجھ کو پیاری لگتی ہے یہ سُورت۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

اخبروہ ان اللہ یحبہ۔ یعنی خبر دو اس کو کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ فرمایا:

حبك ایاھا ادخلك الجنۃ۔ یعنی تُو جو اس سورت کو دوست رکھتا ہے اس کو دوست رکھنے نے تجھ کو جنّت میں داخل کر دیا۔

marfat.com

اِس قصہ سے معلوم ہوا کہ تعیینِ سورت کو واجب اعتقاد کرنا ہی موجبِ کراہت تھا۔ جب اُس شخص نے اپنا وہ اعتقاد ہونا نہ بیان کیا بلکہ یہ کہا کہ مجھ کو اس سُورت سے محبت ہے۔ تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعیّن اور التزام و دوام کو منع نہ فرمایا، اور یہ بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رفع اشتباہ عقیدہ عوام کے لیے اس تعیّن کو کبھی ترک کر دیا کر، اس لیے کہ جب وہ بالمشافہ کہہ چکا کہ میں محبت کے سبب پڑھتا ہوں یعنی واجب نہیں جانتا تو جس طرح ترک احیاناً سے رفع اشتباہ متصور تھا وہ تصریح زبانی سے ہو گیا۔ یہ بات بھی قابلِ استحضار ہے۔

اب ہم کہتے ہیں کہ تعیّنِ سوم میں بھی وہ علّتِ کراہت مفقود ہے، سب جانتے ہیں کہ امرات کے لیے ایصالِ ثواب ایک امرِ مستحب ہے فرض و واجب کوئی نہیں اعتقاد کرتا۔ جب اصلِ ایصال واجب و فرض نہ ہوا تو تعیّنِ یومِ سوم کو کون نادان فرض و واجب کہہ دے گا!

علاوہ برآں یہ تخصیص تیسرے دن کی جو جاری ہے وہ مبنی بعض مصلحتوں پر ہے جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا اور سہولت سے انجام کار ہو جاتا ہے اور خود فقہ میں بھی تعیّن سُورت کے باب میں امام طحاوی نے تصریح کی ہے:

اما اذا الازمها لسهولتها عليه فلا يكره بل يكون حسنا كذا في البرهان۔	جب لازم پکڑا کسی نے اُس کو یعنی سورت کو بسبب سہولت کے، تو کچھ مکروہ نہیں بلکہ اچھی بات ہے یہ برہان شرح مواہب الرحمٰن میں ہے ۱۲

اور قُہستانی میں ہے:

فلو قرأ للسنة او اليسر فلا باس به۔	اگر اس نے سنت اور آسانی کے لئے معین سورت پڑھی تو کوئی حرج نہیں۔

marfat.com

پس موافق اس تعلیل کے تعیینِ سوم مکروہ نہ ٹھہرا۔ باقی رہا دوسرا سبب کہ مبادا دوسرے آدمی جاہل اس کو دیکھ کر یہ اعتقاد نہ کرلیں کہ ایصالِ ثواب تیسرے دن ہی ہوتا ہے نہ پہلے اس سے نہ پیچھے اس سے، سو یہ علت بھی یہاں مفقود ہے اس لیے کہ جو لوگ فرض و واجب و سنّت و مباح کی حقیقت اور کُنہ کو نہیں سمجھتے اُن کا تو کچھ علاج ہی نہیں، وہ تو نماز روزہ میں بھی امورِ مستحبہ کو فرض، فرض کو افضل و اولیٰ، مکروہ کو مفسد اور حرام، مباح کو واجب، جو چاہتے ہیں کہتے ہیں ان کو ہرگز تمیز نہیں۔ اگر ان کے لیے تغیر امورِ شرعیہ میں کیا جائے گا عجب نہیں کہ کُل شریعت اور ہی کچھ ہو جائے، سو ایسے اشد اجعل العوام سے قطع نظر کرکے یہ دیکھنا چاہیے کہ جو لوگ عوام اس درجہ کے ہیں کہ ان کو فرضیت اور اباحت میں فرق معلوم ہے سو حضرت سلامت یہ مسئلہ خاص اس درجہ کا ہے کہ اس درجہ کے عوام سب جانتے ہیں کہ یہ مثل حج و زکوٰۃ کے فرض تو نہیں ہے بلکہ واجب بھی نہیں، ایصالِ ثواب فی نفسہٖ مستحب ہے اور تعیّن ایک مصلحت کے لیے ہے، بزرگانِ دین کا قرار دیا ہوا ایک امر متوارث چلا آتا ہے، اور یہ شُبہ تو کسی کم سے کم عقل والے کو بھی نہیں پڑ سکتا کہ یُوں جانے ثواب آج پہنچے گا پھر نہ پہنچے گا، اس لیے کہ جب وُہ دیکھتے ہیں کہ وارثانِ میّت سوائے روزِ سوم کے اور دنوں میں فاتحہ درود کرتے ہیں تو کس طرح اعتقاد کریں گے روزِ سوم ہی کو ثواب پہنچا کرتا ہے باقی شبہ تعیّنِ سورت میں جو صاحبِ ہدایہ نے لکھا ہے وہ بھی جاتا رہا۔ پس سبب کراہت کے سب مفقود ہوئے تو تعیّنِ سوم مکروہ کہنے کی کوئی وجہ باقی نہ رہی۔

خلاصہ یہ کہ تعیّن سوم میں نہ یہ تعیّن ہے کہ قراءتِ قرآن وغیرہ کا ثواب آج ہی پہنچتا ہے اس لیے کہ غیر ایام میں بھی پڑھ کر بخش دیتے ہیں اور نہ یہ تعین ہے کہ کھانا کھلانا میّت کی طرف سے محتاج کو دینا روزِ موت سے جو شروع ہوتا ہے

marfat.com

تو چالیس روز تک اور کہیں اس سے کم و بیش برابر جاری رہتا ہے، تخصیص روز سوم کی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ تعینِ سوم نہ ایصالِ ثواب مالی کے لیے ہے نہ بدنی کے لیے، بلکہ یہ تعین مصلحتِ اجتماعِ مسلمین کے لیے ہے کہ حسبِ تعین سب فراہم ہو جائیں بے تعین اجتماع نہیں ہو سکتا اور تعین سورت نماز میں یہ حکمت مصلحت مفقود ہے بناءً علیہ یہ قیاس مع الفارق نامسموع ہے۔

سوم میں تشبہ ہنود ہرگز نہیں، تشبہ کی تحقیق

دوسری دلیل مانعین کی یہ ہے کہ سیوم میں مشابہت ہے کفار ہنود کی، اور حدیث میں ہے،
من تشبہ بقوم فھو منھم۔
جس نے مشابہت کی کسی قوم سے پس وہ انہی میں سے ہے ۱۲

سو اس کا جواب یہ ہے کہ تشبہ مصدر ہے ماخذ اس کا لفظ شبہ بالکسر ہے، شِبہ کے معنی ہیں مانند، پس تشبہ کے معنی مانند کسی کے ہو جانا۔ جب معنی تشبہ کے معلوم ہوئے اب ان منصفوں کی زبان زوری سمجھنی چاہیئے کہ سیوم کرنے والے کس بات میں مانند ہندوؤں کے ہو جاتے ہیں۔ ہم قرآن پڑھتے ہیں وہ قرآن نہیں پڑھتے ہیں، اور ہم کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں جو کفر شکن ہے وہ کلمہ نہیں پڑھتے۔ سبحان اللہ! کیا عقل سلیم ہے کہ کلمہ قاطع کفر کا پڑھنا مشابہ رسم اہلِ کفر قرار دیتے ہیں، ہمارے احباب اور برادری جمع ہو کر کلمہ کلام پڑھتے ہیں اُن کی برادری جمع ہو کر کچھ نہیں پڑھتی فقط وارثِ میت سے دُکان اس کی کھلوا دیتے ہیں اور قلم سیاہی کتاب وغیرہ کو ہاتھ لگوا کر سوگ دفع کراتے ہیں، کچھ اُن کے یہاں اگر پڑھتا ہے تو فقط ایک طرف کوئی برہمن پنڈت پڑھتا ہے وارثانِ میت اور بھائی برادری اور دوست آشنا کچھ نہیں پڑھتے۔ وہ اجتماع اور قسم کا ہے اور ہمارا اجتماع وہ ہے جو باجماعِ صلاح و دیانت اُمتیانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

جائز ہے جیسا کہ علّامہ عینی شارح ہدایہ کی عبارت گزر چکی اور ہنود کا اصل مذہب یہ ہے جو کتاب سنسکارِ دیہی مطبوعہ بنارس کے صفحہ ۱۵ میں ہے، مضمون اُس کا زبانِ اُردو میں یہ ہے :

مُردے کو جلا کر سب لوگ آئیں اور نہا دھو کر بدن کپڑے صاف اور پاک باہر سے کرلیں جس کے گھر میں موت ہوئی ہے اس کے کنبہ کے لوگوں کو تسلّی دے کر اپنے اپنے گھر چلے جائیں چوتھے دن مُردہ کی راکھ اور ہڈیاں زمین میں گاڑ دیں یا باغ یا کھیت میں ڈال دیں اور جب تک رنج دُور نہ ہو تب تک اچھے عالموں فاضلوں کی صحبت سے رنج کو دُور کریں اُن کو خورد و نوش سے خوش کریں مراد یہ کہ اہل مصیبت اگر کھانا بباعث رنج کے نہ کھاتے ہوں تو علماء وغیرہ اُن کو کھلا پلا کر خوش کریں یہی پنڈوان اور شراد جاننا اور مرنے والا آدمی جو کچھ دھن دھرم کے لیے چھوڑ گیا ہو اس کو علم اور ملک کی ترقی میں لگا دیں الیٰ آخرہ

غرضکہ اُن کی اصل دلیل میں مرنے والے کے لیے اس کے بعد اور کچھ نہیں لکھا اور اب جس طرح بعض فرقۂ ہنود عمل میں لاتے ہیں وہ یہ ہے جو کچھ اوپر ہم لکھ آئے ہیں اور نیز تیسرے دن میّت کی ہڈیاں جلی ہوئی چُن کر لاتے ہیں پھر گنگا وغیرہ میں بہاتے ہیں اور اہلِ اسلام کوئی عمل اُن میں سے نہیں کرتے پھر کس بات میں مانند ہنود کے ہو گئے ! اور کیا تشبّہ پیدا ہو گیا ! انصاف شرط ہے۔ اور اگر کوئی مشابہت اس کا نام رکھے کہ اُن کے یہاں تیسرے دن رسومِ کفر ہوتے ہیں تمہارے یہاں رسمِ اسلام یعنی کلمہ و قرآن ہوتا ہے تو انصاف کرنا چاہیے کہ یہ مشابہت کیا ہوئی یہ تو مخالفت ہوئی یعنی ہم وہ کام کرتے ہیں جو مخالفِ کفار ہیں کافر وہ کام کرتے ہیں جو مخالف اسلام ہیں۔ وُہ اپنے کام کرتے ہیں ہم اپنے، مثلاً مغرب کے وقت اور عشا اور صبح صادق کے وقت ہم لوگوں نے اذان کہی اور نماز پڑھی انھوں نے ان

marfat.com

تینوں وقتوں میں ناقوس یعنی سنکھ بجایا پوجا کیا اب کوئی بیہودہ اس کو مشابہت قرار دینے لگے کہ ان وقتوں میں تم نے اپنے طور کی عبادت کی انہوں نے اپنے طور کی، پس اتحادِ اوقات سے تشبہ پیدا ہوگیا تو سب عقلاء اس کی ہرزہ درائی اور کم عقلی پر قہقہہ ماریں گے اور اسی طرح جب حاجی لوگ بیت اللہ زادہا اللہ شرفاً سے واپس ہوتے وقت آبِ زمزم لائیں تو کوئی یاوہ گو کہنے لگے کہ یہ تشبہ ہنود ہوگیا وہ اپنی اپنی عبادت گاہ سے واپس ہوتے ہوئے گنگا کا پانی لاتے ہیں تم پانی زمزم شریف کا لائے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ خرافات بیہودہ تشبیہیں نکالنی سخت بے عقل کی دلیل ہے۔ اور مؤلفِ براہین قاطعہ نے جو صفحہ ۱۰ سطر اول میں زمزم کا پانی لانے کو امر طبعی عادی لکھا اس غرض سے کہ جو چیز امورِ دینیہ سے نہیں بلکہ امورِ طبعیہ سے ہے اس میں تشبہ منع نہیں، سو یہ ناظرین کو قابل دید اور سامعین کو لائقِ شنید ہے اس لیے کہ کسی شے کو بمقتضائے طبع قرار دینا اس وقت صحیح ہے کہ انسان کی طبیعت اپنی حیات یا تلذذ و انتفاع جسمانی میں اس کی محتاج ہو، سو پانی کا پینا عطش وغیرہ کے لیے البتہ بمقتضائے طبع ہے اور تعظیماً حصولِ برکات کے لیے پینا تو بمقتضائے طبع و عادت نہیں بلکہ بمقتضائے دین ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ اس امرِ دینی کے اشتراک کو یعنی پانی تبرکاً لانے کو جمیع علماءِ ہند نے سلفاً و خلفاً بلا نکیر جائز رکھا پس واضح ہوا کہ من وجہ بوئے تشبہ بنظرِ ظاہر کسی امر میں پیدا ہوجانی ہرگز شرعاً ممنوع نہیں۔ اور تماشا یہ ہے کہ فقط تیسرے دن کی مشارکت میں بھی مشابہت قومِ ہنود کی نہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہندوؤں میں بعض قومیں مثل سراوگی بالکل سیوم یعنی تیجے کے قائل نہیں سو اُن کے ساتھ تو کچھ بھی مشابہت نہ ہوئی اُن کے یہاں تیجا (سوم) عبارت فقط اس امر سے ہے کہ تیسرے دن کاروبار کرنے لگیں سوگ میت کا دفع کریں، سو تعزیت کے

marfat.com

واسطے اور رفعِ سوگ کے لیے شرع میں بھی تین دن معین ہیں۔ اور بعض قومیں ہنود کی مثل بشنی اگروال جو سیوم کو مانتے ہیں اور اموات کے لیے ثواب رسانی کے کام کرتے ہیں اگر اہلِ اسلام کو مشابہت لازم آتی تو ان کے ساتھ لازم آتی، سو غور سے دیکھئے تو اُن کے ساتھ بھی مشابہت نہیں کیونکہ اُن لوگوں کے قوانین متعلق گردشِ کواکب سے ہیں، تیسرے دن تیجا وہ لوگ جب کرتے ہیں کہ گرہ سامنے نہ ہو، اور اگر پنچک کی گرہ جو پانچ نچھتر ہیں سامنے آجاتے ہیں تو جس وقت تک وہ گرہ ٹل نہیں جاتی تیجا نہیں ہوتا پھر کبھی چار دن میں کبھی پانچ دن میں کیا جاتا ہے۔ اور مسلمان تیسرے دن سے آگے نہیں ٹلاتے، ان کو کواکب سے کچھ بحث نہیں، انہوں نے شرع سے یہ اصل پیدا کر کے کہ کسی امرِ خیر کے لیے بربناءِ مصلحت دن معیّن کر لینا جائز ہے دن معیّن کیا، تعیینِ اہلِ اسلام شئے دیگر ہے اور تعیینِ ہنود شئے دیگر۔ پس حکمِ تشبّہ بباعث مشارکت یومی بھی ٹوٹ گیا، اور یہ مسئلہ شرعی ہے کہ جب ہمارے اور کفار کے درمیان کسی امر میں تفاوت اور امتیاز پیدا ہو جاتا ہے تو حکم تشبّہ باطل ہو جاتا ہے حدیث و فقہ پڑھنے والوں کو یہ بات یاد ہو گی کہ یہود صومِ عاشورہ رکھتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بھی حکم دیا کہ تم بھی رکھو، اور مشابہت یہود سے جو لازم آتی تھی اُس کی مخالفت میں اس قدر کافی ہو گیا کہ آپ نے ایک روزہ اول اور آخر رکھنے کا حکم دیا:

صوموا یوم عاشوراء و خالفوا فیه الیهود وصوموا قبله یوما او بعده یوما۔

یعنی روزہ رکھو دہم محرم کو اور مخالفت کرو یہود کی اس طرح کہ رکھو ایک اوّل یا ایک آخر۔

روایت کیا اس کو امامِ احمد نے مسند میں اور بیہقی نے سُنن میں، یہ

marfat.com

امام سیوطی کی جامع صغیر میں ہے، اور بیہقی نے یہ بھی روایت کی ہے کہ اگر میں اگلے برس زندہ رہا حکم دُوں گا ایک روزہ پہلے اور ایک پیچھے کا۔

اور ائمہ کبار حنفیہ سے امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شرح معانی الآثار میں بالاسناد روایت کرتے ہیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وُہ فرماتے تھے:

خالفوا الیہود وصوموا یوم التاسع والعاشر۔ (یہود کی مخالفت کرو اور نویں اور دسویں محرم کا روزہ رکھو)

اور یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کلام نقل فرماتے ہیں:

صوموا قبلہ یوما او بعدہ یوما ولا تشبھوا بالیھود۔ یعنی تنہا روزہ رکھنے میں یہود کی مشابہت مت کرو بلکہ مخالفت کرو اول یا آخر روزہ رکھ کر۔

اور فقیہ شامی شرح قول درِ مختار میں لکھتے ہیں کہ روزۂ عاشورہ بغیر روزہ نویں یا گیارھویں ملانے کے مکروہ ہے۔ اور محیط سے اس کی دلیل یہ لکھی:

لانہ تشبہ بفعل الیھود۔

یعنی اکیلا دسویں محرم کا روزہ رکھنا تشبہ فعل یہود ہے اس لیے مکروہ ہے اور اول آخر روزہ ملانے سے وہ کراہتِ تشبہ جاتی رہتی ہے۔ اور اسی طرح روز شنبہ اکیلا روزہ مکروہ لکھا کہ فعلِ یہود ہے لیکن جب یکشنبہ کا روزہ اس میں ملا لیا یا جمعہ کا، تب مکروہ نہیں کیونکہ تشبہ بالیہود باقی نہ رہا۔

اور کنز العباد میں ہے:

کچھ مضائقہ نہیں کہ اہلِ مصیبت گھر کے اندر یا مسجد میں بیٹھ جائیں کہ لوگ

marfat.com

اس کی تعزیت کو آئیں لیکن دروازہ پر نہ بیٹھے فان ذلك عمل اهل الجاهلية (کیونکہ یہ اہلِ جہالت کا عمل ہے)

دیکھئے ذرا تغیر میں حکم بدل گیا ۔ الحاصل ان نظیروں سے ثابت ہوگیا کہ جب مشبّہ اور مشبّہ بہ میں تمیز آجائیگا حکمِ تشبہ باقی نہ رہے گا ۔ اس مقام پر مؤلفِ براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۱۰ سطر آخر میں عجیب بات لکھتے ہیں وہ یہ ہے :

تنہا روزہ عاشورہ کا کسی کے نزدیک مکروہ نہیں۔

میں (علامہ عبدالسمیع علیہ الرحمۃ) کہتا ہوں مؤلف (مولوی خلیل احمد سہارنپوری) کو کتاب دینیہ سے سخت بیخبری ہے ۔ دیکھو مکروہ ہونا اور منہی عنہ ہونا اس کا ہم حدیث وفقہ سے ثابت کر چکے اور یہ بھی کہ تشبّہ مٹانے کے لیے آخر روزہ ملانا کافی ہوا ۔ اب دیکھیے وہ اصل روزہ عاشورہ جس کو یہود رکھتے تھے اُس فعل میں مسلمان شریک رہے لیکن ایک روزہ اول اور ایک آخر ملانے سے جو تغایر پیدا ہوا حکم تشبّہ باطل ہوگیا ، اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب اہلِ اسلام کا صیام دائم تیسرے دن برقرار رہا اور یہود کا تیجا متبدل ومتغیر یعنی کبھی روز سیوم کبھی چہارم کبھی پنجم ہوتا رہا ۔ پھر اس میں بھی ہمارے افعال اور کچھ اُن کے اور کچھ ، اور ہمارے امورِ خمسہ مندرجہ صیام مستنبط قواعدِ شرعیہ سے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ۔ پھر تشبّہ کس بات میں ہوگیا !

فائدہ : مؤلفِ براہینِ قاطعہ نے اس مقام پر ہمارا مدعا بالکل نہ سمجھا اس لیے صفحہ ۱۰۰ میں یہ لکھا :

مؤلفِ انوارِ ساطعہ حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم تشبّہ میں بجمیع اجزائیہ من کل الوجوہ سمجھا ہے کہ سب اجزاء وہیئت مشابہ ہو جائے تو اس وقت تشبہ زہے ورنہ درست ہے ، اسی وجہ سے لکھتا ہے کہ کس بات میں

marfat.com

تشبہ ہنود کی ہو گئی انتہی بلفظہٖ

اس کے بعد مؤلفِ براہین نے تین ورق سیاہ کیے وہ سب فضول اور لاطائل ہیں اس لیے کہ ہماری یہ مراد نہیں بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ پانچ چیزیں فاتحہ سیوم میں ہیں، اہلِ اسلام ان پانچوں میں کسی چیز کے اندر مشابہ اہلِ ہنود نہیں ان صاحبوں کا کیسا تفقہ اور کیسا فہم و ذکا ہے کہ ہرگز ژرف نگاہی اور موشگافی علل احکام میں نہیں فرماتے مفتی قاطع السنہ یعنی صاحبِ سیف السنہ اور ان کے آباء پراولین اور اخوان معاصرین سب کے سب اس مسئلہ میں بے سمجھے بوجھے حکمِ تشبہ لگا رہے ہیں اور حدیثِ نبوی من تشبہ بقوم فھو منھم کو نہایت درجہ بے محل پڑھ رہے ہیں،

فمالھٰؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا۔ کیا خیال ہے ان لوگوں کا نہیں لگتا کہ سمجھیں ایک بات۔

یہ لوگ نہ تشبہ کے معنی لغوی جانیں نہ اصطلاحی، اس لیے کہ لغوی معنی تشبہ کے ہیں مانند ہو جانا۔ اب تم دیکھ چکے اور سن چکے کہ ہنود کا تیجا مشتمل کن امور پر ہے اور اہلِ اسلام کا شامل کن امور پر! پھر مانند ہو جانا دونوں فریق کا رسومِ یکدگر میں کہاں ہے! اب معنی شرعی سنئے صاحبِ بحر الرائق شرح جامع صغیر قاضی خاں سے نقل کرتا ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ ہر بات میں مکروہ نہیں فانا ناکل ونشرب کما یفعلون یعنی اس لیے کہ ہم بھی اسی طرح کھاتے پیتے ہیں۔ جس طرح وہ کھاتے پیتے ہیں۔

اور دُرِ مختار میں قید لگائی ہے کہ اگر ارادہ کرے آدمی ان کے ساتھ مشابہت کا، اور جس چیز میں مشابہت کرتا ہے وہ شرع میں مذموم بھی ہو، اس وقت تشبہ مکروہ ہے، عبارت اس کی یہ ہے

marfat.com

ان قصدہ فان التشبہ بھم لایکرہ فی کل شئ بل المذموم فیما یقصد بہ التشبہ۔

اگر ارادہ کرے مشابہت کا کیونکہ کفار کے ساتھ مشابہت ہر بات میں مکروہ نہیں لیکن تشبہ میں قصد مذموم ہے۔

اور مسلّم رکھا اس حکم کو شامی نے اور مولوی اسمٰعیل صاحب کی تحریر سے بھی رسالہ اثبات رفع یدین میں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مشابہت کے مکروہ ہونے میں قصد کو معتبر رکھا ہے، یعنی جب ان پر یہ اعتراض کیا گیا کہ ان ملکوں میں رفع یدین کرنے میں تشبہ روافض کے ساتھ لازم آتا ہے، اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

لا نتحری تشبہ الفرق الضلالۃ بل اتفقت الموافقۃ۔

یعنی ہم رفع یدین میں ارادہ تشبہ فرقوں گمراہ کا نہیں کرتے بلکہ اتفاقاً موافقت لازم آجاتی ہے انتہٰی

اب دیکھیے کہ سیوم میں نہ مسلمانوں کی غرض قصدِ مشابہت و ارادہ موافقتِ ہنود ہے کیونکہ اگر یہ ہوتا تو اُنہی کی طرح یہ بھی سیوم کو کبھی روزِ سیوم اور کبھی چہارم کبھی پنجم کرتے، جیسا کہ اُوپر گزرا، اور نہ تیسرے دن پڑھنا قرآن وکلمہ کا حدیث اور قرآن سے مذموم وممنوع پھر منع کا حکم دینا کیسا! اور علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

انا ممنوعون من التشبہ بالکفرۃ واھل البدعۃ المنکرۃ فی شعارھم لا منھیون عن کل بدعۃ ولو کانت مباحۃ سواء کانت من افعال اھل السنۃ او من افعال الکفرۃ والبدعۃ۔ یعنی ہم کو مشابہت کافروں اور بدعتیوں کے ساتھ اس بات میں منع ہے جو اُن کے دین کا خاص تمغہ اور پختہ علامت ان کے فرق کی ہے اور نہیں منع مشابہت ہر مباح

marfat.com

بدعتوں میں اگرچہ وُہ بدعتیں افعال اہل سنّت وجماعۃ سے ہوں یا کافر سے یا اہلِ بدعت سے، انتہیٰ

اب خیال کرنے کا مقام ہے کہ تشبّہ جو حدیث میں منع ہے اس کے یہ معنی ہیں شرعاً، پھر ہم کو قوم ہنود سے کسی بات میں مشابہت نہیں، نہ قرآن پڑھنے میں نہ چنوں پر کلمہ پڑھنے میں، یہاں تک کہ تیسرے دن کے تعیّن میں بھی شرکت نہیں کیونکہ اُن کے تعیّن بدلتے رہتے ہیں بباعث پیش آنے گرہ مذکور کے، پس تشبّہ لغوی وشرعی کسی طرح کا ہم کو ان کے ساتھ نہیں والحمد للہ علیٰ ذلک.

لمعہ خامسہ فاتحہ چہلم وبستم ودہم وسبو فرستادن در مساجد

پہلے دستور تھا کہ مٹّی کا گھڑا جس کو فارسی میں سبو اور عربی میں جرّہ کہتے ہیں میّت کی طرف سے مساجد میں بھیجا کرتے تھے نہ فقط ایک گھڑا بلکہ چند گھڑے علاوہ اُن گھڑوں کے جن سے غسلِ میّت ہوتا ہے بھیجتے تھے۔ اصل اس کی یہ ہے کہ جب سعد بن عبادہ کی والدہ مرگئیں اُنھوں نے پوچھا:

یارسول اللہ! کون سا صدقہ بہتر ہے؟

آپ نے فرمایا: پانی۔

تب اُس نے ایک کنواں یعنی ایک چاہ تیار کرادیا اور کہا: ھٰذہ لام سعد یعنی یہ چاہ سعد کی والدہ کا ہے اس کو ثواب پہنچے۔

یہ مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ پھر ہر کوئی تو کنواں یعنی چاہ کھدوانے اور بنوانے کا مقدور نہیں رکھتا، اس لیے مسلمانوں میں یہ قاعدہ ٹھہر گیا تھا کہ کورے گھڑے مسجد میں بھیجا کرتے تھے کہ حضرت نے پانی کو اچھا صدقہ فرمایا ہے اگر کنواں نہ بنایا ہمارا گھڑا بھرا ہوا مسجد میں رہے گا، کوئی اس سے پیاسا پانی پیئے گا کوئی وضو غسل وغیرہ کے خرچ میں لائے گا ثواب ہوگا۔ یہ اصل ہے گھڑا بھیجنے کی، اور بھیجنا اس

marfat.com

گھڑے کا مسجد میں مبنی اعانت اہلِ اسلام پر ہے اور جس شخص کو یہ مدِ نظر نہ ہو بلکہ اس میں رسومِ جاہلیت ادا کرے کلاہ۔ باندھے رنگ سے نقاشی کرے وہ درست نہیں۔

چالیس روز تک کھانا دینا

اور چالیس روز تک کھانا مساجد کے مُلّاؤں اور مساکین کو جو بھیجتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے:

یستحب ان یتصدق عن المیت الی ثلثۃ ایام والی سبعۃ ایام والی اربعین۔

یعنی مستحب ہے صدقہ دیا جائے میت کی طرف سے تین دن (اور بعضوں نے لکھا ہے) الی سبعۃ ایام یعنی سات دن تک، اور بعضوں نے اربعین یعنی چالیس دن لکھے ہیں۔

یہ روایتیں خزانۃ الروایات اور شرح برزخ وغیرہ میں ہیں:

ینبغی ان یواظب علی الصدقۃ للمیت الی سبعۃ ایام وقیل الی اربعین فان المیت یشوق الی بیتہ۔

یعنی چاہیئے کہ سات روز تک ہمیشہ صدقہ دیا جائے میت کی طرف سے اور بعضوں نے کہا کہ چالیس دن تک، کیونکہ میت آرزومند اور مائل ہوتی ہے اپنے گھر کی طرف۔

اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی لکھا ہے تفسیر عزیزی میں کہ موت کے بعد اپنے ابنائے جنس کی طرف لگاؤ باقی رہتا ہے، زندوں کی مدد مُردوں کو خوب پہنچتی ہے اور وہ امیدوار رہتے ہیں صدقاتِ اقرباء وغیرہ کے۔

غرضکہ اس قسم کی روایات کے سبب آدمی چالیس روز تک برابر روٹی محتاج کو میت کی طرف سے دیتے ہیں۔

marfat.com

مانعینِ چہلم کے دلائل اور ان کا رد

باقی رہا چہلم وغیرہ تو صورت اُس کی یہ ہے کہ جو صاحب اس کو منع کرتے ہیں اُن کی چند دلیلیں ہیں اول ان کا حال معلوم کرنا چاہیئے بعد ازاں وجہِ جواز سُننی چاہیئے۔

دلیل اوّل عبارت شرح منہاج نووی شافعی کی ہے جو سیف السنۃ کے صفحہ ۱۴۲ میں ہے،

الاجتماع علی مقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والطعام فی الایام المخصوص کالثالث والخامس والتاسع والعاشر و العشرین والاربعین والشھر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ۔	جمع ہونا مقبرہ پر تیسرے دن اور تقسیم کرنا گلاب کے پھولوں اور اگر کا اور کھانا کھلانا خاص دنوں میں، جیسے تیسرا پانچواں نواں دسواں بیسواں اور چالیسواں چھٹا مہینہ اور برسواں سن یہ بدعت ممنوعہ ہے ۱۲

جواب اس کا یہ ہے کہ شرح منہاج میں دو امر کا ذکر ہے ایک تو جمع ہونا تیسرے دن مُردہ کی قبر پر اور وہاں جا کر گلاب کے پھول اور عود یعنی اگر کی بتیاں وغیرہ حاضرین میں تقسیم کرنا، سو اس کا ذکر تو بیان سوم میں گزر چکا نصاب الاحتساب سے (کتاب ہذا کے صفحہ ۱۹۲ پر) کہ لوگوں نے نہایت تکلفات بیہودہ ایجاد کئے تھے اور وہ تکلفات بھی کرتے تھے گو رِمیّت پر، پس ممنوع ہونا اس کا صحیح ہے۔ چنانچہ ہم خود اس کی ممانعت پر صریح کر چکے اور جن بعض آدمیوں نے ایسی رسمیں ایجاد کی تھیں بعد منع علماء کے چھوڑ دیں اب یہ رسم نہیں، دوسری بات شرح منہاج سے یہ نکلی کہ کھانا تیسرے دن اور پانچویں دن اور نویں سویں بیسویں چالیسویں دن چھٹے مہینے برسویں دن بدعت منع ہے، سو یہ ظاہر یہ ہے کہ

marfat.com

کھانا ان ایام میں قبرِ مُردہ پر جاکر کھلاتے تھے۔

فتاوٰی بزازیہ میں تصریح ہے قبر پر کھانا لے جانے کی :

ویکرہ نقل الطعام الی القبر فی مواسم ۔

اور مکروہ ہے قبر پر لے جانا دفوں ٹھہرے ہوئے میں ۱۲

لفظ مواسم جمع ہے موسم کی، اور موسم لغت میں کہتے ہیں ایک چیز کے وقت کو اور جمع ہونے کی جگہ کو، کذا فی المنتخب وغیرہ ۔ پس معنی یہ ہُوئے کہ مکروہ ہے کھانا لے جانا قبرِ مُردہ پر ایامِ مقررہ میں، اس سے صاف معلوم ہُوا کہ تیسرے نویں دسویں دن اور چھماہی اور برسی اور ایامِ عید و شب برات وغیرہ میں جو کہ یہ ایام واسطے فاتحہ اموات کے معیّن ہیں اہلِ اسلام میں۔ بعضے آدمیوں نے بعض شہروں میں کھانا قبر پر لے جانا اور اسی جگہ جاکر کھلانا رسم کر لیا تھا اس کو اہلِ فتاوٰی نے منع کیا اور نصاب الاحتساب سے بھی اس کی تصدیق پہنچتی ہے کہ لکھا ہے :

ویشربون الشربۃ عند القبور و فی الحدیث الاکل فی المقابر یقسی القلب ۔

یعنی پیتے ہیں شربت قبروں کے پاس حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ کھانا قبرستان میں سخت کر دیتا ہے دل کو۔

پس علمائے دین نے وجہ ممنوع اور مکروہ ہونے کی مخالفت حدیث شریف کی بیان کی ہے کہ احادیث سے قبروں پر کھانا پینا منع ہے، یہ نہیں لکھا کہ یہ کھانا بباعث خاص کر لینے دن کے مکروہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان ملکوں میں جو فاتحہ دسویں بیسویں چالیسویں وغیرہ کی کرتے ہیں مقابر پر نہیں کرتے تو وہ جائز ہُوئی۔

دُوسری دلیل فتاوٰی بزازیہ کی عبارت ہے جو کہ مستملی شرح منیۃ المصلی میں منقول ہے :

ویکرہ اتخاذا فی الیوم الاول و

مکروہ ہے تیار کرنا کھانے کا پہلے دن

marfat.com

الثالث وبعدالاسبوع و نقل الطعام الی المقابر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اوقراءۃ سورۃ انعام او اخلاص.

اور تیسرے دن اور سات دن کے بعد اور لے جانا کھانے کا مقبروں میں موسموں میں اور کرنا دعوت کا واسطے قراءت قرآن کے اور جمع کرنا صلحاء اور قاریوں کا واسطے ختم کے یا پڑھنے سورۃ انعام کے یا سورۃ اخلاص کے۔

اس عبارت سے تین مسئلے پیدا ہوئے:

ایک یہ کہ مکروہ ہے کھانا تیار کرنا میت کا پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد یعنی آٹھویں دن۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس میں دسویں بیسویں چالیسویں کا نام بھی نہیں پھر یہ عبارت کس طرح چہلم وغیرہ کی ممانعت پر دلیل ہو سکتی ہے اور اگر اجتہاد کر کے قیاس قایم کرو کہ جس طرح بزازیہ میں ان ایام کو منع کیا ہے ہم ان ایام کو منع کرتے ہیں، تو اس کو ہم رد کرتے ہیں دو وجہ سے:

ایک وجہ یہ کہ خود شارح منیۃ المصلی نے عبارت بزازیہ نقل کر کے اس کو رد کیا ہے اور اس کھانے کا مکروہ ہونا مسلّم نہیں رکھا اور یہ لکھا ہے:

ولا یخلو عن نظر لانہ لا دلیل علی الکراھۃ۔

یعنی مکروہ کہنا اس کھانے کو خالی بحث سے نہیں اس واسطے کہ کوئی دلیل کراہت پر نہیں۔ الی آخرہ

پس جبکہ خود شارح منیۃ المصلی نے کراہت کو مسلّم نہ رکھا ہم بھی مسلّم نہیں رکھتے۔ معلوم نہیں جن حضرات نے یہ عبارت بزازیہ کی شرح منیہ سے نقل فرمائی تو ایک سطر کے بعد شرح منیہ میں اس پر اعتراض لکھا تھا کیوں نقل نہ فرمایا۔

دوسری وجہ ردِ استدلال مانعین کے لیے یہ ہے کہ اگر طعام ایام مخصوصہ

marfat.com

کی کراہیت موافق کلام بزازیہ کے مسلّم بھی رکھیں تو وہ کراہیت خاص اس کھانے کے لیے ہوسکتی ہے جس کو وارثانِ میّت بعض ملکوں میں فخریہ طور پر کرتے ہیں اور جس طرح شادی عروسی وغیرہ میں شان اور فخر کے ساتھ کھانا کھلانے کا دستور ہے اسی طرح میّت کا کھانا تکلّف اور زینت سے اغنیاء اور امیروں اور عزیزوں قریبوں کنبے والوں کو کھلاتے ہیں جس طرح محدّث دہلوی اور فقیہ شامی کے کلام سے عنقریب دلیل تیسری میں نقل کیا جائیگا، لیکن اس کی ممانعت بھی ایسی ہے کہ اس عبارت سے سمجھ لو جو سمجھو فتاوٰی عالمگیری کی جلد خامس باب الہدایا والضیافات میں لکھا ہے:

لایباح اتخاذ الضیافۃ ثلٰثۃ ایام فی ایام المصیبۃ واذا اتخذ لاباس بالاکل منہ۔

مباح نہیں ہے کرنا ضیافت کا تین دن تک ایام مصیبت میں، اور جب ضیافت کی تو کچھ مضائقہ نہیں کھانے میں۔

بعض علماء اس میں زیادہ تشدد کرتے ہیں بعض کم۔ اور فتاوٰی قاضیخان جلد اول فصل فی المسجد میں یہ مسئلہ لکھا اور کراہت کو مقید کیا کہ مکروہ جب ہے کہ میّت کے ترکہ سے کھانا پکایا جائے اور وارث صغیر سن نابالغ ہو یا بڑا ہو اور غائب ہو، عبارت یہ ہے: ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی المصیبۃ من الترکۃ ان کان الوارث صغیرا او کبیرا غائبا۔

اور صاحبِ بزازیہ نے جو منع کیا ہے تو اس طرح کھانے کو منع کیا ہے جو شادی کی طرح ہو، دلیل اس کی خود کلام صاحبِ بزازیہ ہے جو شرح منیۃ المصلی میں اسی مقام پر مرقوم ہے:

وان اتخذوا طعاما للفقراء کان حسنا۔

یعنی اگر غریب آدمیوں کے لیے کھانا تیار کریں اچھی بات ہے۔

اگر صاحبِ بزازیہ کے نزدیک کراہت طعام مذکورہ بباعث تعیّن ایام ہوتی تو یوں لکھتا:

marfat.com

وان اتخذوا طعاما فی غیر الایام المخصوصۃ کان حسنا۔

یعنی ان دنوں مخصوصہ کے سوا کسی اور دنوں میں کھانا تیار کرنے میں اچھی بات ہے۔

پس صاف معلوم ہوگیا کہ صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت بباعث تخصیص ایام نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ لوگ غریبوں کو نہیں کھلاتے تھے اپنے دوست آشنا اغنیاء کو کھلاتے تھے رسماً اس واسطے کہا صاحبِ بزازیہ نے کہ اگر کھانا تیار کریں واسطے غریبوں کے کہ اچھی بات ہے۔

اور جناب مولٰنا شیخ محمد محدث تھانوی مرحوم جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے استاد ہیں اُنہوں نے اپنی کتاب انوار محمدی میں چند فتاوٰی مرقومہ خاص مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے جمع کئے ہیں از انجملہ یہ فتوٰی بھی صفحہ ۴۶ مطبوعہ مطبع ضیائی میرٹھ میں ہے سوال ہشتم آنکہ خوردن طعام روز سیوم و دہم و چہلم وغیرہ از اہلِ میت۔

جواب محتاج را منع نیست انتہٰی

دیکھئے مولوی اسمٰعیل صاحب نے فتاوٰی بزازیہ کی تصدیق کر دی یعنی جو کھانا فقراء کے لیے ہو وہ حسن ہے۔ اور اہلِ علم کو یہ بات مؤلفِ براہینِ قاطعہ صفحہ ۱۲۱ کی قابلِ دید ہے آپ فرماتے ہیں پہلی روایت بزازیہ کی کتاب الجنائز کی ہے اور دوسری کتاب الاستحسان کی پھر کس طرح استثناء درست ہو انتہٰی

کیوں صاحب! اگر ایک ہی مسئلہ دو باب میں ہو تو استثناء ایک کا دوسرے سے کیوں صحیح نہ ہوگا! کتبِ فقہ و احادیث اس سے بھری ہوئی ہیں لیکن ہم آپ کی خوشنودی کے لیے ایک ہی جگہ دونوں مطلب دکھائے دیتے ہیں۔ لیجئے فتاوٰی قاضی خاں کی کتاب الحظر والاباحۃ ملاحظہ کیجئے:

marfat.com

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانہا ایام تاسف فلا یلیق بہ ما یکون للسرور وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسناً۔

دیکھئے یہاں دونوں مسئلے موجود ہیں یعنی ایامِ مصیبت میں ضیافت برادرانہ تکلفی مثل شادی نہ کرے کیونکہ وہ سرور میں ہوتی ہے پس مصیبت میں نہ چاہیئے پھر استثناء کیا یعنی دوسرا مسئلہ بیان کیا کہ اگر فقراء کے لیے کھانا پکا دے گا تو حسن ہے۔

اب مرد مصنف کو چاہیئے کہ خدا سے ڈر کر ان دلائل پر نظر کرے اور زبان دری اور سخن پروری سے تائب ہو، وما علینا الا البلاغ۔

دوسرا مسئلہ منجملہ تین مسئلوں کے عبارت بزازیہ سے یہ معلوم ہوا کہ کھانا میت کی قبر پر لے جانا مکروہ ہے، یہ بات ہم پر حجت نہیں ان ملکوں میں یہ رسم ہی نہیں۔

تیسرا مسئلہ یہ نکلا کہ قاریوں اور حافظوں کو ختمِ قرآن کے واسطے جمع کرنا مکروہ ہے۔ سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ اگر اہلِ اسلام جمع ہو کر قرآن پڑھیں برائے خدا، اور میت کو بخش دیں۔ اس کا حکم ائمہ مجتہدین اور علمائے محققین راجماع اہلِ دیانت وصلح سے اور مولوی اسحٰق صاحب کے کلام سے ہم ثابت کر چکے کہ وہ ہرگز مکروہ نہیں پس بالضرور مراد صاحب بزازیہ کی یہ ہے کہ موافق رسم بعض ملکوں کے اگر حافظوں کو مزدوری دے کر قرآن پڑھوا دیں یہ البتہ مکروہ ہے اس کی تصدیق کتبِ فقہ میں موجود ہے، شامی کے باب الاجارہ میں لکھا ہے:

قال تاج الشریعۃ فی شرح الھدایۃ ان قراءۃ القرآن بالاجرۃ لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری	کہا تاج الشریعۃ نے شرح ہدایہ میں کہ اگر پڑھا کسی نے قرآن مزدوری لے کر، تو نہیں ہوتا ثواب میت کو

marfat.com

وعن شیخ الاسلام ان القارئ اذا قرأ القرآن لاجل المال فلا ثواب له فای شئ یهدیه الی المیت۔ انتهی کلام الشامی ملخصا

نہ قاری کو، اور شیخ الاسلام سے روایت ہے کہ جب قاری نے قرآن مال کے واسطے پڑھا تو اس کو کچھ ثواب نہیں ہوتا پھر کیا چیز پہنچا دے گا وہ میت کو، تمام ہوا کلام شامی کا فقرے چُن کر ۱۲

یہ جو لشکروں اور چھاؤنیوں اور بعض شہروں میں قرآن اس طرح پڑھواتے ہیں کہ روپیہ کے تین قرآن یا چار قرآن کے حساب سے یا کچھ سپارہ کا روزمرہ ٹھہرا کر اُس کا ٹھیکہ کر دیتے ہیں اس طرح قرآن شریف میت کے واسطے پڑھوانا منع ہے۔ اور صفحہ ۱۲ سیف السنہ میں جو عبارتیں طریقہ محمدیہ اور قرطبی کی نقل کی ہیں اُن میں بھی مراد وہی مزدوری کے طور پر قرآن پڑھنا ہے اس لیے کہ اُس وقت میں بعض ملکوں میں وہی دستور تھا اور خود طریقہ محمدیہ کی عبارت سیف السنہ میں ہے:

والماخوذ منها حرام الاخذ والمعطی بالتلاوة والذکر لاجل الدنیا۔

اور جو کچھ لیا ہے اُس نے واسطے مزدوری پڑھائی کے، وہ حرام ہے لینے والے کو، اور گنہ گار ہے وہ اس سبب سے کہ تلاوت اور ذکر اللہ دینا مردار کے واسطے کرتا ہے ۱۲

اور بعض علماء نے جو قبر پر قرآن پڑھوانے کی اُجرت جائز رکھی ہے انہوں نے قبر پر آنے اور جانے کی محنت اور اس قدر پابند ہو کر بیٹھنے کی اُجرت سمجھ کر جائز کیا ہے اُجرت قرآن کی نہیں، وہ گویا ہدیہ ہے قاریوں کی طرف سے، پس فتاوی بزازیہ کی عبارت سے کراہت ان باتوں کی ثابت ہوتی ہے قرآن مزدوری دے کر ختم کرانا، مردہ کی قبر پر کھانا لے جانا پہلے تیسرے آٹھویں دن ضیافت اغنیاء و احبا کے لیے بطور فرحت و سرور کھانا پکانا مکروہ ہے، اور جس طرح ہمارے

marfat.com

ملکوں میں رائج ہے یعنی طعام دسویں اور بیسویں اور چالیسویں کے حق میں جو خالصاً للہ پکا کر مصلّیوں اور ملانوں کو اپنے گھر بلا کر کھلا دیں ہرگز ہرگز کراہت یا حرمت اس کی عبارتِ بزازیہ سے نہیں ثابت ہوئی بلکہ استحسان اور عمدگی ظاہر ہوگئی ہے کیونکہ اُس نے اور قاضی خاں نے لکھ دیا:

وان اتخذوا طعاما للفقراء کان حسنا۔

اور صاحبِ سیف السنۃ اور ان کے والد بزرگوار نے یہ فقرہ چونکہ حضرت کے مخالف مطلب تھا تقل نہ کیا لا تقربوا الصلوٰۃ (مت جاؤ نماز کے نزدیک) پڑھ لیا وانتم سکٰری (اور جب تم نشے میں ہو) پر زبان بند کر لی۔

تحقیق انیق روایت کی عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے اُس نے ایک صحابی انصاری سے رضی اللہ عنہ:

قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ	کہا (اس صحابی انصاری رضی اللہ
علیہ وسلم فی جنازۃ فرأیت	تعالیٰ عنہ نے) کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے ایک جنازہ
وھو علی القبر یوصی الحافر یقول	پر، میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ
اوسع من قبل رجلیہ اوسع	علیہ وسلم کو قبر پہ فرماتے تھے گورکن سے
من قبل راسہ فلما رجع استقبلہ	کہ پاؤں اور سر کی طرف سے قبر کو فراخ کر پھر
داعی امرأتہ فاجاب ونحن معہ	جب بعد دفن آپ واپس ہوئے
فجئ بالطعام فوضع یدہ ثم	اُس میت کی بی بی نے آدمی بھیجا کہ کھانا
وضع القوم فاکلوا فنظرنا الی	تیار ہے نوشِ جان فرمائیے، آپ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	قبول فرمایا اور ہم جماعت آپ کے ساتھ
یلوک لقمۃ فی فیہ ثم قال اجد	وہاں گئے کھانا سامنے آیا آپ نے

marfat.com

لحم شاة اخذت بغیر اذن اهلها فارسلت المرأة تقول یارسول اللّٰہ انی ارسلت الی النقیع وھو موضع یباع فیه الغنم لیشتری لی شاة فلم توجد فارسلت الی جار لی قد اشتری شاة ان یرسل بها الی ثمنها فلم یوجد فارسلتُ الی مرأته فارسلت الیّ بها فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اطعمی ھذا الطعام الاسری رواہ ابوداؤد والبیھقی فی دلائل النبوة کذا فی المشکوٰة فی باب المعجزات۔

دست مبارک اپنا کھانے کی طرف بڑھایا پھر سب جماعت قوم نے بڑھایا اور کھایا پھر ہم نے دیکھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو کہ آپ لقمہ چبا رہے تھے اپنے دہانِ مبارک میں اور نگلتے نہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو مالک کی بے اجازت لی گئی ہے۔ عورت نے مالک کے ہاتھ یہ کہہ کر بھیجا کہ یارسول اللّٰہ میں نے آدمی نقیع میں بھیجا جہاں بکریاں بکتی ہیں تاکہ بکری مول آجاوے لیکن نہ ملی تب میں نے اپنے ہمسایہ کے پاس آدمی بھیجا کہ جو اُس نے بکری خریدی ہے وہ مجھ کو بقیمت بھیج دے اتفاق سے وہ ہمسایہ بھی گھر نہ تھا پھر میں نے اُس کی بی بی کے پاس بھیجا اُس نے بے اِذن خاوند کے بکری میرے پاس بھیج دی تب فرمایا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے کہ کھلا دے یہ کھانا قیدیوں کو (شیخ عبدالحق وغیرہ محدثین لکھتے ہیں کہ وُہ قیدی لوگ کفار تھے کہ دائرہ تکلف شرعی سے خارج تھے اور وہ خاوند اس کا نہ ملا تھا تاکہ اس کا اذن لیا جاتا اور مسلمان کھا لیتے) روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے اور بیہقی نے دلائل النبوت میں، یہ مشکوٰۃ کے باب المعجزات میں ہے۔

marfat.com

اور کہا علامہ ابراہیم حلبی نے شرح کبیر منیہ میں کہ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد نے ساتھ اسناد صحیح کے۔

الحاصل اس حدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ اہلِ میت کی دعوت قبول کرنی جائز ہے۔ اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی سب جماعت کے ساتھ کھانے کے لیے بیٹھے تو یہ ثابت ہُوا کہ اگر کوئی غنی بھی جو مصرف صدقہ نہیں ایسی دعوت میں شریک ہو جائے تو درست ہے۔

پس مبنیٰ جواز کا اس بات پر رہا جب اہلِ میت کھانا تیار کریں نہ واسطے ریا و سُمعہ کے بلکہ بنظرِ ثواب و قربت، وہ جائز ہے۔

مولٰنا شاہ عبدالغنی محدّث رحمۃ اللہ علیہ نے جن سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے حدیث پڑھی تھی کتاب انجاح الحاجہ شرح ابنِ ماجہ میں لکھتے ہیں:

واما صنعۃ الطعام من اھل المیّت اذا کان للفقراء فلا بأس بہ لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل دعوۃ المرأۃ التی مات زوجھا کما فی سنن ابی داؤد۔	یعنی کھانا تیار کرنا اہلِ میت کا جب بنظرِ ثواب فقراء کے لیے ہو کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کی دعوت اُس عورت کی کہ جس کا خاوند مر گیا تھا جیسا کہ سنن ابوداؤد میں ہے۔

یعنی وُہ حدیث عاصم بن کلیب کی جس کا حال اُوپر لکھا گیا اور لکھا ملّا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں ھذا الحدیث بظاھرہ یرد علی ما قررہ اصحاب مذھبنا من انہ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع یعنی یہ حدیث عاصم بن کلیب کی ظاہر کھلے طور پر رد کر رہی ہے اس مسئلہ کو جو ہمارے مذہب والوں نے قرار دیا ہے کہ کھانا تیار کرنا پہلے روز اور

marfat.com

تیسرے دن اور ہفتہ بعد مکروہ ہے۔ اس کے بعد علی قاری نے اپنے مذہب والوں کی وجہ بیان کی کہ خلافِ حدیث کیوں حکم دیتے ان کا حکم محمول ہے ایسے مقامات پر کہ جس کے وارثوں میں کوئی چھوٹا لڑکا نابالغ ہو یا یہ کہ بالغ ہو لیکن غائب ہو وہاں موجود نہ ہو یا موجود ہو لیکن اُس کی رضامندی نہیں معلوم ہوتی اور کیا جائے یہ کھانا خاص مال ترکہ سے اور نہ کیا ہو کسی ایک معیّن وارث نے اپنے مال سے، عبارت مرقات علی قاری کی یہ ہے:

یحمل علی کون بعض الورثۃ صغیرا او غائبا او لم یعرف رضاءہ او لم یکن الطعام من عند احد معین من مال نفسہ۔

اور آخر عبارت میں لکھا و نحو ذٰلک یعنی جیسے یہ عذر ہم نے بیان کیے ایسے ہی اور عذر مثل ریا و سُمعہ وغیرہ کے جب پیش آئیں گے ان کے سبب کھانا میت کا منع کیا جائے گا ہمارے اصحابِ مذہب کی غرض یہ ہے نہ یہ کہ اہلِ میّت کا دعوت کرنا اگر محض ثواب کے لیے اور موانع مذکورہ سے خالی ہو تب بھی مکروہ ہے حاشا وکلّا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جس فعل کے فاعل ہوئے ہوں وہ ہرگز مکروہ نہیں۔

الحاصل باقرارِ محدثین یہ حدیث عاصم بن کلیب در باب جواز طعام اموات ایک اصل عظیم ہے اور تعیین دہم اور بستم وغیرہ کے لیے ایک اصل عظیم سابق گزر چکی کہ جس طرح وعظ کے لیے بباعث بعض مصالح تعیّنِ یوم واقع ہُوا بناءً علیہ یہ فاتحات مروّجہ ہندوستان موافق ادلّہ شرعیہ مسلمہ اہل سنّت وجماعت نہایت صحیح ہیں اور جو لوگ ان کو رَد کرتے ہیں بباعث اثر جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے کہ جس کو امام احمد اور ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے،

قال کنا نعد الاجتماع الی اھل (فرمایا کہ لوگ جمع ہوں اہلِ میّت کے

marfat.com

المیت وصنعهم الطعام من النیاحۃ۔	پاس اور وہ ان کے لیے کھانا تیار کریں اسے ہم نیاحۃ میں شمار کیا کرتے تھے)

یہ دلیل کئی وجہ سے مخدوش ہے :

اولاً یہ کہ مقدمہ شرح مسلم میں ہے کہ جب صحابی یوں کہے کہ ہم ایسا کرتے تھے اس کی دو تفصیل ہیں :

اگر وہ یہ کہے کہ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم ایسا کرتے تھے تو حدیث مرفوع ہے ورنہ موقوف ہے اس قول کو جمہور محدثین و اصحاب فقہ و اصول کا قول لکھا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ ھذا ھو المذھب الصحیح الظاھر نباءً علیہ قول جریر بن عبد اللہ جو مضاف طرف زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں موقوف ہوا اور حدیث موقوف حجت نہیں، جیسا کہ میر سید شریف رسالہ اصولِ حدیث میں فرماتے ہیں :

الموقوف وھو مطلقاً ما روی عن الصحابی من قول او فعل متصلا کان او منقطعا وھو لیس بحجۃ علی الاصح	حدیث موقوف ہے کہ صحابی کا قول یا فعل مطلقاً مروی خواہ متصل یا منقطع ہو اور حدیث موقوف حجت نہیں ہے۔

اور مُلّا محمد طاہر نے مجمع البحار کے خاتمہ جلد ثالث میں لکھا :

والموقوف ما روی عن الصحابی من قول او فعل متصلاً او منقطعا وھو لیس بحجۃ۔	موقوف وہ حدیث جو کسی صحابی کا قول یا فعل مروی ہو خواہ متصل ہو یا منقطع، اور وہ حجت نہیں۔

پس یہ حدیث موقوف جریر بن عبد اللہ کی حجت نہیں حالانکہ معارض ہے اس کو حدیث صحیح مرفوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

marfat.com

ثانیاً معنی حدیثِ جریر کے یہ ہُوئے کہ ہم نیاحۃ میں شمار کیا کرتے تھے اس بات کو کہ لوگ جمع ہوں اہلِ میت کے پاس اور وہ ان کے لیے کھانا تیار کریں۔

انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ میں اس کی تفسیر یہ لکھی ہے:

نعد ونری ہ کوزر النوح۔

یعنی اس بات کا گناہ ہم ایسا شمار کیا کرتے تھے جیسا نوحہ میں گناہ ہوتا ہے،

اور نوحہ کا مسئلہ یہ ہے کہ شرح کبیر منیہ میں ہے:

و یحرم النوح۔

یعنی حرام ہے نوحہ کرنا۔

اور ابوداؤد میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحۃ والمستمعۃ۔

یعنی لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والے پر اور رغبت سے نوحہ سننے والے پر۔

تو معلوم ہُوا کہ اس اجتماع اور طعام میں آدمی مرتکب حرام اور مستحق لعنت ہوتا ہے۔ بھلا اگر یہ بات صحیح ہوتی تو کس طرح ارباب فتاوی بزازیہ و قاضیخان وغیرہما فتویٰ دیتے کہ اگر غریبوں کے واسطے اہلِ میت کھانا تیار کریں تو اچھی بات ہے، اور کس طرح تشریف لے جاتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب اس عورت کے بلانے سے جس کا خاوند مر گیا تھا کیونکہ ان دونوں صورتوں میں اجتماع الیٰ اہل المیت اور تیار کرنا کھانے کا جن کو منکرین حرام اور مستحق لعنت لکھتے ہیں دونوں باتیں موجود ہیں، اور بڑی شوخی کی اس مقام پر مؤلفِ براہینِ قاطعہ نے کہ صفحہ ۹۰ سطر، میں تحت حدیث جریر ابن عبداللہ لکھا:

"اس حدیث میں اجتماع کو مطلق فرمایا ہے کوئی قید نہیں کہ کس واسطے

marfat.com

جمع ہونا تھا خواہ محض تعزیت مکررہ کے واسطے خواہ قرآن پڑھنے کو، اور مطلق کو مقید کرنا بالرائے حرام ہے اور طعام میں بھی مطلق ہے۔"

بھلا جب اجتماع مطلق رہا جمیع اجتماعات کو شامل اور طعام بھی مطلق رہا سب افراد طعام کو شامل، تو دیکھئے یہ کج فہمی مؤلفِ براہین کی کہاں کہاں پہنچے گی صورتیں مذکورہ بالا ملاحظہ کرنی چاہئیں۔

ثالثاً فقہاء رحمہم اللہ نے اُس اجتماع اور طعام کو موت کے وقت مکروہ رکھا ہے جیسا کہ علامہ حلبی نے شرح کبیر میں حدیثِ جریر کو لکھا ہے:

وانما یدل علی کراھۃ ذلک عند الموت فقط۔	یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ صرف موت کے وقت مکروہ ہے۔

اور حدیث عاصم بن کلیب میں حضرت کا دعوت قبول کرنا بعد دفنِ میت کے تھا تو اس صورت میں شبہ تعارض ادلہ کا بھی دفع ہوگیا اور ہمارے ارباب مذہب نے جو بعد دفن بھی چند روز تک اطعام طعام کو منع کیا ہے اُس کا بیان فتاوٰی قاضی خاں سے اور عنقریب مرقات علی قاری سے گزر چکا کہ اُس منع کی شکلیں اور محض قربت و ثواب کی نیت سے منع نہیں بلکہ فتاوٰی میں ہے کہ سات روز تک یومِ موت سے یا چالیس روز تک میت کی طرف سے برابر صدقہ کیا جائے، جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا اور فقراء کے لیے طعام کا حسن ہونا بھی گزر چکا۔

رابعاً علی قاری نے مرقات میں اس اجتماع اور صنع طعام کی شرح اس طرح پر لکھی ہے:

فینبغی ان نقید کلامھم بنوع خاص من اجتماع یوجب اشتغیاء اھل الموت فیطعمونھم کرھا یعنی ہم کو چاہئے کہ نہ مطلق رکھیں اس اجتماع کی منع کو بلکہ مقید کر دیں کلام اربابِ فتاوٰی مستندہ حدیثِ جریر کو ایک قسم کی

marfat.com

اجتماعِ خاص کے ساتھ کہ آدمی خواہی نخواہی جمع ہو جائیں اور وارثانِ میّت ان کو شرماشرمی سے کھلائیں جبراً و کراہاً تو یہ اجتماع البتہ درجہ حرمت میں اور مستحقِ لعنت ہوگا جو گناہ نوحہ کے برابر گنا گیا ہے اس صورت میں الف لام الاجتماع کا حدیث جریر میں عہد کے لیے ہے مؤلفِ براہین نے جو سیوم کے اجتماع اور تقسیم نخود کو اور اسی طرح دہم و بستم و چہلم وغیرہ کے اجتماعات و اطعام کو حدیثِ جریر بن عبداللہ میں داخل کیا اور ان کے سب ہم مشرب اگلے پچھلے داخل کرتے ہیں اور اس کو بڑی قوی دلیل لوہے کی لاٹھ سمجھ رہے ہیں، معلوم ہو چکا تحقیقات مذکورہ بالا سے کہ بالکل بے اصل ہے اس لیے کہ سیوم میں اجتماع للقرابۃ ہے وہ باجماع جائز جیسا کہ علنی وغیرہ سے گزر چکا اور تقسیم نخود و شیرینی وغیرہ سیوم میں اور اطعام طعام دیگر فاتحات میں نہ استحیاءً شرماشرمی سے ہے جو ملا علی قاری نے اثر جریر بن عبداللہ سے ثابت کیا کہ لوگ خواہی نخواہی وارثانِ میّت کے گرد ہو گئے اور حلقہ مار کر بیٹھ رہے بلکہ خود ورثہ میّت نے ملانوں اور مصلّیوں کو دعوت کر کے بنظرِ قربت و ثواب بلایا ہے جو لوگ اُس جلسہ میں غرباء ہیں ان کے دینے میں ثواب صدقہ اور جو کوئی غنی ہیں ان میں ثواب فعل معروف موجود ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جماعتِ صحابہ میں اُس عورت کے گھر جس کا خاوند مر گیا تھا موجود تھے۔

خامساً اثر جریر میں اجتماع اور صنع طعام دونوں فعل ہیں اور فعل جب ہوگا لابد کسی زمانہ میں ہوگا ورنہ زمانہ اس اثر میں محدود نہیں بلکہ وقتِ وفاتِ میّت سے لے کر جب تک وارثانِ میّت زندہ رہیں اُس وقت تک کو شامل ہے پس حرج عظیم لازم آئے گا اس لیے کہ جب اجتماع مؤلفِ براہین نے مطلق لیا کہ خواہ کسی واسطے آدمی جمع ہوں اور تقیید بالرائے حرام ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ زمانہ بھی مطلق ہے خواہ کبھی آدمی جمع ہو جائیں تو لازم آئیں گی

marfat.com

دو قباحتیں:

ایک یہ موت میّت کے بعد سے ابداً اہلِ میّت کے گھر اجتماع اور اطعام طعام خواہ کسی وجہ سے ہو ممنوع اور حرام ہوگیا اور یہ بڑی حرج کی بات ہے، اسی سبب سے علّامہ حلبی نے اس کو مخصوص کر دیا وقت موت کے ساتھ کہ وہ وقت تأسف اور وقت مشغولیِ تکفین وغسل وغیرہ کا ہے اور بعد دفن کا حکم اس سے خارج رہا عبارت ان کی شرحِ حدیثِ جریر میں یہ ہے:

وانما یدل علی کراھۃ ذلک عند الموت فقط یعنی یہ حدیثِ جریر فقط موت ہی کے وقت صنع طعام واجتماع کی کراہت تحریمہ پر دلالت کرتی ہے لاغیر۔

دوسری قباحت یہ ہے کہ جب زمانہ مطلق رہا تو جمیع افراد یعنی ایامِ معیّنہ وغیر معیّنہ کو شامل ہوگا المطلق یجری علی اطلاقہ (مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے) کلیہ مسلّم الثبوت ہے تو جس طرح ایام معیّنہ کے فاتحات میں اجتماع وصنع طعام ہوگا اُسی طرح ایامِ غیر معیّنہ کے اطعام مساکین میں بھی یہی دونوں باتیں موجود ہوں گی الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام (لوگ جمع ہوں اہلِ میّت کے پاس اور وہ ان کے لیے کھانا تیار کریں) پس جس دلیل سے ایامِ معیّنہ کے کھانے کو منع کرتے ہو اُسی دلیل سے ایامِ غیر معیّنہ میں اطعام مساکین مکروہ وحرام مثل نوحہ ٹھہرے گا، مانعین اچھا اعتراض کا جھونکا لائے کہ اپنی مشتِ خاک بھی اڑا لے گئے۔ الحاصل صاحب شرح کبیر منیہ کی نظیر بہت صحیح ہے اور اس نظر پر جو فقیہ شامی نے نظر فرمائی ہے اُس کا بعض مضمون مثلاً یہ عبارت:

فانہ واقعۃ حال لا عموم لھا — یہ ایک خاص واقعہ کا حامل ہے

marfat.com

مع احتمال سبب خاص بخلاف ما فی حدیث جریر علی انه بحث فی المنقول فی مذهبنا ومذهب غیرنا کالشافعیة۔

اس کے لئے عموم میں اس کے ساتھ کسی سبب خاص کا احتمال بھی ہے بخلاف اس کے جو حدیثِ جریر میں ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے مذہب میں اور ہمارے غیر کے مذہب جیسے شافعیہ میں منقول میں بحث ہے۔

مخالف قرار دادعلمائے متقدمین مثل علی قاری وغیرہ کی ہے کیا ضرور ہے کہ فعلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح اسناد سے پہنچا ہو کہ جس کی بابت ارشاد ہے ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ بلا معارض مرفوع صحیح واقعہ حال ٹھہرا کر ترک کردیا جائے اور اس کے مقابل میں ایک صحابی کا اثر جو موقوف اُنہی پر ہے قانون کُلّی تجویز کیا جائے اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ دونوں میں تعارض بھی نہیں جو حدیث عاصم بن کلیب میں ثابت ہوا وہ بنظرِ قربت وثواب ہے اس کو ہمارے اصحاب جائز رکھتے ہیں اور جو حکم اثر جریر ابن عبداللہ میں ہے وہ استحیا وسُمعہ وریاء موانع مذکورہ بالا کے سبب ہے اس کو ہمارے ارباب فتاوٰی منع کرتے ہیں پس منقول فی المذہب میں بحث نہ ہُوئی اور شافعیہ وغیرہ کا مذہب ہم پر حجت نہیں، اس سبب سے عاجز راقم السطور نے سابقاً "انوار ساطعہ" میں فقط کبیری کی نظر کو ذکر کیا اور شامی کی نظر کو بیان نہ کیا تھا کہ وہ خود منظور فیہ تھی اور اس مضمون کے بعد جو فقیہ شامی نے وجہ کراہت میں مناکیر بیان کی ہیں وہ ہمارے اور علامہ حلبی وغیرہ کے خلاف نہیں بلکہ عین موافق ہیں یعنی ورثہ کا صغیر یا غائب ہونا اور سامانِ فرحت وسرور مثل بجانے طبل اور تغنی وغیرہ کے افعال قبیحہ کرنا وجہِ کراہت تحریم ضیافت متعلقہ اموات کے ہے یہ ہرگز نہیں کہ بنظرِ ثواب کھانا پکانا اور اجتماع ہونا فقط یہی دوامر مندرجہ حدیث

marfat.com

جریر موجبِ کراہت و تحریم ہوں یہ تعلیلات متاخرہ شامی کے بالکل فقہاءِ احناف کے موافق و مطابق ہیں اور شاہ عبدالغنی دہلوی موصوف الصدر کا بیان بھی یہی ہے کتاب شفاء السائل میں :

و طعام پختن مثل شادی و جمع شدن در خانہ میت مثل اجتماع شادی مکروہ است۔	(شادی کی طرح طعام پکانا اور اجتماعِ شادی کی طرح گھر میں جمع ہونا مکروہ است)

اور یہی مطلب ادا کیا ہے انہوں نے اپنی دوسری کتاب انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ میں :

واما اذا کان للاغنیاء والاضیاف ممنوع مکروہ لحدیث احمد و ابن ماجۃ کذا نری اجتماع وصنعۃ الطعام الیٰ آخرہ۔	یعنی جب وہ کھانا مخصوص اغنیاء ہی کے لیے ہو اور ان لوگوں کے لیے جو خواہی نخواہی آکر جمع ہو گئے ہیں تو وہ ممنوع اور مکروہ ہے۔

پس شاہ صاحب موصوف نے صاف بیان فرما دیا کہ مکروہ و ممنوع وہ شکل ہے جس میں مثل طعام شادی اجتماع اغنیاء و اضیاف کا ہو اور یہ محل حدیثِ جریر کا ہے اُن کے نزدیک اور جو بنظرِ ثواب ہو وہ جائز ہے وہ محل ہے اُن کے نزدیک حدیث عاصم بن کلیب کا، جیسا کہ انجاح الحاجہ سے اوپر نقل کیا گیا اور یہی مذہب ہے۔

تیسری دلیل مانعین کی در باب چہلم وغیرہ یہ عبارت ہے کہ سیف السنۃ کے صفحہ ۱۵ میں مرقوم ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے مقالۃ الوصیت یعنی وصیت نامہ میں فرمایا ہے :

دیگر از عاداتِ شنیعۂ نامردم اسراف	ہمارے ہاں دوسری عادات شنیعہ جن کا

marfat.com

است در ماتم و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالینہ الیٰ آخرہ۔

لوگ ارتکاب کرتے ہیں وہ ہیں ماتم ، چہلم ، ششماہی اور سالانہ فاتحہ میں بیجا خرچ کرنا۔

میں (عبدالسمیع) کہتا ہوں اگر یہ لوگ عاقل ہوتے شاہ ولی اللہ کے کلام کو کبھی پیش نہ کرتے اس لیے کہ اس میں چہلم وغیرہ کے کھانے کو منع نہیں کیا اس میں تو اسراف کرنے کو عادتِ شنیعہ سے لکھا ہے اسراف[1] کہتے ہیں بے اندازہ خرچ کرنے کو، اور قرآن شریف میں ہے :

ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین۔

(اور اسراف نہ کرو ، اللہ تعالےٰ مسرفین یعنی حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

اسراف کو کون درست کہتا ہے ! شاہ ولی اللہ صاحب کا منشا اس کے بند کرنے میں بند کرنا اسراف (حد سے گزر جانا) کا ہے ۔ چنانچہ اس کی برائی انہوں نے بیان کی ہے اور ہم بھی اس کو بُرا کہتے ہیں اور اسراف لوگوں میں طرح طرح کے مختلف کاموں میں پیدا ہوگئی تھی ، اور علامہ شامی نے ضیافت اموات کی شناعت میں لکھا ہے ،

یحصل عند ذلک غالبا من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع و القنادیل

موجود ہوتی ہیں اُس وقت یعنی وقت کھانا کھلانے موتیٰ کے اکثر

---

[1] حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک بار کسی نے کہا ،

لا خیر فی السرف (اسراف میں کوئی بھلائی نہیں)

تو آپ نے فرمایا ،

ولا سرف فی الخیر (اور بھلائی کے کاموں میں کوئی اسراف نہیں)

marfat.com

التی لاتوجد فی الافراح وکذق الطبول والغناء بالاصوات الحسنات واجتماع النساء والمردان و اخذ اجرۃ علی الذکر وقراءۃ القرآن الی آخرہ.

بُری باتیں بہت جیسے شمعیں اور قندیلیں بہت روشن کرنا اس طرح کہ کبھی شادیوں میں بھی روشن نہ ہوں اور جیسے بجانا طبلوں کا اور راگ گانا اچھی آوازوں سے اور جمع ہونا ایک جگہ عورتوں اور بے ریش لڑکوں کا اور مزدوری کا لینا ذکر اللہ اور قرآن کے پڑھانے پر ۱۲

دیکھیے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موتی کے کھانوں میں قندیلیں اور شمعیں روشن کی جاتی ہیں اس طرح کہ محافلِ شادی میں نہ ہوں اور طبلے بجتے ہیں اور گانا خوش آوازی سے ہوتا ہے عورتیں اور بے ریش لڑکے آتے ہیں جو کچھ قرآن پڑھتے ہیں اُس کی مزدوری لیتے ہیں۔ یہ عبارت شامی نے باب الجنائز میں لکھی ہے۔ معلوم ہُوا کہ بعض جگہ ایسے اسراف بھی جاری ہو گئے تھے اور اسی طرح جو خاص اپنے احباب اور برادران اغنیاء میں حصص بطور توزہ بندی تقسیم کرتے ہیں غریبوں کو نہیں کھلاتے وہ بھی فی الجملہ اسراف اور خود نمائی میں داخل ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت جو مولوی اسحٰق صاحب نے مسائل اربعین کے سوال سی و ششم میں جامع البرکات سے نقل کی ہے:

و آنکہ بعد از سالے و ششماہی یا چہل روز در ایں دیار پزند و درمیان برادران بخشش کنند آنرا بھاجی گویند چیزے داخل اعتبار نیست بہتر آن است کہ نخورند انتہی

وہ جو سالانہ، ششماہی یا چہلم کا ختم ان شہروں میں دلاتے ہیں اور اس میں صرف برادری کے لوگوں کو شرکت کی دعوت دیتے ہیں اسکو بھاجی کہتے ہیں یہ کوئی قابل اعتبار صدقہ کی چیز نہیں، بہتر ہے ایسا کھانا نہ کھایا جائے۔

marfat.com

واضح ہو کہ شرح منہاج میں جو گزرا کہ ششماہی و سالیانہ وغیرہ کا کھانا مکروہ ہے اُس میں ایک یہ بھی سبب ہے کہ جو مستحق اُس کھانے کے ہیں اُن کو نہیں کھلاتے اور کھانا اس طرح کا تکلفی پکاتے اور اس میں طرح طرح کی زینتیں کرتے ہیں جس طرح شادی عروسی کے کھانے میں دستور ہے اور احباب کی ضیافت خوشی خوشی کرتے ہیں ایسے کھانے کو فقہاء منع کرتے ہیں فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے:

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیّت لانہ شرع فی السرور ولا فی الشرور یعنی الحزن و ھی بدعۃ مستقبحۃ الیٰ آخرہ	اور مکروہ ہے کھانے کی ضیافت یعنی وارثانِ میّت سے اس واسطے کہ ضیافت شرع شریف میں جاری ہوئی ہے خوشی کے وقتوں میں اور نہیں حکم دیا گیا بُرے وقتوں میں یعنی غم کے وقت یہ بُری بدعت ہے ۱۲

اور حاشیہ خزانۃ الروایات میں ہے:

ولاضیافۃ فی بیوت الموتیٰ وھم فی اللحود۔	نہیں ہے ضیافت موتیٰ کے گھروں میں حال آنکہ موتیٰ پڑے ہوئے ہیں قبروں میں ۱۲

یعنی احباب کی ضیافت تکلف اور زینت کے ساتھ اہلِ میّت سے لینا اور کھانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بات سرور (خوشی) میں جائز ہے موت میں سرور کہاں، یہاں تو شرور یعنی غم ہیں، اور موتیٰ کے گھروں میں ضیافت کیسی! حال یہ کہ وہ قبروں میں پڑے ہیں۔

واضح ہو کہ جس فقیہ کے کلام میں ممانعت ہے وہ ایسے قسم کے کھانے کی ممانعت ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ صریح بزازیہ وغیرہ میں موجود ہے:

marfat.com

وان اتخذوا طعاما للفقراء کان حسنا اور جو لوگ تعینات کے ساتھ ان فاتحات کو جائز رکھتے ہیں وہ سب شرط کرتے ہیں کہ محض اغنیاء کو کھلا دینا ثواب صدقات میں معتبر نہیں۔ چنانچہ تحفۃ النصائح میں ہے: ؎

سازی طعام مُردہ چوں روز سیوم ہفتم چہل
باید دہی درویش را ورنہ نباشد معتبر

ترجمہ: مُردوں کے ایصال ثواب کے لئے جو کھانا پکایا جاتا ہے سوم، ساتواں، چالیسواں یہ کھانا فقیروں محتاجوں کو دینا چاہیئے ورنہ اسکا اعتبار نہ ہوگا۔

باقی رہی یہ بات کہ جب طعام بنظرِ ثوابِ اموات کیا گیا اور فقراء ہی کو کھلایا لیکن کوئی غنی شخص بھی اس میں شریک کیا گیا تو اس کا بھی ثواب میّت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

یہ مسئلہ ایک بار مولنا احمد علی محدّث سہارنپوری مرحوم کے سامنے پیش کیا گیا کہ مولانا اسحٰق مرحوم کے مائۃ مسائل سوال پنجاہ ویکم میں ہے:

طعامیکہ بہ نیت تصدّق بر فقراء از اموات پزند تا ثواب آں بایشاں رسد جز فقیر را نبود چہ تصدق بر فقراء می باشد و ہدیہ مر اغنیا را۔

طعام جو فقراء پر صدقہ کی نیت سے اور مُردوں کے ایصالِ ثواب کی نیت سے تیار کیا جاتا ہے وہ فقراء کے بغیر کسی کو نہیں پہنچتا کیونکہ صدقہ فقراء کے لئے اور ہدیہ امراء کیلئے ہوتا ہے

اور اس وقت مولانا موصوف الصدر کیمپ میرٹھ کوٹھی شیخ الٰہی بخش خاں بہادر مرحوم میں کھانا گیارھویں کا تناول فرما رہے تھے موقع وقت بھی یہی تھا کہ جناب مولانا بفضلِ حق سبحانہ، بہت خوشحال و متمول و صاحبِ تجارت تھے اور وہ کھانا ایصالِ ثواب رُوحِ پُرفتوح حضرت غوث الثقلین قدس سرّہ، کے لیے تھا ارشاد فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اغنیاء کے کھانے میں اُس

marfat.com

درجہ کا ثواب نہیں پہنچتا جس طرح فقراء کے کھانے کا پہنچتا ہے اور یہ نہیں کہ اغنیا کے کھانے کا بالکل ثواب نہ پہنچے اس لیے کہ اطعام الطعام اگرچہ اغنیا ہی کو ہے منکرات سے نہیں بلکہ معروفات شرعیہ سے ہے، اور حدیث شریف میں وارد ہے، کل معروف صدقة۔ یعنی ہر معروف کام کرنے میں شرعاً صدقہ کا ثواب ملتا ہے انتہیٰ کلام مولٰنا المحدث۔

بعدازاں بندہ کو تلاش ہوئی کہ یہ تو از روئے حدیث جواب ہوا اب جزئیہ فقہاء بھی دیکھنا چاہیے تو چند کتب میں بندہ نے اس مسئلہ کو مصرح پایا چنانچہ لکھتا ہوں اُسی مائۃ مسائل سوال پنجاہم میں بحر الرائق سے نقل کیا ہے:

وقید بالزکوٰۃ لان النفل یجوز للغنی کما لہا شمی۔

یعنی قید صدقہ زکوٰۃ کی اس لیے ہے کہ نفل صدقہ جائز ہے غنی کو جس طرح جائز ہے مرد ہاشمی النسب کو۔

اور قہستانی کی فصل معروف الزکوٰۃ میں ہے:

سوق الکلام مشیر الیٰ جواز صدقۃ التطوع الی الغنی۔

کلام چلانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نفلی صدقہ غنی کو دینا جائز ہے۔

اسی کا بھی خلاصہ وہی نکلا۔ اور ہدایہ کے فصل صدقہ میں ہے،

قد یقصد بالصدقۃ علی الغنی الثواب یعنی اغنیاء کو کھلانا جس طرح ان کی رضا جوئی اور اپنی کاربراری وغیرہ وجوہ دنیوی کے لیے ہوتا ہے، اسی طرح کبھی بارادہ حصول ثواب بھی ہوتا ہے اور مجمع البحار جلد دوم میں ہے،

الصدقۃ ما تصدقت بہ علی الفقراء ای غالب انواعہا کذلک فانہا علی الغنی جائزۃ عندنا یثاب بہ بلا خلاف یعنی صدقہ وہ ہے جو

marfat.com

فقراء کو دیا جائے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اکثر صدقے ایسے ہی ہوتے ہیں ورنہ صدقہ بیشک غنی کو بھی دینا جائز ہے اس پر ثواب ملتا ہے بلا خلاف انتہٰی

اگر کوئی یہ کہے اغنیاء کا دینا ہبہ اور ہدیہ ہوتا ہے، تو جواب یہ ہے کہ ہدیہ اور ہبہ مسلمانوں کو کرنا بھی معروفات شرعیہ اور موجبات ثواب میں ہے پس ثواب ضرور ملے گا گو بہ نسبت فقراء کے کم ہو۔

چوتھی دلیل منع چہلم وغیرہ پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول جو وصیت نامہ میں فرماتے ہیں:

و بعد مردن من رسوم دینوی مثل دہم و بستم و چہلم و ششماہی و برسیتی ہیچ نکنند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نداشتہ اند الی آخرہ	میرے مرنے کے بعد دینی رسوم مثلاً دسواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی اور برسی نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ ماتم کرنے کو جائز نہیں رکھا ہے

واضح ہو کہ کھانا اللہ کھلانا امورِ دین سے ہے اور قاضی صاحب نے رسومِ دینوی کو منع فرمایا ہے وہ یہ کہ عورتیں جمع ہو کر ان ایام میں رویا پیٹا کرتی ہیں اور یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے خود قاضی صاحب کی دلیل اپنے منہ بول رہی ہے یعنی منع چہلم وغیرہ کی دلیل یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن سے زیادہ ماتم کرنا جائز نہیں فرمایا پس فرمایا اس سے یہ ثابت ہوا کہ چھماہی برسی چہلم وغیرہ میں ماتم نہ کریں۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے بھی تذکیر الاخوان میں لکھا ہے جو عورت ماتم پرسی کو آتی ہے وہ بھی ان کے پیٹنے چلانے میں شریک ہوتی ہے پھر کسی کے یہاں تین دن کسی کے سات دن کسی کے دس دن کسی کے چالیس دن کسی کے

marfat.com

چھ مہینے تک کسی کے برسں روز تک کسی کے دو برس تک یہی بات جاری رہتی ہے جتنے دنوں جس قدر یہ نوحہ زیادہ ہو اُسی قدر آپس میں اُن لوگوں کی تعریف ہو اور اگر نہ ہو تو طعن کرتے ہیں کہ فلانے کے ہاں میت کی کچھ قدر نہ ہوئی اور مرد جو جاتے ہیں تو صرف دستور رواج کے موافق اُن لوگوں کے دکھلانے کو کچھ فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں اور اُس فاتحہ سے مُردے کے واسطے ثواب منظور نہیں ہوتا۔

یہ عبارت ملخص تذکیر الاخوان کی ہے، پس قاضی صاحب کا اشارہ ان امور کی طرف ہے ورنہ وُہ خود اسی وصیت نامہ میں فرماتے ہیں:

واز کلمہ و درود و ختم قرآن و استغفار و	کلمہ، درود، ختمِ قرآن، استغفار کے
از مال حلال صدقہ بفقرا باخفا امداد	ذریعے اور حلال مال سے فقراء پر مخفی
فرمایند انتہٰی۔	صدقہ کے ذریعے میری امداد کرنا انتہٰی

اس سے ظاہر ہو گیا کہ ختم کلمہ قرآن وغیرہ سب قاضی صاحب کے نزدیک درست ہے اور صدقہ کو جو پوشیدہ فرمایا وہ اس لیے کہ اپنے ورثہ میں کچھ طریق نمود اور نمائش وغیرہ کا دیکھا ہو گا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں اس واسطے اخفا کا حکم دیا ورنہ صدقہ ظاہر کرنا شرع میں درست ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان تبدوا الصدقات فنعما ھی۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

کھُلی دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کا فارسی ترجمہ یہ کیا ہے کہ اگر آشکارا کنید خیرات را پس نیکو چیز است۔

اور ظاہر کر کے دینے میں ایک نفع اور بھی ہوتا ہے تاکہ اور آدمیوں کو ہدایت ہو وہ بھی صدقہ کریں۔

marfat.com

پانچویں دلیل منع چہلم وغیرہ کے لیے یہ لکھتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا ہے:
طعام المیت یمیت القلب وطعام المریض یمرض القلب و در نوادر ہشام آمدہ کہ مکروہ است اجابت کردن طعامے کہ بجہت روح مُردہ کردہ باشند۔ یعنی میّت کا کھانا دل کو مُردہ کر دیتا ہے اور مریض کا کھانا دل کو بیمار کر دیتا ہے اور نوادر ہشام میں آیا ہے کہ مکروہ ہے قبول کرنا اس کھانے کا جس کو رُوحِ میّت کے واسطے کیا ہو انتہٰی کلامہ

ہم کہتے ہیں کہ اگر اس حدیث کو صحیح رکھو گے تو دوسری حدیثیں جو ترغیبِ خیرات میں میّت کی طرف سے آئی ہیں اور باجماعِ اُمّت وہ مقبول ہیں ان کا کیا جواب دو گے؟ اور اس حدیث کی اسناد بھی معلوم نہیں، نہ صحابی کا نام کہ کس صحابی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور نہ مابعد صحابی کے اور راویوں کا حال معلوم کہ پھر کس صحابی سے کن کن راویوں نے اس کو روایت کیا اور نہ کتابِ حدیث کا نام مرقوم کہ صحاح ستّہ میں یا کسی اور کتابِ حدیث میں یہ حدیث موجود ہے، اور قطع نظر ان امور کے پیش کرنا اس حدیث کا واسطے ممانعت فاتحات مخصوصہ معیّنہ سیوم و دہم و بستم و چہلم کے فقط صحیح نہیں اس میں مطلق طعامِ میّت کی نہی موجود ہے تو صدقہ لا علے التعین بھی ندارد ہوا جس کو تم جائز کہتے ہو اور جب اُس دعوت کا قبول کرنا مکروہ ہوا مطلقاً بلا قید غنی و فقیر تو وہ جو حکم صدقہ کا میّت کی طرف سے فقہ و حدیث میں ہے اُس دعوت کو قبول جنّات کریں گے یا جنگل کے وحوش و طیور؟ منکرین ایسی سند کتاب اربعین سے لائے جس سے اپنے پاؤں پر خود تیشہ مار گئے۔

چھٹی دلیل منع کی یہ کہ مسائل اربعین میں لکھا ہے:

در نوادر الفتاوٰی آوردہ اند کہ اجابت — نوادر الفتاوٰی میں مذکور ہے ایسی دعوت

marfat.com

کردن طعامیکہ از بہر مردہ ساختہ باشند مکروہ ست سہ روزہ ہفتہ و ماہیانہ و سالیانہ و آں طعام علماء و فضلا را مکروہ است انتہٰی

کو قبول کرنا جو مُردوں کے ایصالِ ثواب کے لئے ہو مکروہ ہے مثلاً سوم، ساتواں، ماہانہ اور برسی۔ ایسا طعام علماء اور فضلاء کو مکروہ ہے انتہٰی

اس عبارت سے یہ معلوم ہُوا کہ برسی، تیجہ اور چہلم وغیرہ کا کھانا مکروہ علما و فضلا کے واسطے ہے اوروں کو مکروہ نہیں، اگر سب کو مکروہ ہوتا تو عالموں کا نام لینا کیا ضرور تھا! خیر اگر یہ لوگ اسی قدر لکھ دیں کچھ مضائقہ نہیں اس واسطے کہ علما و فضلا تو خود اس کھانے میں کم جاتے ہیں اکثر اور آدمی کھاتے ہیں، اگر اوروں کو جائز ہوا یہ بھی غنیمت ہے اور صحیح یہی ہے اس مسئلہ میں بڑی شہرت مولوی اسمٰعیل صاحب کی ہے کہ وہ رئیس المانعین ہیں ان تعینات کو مکروہ و حرام کہتے ہیں۔ صورت اس کی یہ ہے کہ اُن کے نزدیک محض باعث ممانعت کا یہ ہے کہ ان کو اپنے ہمعصروں میں یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ لوگ خالصاً للہ نہیں کرتے بلکہ لوگوں کے دکھانے کو کرتے ہیں اور جبراً کرتے ہیں۔ چنانچہ صراطِ مستقیم مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۲، میں لکھتے ہیں:

و در تقسیم طعام سیوم و چہلم بسبب خوف مطعون شدن وسعت و کشادگی می کنند انتہٰی

طعنہ زنی کے ڈر سے سوم اور چہلم کے کھانوں میں فراخی اور وسعت اختیار کرتے ہیں انتہی

اور صفحہ ۳، میں ہے:

ورنہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ این معنی بہتر و افضل غرض آنست کہ

اور یہ بھی گمان نہ کریں کہ مردہ لوگوں کو طعام کے ذریعے فائدہ پہنچانا اور ان کے لئے فاتحہ خوانی کرنا درست نہیں

marfat.com

مقید برسم نباشد بے تعین تاریخ و روز
وجنس وقسم طعام ہر وقت و ہر قدر کہ
موجب اجر جزیل بود بعمل آرد و ہر گاہ
ایصال نفعے بمیّت منظور دارد موقوف
بر اطعام نگزارد اگر میسر باشد بہتر است
والا صرف ثواب فاتحہ و اخلاص بہترین
ثوابہا است در تعین تاریخ و روز و قسم
و وضع طعام ضیق پیش می آید و انسان را
خواہ نخواہ انچہ کردن دشوار می بود
سرانجام آں ضرور مے افتد الیٰ آخرہ

کیونکہ یہ کام تو بہت بہتر و افضل ہے
ہماری غرض یہ ہے کہ ایسے اعمال کو
رسم کے ساتھ مقید نہ کیا جائے، تاریخ،
دن، طعام کی جنس و قسم کو متعین کیے بغیر
جس وقت اور جس قدر وہ موجبِ ثواب
ہو ایسا عمل بجا لائے اور جب میّت کو
نفع پہنچانا منظور ہو تو اسے صرف کھانا
کھلانے پر موقوف نہ سمجھا جائے اگر کھانا میسر
ہو تو بہتر ہے ورنہ صرف سورۃ فاتحہ اور
سورۃ اخلاص کا ثواب میت کے حق میں
بہتر ہے اور تاریخ، دن اور طعام کی قسم اور وضع کو متعین کرنے سے تنگی پیش آتی ہے اور انسان کو
خواہ مخواہ دشوار کام کا بھی انتظار کرنا پڑتا ہے الخ

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ سیوم اور چہلم وغیرہ کا کھانا تعینِ
ایّام کے سبب منع نہیں جیسا کہ بعض علماء فی زمانہ خیال کرتے ہیں بلکہ اس میں قباحت
مولوی اسمٰعیل اور سیّد احمد صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ انسان کے پاس کچھ
ہووے یا نہ ہووے پابندی تواریخ ایام سے خواہ مخواہ اس کو کرنا پڑتا ہے اس
میں تنگی اور مصیبت پیش آتی ہے پھر اگر یہی بات کسی کو پیش آئے اُس کے حق
میں ہم بھی منع کریں گے اے بھائی تُو اپنے مقدور کے موافق کر دے حوصلہ سے
زیادہ نام آوری کے طور پر جس کا سنبھالنا تجھ کو مشکل ہو اُس طرح مت کر
خالصاً للہ جس قدر تیرے پاس موجود ہے اسی قدر کر دے اور جو کچھ بھی نہیں تو خالی
فاتحہ پڑھ دے۔

marfat.com

سوال : تعیینِ ایام کی حاجت کیا ہے ؟

جواب : صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دلوں میں خود شوق تھا کسبِ خیرات وحسنات کا، وہ اپنے ولولۂ عشق دلی سے امورِ صالحہ کرتے تھے اُن کو نہ کسی تاکید کی حاجت تھی نہ تعیین کی نہ یاد دلانے کی۔ جب وہ دَور گزر چکا لوگوں کے دلوں میں بے رغبتی امورِ صالحہ کی پیدا ہوگئی اس کے لئے علمائے دین نے بنظرِ اصلاحِ دین فتوٰی احکام پیدا کیے مثلاً قرآن شریف کی تعلیم پر اُجرت لینا حدیث سے منع تھا اُس وقت میں لوگوں کے دل راغب تھے اللہ کے واسطے تعلیم کرتے تھے جب دَور قرونِ صالحہ کا تمام ہوگیا لوگوں کے دل ویسے نہ رہے قرآن شریف کا پڑھنا پڑھانا بند ہونے لگا تب علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے حکم دیا جواز کا یعنی تعلیم قرآن پر دینا اُجرت کا جائز ہے اور لینا بھی جائز۔ چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں :

لولو یفتح لھم باب الاجر لذھب القراٰن۔	اگر نہ کھول دیا جائے اُن کے لیے یعنی معلمانِ قرآن کے لیے دروازہ اُجرت کا، تو اُٹھ جائے دنیا سے قرآن۔

اور ہدایہ میں ہے :

لا ندظھر التوانی فی امور الدینیۃ ففی الامتناع تضییع حفظ القراٰن وعلیہ الفتوٰی۔	جائز ہے قرآن پڑھانے کی (اُجرت) اس واسطے کہ ظاہر ہوگئی سستی امورِ دین میں، پھر اگر منع کریں اُجرت کو تو اس میں ضائع کرنا ہے قرآن کا، اور اسی پر یعنی جوازِ اجرتِ قرآن پر فتوٰی ہے ۱۲

اور اذان کے بعد تثویب یعنی الصلوٰۃ الصلوٰۃ وغیرہ پکار کر کچھ کہنا تاکہ نمازی جلد آکر جماعت میں شریک ہوں۔ متاخرین علماء نے مستحسن قرار دیا۔ چنانچہ کتاب ہدایہ میں ہے :

marfat.com

والمتاخرون استحسنوه فی الصلوٰت کلها لظهور التوانی فی الامور الدینیة۔

علمائے متاخرین نے پسند کیا ہے تثویب کو سب نمازوں میں بسبب ہونے سستی کے امورِ دینیہ میں ۱۲

یہ مسئلہ تثویب کا فتاوٰی عالمگیری میں بھی ہے اس قسم کی بہت نظیریں کتبِ فقہ میں موجود ہیں جو ڈھونڈے گا پائے گا،

بہتیرے حکم بدل جاتے ہیں زمانہ بدل جانے سے

اور یہی معنی ہیں اس کے جو مجمع البحار اور شامی اور فتاوٰی عالمگیر یہ وغیرہ چند کتب معتبرہ مقبولہ میں یہ بات مندرج ہے کہ:

کم من احکام یختلف باختلاف الزمان۔

یعنی بہتیرے حکم بدل جاتے ہیں زمانہ بدل جانے سے ۱۲

ایک وُہ وقت تھا کہ قرآن کے اندر زیر و زبر جائز مطلق وقف لازم وغیرہ لکھنا علماء جائز نہیں رکھتے تھے مکروہ کہتے تھے چنانچہ متقدمین کی کتابوں میں مندرج ہے، اور ایک وقت وہ آیا کہ لوگوں کا ڈھنگ بگڑ گیا جہالت طاری ہوگئی تب علمائے حکم دیا کہ قرآن شریف میں زیر و زبر وغیرہ لکھنا واجب ہے۔ چنانچہ کشف الظنون وغیرہ میں تصریح ہے کجا مکروہ کیا واجب ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اور اسی طرح مساجد کی زینت اور بلند کرنا مکروہ ثابت ہوتا ہے لیکن علماء بباعث مصلحت کے مستحب فرماتے ہیں۔ چنانچہ صاحبِ مجمع البحار نے لفظ زخرف کی تحقیق میں لکھا ہے کہ جب لوگ اپنے گھر بہت عمدہ عمدہ بنانے لگے اب اگر مسجد کو کچی اینٹوں سے اونچے اونچے مکانات کے پاس بنادیں گے اور بہتیرے گھر کافروں کے بھی اس کے پاس بلند ہوتے ہیں تو البتہ مسجد نظروں میں حقیر ٹھہرے گی انتہٰی کلامہ۔

marfat.com

مجموع ان امثال و رواۃ سے معلوم ہوا کہ اگر زمان و مکان میں یا کسی ہیئت اور وضع میں بباعث کسی مصلحت کے کسی قسم کی تعینات واقع ہوں تو وہ جائز ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رسالہ انتباہ کے شروع میں فرماتے ہیں:

اگرچہ اوائل اُمت را باواخر امت در بعض امور اختلاف بودہ باشد اختلاف صور ضرر نمی کند ارتباط سلسلہ ہمہ ایں امور صحیح ست و اختلاف صور را اثرے نیست انتہیٰ کلامہ

تلخیصاً ان عبارتوں سے یہ فائدہ نہایت اہتمام سے محفوظ رکھنے کے قابل پیدا ہوا کہ اگر علمائے متاخرین میں کسی قسم کا تعین مخالف وضع علماء متقدمین کے پیدا ہوا ہو تو یہ ضرور نہیں کہ اس کو رد کیا جائے اس لیے کہ مصلحت زمانہ متقدمین میں وُہ تھی جو انہوں نے حکم دیا اور متاخرین کے وقت میں بباعث تغیر اوضاع و طبائع امت کے دوسری طرح پر امتحان ظاہر ہوا اور درحقیقت یہ اختلاف نہیں کہ دونوں فرقے متقدمہ و متاخرہ اصلاحِ دین پر متفق ہیں ان کے وقت میں اصلاح اس میں تھی ان کے وقت میں اصلاح دوسری طرح۔ چنانچہ یہی وجہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے مرشد برحق سید احمد صاحب کو پیش آئی کہ صراطِ مستقیم میں اُنہوں نے ایک باب جُدا واسطے تجدید اشغال کے مقرر کیا، صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں:

مصلحت وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعین کردہ شود انتہیٰ

اور اسی کتاب کے آخر ورق میں مولوی اسمٰعیل صاحب اپنے پیر کا حال لکھتے ہیں:

marfat.com

بعد ازاں در تعلیم و تلقین طریقہ چشتیہ بازوے ہمت کشادند و تجدید اشغال لیکہ ایں کتاب مستطاب بر اں محتوی گردیدہ فرمودند انتہیٰ کلامہ

یہ عاجز مؤلف اس انوار ساطعہ کا، کوئی بات اپنی طبیعت سے نہیں کہتا کہ ثانی الحال الزام دیا جائے بلکہ جو کچھ خلاصہ کلام ہے وہ عطر بچھانا ہوا انہی حضرات مانعین کی مسلّم الثبوت کتابوں سے ہے۔ جب یہ مسئلہ متحقق ہو گیا تو سمجھنا چاہیے کہ صحابہ سابقین بالخیرات تھے ان کے لیے تعینِ زمان ایصالِ ثواب وغیرہ کے لیے کچھ حاجت نہ تھی بلکہ وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ پوچھ کر خیرات اپنے اقربا کی طرف سے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قصہ سعدؓ[1] کا گزرا، اب اگر کسی کو ثواب کا رستہ بتاتے ہیں تو وہ منہ دوسری طرف پھیر لیتا ہے غرض کہ جب لوگوں میں سستی واقع ہوئی تب فرق پڑنے لگا خیرات میں، اور مُوتی کا حال دیکھا تو وہ ہے جو حدیث میں وارد ہے کہ جس طرح کوئی ڈوبتا ہوا آدمی سہارا تکتا ہے کوئی میرا ہاتھ پکڑ لے میرے ہاتھ میں کوئی رسّی کوئی چیز آجائے کہ اس کو پکڑ کے بچ جاؤں، اسی طرح مُردہ آسرا کرتا ہے اپنے زندہ اقربا کا، اور اقربا کا یہ حال ہو گیا کہ اُن کے حق فراموش کرنے لگے، تب کھڑے ہو گئے بزرگانِ دین تعیینِ ایام پر، اور معین کیا اس کو متفرق وقتوں پر مثلاً دسواں بیسواں وغیرہ متعین کر دیا تاکہ وارثوں کو بھی بتدریج انتظام سہل ہو اور مُوتی کو یہ فائدہ ہو کہ مدد کا سلسلہ منقطع نہ ہو کچھ آج فائدہ پہنچا کچھ پھر اُس کے بعد کچھ پھر اس کے بعد، اور یہ بڑا فائدہ ہے کہ تعین کے سبب یاد رہتا ہے آدمیوں کو

---

[1] ان کی والدہ مرگئی تھیں تو حضرت سے پوچھا تھا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: پانی۔ تب انہوں نے اپنی والدہ کی طرف سے کنواں کھدوا دیا تھا ۱۲

marfat.com

اور خیال دل پر چڑھا رہتا ہے، چنانچہ جو لوگ مصلحتِ تعیّن کے پابند ہیں اُن کے گھر سے کچھ نہ کچھ خیر ہو جاتی ہے اور طرف ثانی جو بعضے وقت ان لوگوں کی بہ نسبت کہتے ہیں کہ اس تعین کے ساتھ کام کرنے سے نہ کرنا اچھا، اس میں ان کو نمود ہوتی ہے سو یہ کہنا اُن کا صحیح نہیں اس لیے کہ ہر کوئی تو نمود ہی کے واسطے نہیں کرتا، اور اگر نمود کے واسطے کرتا ہوگا تو اس کو بھی ہم منع نہ کریں گے اگر اس کے حق میں نمود ہے تو کسی غریب کا ایک وقت پیٹ بھرے گا یہ تو کام اچھا ہے ہماری غرض یہ نہیں کہ لوگ ریا اور نمود کے واسطے کیا کریں حاشا وکلا عمل وہ ہی بہتر ہے جو اخلاص سے ہو، لیکن یہ اس لیے کہا کہ اگر کسی ایک نے نمونہ کے طور پر عمل کیا اس کے سبب سے منکرین سند پکڑ کے سب کو منع کرنے لگیں اُن کے جواب میں بطریق دو سلمنا کہا جاتا ہے کہ یہ بھی کچھ نہ کچھ خیر سے خالی نہیں، حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ میں فرماتے ہیں:

لا یترک العمل لاجل الریاء یقال فی المثل ان الدنیا خربت منذ مات المراؤن لانهم کانوا یعملون اعمال البر مثل الرباطات والقناطیر والمساجد فکان للناس فیه منفعة وان کانت للریاء فربما ینفعه دعاء احد من المسلمین۔

یعنی عملِ خیر کو ریاء کے سبب نہ چھوڑنا چاہیئے، کہتے ہیں جب سے نمود کے کام کرنے والے مر گئے ہیں دُنیا اُجڑ گئی اس لیے کہ وہ پہلے نیک کام کرتے تھے سرائیں پل مسجدیں بنواتے تھے، لوگوں کا اس میں بھلا تھا اگرچہ کام ریاء کا اس کرنے والے کو نفع نہیں دیتا لیکن کبھی کوئی مسلمان اس ریاء کی چیز سے نفع پاکر دُعا دیتا ہے تو اُس کو اُسی دُعا سے نفع ہو جاتا ہے انتہیٰ

غرضکہ فعلِ خیر کا نتیجہ خیر ہوتا ہے۔ اب اصل بیان پر آئیں کہ جب

marfat.com

بباعث بے رغبتی اور سُستی آدمیوں کے، تعین کی حاجت ہُوئی تو ایک کھانا اور فاتحہ سالیانہ کا یعنی برسویں دن ٹھہرایا اور ایک نصف اس کا یعنی ششماہی پھر اس کا نصف سہ ماہی پھر اس کا نصف پینتالیس دن۔ لیکن اکثر امور میں عدد چلّہ کا اختیار کیا گیا ہے اس لیے پینتالیس میں سے پانچ کم کرکے چالیسواں دن مقرر کر دیا گیا اور عدد چہل کا شمار جو شرع میں وارد ہے اس کے چند مقامات ذکر کئے جاتے ہیں:

اوّل جب خمیر حضرت آدم علیہ السلام کا ہوا چالیس برس تک وُہ خمیر اُسی حالت میں پڑا رہا، پھر اُس کا سڑنا شروع ہُوا چالیس برس تک وہ سڑا کیا جس طرح گارا یعنی مکانات کا سڑایا جاتا ہے، پھر خشک ہونا شروع ہوا تو چالیس برس میں خشک ہُوا جس طرح ٹھیکرا مٹّی کا بجانے سے ٹن ٹن بجتا ہے بجنے لگا، اسی طرح آدمی کی پیدائش میں بھی چالیس دن وہ نطفہ رہتا ہے اور پھر چالیس دن خون بستہ، پھر چالیس دن گوشت کے ٹکڑے بوٹیاں بن جاتے ہیں۔ غرضکہ اس سے معلوم ہوا کہ چالیس دن میں حال بدل جاتا ہے۔ اسی غرض سے صوفیہ کرام نے عددِ چلّہ اپنی ریاضتوں میں مقرر کیا کہ اتنے دنوں کی ریاضت میں حالت نفس کی بدل جائے گی۔ اور حدیث میں آیا کہ:

جو چالیس دن اخلاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھے گا اُس کے دل سے چشمے رحمت کے پھُوٹ کر زبان سے جاری ہوں گے۔

یہ حدیث تفسیر عزیزی میں ہے، اور نقل کیا امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم میں کہ،

جو کوئی چالیس دن تکبیرِ اولیٰ امام کے ساتھ پائے گا اللہ تعالیٰ اس کو دو باتوں سے بری کر دے گا ایک نفاق سے اور دوسرے عذابِ نار سے۔

marfat.com

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ چالیس رات اعتکاف کرو اُس وقت ہم تم کو شریعت یعنی توراۃ عنایت کریں گے یعنی اتنے دنوں میں حالات نفس وقلب وغیرہ بدل جائیں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ،

واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ۔

اور بیہقی نے انس رضی اللہ عنہ سے بابت ارواحِ انبیاء علیہم السلام کے یہ روایت کی ہے ،

ان الانبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین لیلۃ ولکنھم یصلون بین یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور۔

معنی اس حدیث کے زرقانی نے یہ لکھے ہیں کہ چالیس روز تک اُس جسدِ مدفون فی القبر سے رُوح بہت پیوستہ رہتی ہے بعد ازاں وہ روح قربِ الٰہی میں عبادت کرتی رہتی ہے اور متشکل بشکلِ جسد ہو کر جہاں چاہتی ہے جاتی ہے انتہیٰ

اور یہ عوام میں مشہور ہے کہ چالیس دن تک ہر کسی کی رُوح کو گھر سے علاقہ رہتا ہے یہ حدیث شاید کہیں آئی ہوگی ، ارواحِ انبیاء کی بہ نسبت تو حدیث بیہقی کی دیکھی عام ارواح کی نسبت نظر سے نہیں گزری لیکن ہم لوگ بہ نسبت علماء سابقین کے کم مایہ اور سامان کتب علم کا قلیل ہماری نظر سے نہ گزرنا دلیل اس کی نہیں کہ درحقیقت یہ حدیث آئی نہیں البتہ ہم نے دقائق الاخبار میں جو امام غزالی کی طرف منسوب ہے یہ حدیث تو دیکھی ہے ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے :

اذا مات المؤمن یدور روحہ حول دارہ شھرا۔

یعنی جب مرجاتا ہے مومن پھرتی ہے روح اُس کے گھر کے گرد ایک مہینہ۔

marfat.com

وینظر الیٰ ما خلفه من مالہ کیف یقسم مالہ وکیف یودی دینہ۔

یعنی دیکھتی ہے وہ رُوح کس طرح تقسیم ہوتا ہے مال اس کا، کس طرح ادا کیا جاتا ہے قرض اس کا۔

فاذا تم شھرا ینظر الیٰ جسدہ و یدور حول قبرہ سنة فینظر من یدعوله ومن یحزن علیه۔

جب مہینہ پُورا ہوتا ہے دیکھتی ہے اپنے بدن کو اور پھرتی ہے گرد قبر کے ایک برس تک، دیکھتی ہے کون میرے لیے دُعا کرتا ہے، کس کو میرا غم ہے۔

فاذا تمت سنة رفعت روحه الی حیث یجتمع فیه الارواح الیٰ یوم ینفخ فی الصور۔

یعنی جب پُورا برس ہو جاتا ہے اٹھائی جاتی ہے رُوح جس جگہ دوسری روحیں جمع ہیں وہ وہاں رہتی ہیں قیامت تک انتہیٰ۔

لیکن یہ یاد رہے کہ رُوحیں انبیاء اور مؤمنین کی کسی جگہ رہیں لیکن قبر سے سب کو ایسا علاقہ رہتا ہے گویا وہ اسی قبر کے پاس موجود ہیں یہ اتفاق ہے اہل سنت وجماعت کا، گفتگو مسلسل کہیں سے کہیں پہنچی، کلام اس میں تھا کہ عدد چالیس کا اکثر مقامات میں آیا ہے اور اس عدد میں یہ دلالت کل مقامات میں پائی گئی کہ پچھلا حال بدل جاتا ہے، چنانچہ خمیرِ آدم اور خمیرِ نطفۂ انسانی اور چلّہ صوفیہ وغیرہ امثلہ مذکورہ سے یہ بات ظاہر ہے پس لابد ہے کہ چالیس روز میں میّت کی بھی ترکیب جسمی اور تعلق رُوحی میں جو دنیا کے ساتھ ہے کچھ فرق اور تغیّر ہوا ہوگا، جیسا ارواحِ انبیاء میں صریح وارد ہوا ہے۔ پس اُس تغیّر کے وقت بھی امداد شائستہ کا دستور ٹھہر گیا تاکہ ترقی عروج اُس کا ایک درجہ سے

marfat.com

دوسرے درجہ کو عمدہ زادِ راہ کے ساتھ ہو یعنی فاتحہ چہلم کو مقرر کیا گیا پھر وہی قاعدہ تنصیف کا جو سالیانہ سے ششماہی اور ششماہی سے سہ ماہی میں جاری کیا تھا چہلم میں کیا گیا یعنی چہلم کا نصف بیسواں اور بیسویں کا نصف دسواں، غرضکہ اس دستور پر قاعدہ فاتحات کا ٹھہر گیا۔ اور حاشیہ خزانۃ الروایات اور بعض رسائل میں اس عاجز کی نظر سے یہ روایت مجموع الروایات کی گزری ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کے لیے تین دن اور دسویں اور چالیسویں روز اور چھٹے مہینے اور برسویں دن صدقہ دیا۔ اگر یہ حدیث کسی قدر قابلِ اعتماد ہے تو یہ سب رسمیں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہو گئیں۔ یہ مجموع الروایات پرانی کتاب ہے خزانۃ الروایات میں بھی اس مجموع الروایات سے بعضے مسائل اخذ کئے ہیں پس یہ جو قدیم الایام سے بزرگانِ دین میں تعینِ فاتحہ متفرق ایام میں ایک امرِ متوارث چلا آتا ہے بلاشبہ یا تو اس حدیث یا کسی اور حدیث سے اُنہوں نے استخراج کیا ہو گا یا بنا بر مصلحت یہ طریقہ خود مقرر کیا ہو گا، بہرکیف اگر انہوں نے خود بھی مقرر کیا تو وہ بھی صحیح ہے، حدیث شریف میں آگیا ہے:

من سنّ فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا۔

علامہ شامی شارح درِ مختار نے اس حدیث کے معنی لکھے ہیں یعنی جو کوئی دین میں نیا طریقہ نیک نکالے گا اس کو اجر اور ثواب ملے گا۔

واضح ہو کہ امرِ دین میں جو طریقہ نیک ایجاد ہو اور مخالف قرآن و حدیث کے نہ ہو وہ درست ہے۔

نماز کی نیت زبان سے کرنے کو جو ایجادِ علماء ہے اور دُرِ مختار اور اس کے شارح نے اس کو سنّتِ علماء قرار دیا ہے اور اسے جائز رکھا ہے۔ اس کی بحث سابق میں (صفحہ ۹۹ و ۱۰۰ پر) گزر چکی اور معلوم رہے کہ یہ بھی ہم کو لازم ہے

marfat.com

کہ ہم سلف صالحین کے قواعد اور اعمال پر اعتراض نہ کریں بلکہ اُس کا اتباع کریں یہ حکم قیامت تک جاری ہے کہ ہر دَور والا اپنے پہلے دَور کی اطاعت کرے۔ چنانچہ قلبِ ربانی امامِ شعرانی کتاب المیزان میں لکھتے ہیں:

فکما ان الشارع بین لنا بسنة ما اجمل فی القرآن فکذٰلك الائمة المجتهدون بینوا لنا ما اجمل فی احادیث الشریعة ولولا بیانهم لنا ذٰلك لبقیت الشریعة علی اجمالها وهکذا القول فی اهل کل دور بالنسبة للدور الذی قبلهم الیٰ یوم القیامة فان الاجمال لم یزل ساریا فی کلام علماء الامة الی یوم القیٰمة ولولا ذلك ما شرحت الکتب ولا عمل علی الشروح والحواشی انتهٰی۔

یعنی جس طرح شارع نے بیان کی اپنی حدیث سے ہمارے لیے وُہ چیز جو قرآن میں مجمل تھی اسی طرح مجتہدوں نے بیان کیا ہم کو جو حدیث میں مجمل رہ گیا تھا جو وُہ بیان نہ کرتے شریعت مجمل گول مول بے بیان رہ جاتی اور یہی قول ہے ہر دور میں بہ نسبت اپنے دور سابقہ کے قیامت تک اس واسطے کہ اجمال ہمیشہ سے جاری ہے اور رہے گا قیامت تک، اور جو یہ بات نہ ہوتی تو کتابوں کی شرحیں اور حاشیے نہ لکھے جاتے۔ تمام ہوا کلام قطبِ ربانی کا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ عقد الجید مطبوعہ فاروقی صفحہ ۳۶ میں فرماتے ہیں:

ان الامة اجتمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفة الشریعة فالتابعون اعتمدوا فی ذٰلك علی الصحابة وتبع التابعین اعتمدوا علی التابعین وهکذا فی کل طبقة اعتمد العلماء من قبلهم والعقل یدل علیٰ حسن ذلك، الیٰ آخرہٖ۔

marfat.com

یعنی اُمت جمع ہوگئی اس بات پر کہ اعتماد کریں سلف پر معرفت شریعت میں، تابعین نے صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا، اور اسی طرح ہر طبقہ میں اعتماد کرتے آئے ہیں علماء اپنے سے پہلے علماء پر، اور عقل دلالت کرتی ہے اس کی خوبی پر۔

اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی گفتگو بھی قریب قریب اس کے ہے کہ شروع پارہ سیقول میں فرماتے ہیں:

پیغمبر بر کمالِ شما گواہی دہد و شما بر کمال تابعین ہلم جراً الی یومنا ھذا پس صدر اول ایں اُمت مرتبہ متوسط دارند درمیان نبوت و امت محض کہ من وجہ کار پیغمبری می کنند و من وجہ کار امتاں و ہکذا الیٰ یوم القیٰمۃ فی کل طبقۃ متقدمۃ بالنسبۃ الی الطبقۃ المتاخرۃ انتہیٰ۔

کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے کمال کی گواہی دیں گے اور تم تابعین کے کمال پر گواہی دوگے یونہی یہ سلسلہ قیامت تک کے لوگوں میں جاری رہے گا پس اس اُمت کا صدر اول درمیان نبوت اور اُمت محض کے متوسط مرتبہ رکھتے ہیں ہر اعتبار سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام سرانجام دیتے ہیں اور ایک اعتبار سے امتیوں کا کام سرانجام دیتے ہیں یہ سلسلہ اسی طرح طبقہ متقدمہ میں بنسبت طبقہ متاخرہ کے قیامت تک جاری رہے گا۔

اب ہم مولانا عبدالعزیز صاحب کا ایک کلام جامع کہ بظاہر مختصر اور فی الواقع اس میں یہ سب تفصیلات مروجہ اہل اسلام داخل ہیں لکھتے ہیں اور یہ بزرگ اس فرقہ کے مسلم الثبوت علماء میں ہیں، پارہ عم والقمر اذا التشق کی تفسیر میں لکھتے ہیں، بطورِ خلاصہ ان کے الفاظ بعینہٖ نقل کرتا ہوں:

اول حالتے کہ مجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملہ اثر حیات سابقہ و الفت تعلق بدن و دیگر معروفان

پہلی حالت محض روح کا جسم سے جدا ہونا ہے اس حالت میں فی الجملہ سابقہ زندگی کا اثر، بدن کی الفت اور دیگر اپنی جنس کی

marfat.com

از ابنائے جنس خود باقی است و آں
وقت گویا برزخ است کہ چیزے ازاں
طرف و چیزے ازیں طرف و مدد زندگاں
بمردگاں دریں حالت زود تر می رسد
و مردگاں منتظر لحوق مدد ازیں طرف
می باشند صدقات و ادعیہ و فاتحہ
دریں وقت بسیار بکار آدمی آید و ازیں
است کہ طوائف بنی آدم تا یک سال و
علی الخصوص تا یک چلّہ بعد موت دریں
نوع امداد و کوشش تمام می نمایند انتہیٰ

اشیاء کا تعلق اور رابطہ باقی رہتا ہے
گویا یہ وقت دنیاوی زندگی اور قبر کی
زندگی کے درمیان آڑ ہے کہ ایک چیز
دنیاوی زندگی کی موجود ہے اور ایک چیز
قبر کی زندگی کی حاصل، زندوں کی مدد ایسے
وقت میں مُردوں کو جلد پہنچتی ہے، اور
مُردے اُن کی طرف سے صدقہ، دعا اور
فاتحہ کے ذریعے مدد کے منتظر ہوتے ہیں
ایسے وقت میں آدمی کے بہت سارے
کام فائدہ دیتے ہیں اسی وجہ سے آیا ہے کہ
بنی آدم موت کے بعد ایک سال تک گھر کا طواف کرتے ہیں اور بالخصوص ایک چلّہ (۴۰ دن) تک۔ امداد
اور کوشش کا پہنچنا اس نوع سے ہے۔ انتہی

جس کا دل چاہے تفسیر عزیزی فارسی نکال کر دیکھ لے یہ مضمون معہ بعض
مضامین زائد اُس میں پائے گا اب اربابِ انصاف جنبہ داری کو برطرف کر کے
خیال فرمائیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان ایام مروجہ کی
امداد طعام وغیرہ کے لیے کیا علتِ شرعی پیدا کی کہ مُردہ کا دل اُن ایام میں کچھ اِدھر
ہوتا ہے کچھ اُدھر، اور زندوں کی مدد ان ایام میں جلد پہنچتی ہے، پھر اس علتِ صحیحہ
پر مرتب کیا یہ حکم کہ اسی سبب سے یہ بات ہے کہ آدمی اپنے اموات کی ایک برس
تک اور خاص کر ایک چلّہ تک مدد کرتے ہیں۔ دیکھیے برس دن تک کی امداد میں یہ
رسمیں مروجہ اہلِ اسلام یعنی سوئم دہم بستم چہلم ششم سالینہ سب داخل
ہیں، پھر شاہ صاحب نے اس رواجِ اسلامی کو رد نہیں کیا بلکہ اس کی تصدیق
فرمائی یعنی اپنے مدعا پر اس امر مروجہ کو دلیل لائے پس بطور دلیل لانا شاہ صاحب کا

marfat.com

اس امر معین مقرر رواجی کو، اور نہ رد کرنا اس کو کسی وجہ سے دلیل صریح اس پر ہے کہ یہ فعل جو عام طور پر طوائف بنی آدم میں رائج ہے حق ہے اور صحیح ہے اور طوائف بنی آدم میں جو قدیم الایام سے ہندوستان میں مروج چلا آتا ہے وہ یہی دہم بستم چہلم وغیرہ ہے کما ہو مشاہد اس کا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔

لمعہ سادسہ نصائح در بابِ اموات

نصیحت ۱: جب کسی کا کوئی عزیز قریب مر جائے تو چاہیے کہ صبر کرے اس کی موت پر، تاکہ مستحق اجر و ثواب ہو۔ طبرانی اور ابن مندہ نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں یہ بھی بیان ہے کہ ملک الموت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ میں آدمی کی رُوح قبض کرتا ہوں جب اس کے لواحق رونے لگتے ہیں میں دروازہ پر کھڑا ہو جاتا ہوں اُس رُوح کو لئے ہوئے، اور کہتا ہوں کہ اے رونے والو! قسم اللہ تعالیٰ کی ہم نے اس آدمی پر ظلم نہیں کیا ہے، وقت سے پہلے جلدی نہیں کی اور رُوح قبض کرنے میں کچھ ہماری خطا نہیں، اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہو گے ثواب پاؤ گے اور بُرا مانو گے تو گنہگار ہو جاؤ گے اور ہم کو تمہاری طرف پھر آنا ہے ہوشیار رہو الی آخرہ۔

نصیحت ۲: بعد دفن کسی قدر قبرِ میّت پر ٹھہرنا چاہیے کچھ پڑھیں اور میّت کے لیے دُعا کریں۔

فتاوٰی عالمگیریہ میں جوہرہ نیرّہ سے نقل کیا ہے،

ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعة عند القبر بعد الانفراغ بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمها یتلون القرآن و یدعون للمیت۔

اور درمختار میں ہے: ویستحب جلوس ساعة بعد دفنه

marfat.com

لدعاء وقراءة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه۔

معنی دونوں عبارتوں کے یہ ہوئے کہ مستحب ہے بعد دفنِ میّت اس قدر بیٹھنا کہ اُونٹ ذبح ہوکر اس کا گوشت تقسیم ہو جائے، پڑھتے رہیں قرآن اور دُعا کریں میّت کے لیے۔ انتہیٰ

اور مسلّم رکھا اس حکم کو شامی نے ردالمحتار میں، اور نقل کیں اس پر دو حدیثیں، ایک سنن ابی داؤد سے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ وقال استغفروا لاخیکم واسئلوا اللہ لہ التثبیت فانہ الاٰن یسأل۔

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فراغت پاتے تھے دفنِ میّت سے، ٹھہرتے اُس کی قبر پر، اور فرماتے کہ مغفرت مانگو اپنے بھائی کی اور دُعا کرو کہ اللہ اس کو ثابت اور قائم رکھے جواب دہی میں، کیونکہ اب اُس سے منکر نکیر کا سوال ہوگا۔

اور دوسری حدیث فقیہ شامی نے وہ نقل کی جو مشکوٰۃ میں بروایت مسلم موجود ہے:

وعن عمرو بن العاص قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اناا ذا متُّ فلا تصحبن نائحۃ ولا نار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شناً ثم قیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمھا حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع بہ رسل ربی۔ رواہ مسلم

یعنی روایت ہے عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) صحابی سے کہ فرمایا انہوں نے اپنے بیٹے سے، جب وہ حالتِ نزع میں تھے کہ جب میں مر جاؤں نہ ہو میرے ساتھ کوئی عورت نوحہ کرنے والی اور نہ آگ، پھر جب دفن کرو مجھ کو

marfat.com

ڈالو مٹی آہستہ، پھر کھڑے ہو جاؤ میری قبر کے گرد اگرد، اور اتنی دیر ٹھہرو کہ ذبح کیا جائے اونٹ اور تقسیم ہو جائے گوشت اُس کا، تاکہ آرام اور اُنس پکڑوں تمہارے ساتھ، اور جان لوں کہ کیا جواب دوں اپنے پروردگار کے فرشتوں کو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

دیکھئے یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور افتاءِ مفتیانِ دین سے بہت صحیح اور معتمد طور پر ثابت ہے، معلوم نہیں لوگوں نے کیوں اس کو ترک کر دیا، چاہیے کہ اہلِ اسلام اس کی تعمیل کریں اگر سب آدمی نہ ٹھہر سکیں بباعث کسی ضرورت اور کاروبار کے، تو میّت کے دوست آشنا و اقربا میں سے چند آدمی ٹھہریں اور پڑھتے رہیں قرآن اور استغفار وغیرہ، اور دُعا کریں میّت کے لئے، والسلام علی من اتبع الہدٰی۔

نصیحت ۳: آدمی کو چاہیئے کہ اپنی موت کو ہمیشہ یاد رکھے، ایک حدیث میں آیا ہے، لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شہیدوں کے درجے میں کوئی اور بھی ہوگا؟ فرمایا: ہاں، جو کوئی اپنی موت کو بیس مرتبہ ہر روز یاد کریگا۔

نصیحت ۴: آدمی کو چاہیئے کہ موت کے لئے تیار رہے اور اپنا وصیت نامہ لکھ کر ساتھ رکھے جس کسی کا قرض ذمہ میں ہو اور جو کچھ نماز روزہ حج زکوٰۃ اُس کے ذمہ ہو یا قسم توڑنے کا کفارہ ذمہ پر ہو وہ سب اُس کاغذ میں لکھ دے اس لیے اس لیے کہ کیا خبر ہے موت اس کی کس وقت آجائے اور مرتے وقت زبان سے وصیت نکلے یا نہ نکلے اُس کاغذ کو وارثانِ میّت دیکھ کر تعمیل کر دیں گے۔

نصیحت ۵: جب کوئی آدمی مر جائے اور کوئی شخص اس کا عزیز و اقارب اپنے خاص مال میں سے اُس کے لئے فاتحہ کرے اس میں کسی فقیہ و محدّث کو

marfat.com

کلام نہیں اور خاص میّت کا مال اگر اس کام میں صرف کرنے لگیں تو اُس میں یہ شرط ہے کہ اُس کے وارثوں میں کوئی نابالغ لڑکی یا لڑکا نہ ہو اس لئے کہ ترکہ بعد مرنے مورث کے مِلک وارثوں کا ہو جاتا ہے، پس اگر وارث بالغ ہیں تو وہ مال خاص ان کا ہو گیا، اگر کوئی وارث ان میں غائب نہیں سب موجود ہیں یا کوئی غائب تھا اور اس نے اجازت دے دی تو اس صورت میں ان کو اختیار ہے جس قدر چاہیں میّت کے لیے صَرف کر دیں اور اگر سب نابالغ ہیں تو ترکہ میّت سب ان کی مِلک ہو گیا، اُس کا صرف کر دینا میّت کے ایصالِ ثواب میں جائز نہیں، نہ کپڑا نہ کھانا نہ روپیہ نہ پیسہ فقط تجہیز و تکفین میں جو اُٹھے وہی درست ہے، اور بس۔ اور اگر بعضے وارث نابالغ ہیں تب بھی نابالغوں کا حصہ کل اشیاء ترکہ میں مشترک ہے اُس کا صرف کرنا بھی ایصالِ ثواب کے لئے جائز نہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ کی جلد خامس میں ہے:

وان اتخذ طعاما للفقراء کان	اگر تیار کریں کھانا فقیروں کے لئے بہتر
حسنا اذا کانت الورثة بالغین	ہے جبکہ ہوں وارث سب بالغ، اور
فان کان فی الورثة صغیر	اگر وارثوں میں کوئی چھوٹی عمر کا بھی ہے
لم یتخذ واذلك من التركة	تو نہ تیار کریں کھانا اُس ترکہ میں سے،
کذا فی التاتارخانیة۔	یہ تاتارخانیہ میں ہے ۱۲

اور یہ حکم کچھ طعام فاتحہ کے واسطے ہی خاص نہیں بلکہ اس قسم کے ترکہ کی چیز لباس یا طعام یا نقد نہ مسجد میں دی جائے نہ کسی مدرسہ میں نہ کسی فقیر کو نہ عالم کو، ہاں البتہ اگر موافق قاعدہ شریعت کے تقسیم واقع ہو جائے اور صغیر وارث کو اُس کا حصّہ دے کر ورثہ بالغین اپنے حصّہ سے خرچ کر دیں یا عورت اپنے مہر کے دعوٰی میں وارث ہو کر اپنے حصّہ مملوکہ سے صرف کر دے

marfat.com

یہ جائز ہے خواہ مدارس و مساجد میں دیں خواہ فاتحہ کریں اور مساکین کو کھلا دیں۔ یہ مسئلہ بہت ضروری اہتمام سے یاد رکھنے کا ہے۔

نصیحت ۶: جب کوئی وارث اپنے مورث کی طرف سے کھانا کھلا دے نمود اور بڑائی ظاہر کرنے کے لیے نہ کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

من سمع سمع اللہ بہ۔

یعنی جو کوئی سُنوا دے لوگوں کو اپنی تعریف سخاوت اور داد و دہش کی، یعنی اپنی شہرت اور فخر چاہے اللہ تعالیٰ اس آدمی کو ذلیل کرے گا سب کے سامنے۔ پس اس صورت میں مُردہ کو ثواب پہنچنا تو کیا ممکن وہ شخص خود عتابِ الٰہی میں گرفتار رہوگا۔ وہی مثل ہو جائے گی: محنت برباد گناہ لازم۔ اور کھانے والوں کو بھی چاہیئے اگر یہ معلوم کریں کہ یہ کسی کے مقابلہ میں کھانا فخریہ کرتا ہے۔ فلاں شخص نے کیا کھانا کیا میں اُس سے بڑھ کر کرتا ہُوں تو ایسی دعوت نہ قبول کریں خواہ وہ کھانا غمی اور ماتم کا ہو یا شادی اور خوشی کا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

جب دو آدمی ایسے ہوں کہ ایک کی ضد میں دوسرا بڑائی حاصل کرنے کو کھانا زیادہ کرے اگر وہ دعوت کریں تو قبول نہ کی جائے ان کی دعوت، اور نہ کھایا جائے اُن کا کھانا۔ کذا فی المشکوٰۃ۔

نصیحت ۷: یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ قرضدار آدمی کو صدقات کا کرنا، خواہ اپنے لیے کرے خواہ میت کے لئے، شرع میں مستحسن نہیں۔ صاحب مجمع البحار لفظ ظہر کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی۔ — بہترین صدقہ وہ ہے جو غنی کی پیٹھ سے ادا ہو۔

marfat.com

پھر دوسری سطر کے بعد لکھتے ہیں :

ولا صدقة کاملة عن ظهر غنی	غنی کا صدقہ غنی کی پیٹھ پیچھے کامل نہیں
وهو رد علیه ای شئ المتصدق	وہ اس پر لوٹایا جائے گا یعنی صدقہ
به غیر مقبول لان قضاء الدین	کی شئ غیر مقبول ہے کیونکہ قرض دینا
واجب۔	واجب ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ طریق اچھا نہیں علی الخصوص جبکہ قرض سود دے کر بہم پہنچائے یہ نہایت قبیح و شنیع ہے ایسا آدمی محض الحمد اور سورتیں پڑھ کر بخش دیا کرے۔

نصیحت : اگر وارثانِ میت بشروطِ مذکورہ کھانا کھلا دیں تو مناسب یہ ہے کہ غریب رشتہ داروں اور ہمسایوں اور اہلِ محلہ کو مقدم رکھیں۔ فقہاء باب الزکوۃ میں لکھتے ہیں :

لاتقبل صدقة الرجل وقرابته	آدمی کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا جبکہ
محاویج حتی یبدأ بهم فیستد	قریبی رشتہ دار محتاج ہوں حتی کہ پہلے
حاجتهم۔	انھیں دے تاکہ ان کی حاجت پوری ہو۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثل مشہور " اول خویش بعدہٗ درویش " اسی حدیث کا ترجمہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قصبات کے شرفاء میں جو رواج ہے کہ برادری کے آدمی بھی کھانا میت کا بستم و چہلم وغیرہ میں کھاتے ہیں وہ بھی شاید اسی روایت پر مبنی ہوگا کہ رشتہ دار اور ہمسایہ اور اہلِ محلہ مقدم ہیں دوسرے آدمیوں پر، اور ظاہر ہے کہ قصبات کے شرفا میں فراغت اور وسعت کم ہے اکثر لوگ غریب ہیں، وہ آدمی کہ زکوٰۃ ان پر واجب نہ ہو یا یہ کہ اپنے مکان اور نفقہ اہل و عیال سے فارغ ہو کر بھی اُن کے پاس کچھ مالیت زائد فاضل رہے ایسے آدمی داخلِ فقراء ہیں بناءً علیہ بزرگوں نے اُن کو کھانا بہ نسبت اور سائلوں کے

marfat.com

مقدم سمجھا کہ ہمسایگی اور محلہ داری اور قرابت بھی ادا ہو جائے اور چیز اپنے موقع پر بھی
صرف ہو جائے پھر اگر سو آدمیوں غربا، برادری میں کوئی آسودہ صاحبِ زکوٰۃ
بھی شامل کر لیا تو اس میں یہ حکمت کہ ان لوگوں کے دلوں میں یہ نہ پیدا ہوا کہ ہم کو
حقیر کنگال سمجھا پس ایک یا دو با آبرو آدمی کے شامل ہونے سے اُن کی دلی ندامت
بھی دفع ہو جاتی ہے علاوہ برآں اغنیا کا کھانا بھی ثواب سے خالی نہیں اگرچہ
اس میں فقراء کے کھانے سے کم ثواب ہے پس اگر یہی نیت اس زمانہ میں بھی
ہے تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر اہلِ محلّہ اور رشتہ داروں کو اس نیت سے
کھلائیں کہ آج میں اس کو کھلا دوں تو کل یہ مجھ کو کھلا دے گا، اس صورت
میں ثواب ندارد ہوگا اس لیے کہ ارادہ معاوضہ لینے کا ہے، پھر ثواب
کہاں فلیکن ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذا الباب واللہ ھو
الھادی المصدق والصواب۔

---

marfat.com

نورِ سوم

اس میں نو لمعے ہیں ؛

لمعہ اولیٰ : اثبات محفل مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا حق سبحانہٗ نے : واذکروا نعمۃ اللہ علیکم۔

اس آیہ کریمہ میں منعم حقیقی اپنی نعمتوں کے ذکر اور یادگاری کا حکم دیتا ہے کہ "ذکر کرو اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے"۔

اور اس میں شک نہیں کہ پیدا ہونا اور تشریف لانا صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں ایک بڑی نعمت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔

شاہ ولی اللہ صاحب اس کا ترجمہ لکھتے ہیں ؛

"ہر آئینہ نعمتِ فراواں داد خدا بر مؤمناں آنگاہ کہ فرستاد در میان ایشاں پیغامبرے از قوم ایشاں میخوانند بر ایشاں آیات خدا و پاک میسازد ایشاں را و می آموزد ایشاں را کتاب و علم" انتہیٰ

اور شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں ؛

"اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا اُن میں رسول انہی میں کا

marfat.com

الی آخرہ"

ثابت ہوا کہ وجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نعمت ہے کہ جس کا احسان حق سبحانہ، نے ظاہر فرمایا ہے اور آپ کے اسمائے مبارکہ جو ایک ہزار تک محدثین نے شمار کیے ہیں اُن میں ایک نام نامی آپ کا نعمۃ اللہ بھی ہے جیسا کہ امام قسطلانی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور سیدنا محمد سلیمان جزولی نے بھی دلائل الخیرات میں آپ کا یہ نام مبارک لکھا ہے۔

اور فرمایا حضرت سہل ابن عبداللہ تستری نے تفسیر آیۂ کریمہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا میں کہ وہ نعمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ وہ نعمتِ عظمیٰ ہیں یعنی اس لیے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ کے سبب جو منافع و فوائد حاصل ہوئے شمار سے خارج ہیں، زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب آپ ہی کے وجودِ باجود کا طفیل ہے پھر اس کی شمار کہاں تک ہو۔

اور زجاج اور سُدی تفسیر آیہ کریمہ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا میں فرماتے ہیں کہ نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی کفار آپ کو نبی جانتے ہیں معجزات ظاہر دیکھ کر پھر انکار کرتے ہیں عناداً۔

اور سیّد المفسّرین ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بخاری وغیرہ نے تفسیر آیہ کریمہ الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا میں روایت کی ہے قال ھم واللہ کفار قریش و محمد نعمۃ اللہ تعالیٰ یعنی قسم اللہ کی وہ لوگ نعمت کو ناشکری سے بدلنے والے کفارِ قریش ہیں اور نعمۃ اللہ تعالیٰ کی محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

زرقانی شرح مواہب صفحہ ۲۲۱ میں یہ تینوں تفسیریں مرقوم ہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعمتِ الٰہی ہونا کلامِ مفسّرین و محدثین سے ثابت ہو گیا

marfat.com

تو آپ کی یادگاری اور تذکرہ نامنطوق آیہ واذکروا نعمۃ اللہ علیکم میں بعموم الفاظ اچھی طرح داخل ہوگیا۔

اور اسی طرح فرمایا حق سبحانہٗ نے کہ واشکروا نعمۃ اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون یعنی شکر کرو اللہ کی نعمت کا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو اور اس کو معبود جانتے ہو اور اس کے عبد بنتے ہو۔ اس آیہ کریمہ میں حق سبحانہٗ اپنے بندوں کو شکرگزاری کا حکم دیتا ہے اور اوپر ثابت ہو چکا کہ نعمتوں میں بڑی نعمت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ باجود ہے پس شکریہ اس نعمت کا بجالانا اور سرور کرنا اور تذکرہ کرنا اہلِ ایمان کو بحکمِ خداوندی ضروری ٹھہرا۔

اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے التحدث بنعمۃ اللہ شکرہ ترکہ کفر یعنی اللہ کی نعمت کا بیان کرنا شکر ہے اور نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے۔ یہ حدیث شیخ محی السنہ نے معالم میں روایت کی ہے مع الاسناد تحت آیۃ واما بنعمۃ ربك فحدّث (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو) پس نعمت وجودِ باجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کرنا شکرگزاری انعام رب العزت اور چھوڑ دینا اس کا کفرانِ نعمت ٹھہرا۔

اور فرمایا حق سبحانہٗ نے وذکرھم بایام اللہ یعنی یاد دلاان کو دن اللہ کے۔ لکھا امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) نے کہ مراد دنوں سے واقعاتِ عظیمہ ہیں جو اُن دنوں میں واقع ہوئے۔

پھر اہلِ ایمان کو دیکھنا چاہیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے بڑھ کر کونسا واقعہ ہے جس میں ایوانِ کبریٰ کا شق ہونا اور بتوں کا سر کے بل گر جانا اور آتش خانۂ فارس کا بجھ جانا اور رود خانہ سماوہ کا جاری ہونا اور آسمان سے تاروں کا نیچے جھک آنا اور کعبۃ اللہ کا جھک کر شکرِ الٰہی بجالانا ایسے ایسے بہت واقعات کو شامل ہے

marfat.com

پس یاد دلانا یومِ میلاد کا سب ایّام کے یاد دلانے سے اہلِ ایمان کے نزدیک بڑھ کر ہے۔ اور تفسیر رُوح البیان میں یہ تفسیر بھی بعض مفسرین سے نقل کی ہے: ذکّرھم بایّام اللّٰہ ای ذکرھم بنعمائی لیؤمنوا بی یعنی یاد دلا ان کو میری نعمت تاکہ ایمان لائیں وُہ مجھ پر انتہٰی۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعمت ہیں اور آپ کا تذکرہ موجبِ ازدیادِ رونقِ ایمان ہے۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ورفعنا لك ذکرك یعنی فرمایا اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، تحقیق بلند کیا ہم نے ذکر تیرا یعنی تم کو نبی بنایا اور مشہور کیا زمین اور آسمان میں، اور پھیلا دیا ذکر تمہارا دنیا کے انتہا کناروں تک اور تمہارا ذکر دلوں میں محبوب و مطلوب کر دیا۔ امام رازی نے یہ سب مطلب لکھ کر بعد اس کے یہ لکھا:

کان اللہ تعالیٰ یقول املأُ العالم من اتباعك کلھم یثنون علیك ویصلون علیك۔

یعنی یہ جو اللہ تعالیٰ نے رفعنا لك ذکرك فرمایا اس کے یہ معنی ہیں گویا اللہ تعالیٰ یُوں فرماتا ہے کہ ہم بھر دیں گے عالم کو تمہارے فرمانبرداروں سے، وہ سب تمہاری تعریف کیا کریں گے اور درود پڑھا کریں گے تم پر انتہی ما فی تفسیر الکبیر۔ خیال کرنا چاہیئے کہ یہ معنی بخوبی صادق آتے ہیں محفلِ میلاد شریف پر، بلیشک یہ محفل قدس منزل مضمون آیہ ورفعنا لك ذکرك میں داخل ہے اس لیے کہ اس محفل میں کثرت ہوتی ہے درود شریف کی اس قدر کہ نہیں ہوتی کسی اور مجالس وعظ و تدریس میں، اور بیان ہوتا ہے حضرت کے نور کا اور ظہور معجزات و کرامات کا جو وقتِ ولادت اور رضاع اور قبلِ نبوت اور بعد نبوت ظاہر ہوئے اور بیان ہوتا ہے حلیہ شریف کا، یہ سب ثنا اور صفت ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی، پس

marfat.com

مضمون یتلون علیك و یصلون علیك خوب صادق آیا اس پر اور آواز بلند اور پاکیزہ سے ایک مقام بلند مثل منبر یا چوکی پر بیٹھ کر پڑھنے سے ایک اور ہی شان رفعت در فعنا لك ذکرك کی ظاہر ہوتی ہے اور جو کچھ معجزات و فضائل حضرت سید الکائنات کے بیان کئے جاتے ہیں وہ روایتیں ہیں کہ ان کو صحابہ نے مجالس تابعین میں اور تابعین نے مجالسِ تبع تابعین میں بیان فرمایا، اسی طرح طبقہ بعد طبقہ ذکر ہوتا ہم تک پہنچا، اگر یہ قصہ اور ذکر ممنوع ہوتا صحابہ اوّل طبقہ میں زبان اس سے بند کر لیتے، نہ ہم تک وہ فضائل پہنچتے نہ ہم مجالس اور محافل میں اُن مدائح اور مناقب کو بفحوائے آیہ کریمہ در فعنا لك ذکرك آفاق میں منتشر اور مشتہر کرتے۔

خلاصہ یہ کہ ذکر ثابت الاصل ہے، عہدِ صحابہ میں تقاضا کر کے وصف حضرت کا سنتے تھے اور اس میں دل لگاتے تھے :

○ ترمذی نے شمائل میں روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سوال کیا ہند بن ابی ہالہ سے وکان وصافا عن حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی وہ بہت وصف کیا کرتے تھے حلیہ شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وانا اشتھی ان یصف لی شیئا اتعلّق بہ اور میں یہ چاہتا تھا کہ وہ مجھ کو وصف سنائیں کچھ صورت مبارک کا، اور دل لگاؤں میں اس سے الی آخرہ۔

اب دیکھیے یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نواسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقتِ وفاتِ حضرت سات برس کے تھے اتنی عمر والا اپنے اقربا کی صورت بھولا نہیں کرتا حالانکہ یہ صاحبزادے رضی اللہ عنہ تو کمال ذہین اور متین اور قوی الحفظ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث حفظ کر کے

marfat.com

روایت فرماتے تھے۔ چنانچہ صحاح ستّہ کے چند ائمۂ حدیث نے قنوت وتر کی حدیث ان سے روایت فرمائی ہے اور اسماء الرجال میں ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے، پس ظاہر ہے کہ ایسا صاحبِ حفظ ایسے پیارے نانا جان کی صورت جو ہر دم گود میں رکھتے تھے کندھے پر چڑھا لیتے تھے نہیں بھولے تھے بلکہ مزہ لینے کے لیے کہ تذکرہ حضرت کا موجب سرورِ قلب ہو اور خوب سُن کر دل میں اچھی طرح منضبط کریں اس لیے ہند ابن ابی ہالہ سے سوال کیا کہ سُنا وہ مجھ کو وصف شکل مبارک کا، پس بیان کیا ہند ابن ابی ہالہ نے۔ وہ حدیث طویل ہے شمائل میں مذکور ہے، اور ہند ابن ابی ہالہ کی نسبت جو یہ لفظ آیا کان وصّافا عن حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لفظ "وصّافا" صیغہ مبالغہ کا ہے اور مبالغہ کثرت سے ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ کثرت سے بیان فرماتے رہتے تھے حلیہ شریف۔

○ اور اسی طرح دارمی وغیرہ محدثین ابو عبیدہ سے کہ وہ تابعی اور مقبول بین المحدثین ہیں روایت کرتے ہیں کہ ابو عبیدہ نے پوچھا مسمّاۃ رُبیع صحابیہ سے کہ وصف سنا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا۔ وہ بولی:

لو رایته لقلت الشمس طالعة۔

جو دیکھتا حضرت کو تو بول اٹھتا یہ سورج نکلا ہوا ہے۔

○ اور اسی طرح بیہقی نے روایت کی کہ ابو اسحٰق جو ایک تابعی جلیل القدر ہے اس نے ایک عورت صحابیہ سے پوچھا کہ بیان کر مجھ سے کہ کیسے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

قالت کالبدر لیلة القمر لم ار قبله لا بعد مثله صلی الله علیه وآله وسلم۔

marfat.com

(اس نے کہا: حضرت ایسے تھے جیسا چاند چودھویں رات کا، میں نے حضرت کی طرح کا حسین وجمیل نہ حضرت سے پہلے دیکھا اور حضرت کے بعد، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲)

غرضکہ اس قسم کی بہت روایتیں موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین میں بہت تذکرہ آپ کے اوصاف کا رہتا تھا عہدِ صحابہ اور اس زمانہ میں بس اسی قدر فرق ہے کہ اُس وقت میں مختصر طور پر روایتیں بیان ہوتی تھیں اب تفصیل اور تطویل سے ہوتی ہیں جس طرح علمِ حدیث کا حال ہے حضرت شاہ ولی اللہ انتباہ میں لکھتے ہیں کہ صدرِ اوّل میں حدیث لکھنے کا دستور نہ تھا یعنی صحابہ میں حدیث کا تذکرہ اور یادگاری زبانی ہوتی تھی بعد ان کے حدیثیں لکھی جانے لگیں اور ایک صدی کے بعد بہت اہتمام کتابت کا ہُوا، پھر دوسری صدی کے بعد پُوری طرح پر کامل تصنیفیں ہونے لگیں انتہیٰ

غرضکہ یہ جو کتب احادیث میں اب ہے کہ ایک قسم کی حدیثوں کا باب الگ، نماز کی جس قدر حدیثیں ہیں وہ محدثوں نے ایک جگہ جمع کر دیں، اور زکوٰۃ کی ایک جگہ۔ یہ بات پہلے نہ تھی۔ پس اس طرح وہ جو روائتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کی بابت اور وقائع میلاد ورضاع وغیرہ کی بابت صحابہ میں منتشر متفرق تھیں، ایک وقت وُہ آیا کہ محدثین کے دل میں آیا ان کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ تب محدثین نے ان کو جمع کیا وہ رسالے بن گئے۔ سیکڑوں رسائلِ میلادیہ تصنیف ہو گئے از انجملہ مولد شریف حافظ شمس الدین محدث دمشقی کا ہے مورد الصادی فی مولد الہادی، اور لکھا محمد بن عثمان لولوی دمشقی نے الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم، اور لکھا امام القراء والمحدثین ابنِ جوزی نے عرف التعریف فی مولد الشریف، اور لکھا مجد الدین صاحب قاموس نے نفحات العنبریہ فی مولد خیر البریہ سب کا نام

marfat.com

لکھنا طول کو پہنچاتا ہے، غرضکہ علامہ سخاوی اور ابنِ حجر وغیرہ محدثین ہر کسی نے شریک ہونا اس خیر میں اور جمع کر دینا اس قسم کی روایات کا ایک الفاظ پاکیزہ اور ترکیب نفیس میں نظماً و نثراً اپنی مائیہ سعادت سمجھا اور پڑھے جانے لگے وہ رسائل محافل میں، پھر فارسی زبانوں سے فارسی زبان میں، اور بلاد رومیہ میں ترکی زبان میں، اور ہندوستان میں ہندی زبان میں ترجمہ ہو کر پڑھے جانے لگے، اور یہ ذکرِ پاک بسکہ موجبِ فرحت و سرور تھا اس میں بعض سامانِ سرور مثل زینتِ مجلس اور استعمال بخور اور عطریات اور اطعام طعام و شیرینی و اجتماعِ اخوان و خلان بھی داخل اور شامل ہو گئے، ان امور کے شامل ہونے کو علمائے دین نے جائز رکھا۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی[1] (متوفی ۹۱۱ھ) نے حسن المقصد میں اور ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے مورد الروی میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے:

واما مایهتم من السماع واللهو وغیرهما فینبغی ان یقال ماکان من ذلك مباحا بحیث یعین السرور بذلك الیوم فلاباس بالحاقه وما کان حراما او مکروها فیمنع۔	اور جو شامل ہو محفل مولد شریف میں سماع اور لہو وغیرہ تو یہ کہنا چاہیئے جو چیز مباح ہے اور خوشی اس سے زیادہ ہوتی ہے اُس کا شامل کر محفل میں کچھ ڈر نہیں اور جو حرام یا مکروہ ہیں ان کو شامل نہ کریں

اس سے معلوم ہوا کہ لہو یعنی مزامیر تو شریک نہ کریں کیونکہ وہ منع ہیں اور سماع سادہ یا اور چیزیں مباح اگر شامل ہوں تو کچھ حرج نہیں۔

---

[1] امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ عالمِ بیداری میں بالمشافہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ (کتاب المیزان للامام الشعرانی ج ۱ ص ۱۴)

marfat.com

اور اس عمل کو تخصیص دی گئی ساتھ مہینہ مبارک ربیع الاوّل کے ہر چند وہ تذکرہ روان آسا تو قدیم یعنی وقتِ صحابہ سے چلا آتا تھا لیکن یہ سامانِ فرحت و سرور کرنا اور اس کو بھی مخصوص شہرِ ربیع الاول کے ساتھ اور اس میں خاص وہی بارھواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہُوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں اور اول یہ عمل ربیع الاول میں کرنا تخصیص اور تعیّن کے ساتھ شہر موصل ہُوا کہ ایک شہر ہے ملک عراق میں، وہاں ایک متقی دیندار شیخ عمر جو صلحاءِ روزگار سے تھے اُنہوں نے یہ عمل ایجاد کیا - یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ سات سو برس سے مولد شریف نکلا ہے، اُس کے یہ معنی کہ بعض خصوصیات کے ساتھ اتنے دنوں سے ہے ورنہ اصل تذکرہ مولد شریف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے چلا آتا ہے، اور بادشاہوں میں اول بادشاہ ابو سعید مظفر نے مولد شریف تخصیص و تعین کے ساتھ ربیع الاول میں کیا، غرض کہ اس بادشاہ نے شیخ عمر مذکور کی پیروی اس فعل میں کی ہر سال ربیع الاول میں تین لاکھ اشرفی لگا کر بڑی محفل کیا کرتا تھا اُس کے زمانے میں ایک عالم ابو الخطاب بن دحیہ جو دحیہ کلبی صحابی کی نسل اور اولاد میں تھا جس کی بابت شرح علامہ زرقانی (متوفی ۱۱۲۲ھ) اور دوسری تواریخ عربی میں لکھتے ہیں کہ وہ (ابو الخطاب بن دحیہ) علمِ حدیث میں بڑے مبصر پختہ کار تھے علمِ نحو اور لغت اور تاریخِ عرب میں کامل تھے، بہت ملکوں میں پھر کے اُنہوں نے علم حاصل کیا تھا، اکثر شہروں ملک اندلس میں اور مراکش اور افریقہ اور دیارِ مصر اور شام و دیارِ شرقیہ و غربیہ و عراق و خراسان و ماژندان وغیرہ میں علمِ حدیث حاصل کرتے اور دوسروں کو فائدہ دیتے پھرے، انجامِ کار ۶۰۴ھ میں وہ شہر اربل میں آئے یہاں سلطان ابو سعید مظفر کے لئے مولد شریف تصنیف کیا اُس کا نام رکھا "کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر"، اور خاص آپ نے

marfat.com

اُس کے سامنے پڑھا، ایک ہزار اشرفی انعام میں سلطان سے پائی۔ منکرین لوگ اس عالم محدّث کو بباعث مولد شریف لکھنے اور پڑھنے کے دشمن جانتے ہیں اور ان کی بُرائی لکھتے ہیں حالانکہ کتب معتبرہ میں ان کی تعریف مندرج ہے۔ اور اسی طرح سلطان مظفر کو بھی بُرا کہتے ہیں اس کے پلٹنوں میں طبل غازی بجتا تھا اس بات سے منکرین نے اس پر مزامیر سُننے کا عیب لگایا حالانکہ وہ آلات تہیہ جہاد میں داخل تھا اس قسم کے طبل وغیرہ چیز دیگر ہیں اور مزامیر لہو ولعب چیز دیگر، اور محفل میں مدائح مصطفویہ سُن کر شدّتِ سرُور سے اس کو وجد ہوتا تھا اس لئے اس کا نام ان بھلے مانسوں نے رکھا کہ وہ محفل میں ناچتا تھا اور لکھا کہ اس کی محفل میں خیال گائے جاتے تھے یہ خاکا اڑایا اس کا کہ یہ اشعار نعت پڑھے جاتے تھے اور اشعار کی تعریف خود کتابوں میں تصریحاً لکھی ہے کہ اشعار مقدمات خیالی کو کہتے ہیں، پس کہاں تو یہ خیال اور کہاں وہ پٹا اور خیال تواریخ عربی میں طومار کے طومار اس کی تعریف میں بھرے ہوئے ہیں یہ موقع طول کا نہیں اس لیے ایک مختصر عبارت علامہ زرقانی شارح مواہبہ کی لکھتا ہُوں کہ اُنہوں نے علامہ ابن کثیر (متوفی ۷۴ھ) کی تاریخ سے نقل فرمائی ہے:

کان شھما شجاعا بطلا عاقلا عادلا محمود السیرۃ۔	تھا وہ بادشاہ بہادر، جوانمرد، دلیر، عقلمند، منصف۔ تعریف کی گئی خصلت اور عادت اس کی ۱۲

الحاصل اس بادشاہ کے وقت میں دُھوم سے محفل ہونے لگی اور شامل ہونے لگے اس میں بڑے بڑے علما اور مشائخ صوفیہ۔

سبط ابن جوزی نے لکھا ہے:

وکان یحضر عندہ فی المولد اعیان	اور اس کے پاس مولد شریف میں

marfat.com

العلماء والصوفیه۔ بڑے بڑے علماء اور مشائخ صوفیہ شامل ہوتے تھے۔

اور جلال الدین سیوطی نے فتوٰی حسن المقصد میں لکھا ہے:

احدثه ملك عادل عالم وقصد به التقرب الى الله عز وجل وحضر عنده فيه العلماء والصالحون من غير نكير۔

یعنی جاری کیا اس عمل کو ایک بادشاہ عادل عالم نے اور ارادہ کیا اس میں اللہ عزوجل کی نزدیکی کا اور حاضر ہوئے اس میں علماء اور صالحین، اور کسی نے اس میں انکار نہ کیا ۱۲

مولد شریف پر بلا نکیر اجماع ہونے کے پچاس برس بعد فاکہانی پیدا ہوا

اس سے معلوم ہوا کہ بلا انکار سب علماء وصلحاء کا اس پر اجماع ہو گیا لیکن اس اجماع کے پچاس برس بعد تاج الدین فاکہانی مغربی پیدا ہوا، کیونکہ ولادت اس کی ۶۵۴ھ میں ہے اور اول محفل ابوسعید مظفر کی ۶۰۴ھ میں ہوئی، اور انتقال اس بادشاہ مظفر کا ۶۳۶ھ میں۔ غرضکہ اس اجماع کے بعد اور وفاتِ شاہ مظفر کے بعد بھی اس عالم فاکہانی نے مخالف جمہور ہو کر عدم جواز مولد شریف میں فتوٰی لکھا، سو فقہا و محدثین نے اس کو رد کیا اور بدستور قدیم جاری رہا یہ عمل مستحق التعظیم اور رائج ہو گیا تمام بلادِ اسلامیہ میں شرقاً و غرباً جنوباً و شمالاً۔ چنانچہ ملا علی قاری اور علامہ حلبی و قسطلانی وغیرہ نقل کرتے ہیں:

ثم لا زال اهل الاسلام فى سائر الاقطار والمدن الكبار يحتفلون فى شهر مولده ويعتنون بقراءة مولده الكريم ويظهر عليهم من

پھر ہمیشہ کرتے رہے اہلِ اسلام تمام اطراف میں بڑے بڑے شہروں میں محفلیں شہرِ مولد یعنی ربیع الاول میں اور دل لگا کر پڑھتے رہے مولد شریف اور ظاہر

marfat.com

برکاتہ کل فضل عمیم۔ ہوتے ہیں اُن لوگوں پر برکات مولد شریف سے ہر طرح کا فضل عام ۱۲

اور علی قاری نے کل ملکوں میں مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے جس کا جی چاہے ان کے رسالہ مورد الروی میں دیکھے، وہ لکھتے ہیں یہ بات کہ "حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً اور ملک مصر اور ملک اندلس اور ممالک مغربی اور ملک روم اور ملک عجم اور ملک ہندوستان وغیرہ میں کمال اہتمام اور احتشام سے ہوتی ہیں محفلیں مولد شریف کی۔" اور یہ بھی لکھا ہے:

ومن تعظیم مشائخھم وعلمائھم ھذا المولد المعظم والمجلس المکرم انہ لایاباہ احد فی حضورہ رجاء ادراک نورہ۔

ضمیر غائب لفظ ھم راجع ہے جمیع مذکورین دیار و امصار مذکورہ بالا کی طرف پس معنی یہ ہوئے کہ اس محفل اور مجلس کی تعظیم ان سب ملکوں کے مشائخ طریقت اور علمائے شریعت اس قدر کرتے ہیں کہ کوئی اس میں حاضر ہونے سے انکار نہیں کرتا انتہیٰ کلامہ

پس مقبولیت اور شہرت اور کثرت اس عمل پاک کی کلام ملّا علی قاری وغیرہم سے ظاہر ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء و مشائخ میں کوئی انکار نہیں کرتا تھا، اس سے ظاہر ہوا کہ وہ جو کوئی ایک دو آدمی اِدھر اُدھر انکار کرتا رہا وہ مخالف ہزاروں بلکہ لاکھوں کا اور خلاف سوادِ اعظم سمجھ کر ہر دور اور ہر عہد میں غیر مقبول اور متروک العمل رہا۔

اور کلام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ثم لا زال اھل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد جو سیرت حلبی میں منقول ہے، اور اسی طرح کلام ابن الجزری ولا زال اھل الاسلام یتحفلون شھر مولدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو مواہب لدنیہ مؤلفہ شیخ شہاب الدین قسطلانی (متوفی ۹۲۳ھ) میں منقول ہے

marfat.com

ان میں لفظ لاتزال اھل الاسلام اجماع جماہیر اہل اسلام اور استمرار اس عمل مقبول انام کا فائدہ دے رہا ہے۔ چنانچہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً میں زمانہ قدیم سے اب تک، اور ملک روم وشام اندلس اور ممالک مغربی وغیرہ تمام بلاد اسلامیہ میں ہمیشہ سے اس وقت تک اسی استحباب اور استحسان محفل مولد شریف پر عمل ہے سوائے اس خطۂ پاک حضرت ہندوستان کے کہ اس میں طرح طرح کے انکار پیدا ہو گئے اور زمانہ قدیم میں ہندوستان میں بھی علماءِ ہند کے مقبولین معتمدین متقدمین مثل شیخ عبد الحق محدّث دہلوی اور ملا محمد طاہر صاحبِ مجمع البحار استحباب عمل مولد کے قائل تھے اور نیز بعض قصص وحکایات ہمایوں وغیرہ پادشاہانِ دہلی سے اور نیز کلام حافظ ابو الخیر سخاوی سے ملک ہندوستان میں رائج ہونا اس عمل پاک کا یقینی طور پر معلوم ہے انتہا یہ کہ اس وقت میں جو حکام فرمانروا انگریزی ہیں کہ ان کو کچھ علاقہ تعظیم وآداب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں باینہمہ انہوں نے بھی اپنی کچہری اور محکمہ میں جا بجا اہلِ اسلام کے لیے مثل عید اور بقر عید اور شب برات کی ایک دن چھٹی اور تعطیل کا واسطے خوشی میلاد حضرت خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارھویں تاریخ ربیع الاول کو مقرر کر رکھا ہے افسوس صد افسوس کہ حکام انگریز اپنے کاروبار ضروری میں حرج منظور کریں اور اپنے حقوق خدمت اور کارگزاری کو اُس روز واسطے بجا آوری مراسم فرحت وسرور تعظیم حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے موقوف کریں یہ لوگ اس کے مقابل میں زبان مبارک سے فرمائیں۔ معاذ اللہ منہا کہ یہ فعل بدعت ہے اور ضلالت ہے اس دینداری اور خوش عقیدتی پر افسوس، خیر انکار کرنے والے انکار کریں اگر ان کو یہی توفیق ہے کنارہ کیا کریں محفل پاک ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے، مگر ہم اس وقت تک کا ثبوت کامل دے چکے کہ مشرق سے مغرب تک کل ممالک اسلامیہ میں اہل اسلام اس پاک عمل کو محمود

marfat.com

اور مستحسن جانتے ہیں۔ پس کافی ہے ہم کو حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ فرماتے ہیں : ما رأٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حَسَنٌ۔

یعنی جس چیز کو اہلِ اسلام اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں مرفوعاً روایت کی ہے ؛

سألت ربی ان لا تجتمع امتی علیٰ ضلالۃ فاعطانیھا یعنی میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو، سو پورا کیا پروردگار نے میرا سوال۔

اور ابن عمر سے مرفوعاً روایت ہے :

ان اللہ لا یجمع ھذہ الامۃ علیٰ ضلالۃ ابدا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔

اور یہ معلوم ہو چکا کلامِ سیوطی سے کہ سنہ چھ سو چار (۶۰۴ھ) سے علماءِ وصلحاءِ اُمّت کا اجماع بلا نکیر اس عمل کے استحسان پر ہے پس مجتمع ہونا علماءِ امت کا دلیل لاثانی ہے از روئے حدیث اس بات پر کہ یہ عمل ضلالت نہیں۔

اور فاکہانی مغربی نے جو بعد مدّتِ دراز پیدا ہو کر مخالفت کی یہ خود ان کی خطا ہے آیۂ [1] من یتبع غیر سبیل المؤمنین سے اندیشہ کرنا ضروری تھا، پس فاکہانی کی مخالفت اتفاقِ علماءِ سلف کے خلاف ٹھہری والعمل علی الخلاف خرق الاجماع قاعدہ مسلّمہ ہے یعنی اتفاقِ اُمت کے خلاف عمل کرنا اجماع کا توڑ دینا ہے، اور یہ بڑی خطا ہے، اور فاکہانی کے بعد جو بعض آدمی انکار میں اس کے تابع ہوئے وہ خلاف کی پیروی ہے جو ناجائز ہے، اصطلاحِ شرع میں

---

[1] اور جو مسلمانوں کی راہ سے جُدا راہ چلے ہم اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ (پ ۵، س النساء، آیت ۱۱۵)

marfat.com

اس کو اختلاف نہیں کہہ سکتے اگر کوئی اس کو اختلاف ہی قرار دے اور کسی ناحیہ کے دس پانچ مولوی ایک جگہ باندھ کر اور اس عمل پاک کا انکار کر کے صورتِ اختلاف ظاہر کریں تب بھی کلامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا تصفیہ صاف ہے۔ ابن ماجہ و دار قطنی وغیرہ محدثین حضرت انس سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :

اذا رایتم اختلافاً فعلیکم بالسواد الاعظم۔

یعنی جب تم علمائے اُمت میں اختلاف دیکھو تو جس بات پر سوادِ اعظم (بڑی جماعت) ہو اس کی پیروی کرو۔

سوادِ اعظم سے مراد اکثر مسلمین ہیں

اور جو لوگ سوادِ اعظم کے معنی میں ہیر پھیر کر کے طرح طرح کی باتیں پیش کرتے ہیں وہ قابلِ التفات نہیں جمہور محدثین کے نزدیک اس کے معنی وُہ ہیں جو مولانا احمد علی محدث سہارن پوری مرحوم نے اپنی مطبوعہ مشکوٰۃ میں شرح ملا علی قاری سے نقل کیے ہیں، وہ یہ ہیں :

یعبر به عن الجماعة الکثیرة و المراد ما علیه اکثر المسلمین۔

یعنی سوادِ اعظم سے مراد جماعتِ کثیر ہوتی ہے یعنی تم پیروی اس کی کرو جس پر اکثر مسلمان ہوں۔

اور اسی طرح مولانا اسحٰق صاحب کے خلیفہ و شاگرد رشید نواب قطب الدین خاں صاحب نے مشکوٰۃ کے ترجمہ مظاہر الحق میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے جو اعتقاد اور قول و فعل اکثر علماء کے ہوں اُن کی پیروی کرو۔

باقی رہی یہ بات کہ مراد اکثر علماء سے کس فریق کے علماء ہیں؟ اس کو علمِ اصول

marfat.com

کی کتاب توضیح میں واضح کر دیا کہ وہ اہل السنت و الجماعت سے ہونی چاہیے ، عبارت یہ ہے :

والسواد الاعظم عامة المسلمین ممن ھو امة مطلقة اھل السنة والجماعة ۔

(سوادِ اعظم امت مطلقہ کے تمام مسلمان اہلسنت و جماعت ہیں)

اور یہ بھی علمِ اصول میں معلوم ہو چکا کہ جس عمل پہ مدتِ دراز سے اتفاق علماء محققین کا ہووے وہ شرع میں حجت اور دلیل حقیقت ہے مسلم الثبوت کے آخر تتمہ میں ہے :

ان اتفاق العلماء محققین علی ممر الاعصار حجة کالاجماع ۔

(کسی چیز کے متعلق مدتِ دراز سے محققین علماء کا اتفاق اجماع کی حجت ہے)

اور شارح بحر العلوم نے اس مقام پر تحت قولہ المحققین یہ لکھا کہ :

وانکانوا غیر مجتھدین ۔ (اگرچہ وہ علماء غیر مجتہد ہوں)

مطلب یہ نکل آیا کہ اتفاقِ علماءِ اہلِ تحقیق کسی امر پر جو مدتِ دراز سے چلا آتا ہو اگرچہ وہ علماء مجتہد بھی نہ ہوں تب بھی حجت ہے مثل اجماع اب دیکھنا چاہیئے کہ علماءِ مجوزین مولد شریف مثل ابو شامہ و ابن حجر و ابن جزری و سیوطی و علی قاری وغیرہم جن کے نام نامی لمعہ تاسعہ میں درج ہوں گے سب اہل سنت و جماعت ہیں کسی نے معاذ اللہ ان کو اہلِ بدعت میں شمار نہیں کیا اور یہ لوگ محققین بھی ہیں بناءً علیہ عمل مولد شریف پر ان سب کا اتفاق حجت ٹھہرا مثل اجماع و الحمد للہ علی ذلک ۔

marfat.com

لمعہ ثانیہ میں یہ بیان کہ خاندان عزیزیہ کے مشائخ کرام شاملِ محفلِ مولد شریف ہُوئے ۔ اور جناب مرشدی و مولائی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب عم فیوضہم بھی شریکِ محفل ہوتے ہیں۔ بیانِ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ آپ نے علی محمد خاں صاحب رئیس مراد آباد کے نام جو خط رقم فرمایا ہے عبارت اس کی ملخصاً یہ ہے:

در تمام سال دو مجلس در خانہ فقیر منعقد مے شود اول کہ مردم روز عاشورا یا یک دو روز پیش ازیں قریب چہار صد یا پانصد کس بلکہ قریب ہزار کس و زیادہ ازاں فراہم می آیند و درود می خوانند بعد ازاں کہ فقیری مے نشیند و ذکر فضائل حسنین کہ در حدیث شریف وارد شدہ در بیان می آید و انچہ در احادیث اخبار شہادت ایں بزرگان وارد شدہ نیز بیان کردہ میشود بعد ازاں ختم قرآن و پنج آیت خواندہ بر ما حضر فاتحہ نمودہ می آید پس اگر ایں چیزہا نزد فقیر جائز نمی بود اقدام بر آں اصلا نمی کرد باقی ماند مجلس مولود شریف پس حالش اینست کہ بتاریخ

سال کے اختتام پر فقیر کے گھر میں دو مجلسیں منعقد ہوتی ہیں، ایک محفلِ خاص یوم عاشورا کو ہوتی ہے لوگ عاشورا کے دن یا ایک دو روز قبل جمع ہو جاتے ہیں جو تقریباً چار پانچ سو آدمی بلکہ ہزار گیارہ سو کے قریب ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں، اس کے بعد فقیر (شاہ عبدالعزیز) بیٹھتا ہے اور حدیث شریف میں وارد شدہ فضائلِ حسنین بیان کرتا ہے اور وہ جو احادیث مبارکہ میں ان بزرگوں کی شہادت کی خبریں وارد ہوئیں وہ بھی بیان کرتا ہے اس کے بعد ختمِ قرآن اور پانچ آیات پڑھی جاتی ہیں اور طعامِ ما حضر پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے پس اگر یہ چیزیں

marfat.com

دوازدہم شہر ربیع الاول ہمیں کہ مردم
موافق معمول سابق فراہم شدند و
درخواندن درود شریف مشغول گشتند
وفقیر می آید اولاً بعضے از احادیث و
فضائل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مذکور میشود بعد ازاں ذکرِ ولادت
باسعادت و نبذی از حال رضاع و
حلیہ شریف و بعضے از آثار کہ دریں
آواں بظہور آمد بعرض بیان می آید
پس بر ما حضر از طعام یا شیرینی فاتحہ
خواندہ تقسیم آں بحاضرین مجلس میشود۔

فقیر (شاہ عبدالعزیز) جائز نہ سمجھتا تو
ان کو بجا بھی نہ لاتا۔ باقی رہی دوسری
مجلس مولود شریف، اس کی کیفیت
کچھ یوں ہے ۱۲ ربیع الاول کو بھی
حسبِ معمول لوگ جمع ہوتے ہیں اور
درود شریف پڑھنے میں مشغول ہوتے ہیں
اور فقیر (شاہ عبدالعزیز) بھی محفل میں
بیٹھتا ہے اور اولاً بعض احادیث و
فضائلِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذکر
کرتا ہے اس کے بعد ذکرِ ولادت
باسعادت، آپ کی رضاعی زندگی، جلسہ
شریف میں بعضے وہ آثار (نشانیاں) جو ان وقتوں میں ظاہر ہوئے بیان کرتا ہے اس کے
بعد طعام ما حضر یا شیرینی پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور اس طعام یا شیرینی کو حاضرینِ مجلس میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

یہ شاہ عبدالعزیز صاحب وہ ہیں کہ شہرہ ان کا زبان زد جمیع صغار و کبار ہے اور زمرۂ منکرین کے نزدیک بھی سلسلۂ سندِ حدیث ان تک پہنچ جانا کمال درجہ مایۂ افتخار ہے، سو جس طرح ہم ان کی تحریرات سے ثبوت وجود بدعت حسنہ ثابت کر چکے ہیں اور صدقات مروّجہ اموات میں بھی ان کی سند دے چکے اب انہی کے کلام سے بدعت حسنہ کی اس فرد خاص ذی اختصاص مروجہ فیما بین اہلِ اخلاص یعنی محفل مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند گزاردی اور تبعاً فاتحہ بر طعام کی بھی اس میں تائید ہو گئی۔

اب بیان حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سُنیے۔ یہ جناب

marfat.com

شاہ عبدالعزیز موصوف الصدر کے باپ اور استاد اور پیر تھے، آپ نے اپنا حال کتاب فیوض الحرمین میں لکھا ہے عبارت یہ ہے:

کنت قبل ذٰلك بالمكة المعظمة فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم ولادته والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویذکرون اوصافه التی ظهرت فی ولادته ومشاهدته قبل بعثته فرأیت انوارا سطعت دفعة واحدة لا اقول انی ادرکتها ببصر الجسد ولا اقول ادرکتها ببصر الروح فقط واللہ اعلم کیف کان الامر بین هذا وذٰلك فتأملت الانوار فوجدتها من قبل الملٰئکة الموکلین بامثال هذه المشاهدة بامثال هذه المجالس ورأیت یخالط انوار الملٰئکة انوار الرحمة انتہٰی۔

یعنی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس سے پہلے مکہ معظمہ میں تھا مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بروزِ ولادت یعنی بارھویں تاریخ ربیع الاول کی اور آدمی درود پڑھتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ذکر کرتے تھے وہ کرامتیں جو وقتِ ولادت شریف ظاہر ہوئیں اور وہ حالتیں جو قبلِ نبوت وقوع میں آئیں تب میں نے دیکھا کہ یکایک بلند ہو گئے انوارِ غیبی، میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے یہ واقعہ ظاہری آنکھ سے دیکھا یا باطنی اور بصیرتِ روحی سے، اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کیا عالم تھا درمیان ظاہر و باطن کے، غرض میں نے تامل کر کے غور سے اُن انوار کو دیکھا تو وہ اُن فرشتوں کے انوار تھے جن کو حق تعالیٰ نے معین کر رکھا ہے اس بات پر کہ ایسے ایسے مقامات میں اور ایسی ایسی مجلسوں میں حاضر ہوا کرو، اور یہ بھی میں نے دیکھا کہ انوارِ ملائکہ کے ساتھ انوارِ رحمت کا خلط ملط ہو رہا تھا انتہٰی

marfat.com

یعنی ایک تو ملائکہ خود اجسام نوری ہوتے ہیں دوسرے انوار رحمت حاضرینِ مجلس کے لیے نازل ہوئے ۔ یہ دونوں انوار مل کر مجلس نورٌ علیٰ نور ہو رہی تھی جس کو تعبیر کیا ہے اس عبارت سے فرأیت انواراً سطعت دفعۃً دیکھئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ایسی مجالس ذکر ولادت شریف میں ورودِ ملائکہ اور نزولِ رحمت اپنے مشاہدہ سے ثابت کر رہے ہیں ۔ اب حال ان کے والد بزرگوار کا جو شریعت و طریقت میں بھی ان کے رہنما تھے ، یعنی حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا حال سنیے ۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو چالیس حدیثیں عالمِ رؤیا کی نقل فرما کر اس کا نام الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین کیا ہے اس کی بائیسویں حدیث میں نقل کیا ہے :

اخبرنی سیدی الوالد قال کنت اصنع فی ایام المولد طعاماً صلۃً بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یفتح لی سنۃ من السنین اصنع بہ طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمتہ بین الناس فرایتہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین یدیہ ھذہ الحمص متبھجا بشاشا ۔

فرماتے ہیں شاہ ولی اللہ کہ مجھ کو میرے سردار یعنی میرے باپ نے خبر دی کہ میں ایامِ مولد شریف میں کھانا کیا کرتا تھا تاکہ مجھ کو اتصال ہو اُس کے سبب ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سال مجھ کو کچھ ہاتھ نہ آیا جس سے کھانا پکواتا صرف چنے بھُنے ہوئے موجود تھے وہی لوگوں میں بانٹ دئے ، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے آگے وہ چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ ایسے خوش ہیں کہ چہرہ پر بشاشت ظاہر ہے ۔

اب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے پیرانِ پیر کا حال جو چھ طبقہ اُوپر اُن کے مشایخ طریقت اور مشائخ حدیث میں ہیں یعنی مولانا جلال الدین

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ شروع کتاب لمعہ رابعہ میں رسالہ انباہ سے ان کا سلسلہ نقل کیا گیا ہے سُنئے وہ فرماتے ہیں حُسن المقصد فی عمل المولد میں ؛

یستحب لنا اظہار الشکر لمولدہ علیہ السلام بالاجتماع والاطعام وغیر ذلک من وجوہ القربات والمسرات۔

یعنی مستحب ہے ہم کو کرنا شکر میلاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ جمع ہونے اہلِ اسلام اور کھانا کھلانے کے اور اس کے سوا امورِ مستحسنہ اور خوشحالیوں کے ساتھ۔

یہ عبارت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی روح البیان اور سیرت شامی وغیرہ کتب معتبرہ متداولہ میں بھی سنداً نقل کی ہے۔

اب حال سُنئے شیخ القراء والمحدثین حضرت شیخ الاسلام **شمس الدین ابوالخیر ابن الجزری** رحمۃ اللہ علیہ کا جو حضرت شاہ ولی اللہ کے نویں طبقہ اُوپر مشائخ حدیث ومشائخِ طریقت میں منسلک ہیں کتاب عرف التعریف بالمولد شریف میں فرماتے ہیں ؛

فما حال المسلم الموحد من امتہ علیہ السلام یسرُّ بمولدہ ویبذل ما تصل الیہ قدرتہ فی محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم بعمری انما یکون جزاءہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ العمیم جنات النعیم۔

یعنی کیا حال پُوچھتے ہو اس مسلمان موحد کا جو امتی ہے آپ کا، خوش ہوتا ہے آپ کے مولد سے، اور جہاں تک پہنچتا ہے اُس کا دسترس خرچ کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں، قسم ہے مجھ کو کہ اس کی جزا خدائے کریم کی طرف سے اور کچھ نہیں سوا اس کے کہ اپنے فضل عام سے

marfat.com

اس کو نعیم میں داخل فرمائے۔

اور مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مورد الروی فی مولد النبی میں ایک نقل حضرت ابو الخیر شمس الدین ابن الجزری کی تحریر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

قال ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ ولقد حضرت فی سنۃ خمس و ثمانین و سبعمائۃ لیلۃ المولد عند الملک الطاھر برقوق رحمۃ اللہ علیہ بقلعۃ الجبل فرأیت ما سرنی و حزرت ما انفق فی تلک اللیلۃ علی القراء و الحاضرین من الوعاظ و المنشدین و غیرھم بنحو عشرۃ آلاف مثقال من الذھب ما بین خلع و مطعوم و مشروب و مشموم و شموع و غیرھا و عددت ذلک خمسا و عشرین حلقۃً من القراء الصبیین۔

یعنی فرمایا ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ میں حاضر ہوا واقعہ تاریخ سنہ سات سو پچاسی (۷۸۵ھ) رات کے وقت مولد شریف میں بادشاہ مصر ملک طاہر برقوق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہاڑ کے قلعہ پر جو سلاطینِ مصر کا تخت گاہ تھا میں نے وہ باتیں دیکھیں جنھوں نے مجھ کو خوش کیا میں اندازہ کرتا ہوں کہ اُس رات جمیع قاریوں اور واعظوں اور شعر خوانوں وغیرہم حاضرین پر دس ہزار مثقال طلا خرچ کیا ہوگا خلعت دینے اور کھانے پلانے میں اور خوشبوئیوں اور روشنی وغیرہ میں، اور میں نے شمار کئے تو مجلس میں پچیس حلقے لڑکوں نو آموز قاریوں کے تھے تمام ہوا ملخصاً جو مورد الروی میں ہے۔

اور اسی طرح بعینہٖ یہ حال ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا نور الدین ابو سعید بورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مولد فارسی زبان میں نقل کیا ہے۔

marfat.com

تبصرہ اس وقت عمل مولد شریف میں دو فریق ہیں :

ایک وہ ہیں جو کراہت و حرمت ثابت کرتے ہیں اول پیشوا اُن کا تاج الدین فاکہانی مغربی ہے جس کا قول رسالہ مورد فی الکلام علی المولد میں یہ ہے :

ھو بدعۃ احدثھا البطالون و شھوۃ نفس اعتنی بھا الاکالون

اور اس کی چند سطر بعد لکھا :

لم یأذن فیہ الشرع ولا بقیۃ الصحابۃ ولا التابعون۔

پھر اس کی دو تین سطر بعد لکھا :

وحینئذ یکون الکلام فیہ فی فصلین احدھما ان یعملہ رجل من عین مالہ لاھلہ واصحابہ وعیالہ لایجاوز فی ذلک الاجتماع علی اکل الطعام ولا یقربون شیئا من الاثام وھذا الذی وبیناہ بانہ بدعۃ مکروھۃ وشناعۃ والثانی ان یدخلہ الجنایۃ وھذا لایختلف فی تحریم اثنان انتھی ملخصا۔

یعنی یہ عمل مولد جاری کیا ہے بطال آدمیوں نے، یہ شہوتِ نفس کی بات ہے، اہتمام کیا اس کا بڑے کھاؤ آدمیوں نے، نہیں اجازت دی اس کی شرع نے اور نہ صحابہ و تابعین نے اس میں کلام یہ کہ اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ آدمی اپنے مال سے کرے اور اپنے بال بچوں اور دوستوں اور کنبے کے آدمیوں کو کھلائے اور کچھ بھی نہ کرے سوا اس کے کہ سب کو جمع کر کے کھانا کھلائے اور وہ لوگ کوئی گناہ کی بات نہ کریں تو یہ طریق وہ ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے کہ بدعتِ مکروہہ ہے اور بُرا فعل ہے اور دوسرا طریق مولد کا یہ ہے اس میں گناہ کی باتیں داخل ہوں وہ تو ایسا حرام ہے کہ ہرگز اس میں دو آدمی اختلاف نہیں کر سکتے کہ ایک بھی اُن میں اُس کو درست کہہ دے۔

marfat.com

اور دُوسرا فریق وہ ہے جو کہتے ہیں کہ صحابہ و تابعین سے کسی فعل کا منقول نہ ہونا مُوجب حُرمت و شناعت نہیں ہوتا اگر مولد امورِ مباحہ و مستحسنہ پر شامل ہوگا تو عروض ہیئت جدیدہ اور اجتماع امور مباحۃ الاصل سے ہرگز حرمت یا کراہت لازم نہیں ہوسکتی پس یہ عمل مباح و مستحسن ہے یہ مذہب ہے سوادِ اعظم و جمِ غفیر و جماہیر محققین و صالحینِ اُمّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلفاً و خلفاً یہاں تک کہ وہ مشایخ کرام جن کو ہمارے وقت کے منکرین بھی محقق اور متورع اور اپنا پیشوا سمجھتے ہیں وُہ بھی اسی طرف ہیں چنانچہ ابھی ان کے افعال و اقوال شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت امام القراء والمحدثین ابن جزری قدس سرہٗ تک نقل کیے گئے۔

اے ہمارے دیس کے رہنے والے مسلمان بھائیو! تم غفلت میں بغیر سمجھے بُوجھے کدھر چلے گئے جمہور اہل سنت و جماعت سے منہ موڑا اپنے خاندان عزیزیہ کے پیشواؤں کو چھوڑا اور اتباع کیا تو کن کا، تاج الدین فاکہانی مغربی کا! العجب العجب! امام المحدثین ابن جزری اہتمام و احتشامِ مولد شریف پسند فرمائیں، علامہ سیوطی مجدد مائۃ تاسع اُس کے استحباب کا حکم لگائیں، شاہ عبدالرحیم سال بسال بلاناغہ مولد شریف میں کھانا تیار کرکے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہشاش بشاش پائیں اور ہمارے ہمعصر منکرین قولِ فاکہانی اپنا دستور العمل بنا کر ان سب مشایخ کبار کے افعال و اقوال کو بقول فاکہانی شہوت نفس و بدعت و کراہت و شناعت اور شاہ عبدالرحیم کے ہر سال کھانا تیار کرنے کو احدثہا البطالون و الکالون میں شامل ٹھہرائیں، معاذ اللہ اے بھائیو! آؤ اب بھی خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ ہو کر جمہور علماء و اصفیاءِ اُمت اور اپنے خاندانِ عزیزیہ کے مقبولین ذی کرامت

marfat.com

کو اس مغربی کی تقبیح و شناعت سے بچاؤ، اور اگر کوئی یہ وسوسہ لائے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بعض علمائے خلف نے حضرت مولانا کا خلاف کیا ہے سو معلوم رہے کہ یہ بالکل خلاف ہے کیونکہ ان کے شاگرد جانشین اور خاص نواسہ مشہور آفاق جناب مولینا محمد اسحٰق صاحب مرحوم کتاب مأتہ مسائل کے جواب سوال پانزدہم میں لکھتے ہیں:

وقیاس عرس بر مولد شریف غیر صحیح ست زیرا کہ در مولد ذکر ولادت خیر البشر است وآں موجبِ فرحت وسرور است و در شرع اجتماع برائے فرحت وسرور کہ خالی از منکرات و بدعات باشد آمدہ و برائے اجتماع حزن وشرور ثابت نشدہ وفی الواقع فرحتِ ولادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در دیگر امر نیست پس دیگر امر بریں قیاس صحیح نخواہد شد ومعہذا در مولود ہم اختلاف است زیرا کہ در قرون ثلثہ مشہود لہم بالخیر است ایں امر معمول نبود بعد قرون ثلثہ ایں امر حادث شدہ بنا بریں علماء در جواز و عدم جواز آں مختلف شدہ اند چنانچہ تفصیل و بسط در کتاب سیرت شامی مذکور است من شاء فلینظر فیہ۔

اس عبارت میں چند امور مطلب مخالفین کے مخالف موجود ہیں۔

اول یہ کہ ہمارے عصر کے منکرین دعوٰی کرتے ہیں کہ عمل مولد شریف بالاتفاق ضلالت ہے، یہ کہنا ان کا رد ہو گیا مأتہ مسائل کی اس تقریر سے کہ علماء در جواز و عدم جواز آں مختلف شدہ اند۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اگر کسی نے منع کیا ہے تو دوسرے علماء جواز پر بھی گئے ہیں پس مولانا اسحٰق صاحب جو تیرھویں صدی میں تھے ان کی تحریر تک بھی منع پر اتفاق نہ ہوا تھا بناءً علیہ دعوٰی اتفاق منع باطل رہا۔

marfat.com

ثانی یہ کہ سیرت شامی کا حوالہ دے کر ظاہر کر دیا کہ اس اختلاف علماء میں مذہب صحیح عمل مولد شریف کا استحباب ہے اس واسطے کہ شامی نے کثرت سے علمائے مجوزین مولد شریف کے اقوال نقل کر کے جواز و استحباب ثابت کیا ہے اور اقوالِ منکرین کو مرجوح و مغلوب و غیر معتمد علیہ رکھا ہے اور آپ نے شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا وہی قول نقل کیا جو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں

فیستحب لنا اظہار الشکر لمولدہ الخ

اور نیز نقل کیا شامی نے قول امام القراء ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا استحسانِ مولد میں، اور یہ دونوں محدث بواسطہ شاہ ولی اللہ صاحب مولانا اسحٰق صاحب کے مشایخِ حدیث میں ہیں پس حوالہ دینا مولانا اسحٰق صاحب کا عبارت کتاب شامی پر گویا تصریحاً یہ بیان فرمانا ہے کہ ہمارے مشائخ اور اساتذہ کے نزدیک یہ محفل مبارک مستحسن ہے۔

ثالث یہ کہ جو عمل قرونِ ثلٰثہ میں نہ پایا گیا ہو لیکن اُس کی اصل شرع میں موجود ہو تو وہ عمل باتفاق فریقین صحیح و درست ہوتا ہے پس مولانا اسحٰق صاحب نے اس عمل کی اصل بیان فرمادی کہ در مولود ذکر ولادت خیر البشر است و آں موجب فرحت و سرور ست و در شرع اجتماع برائے فرحت و سرور کہ خالی از منکرات و بدعت باشد آمدہ۔ اس عبارت سے صاف واضح ہو گیا کہ یہ اجتماع عمل مولد میں اسباب سرور کے ساتھ بشرطیکہ منہیاتِ شرعیہ سے خالی ہو از روئے شرع شریف جائز ہے، اور یہی ہمارا دعویٰ ہے،

مولانا اسحاق صاحب کا شریک ہونا محفلِ میلاد میں

اور مولانا اسحٰق صاحب محفلِ مولد شریف میں برابر شریک ہوتے تھے

marfat.com

چنانچہ مولوی نور الحسن صاحب کے مجموعہ رسائل عشرہ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی کے صفحہ ۴۰ سطر ۱۵ میں یہ مضمون موجود ہے اور راقم نے بذات خود جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب صوفی صافی فقیہ و محدث کافی ساکن گنج مراد آباد ملک اودھ سے جو شاگرد رشید مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم کے ہیں بذریعہ خط دریافت فرمایا تو آپ نے بسبیلِ ڈاک یہ جواب تحریر فرمایا (ما ہمراہ حضرت مولانا محمد اسحٰق رفتہ ایم در میلاد آنحضرت) علاوہ اس کے جناب مولانا مشہور زمن ماہر فن جناب مولانا فیض الحسن صاحب مرحوم سہارنپوری شفاء الصدر مطبوعہ لاہور مورخہ پانزدہم دسمبر ۱۸۸۵ء کے صفحہ ۱۰ میں تحریر فرماتے ہیں:

ومن جاء مجلس المیلاد فلہ ان یقوم ان قاموا والا فلا وھکذا یقول المولوی احمد علی المحدث المرحوم تبعا لاستاذہ مولانا محمد اسحٰق المغفور۔

یعنی جو کوئی آوے مجلسِ مولود شریف میں اس کو چاہیے کہ کھڑا ہووے جب سب کھڑے ہو دیں اور اگر نہ کھڑے ہوں اہلِ مجلس یہ بھی نہ کھڑا ہووے ایسا ہی کہتے تھے مولوی احمد علی صاحب محدث مرحوم سہارن پوری تابع ہو کر اپنے استاد مولانا محمد اسحٰق صاحب مغفور کے، انتہٰی

یہاں ان دو محدثوں یعنی مولانا فضل الرحمٰن صاحب و مولانا احمد علی صاحب جو کہ شاگرد ہیں مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم کے، شامل ہونا ان کا محفل میلاد میں اور مستحسن سمجھنا ثابت ہو گیا۔ پس مخالف نہ ٹھہرے یہ حضرت اپنے نانا اور استاد شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے۔

اب بیان کریں ہم شاہ عبد العزیز صاحب کے دوسرے شاگرد رشید کا، یعنی حقایق و معارف دستگاہ جناب مولانا **شاہ سلامت اللہ**

marfat.com

صاحب مرحوم کا، آپ مولد شریف دائم کرتے تھے اور اثباتِ میلاد میں دلائل قاطعہ قایم کرتے تھے نظماً و نثراً اس محفل قدس کی ترغیب دلاتے اشعار دلکش اس باب میں ارشاد فرماتے از انجملہ دو شعر جو اُن کے رسالہ موسومہ 'خدا کی رحمت' میں ہیں رقم کرتا ہوں :

پیدا ہوا جس دن سے محمد سا نبی ہے
یہ شادیٔ میلادِ رسولِ عربی ہے
تعظیم کھڑے ہو کے بجا لاؤ ادب سے
اس کام کا انکار بڑی بے ادبی ہے

سید احمد صاحب کے سامنے مولد شریف کا ہونا

اب سُنیے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ طریقت جناب سیّد احمد صاحب کا، جو مرشد اور رہنما تھے مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے، اُن کے حالات میں اُن کے مرید خاص مولوی سیّد محمد علی صاحب نے ایک کتاب مسمی بہ مخزن احمدی بزبانِ فارسی لکھی ہے جس کو نواب محمد علی خاں صاحب والیِ ٹونک نے مطبع مفید عام آگرہ میں واقعہ سنہ ۱۲۹۹ھ میں طبع کرائی ہے اس میں سیّد احمد صاحب کا سفر عرب جس مقام پر لکھا ہے یوں رقم کیا ہے صفحہ ۸۰ :

مقدار مدت ہمچو فصل بہار در گلزار کلکتہ ابواب ہدایت مفتوح داشتہ بعزم سفر یازدہ جہاز بطریق کرایہ مقرر فرمودہ دوازدہ ہزار روپیہ نول آں مقرر کردہ و مراکب را بر اہل قافلہ تقسیم فرمودہ و بر ہر مرکب شخصے را امیر ساختہ و برائے زادِ راہ ایں سفر وسیلۃ الظفر بقیمت دوازدہ ہزار روپیہ غلجات از قسم گندم و برنج وغیرہ خرید فرمودہ بر ہر جہاز تقسیم نمودہ فرستادند جہاز موسوم

marfat.com

بدریا بلقے کہ ناخدائیش سید عبدالرحمٰن حضرموتی بود و معلم آں داؤد ساکن بندر سورت برائے مسکن خود مقرر ساختند و با اناث و ذکور ذوی القربیٰ خویش کہ با طفال وجواری قریب بچہل کس میرسند بر جہاز مذکور جاگرفتند و باقی اہل قافلہ بر مراکب خود ہا نیز بنشستند و بمدت دو شبانہ روز مراکب را در گنگا ساگر جریاں نمودہ روز سیوم مقدار یکپاس روز برآمدہ در بحر ذخار در معبرے کہ مشہور بگیلا کاچھی است داخل گردیدند۔

اس کے بعد جہازوں کا کلی کوٹ اور ملیبار جانا بعد ازاں سنگلدیپ پھر وہاں سے لنکا جس کو عرب قلعۃ العفاریت کہتے ہیں پہنچنا لکھا وہ مقام ہولناک تھا اس کا بیان ان الفاظ سے لکھا ہے صفحہ ۸۵ میں :

و بر ہر کس از شما امروز وقت شب یادِ الٰہی و تسبیح و تہلیل نا متناہی و استغفار از جمیع جرائم و مناہی واجب و متحتم است چوں شب در آمد آں حضرت بعد از نماز عشائین حزب البحر مذکور را مشب سہ بار خواندند و می فرمودند کہ عفاریت و شیاطین اگر زہرۂ تقابل بایں گروہ قلیل میدارند اینک گوئے و اینک میداں و در آں شب تاریک آں حضرت اکثر بیدار می بودند و مانند پاسباناں دور در سیرگاہ بالادگاہ زیر مرۃ بعد اخریٰ و کرۃً بعد اولیٰ در تمام جہاز می فرمودند تا آنکہ شب بپایاں رسید و صبح صادق بدمید و جہاز از مکان خوف و ہولناک بخیریت تمام بدر آمد و ہر گاہیکہ روز روشن شد ناخدائے چند طبق حلوائے از حجرۂ خویش بروں آوردہ مجلس مولد شریف منعقد کردہ بعد از اختتام قصائد مولودیہ شیرینی تقسیم نمود انتہیٰ بلفظہٖ۔

دیکھئے اس بیان سے صاف واضح ہوا کہ مولد شریف بڑی برکت کی چیز ہے جو ایسے مواقع خطرناک میں کہ خود جناب سید احمد صاحب کو بھی رات بھر

marfat.com

تردّد رہا تھا پڑھا گیا اور خاص اُس جہاز میں کہ جس میں خاص سید احمد صاحب اور اُن کا کنبہ اور متعلقین خاص تھے غیر کا اُس میں دخل بھی نہ تھا یہ محفل فیض منزل منعقد ہُوئی اور یہ امر جو اوپر مذکور ہوا کہ سیّد احمد کے چالیس آدمی ایک جہاز میں سوار تھے اُس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جہاز دخانی مروجہ حال کی طرح کلاں نہ تھے بلکہ وہ مرکب ہوائی چھوٹے تھے الحاصل خاص سید صاحب کے جہاز میں مولد شریف و قصائد کا پڑھا جانا اور شیرینی کا تقسیم ہونا ثابت ہو گیا وکفیٰ بہ حجۃ۔

مولوی اسمٰعیل اور شاہ عبدالغنی سے ثبوتِ مولد شریف

اب باقی رہے سیّد صاحب کے مرید خاص مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی، سو ہم کو اُن کا شامل ہونا محض مولد شریف میں نہیں پہنچا البتہ ایک تقریر اُن کی ایسی پہنچی ہے کہ ضمناً مولد شریف کا اثبات اُن کے منہ سے صاف ثابت ہے وہ یہ ہے جناب مولنا رشید الدین خاں صاحب مرحوم دہلوی نے چودہ سوال مولوی اسمٰعیل صاحب سے کیے تھے اس میں تیرھویں سوال کا جواب جو رقم فرمایا ہے اُس کی عبارت بعینہا جس طرح شان امانت ہی لکھی جاتی ہے:

سیزدہم آنکہ اعرابِ قرآن بدعت است یا نہ اگر ہست حسنہ است یا سیئہ و ایں جمع قرآن بحکم قرآن بود یا بکدام حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بحکم ہر دو نبود پس بدعت است یا نہ ہمچنیں ہر حکمے کہ از نص قرآن شریف یا ظاہر احادیث متین نبود بدعت ست یا نہ؟

جواب از سیزدہم آنکہ اعرابِ قرآن بدعتِ حسنہ است کہ صحت قرأت عجمیاں بل عربیاں حال برآں موقوف ست لیکن جمع قرآن ظاہرانہ بحکم

marfat.com

کدام آیت قرآنی ست و نہ بحکم کدام حدیث نبوت پس بدعت باشد لیکن بدعت حسنہ چراکہ مقصود ازاں ضبط و حفظ قرآن ست از ضیاع و غلط و در حسن بودن بعضی بدعات شبہ نیست و اثبات آں از اکثر احادیث میتواں نمود مثل مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا و اَجْرُ مَنْ عملها وتقیید بدعت مردود بہ بدعت ضلالۃ چنانکہ در حدیث ست من ابتدع بدعة ضلالة لا یرضاها اللّٰہ ورسوله الحدیث و حدیث من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد چہ ازاں مردود بودن بدعتے ثابت مے شود کہ تعلقے بدیں نداشتہ باشد پس بدعتے کہ اصل ازاں شرع ثابت باشد مثل اخذ تسبیح و تراویح حسنہ باشد پس حکمی از نص صریح قرآن و حدیث ثابت نباشد بر دو قسم ست یکے بدلیل شرعی دیگر مثل اجماع و قیاس ثابت شود یا اصل شرعی داشتہ باشد آں خود ہرگز بدعت سیئہ نیست بلکہ چوں بدلیل شرعی و بحکم آیہ کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم قواعد استنباط و غیر آں در دین داخل ست در سنت یا بدعت حسنہ کہ در معنی سنت است داخل باشد بلکہ بعمل آوردن بعضے بدعات حسنہ فرض کفایہ چنانکہ در کتب بسیار مصرح است منجملہ آں فتح المبین شرح اربعین امام نووی ست از شیخ ابن الحجر ہیتمی کہ در وے در شرح حدیث خامس گفتہ قال الشافعی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ما احدث و خالف کتاباً او سنةً او اجماعاً او اثراً فهو البدعة الضلالة وما احدث من الخیر ولم یخالف شیئا من ذلك فهو البدعة المحمودة والحاصل ان البدعة الحسنة متفق علی ندبها وهی ما وافق شیئا مما مر ولم یلزم من فعله محذور شرعی ومنها ما هو فرض کفایة کتصنیف العلوم ونحوها مما مر قال

marfat.com

الامام ابو شامہ شیخ المصنف رحمۃ اللہ علیہ و من احسن ما ابتدع فی زماننا ما یفعل کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من الصدقات والمعروف و اظہار النعمۃ والسرور فان ذلک ما فیہ من الاحسان الی الفقراء مشعر بمحبتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتعظیمہ وجلالہ فی قلب فاعل ذلک وشکر اللہ تعالیٰ علی ما من بہ من ایجاد رسولہ الذی ارسلہ للعالمین رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم انتہیٰ بحروفہ۔

دیکھیے مولوی اسمٰعیل صاحب اس مقام پر ذکر بدعت حسنہ میں وہ عبارت ابو شامہ محدث کی لائے جس میں صاف صریح استحسان محفل مولد شریف کی ہے اور سوائے اُن کے اور اکابر علماء دہلی مثلاً مولانا **محمد کریم اللہ** صاحب مرحوم جامع علوم عقلیہ ونقلیہ اور استاذنا مولانا ومولی العالمین مفتی **محمد صدر الدین خاں** صاحب صدر العلماء والفضلاء اور جناب مولٰنا **احمد سعید** صاحب دہلوی عارف ومحدث وفقیہ استحباب محفل مولد شریف کے قائل تھے ان کے فتاوی مہری راقم الحروف کے پاس موجود ہیں اور جناب مولٰنا **شاہ عبد الغنی** صاحب دہلوی زبدۃ متورعان روزگار عمدہ محدثین کبار جن سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی کچھ پڑھا ہے بزم میلاد شریف کے معتقد تھے قیام کرتے تھے۔ اور ایک عبارت مختصر آپ کے رسالہ شفاء السائل میں جو ایام اقامت ہندوستان میں تصنیف فرمایا تھا موجود ہے وہ یہ ہے:

حق آنست کہ نفس ذکر ولادت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و

marfat.com

سرور فاتحہ نمودن یعنی ایصالِ ثواب بروحِ پُرفتوح سید الثقلین از کمال سعادت انسان است چنانچہ شیخ ابن حجر مکی و شیخ عبد الحق دہلوی وغیرہما تصریح نمودہ اند آرے چیز ہائے دیگر اگر مقترن شدند کہ خلافِ شرع ہستند پس البتہ ممنوع خواہد بود مثل مراثی و سرود خوانی الیٰ آخرہ۔

دیکھیے اس مختصر میں آپ سب کچھ فرما گئے یعنی جب کوئی شخص ممنوع باتیں خلاف شرع مثل مرثیہ و سرود خوانی کرنے لگے گا اس کو منع کیا جائے گا اور اگر یہ نہیں تو آپ کا یعنی طعام یا شیرینی ایصال ثواب کے واسطے مسلمانوں کو دینا اور کھلانا اور آپ کی ولادت شریف کا سرور کرنا انسان کی کامل سعادت ہے۔ جب سرور کرنا کمالِ سعادت ہوا تو جمیع سامان سرور مثل اجتماع و احباب و اخوان استعمال خوشبو و تقسیم شیرینی و اطعام طعام اور ذکرِ ولادت کے وقت غلبہ محبت و جوش فرحت و سرور میں کھڑا ہو جانا اظہاراً للفرحۃ و السرور بمولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور درود و سلام پڑھنا سرور کرنے میں داخل اور موجبِ سعادتِ انسانی ٹھہرا اور شاہ صاحب موصوف اس بارہ میں دو علماءِ ربانی کا حوالہ دیتے ہیں ان میں سے شیخ عبد الحق محدث دہلوی خود صراحۃً عمل مولد کو معہ سامان سرور و تعیینِ یوم ماثبت بالسنۃ وغیرہ تصنیفات میں درست مان رہے ہیں دوسرے ابن حجر مکی وہ بھی امور مذکورہ و قیام مروجہ کو اپنی تصنیف مولد کبیر وغیرہ میں صراحۃً لکھ رہے ہیں پس شاہ صاحب نے ان دونوں بزرگوں کا نام عبارت مذکورہ بالا میں لکھ کر ہر مرد عاقل کے لیے کامل اشارہ فرما دیا کہ جس طرح علماءِ مجوزین کا فریق اس عمل کو مستحسن مان رہا ہے میں بھی مانتا ہوں اور فے الواقع آپ اسی طرح صراحۃً زبانی ارشاد فرمایا کرتے تھے اور یہی آپ کا خود دستور العمل تھا جس کو شک ہو آپ کے مقبول تلمیذ اور

marfat.com

اورث گرد عزیز جناب مولانا **محمد عبدالحق** صاحب سے جو بالفعل حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و دیگر بلادِ اسلامیہ میں دُور دُور تک معروف و مشہور ہیں دریافت کرے افسوس ہے کہ وہ حضرات کاملین مسبوق الذکر اب موجود نہیں انتقال فرما گئے لیکن ہم ان کے انتقال و وفات پر صبر کر کے پھر بھی اُس منعم حقیقی کا شکر بجا لاتے ہیں کہ اب بھی حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً میں ہمارے ہندوستان کے دو رکن رکین حامیِ دین مؤید شرعِ متین قبلہ اربابِ یقین موجود ہیں یعنی استاذی و ملجائی و ملاذی شیخ العلماء حضرت مولانا رحمۃ اللہ صاحب عمت فیوضہم و مرشدی و مولائی و ثقتی و رجائی الحافظ المہاجر مولانا امداد اللہ نفعنا اللہ بانوارہ و اسرارہ یہ دونوں حضرات بابرکات اس محفل اقدس کو موجبِ خیر و برکت فرماتے ہیں جو کوئی صاحبِ محفل آپ کو بلائے برغبت اُس کے گھر تشریف لے جاتے ہیں غرضکہ مسلک آپ کا مشربِ صدق و سداد ہے قیام کی بابت یہ ارشاد ہے کہ نہ اس میں یہ افراط و غلو چاہیئے کہ اس کو فرض و واجب کہا جائے نہ اس قدر تفریط کہ حرام اور بدعت ضلالت ٹھہرایا جائے صراطِ مستقیم اور طریقہ بین بین یہ کہ موافق فتوائے علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و مطابق تحقیق علماءِ روم و شام و یمن اس کو مستحب و مستحسن تسلیم کیا جائے اور یہی اس راقم السطور کا مشرب ہے ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔

واضح ہو کہ اگرچہ ثبوت محفلِ میلاد شریف راقم نے سلف سے خلف تک کامل طور سے ثابت کر دیا لیکن چونکہ بعض شبہات مانعین اِدھر اُدھر قلوبِ مومنین میں وسوسہ اندازی کر رہے ہیں بناءً علیہ اب اُن وساوس و اعتراضات کا جواب قلمبند کرتا ہوں واللہ ولی التوفیق۔

marfat.com

مولد شریف میں نہ کنہیا کے جنم کا تشبہ ہے نہ نصاریٰ کا

لمعہ ثالثہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ ہر سال محفل کرتے ہیں یہ مشابہت کرتے ہیں کنہیا کے جنم کی اور نیز اس میں تشبہ ہے نصاریٰ کے بڑے دن کا نعوذ باللہ من ہذا القول والاعتقاد۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اگر فقط ہندوستان میں یہ فعل ہوتا تو یہ بات کہہ سکتے تھے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں سے یہ بات سیکھ لی ان کی مشابہت کا قصد کرتے ہیں۔ تم اصل حال سُن چکے کہ اول یہ عمل عراق کے شہر موصل میں ایجاد ہوا وہ لوگ تو خود کنہیا کو نہیں جانتے کہ کس چیز کا نام ہے اور اس کے جنم کی مشابہت کا قصد کرنا تو درکنار بھلا اگر ہندوستان کے مسلمان جنم کنہیا کی مشابہت کرتے ہیں تو بیان کرو کہ روم شام کے مسلمان اور حرمین شریفین کے علماء جو یہ عمل کرتے ہیں وہ کس کے جنم کی مشابہت کرتے ہیں نعوذ باللہ منہا۔

پس خوب سمجھ لو کہ ہم اس عمل میں تابع ہیں دستور العمل سلاطینِ روم اور فرمانروایانِ ملکِ شام اور ملوک ممالک مغربیہ اور اندلس اور مفتیانِ عرب کی سلمہم اللہ الیٰ یوم الدین۔

اب سمجھنا چاہیئے کہ جس طرح جنم کنہیا کی اس میں مشابہت نہیں اسی طرح نصاریٰ کی مشابہت بھی نہیں اس کی کئی وجہ ہیں:

ایک تو یہ کہ اگر خدانخواستہ مسلمان لوگ نصاریٰ کے بڑے دن کو اُن کی طرح کے افعال کرنے لگے تو جو شعار اُس قوم کا ہے اُس میں شرکت لازم آتی ہے اور مانند اُن کے ہو جاتے اُس وقت میں اُن پر صادق آتا من تشبّہ بقوم فھو منھم کیونکہ تشبّہ کے معنی ہیں مانند ہونا اور یہاں یہ بات تو ہرگز

marfat.com

نہیں پھر اعتراض کیسا!

دوسری وجہ یہ کہ ذکرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجتماع اہلِ اسلام اور استعمال عطریات وحلویات وغیرہ ہرگز شرع میں مذموم یعنی بُری بات نہیں کیونکہ یہ چیزیں شعارِ اہلِ کفر سے نہیں بلکہ اصولِ شرعیہ سے ان کا ثبوت ہے اور پیدا ہونا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا رحمت ہے کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور رحمتِ الٰہی پہ فرحت وسرور کرنے کو حق تعالیٰ امر فرماتا ہے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا یعنی فرما دیجئے اہلِ اسلام سے کہ ساتھ فضل اور رحمت الٰہی کے فرحت وسرور کریں اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا سبب استجاب پیر کے دن روزہ رکھنے کا جو آپ رکھتے تھے ارشاد فرمایا: میں اس دن میں پیدا ہوا، اسی میں وحی اُتری۔

پس ولادت شریف کی فرحت اور اس کا شکر ادا کرنا اہلِ اسلام نے اصولِ شرعیہ سے ثابت کیا ہے کفار سے نہیں لیا ہے۔ اور تشبہ اس امر میں مکروہ ہوتا ہے جو مذموم شرعی اور شعارِ کفار ہو۔ چنانچہ دُرمختار اور بحرالرائق وغیرہ سے عبارتیں ذکر فاتحہ سیوم میں ہم نقل کر چکے ہیں اور یہی جواب ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھی ہو سکتا ہے جو تشبہ بالنصاریٰ کا اعتراض ان پر کیا ہے اور اُن کی طرف سے دوسرا جواب یہ بھی ہے کہ پہلے اہلِ اسلام میں تیراندازی تھی جب اہلِ اسلام کے کفار سے مقابلے ہوئے اور ان کے پاس توپ اور بندوقیں تھیں اہلِ اسلام کے لشکر مجاہدین اور غزوات میں بھی یہی آلات تجویز کئے گئے، چنانچہ تیراندازی کو فقہاء لکھتے ہیں: وفی زماننا استغنی عنہ بالمدافع یعنی اب ہمارے زمانہ میں اس کی حاجت نہ رہی بباعث توپوں کے اور جس طرح قواعد حرب پلٹن اور رسالہ وغیرہ کے اُن کے ہاں تھے اس طرف بھی اُسی طرح کر کے مقابلہ کیا گیا، اس کو تشبہ نہیں کہتے یہ آیت فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ

marfat.com

بمثل ما اعتدٰی علیکم کی تعمیل ہے اس آیۂ کریمہ کے ذیل میں صاحبِ رُوح البیان لکھتے ہیں :

ای بعقوبۃ مماثلۃ لجنایۃ اعتدائہ ۔

یعنی تم بھی اس کو ویسا ہی عذاب دو جیسی انہوں نے زیادتی کی ہے ۔

پس جیسا فریقِ ثانی توپ و بندوق سے مسلمانوں کو بھوننے لگے یہ بھی جواب میں اسی طرح پیش آنے لگے ۔ الحاصل ممالک مغربی وغیرہ کہ حدود اقوام نصاریٰ سے ملحق ہیں جب وُہ لوگ اپنے پیمبر مسیح کی یومِ ولادت میں احتشام و شوکت ظاہر کر کے فخر دکھلاتے تھے اور ضعفاءِ اہلِ اسلام وہ ظاہری شوکت دیکھ کر افسردہ خاطر خستہ دل ہوتے تھے تب ملوک مصر و اندلس و مغربی نے جو اہلِ اسلام تھے قومِ نصاریٰ سے بہت زیادہ رونق جلال کے ساتھ اعلاءُ کلمۃ الحق اور اظہارِ شانِ اسلامی کے لیے اپنے نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روز میلاد ماہِ ربیع الاول میں تزک اور احتشام ظاہر کیا ہے تاکہ شوکتِ اسلامی اُن کے مقابل میں بخوبی ظاہر ہو، طرح طرح کے معجزات کا پڑھنا شروع کیا تاکہ عمدہ طور پر حضرت کے جاہ و جلال و کمال کل عالم پر ہر طرف مشہور و منتشر ہو یہ تشبّہ نہیں، درحقیقت یہ پست کرنا ہے مخالفین کا اور فروغ دینا ہے شعائرِ دین کا ۔ چنانچہ کلام حافظ ابوالخیر سخاوی میں تصریح ہے اس امر کی، نقل کیا علی قاری نے اپنے رسالہ مورد الروی میں :

واما ملوك الاندلس والمغرب	لیکن ملک اندلس اور مغرب کے بادشاہ
فلهم فيه يعنى فى ربيع الاول	نے خاص کر رکھی ہے ربیع الاول میں
ليلة تسير بها الركبان ويجتمع	ایک رات جس میں آدمی دُور دُور
فيه ائمة العلما الاعيان من	سے آتے ہیں سوار ہو ہو کر اور جمع ہوتے

marfat.com

کل مکان ویعلو بین اھل الکفر کلمۃ الایمان۔

ہیں بڑے بڑے علماء جو وقت کے امام ہیں ہر طرف سے اور بلند ہوتا ہے اہل کفر کے بیچ میں کلمہ ایمان کا ۱۲

اور اسی طرح ابو سعید بورانی نے لکھا ہے:

علماء از اطراف عالم جمع آیندہ و در تعظیم آں شب یعنی شب میلاد شریف ارغام اہلِ کفر و ضلال نمایند۔

اور خود کلام ابن جزری میں اس کی تصریح ہے:

لو یکن ذلک الا ارغام الشیطان وسرور اھل الایمان۔

یعنی کہا ابن جزری نے کہ نہیں ہے محفل مولد شریف میں مگر ذلیل کرنا شیطان کا اور سرور اہلِ ایمان کا۔

تماشہ یہ ہے کہ کسی دور میں کفار اس محفل سے جلتے تھے اس دور آخری میں بعضے مسلمان جلتے ہیں۔

اور تیسرا جواب اور بھی ابن جزری کی طرف سے ہو سکتا ہے کہ یہ دستور ہے جو کسی نیک کام کی طرف لوگوں کو ترغیب دیتے ہیں تو ادنیٰ کا ذکر کر کے اعلیٰ کا شوق دلاتے ہیں۔ مثلاً گاؤکشی وغیرہ مقدماتِ دینیہ میں جب اہلِ اسلام کو بے رغبت دیکھیں تو ان کو یہ کہا جائے کہ قومِ ہنود باوجودیکہ مذہب ان کا باطل ہے وہ تو باطل پر جانفشانی کریں تم حق پر ہو کے کچھ نہ کرو تم کو ان سے زیادہ عرق ریزی اور جاں نثاری چاہیئے اس کو کوئی عاقل تشبّہ کفّار نہ کہے گا۔ اسی قاعدہ پر نازل ہوا قرآن میں:

ان تکونوا تالمون فانھم یالمون کما تالمون و ترجون من اللہ مالا یرجون۔[1]

---

[1] اگر تم دُکھ پاتے ہو وُہ بھی دکھ پاتے ہیں تم دکھ پاتے ہو اور تم امید رکھتے ہو اللہ سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

اس کی تفسیر دیکھنی چاہیئے اور اسی درجہ میں ہے قول محمد بن مسعود کا رزدنی کا کہ وہ لکھتے ہیں :

جب بادشاہ یا امیر ذی اقتدار اپنے گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خوشی میں طرح طرح کے تکلفات وضیافت کرے حالانکہ وہ ابناء دنیا سے ہے پھر میلاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں کیوں نہ کیا جائے کہ سببِ نجات ہے، پس اسی قبیل سے قول ابن جزری کا محفلِ میلاد میں واقع ہوا ہے کہ جب نصاریٰ اپنے پیغمبر کی میلاد کی ایسی خوشی کریں ہم تو ان سے زیادہ مستحق ہیں کہ اپنے نبی کی خوشی کریں اور اسی درجہ میں قول ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی واقع ہوا ہے کہ یہودی نے جب کہا کہ ہم روزۂ عاشورا شکریہ نجاتِ موسیٰ کا رکھتے ہیں آپ نے فرمایا :

انا احق بموسیٰ منکم۔

یعنی تم یہود ان کا شکریہ ادا کرو تو میں زیادہ مستحق ہوں اس کا، کیونکہ مجھ کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وہ جو امید نہیں رکھتے ہیں وہ۔

تفسیر کبیر وغیرہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ حجت قائم فرمائی کہ لڑائی میں دُکھ اٹھانا تو مشترک ہے تم بھی اٹھاتے ہو وہ بھی اٹھاتے ہیں، پھر وہ تو لڑائی سے باز نہیں آتے تم تو اُن سے زیادہ مستحق ہو اس بات کے کہ لڑائی سے باز نہ آؤ اور خوب کوشش سے لڑو۔ انتہیٰ

اب دیکھنا چاہیے کہ یہاں بھی تشبہ ہو گیا کہ مومنین کو ارشاد ہوا تم بھی کفار کی طرح لڑائی میں جاندہی کرو تو ایسا تشبہ تو منع نہیں ۱۲

marfat.com

زیادہ مناسبت ہے موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے۔

اور ایک خوبی یہاں اور ہے کہ اگر ابن جزری یہ مقولہ فرما کر محفل میلاد شریف کی بنا ڈالتے تو یہ بھی گمان ہوتا کہ اسی دلیل پر یہ عمل مبنی ہوا ہے انہوں نے یہ عمل نصاریٰ سے سیکھا ہے حالانکہ یہ عمل اس کلام سے دو سو برس پہلے بہ تخصیص و تعیین روز میلاد شریف ایجاد ہو چکا تھا اور علماء دین اُس کی اصل و نظیر شریعت سے نکال کر فتویٰ دے چکے تھے پس بے سمجھے بُوجھے اس شیخ معظم مرحوم پر تشبہ نصاریٰ کا الزام نہ لگانا چاہیئے خیر یہ ذکر ہو دِ اعتراض اس شیخ کا اتفاقی آگیا تھا اب ہم رجوع کریں اصل کلام کی طرف اور بیان کریں واسطے ابطال وجہِ تشبہ کے۔

تیسری وجہ وُہ یہ ہے کہ نصاریٰ کا بڑا دن اور ہندوؤں کا جنم کنہیا معین ہے وُہ لوگ اسی ایک دن میں جو کچھ کرنا ہے کرتے ہیں اور اہلِ اسلام کے یہاں یہ بات نہیں کہ خاص بارھویں تاریخ ربیع الاول کے سوا کسی اور دن محفل سرور میلاد شریف منعقد نہ کریں ربیع الاول کی کل تاریخوں میں مولد شریف ہوتا ہے، کسی نے کسی دن کیا کسی نے کسی دن، بلکہ علاوہ ربیع الاول کے اور مہینوں میں بھی اہلِ اسلام مولد شریف کرتے ہیں، اور ہنود اور نصاریٰ میں نہیں ہوتا مگر اُسی دن میں، اور یہ مثال ھسم اول دے چکے ہیں کہ صومِ عاشورا میں اور اہلِ کتاب شریک ہیں لیکن ایک روزا ول میں جو ہم رکھ لیتے ہیں اتنے میں تشبہ اہلِ کتاب کا جاتا رہتا ہے، اور ہمارا فعل اُن سے جُدا گنا جاتا ہے فقہ اور حدیث کی کتابوں سے معلوم کرو۔ پس جب اس قدر مخالفت کرنے سے تشبہ باطل ہو گیا حالانکہ ہم اُن کی اصل فعل میں یعنی صوم یوم معین عاشورا میں شریک ہیں پھر کیا خیال کرتے ہو نصاریٰ کے بڑے دن اور کنہیا کے جنم میں کہ اُن کے اُن دونوں دنوں میں اُن کے افعال کے شریک نہیں اور ہم جو محفلِ میلاد شریف کرتے ہیں اس کا آئین اور ترتیب جُدا اور اُن کی رسوم و قواعد جُدا، نہ دن میں شرکت نہ

marfat.com

کاروبار میں مشابہت، استغفراللہ، یہ چوتھا جواب سمجھو ابنِ جزری کی طرف سے۔

خلاصہ یہ کہ امام القراء والمحدثین علامہ ابنِ جزری اور جمیع اہل سنت و جماعت کا مشرب نہایت صاف اور تشبہاتِ کفر سے یہ بالکل پاک ہے، ہاں یہ مضرت ایسی تشبیہات جمع کنہیا وغیرہ کی محفل پاک کی نسبت پیدا کر کے کچھ اپنی عاقبت بخیر ہونے کا سامان کر رہے ہیں اگرچہ مجھ کو اکثر مبتدعین کی تکفیر میں سکوت ہے کیونکہ اگر وہ کافر ہو گئے تو اللہ بس ہے اُن کی تعذیب کو میں کیوں مُنہ اپنا آلودہ کروں ہاں البتہ بعض اہلِ علم تحریر فرماتے ہیں کہ ایسی تشبیہ دینے سے اور محفل ذکر پاک سید الابرار کو اس قسم کی امانت اور استحقار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے پس اہلِ اسلام کو بہت ضرور ہے کہ ایسے الفاظ خطرناک سے پرہیز کریں وما علینا الا البلاغ۔

مساجد کی زینت میں تشبہ نصاریٰ ہے پھر بھی جائز ہے

فائدہ: چونکہ ابن جزری وغیرہ علماء کبار تک یہ لفظ تشبہ بالیہود والنصاریٰ کا پہنچایا ہے اس لیے ہم شرع سے ایک نظیر پیش کرتے ہیں تاکہ وہ ابرار اس دھچے سے پاک نظر آجائیں وہ یہ ہے کہ اگر کسی کام میں بظاہر تشبہ معلوم ہوتا ہو لیکن مسلمانوں کی غرض قصد تشبہ نہیں بلکہ کوئی مصلحت اور اعلاء شان اسلام مقصود ہے تو وہ فعل مکروہ نہیں رہتا۔ دیکھئے مساجد کی زینت اور تجمل میں حدیث وارد ہوئی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

ما امرت بتشیید المساجد۔

قال ابن عباس:

لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصاریٰ۔

یعنی مشکوٰۃ میں بروایت ابوداؤد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

marfat.com

روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو حکم نہیں دیا گیا مسجدوں کے بلند بنانے اور چُونہ گچ وغیرہ سے سجانے کا۔

فرمایا ابن عباس نے کہ جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو نقوش زریں و دیگر تکلفات سے سجایا ہے البتہ تم بھی اسی طرح مساجد کو سجاؤ گے۔

اور ابن ماجہ میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اراکم ستشرفون مساجدکم بعدی کما شرفت الیہود کنائسہا و کما شرفت النصاریٰ بیعہا۔

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں جانتا ہوں کہ تم میرے بعد مسجدوں کی عمارتیں عالی کرو گے جیسی یہود نے عالی شان بنایا اپنی عبادتگاہوں کو اور نصاریٰ نے بنایا اپنے معابد کو۔

دیکھئے یہاں خود کلامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لفظ تشبہ وارد ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ اگر مسلمان اپنی مساجد کو بلند بنائیں یا تکلفات نقوش وغیرہ کے ساتھ سجائیں تو یہ فعل یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہے لیکن بایں ہمہ جائز رکھا اس کو محققینِ اہلسنت و اجتہاد و فتاویٰ نے۔ ہدایہ میں ہے:

لا باس بان ینقش المسجد بالجص والساج و ماء الذہب۔

یعنی کچھ مضائقہ نہیں اس بات میں کہ مسجد میں نقش کئے جائیں چُونہ سے یا ساج کی لکڑی یا سونے کے پانی سے۔

اور اسی طرح درِ مختار میں لکھا ہے، اور فتح القدیر میں ہے:

مسجد کی زینت کرنے میں تین قول ہیں:

marfat.com

ہمارا مذہب یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں، عبارت یہ ہے:

والاقوال ثلثۃ وعندنا لا باس بہ۔

اور بحرالرائق سے طحطاوی نے نقل کیا ہے:

واصحابنا قالوا بالجواز من غیر کراھۃ۔

یعنی ہمارے اصحاب قائل ہوئے ہیں کہ زینت دینی مسجد کو جائز ہے بلاکراہت۔

اور اُن تین قول میں دُوسرا قول یہ ہے کہ مستحب ہے زینت دینا مسجد کو۔ یہ قول بھی ہدایہ اور شامی وغیرہ میں ہے۔ عبارت شامی یہ ہے:

وقیل یستحب لما فیہ من تعظیم المسجد۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ مساجد کا تجمل وتزئین مکروہ ہے۔ سو یہ قول ضعیف مرجوع ہے۔ علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں قرار دیا ہے کہ مانعین کی حجت ضعیف ہے اس لئے سمجھو جیسا کہ ہم اوپر قولِ سخاوی کتاب علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر چکے کہ یجتمع ائمۃ العلماء الاعیان من کل مکان ویعلو بین اھل الکفر کلمۃ الایمان یعنی جمع ہوتے ہیں مولد شریف میں بڑے بڑے علماءِ دین ہر طرف سے اور بلند ہوتا ہے درمیان اہلِ کفر کے کلمۂ ایمان۔

یہ فائدہ ہم نے بطور تنزل لکھا ہے یعنی درحقیقت اس میں تشبہ نہیں اور اگر تشبہ بھی ہوتا تب بھی یہ عمل بباعث ایک دوسری خوبی کے کہ اس میں بلند ہوتا ہے کلمۃ الحق مستحب اور مستحسن ہوتا جیسا کہ مساجد کی زینت میں گو تشبہ یہود و نصاریٰ کا موجود ہے لیکن بباعث دوسری خوبی کے کہ تعظیم نکلتی ہے خانۂ خدا کی، مستحب اور مستحسن ہے۔

marfat.com

لمعہ رابعہ

یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر تشبہ کفار اس میں نہیں پھر بھی یہ محفل بدعت سیئہ ضرور ہے کیونکہ قرون ثلثہ میں نہیں پائی گئی۔

جواب مولوی اسمٰعیل صاحب اپنی تصنیفات تذکیر الاخوان وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ جو عمل ایسا ہو کہ زمانۂ نبوت میں علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور تین زمانہ مابعد یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں وہ عمل بعینہٖ نہ پایا جائے اور نہ اُن چاروں زمانوں میں اس کی نظیر اور مثل پائی جائے وہ عمل بدعت ہے اور جو کچھ مجتہدوں نے اپنے اجتہاد سے نکالا وہ سنت میں داخل ہے انتہی

اصلِ مولد شریف قرآن وحدیث وصحابہ ودیگر دلائل سے

پس اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ عمل مولد شریف بدعت نہیں اس کی اصل بھی پائی گئی اور اس کی نظیر اور مثل بھی اصل وجود تو یہ ہے کہ نصوص قرآنی بحث مولد شریف میں ہم لکھ چکے ہیں اُن کو دیکھا جائے۔ علاوہ اس کے فرمایا حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے: کہ باجماع جمیع مسلمین کعبۃ اللہ کو زینت دی گئی اس طرح سے کہ اندر سے سنہرا کام کیا گیا اور باہر سے غلافِ زیبا اس پر چڑھایا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلاف چڑھایا اور مسجد کی زینت میں لوگوں کو رغبت ہوتی ہے مسجد میں آنے کی یہ بکثیر جماعت کا سامان ہے اور تعظیم ہے اس میں خانہ خدا کی، انتہی کلامہ۔

اور مجمع البحار کی تقریر ہم اوپر لکھ چکے ذکرِ چہلم وغیرہ میں کہ لوگ اپنے مکانات عمدہ عمدہ بنانے لگے۔ اگر مساجد کی زینت نہ کیجائے تو خانہ خدا کی تحقیر لازم آتی ہے انتہی

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں یہ ہی مضمون رقم فرماتے

marfat.com

ہیں، عبارت یہ ہے کہ :

مردم خانہ ہائے مشیدو مزخرف و مطلا میسازند اگرما مسجد ہا بخشت و گل سادہ بناکنیم شاید کہ در نظر عوام خوار نماید وحقیر در آید انتہٰی ۔

خلاصہ یہ ہے کہ مکروہ سمجھنے پر محققین کا عمل نہیں بلکہ عالم میں پھر کر دیکھو جمیع اہلِ اسلام چُونہ اور گچ وغیرہ سے خوب صُورتی پیدا کرتے ہیں تعمیر مساجد میں، اور جن کو مقدور ہے وہ فروش و قنادیل و نقوش وغیرہ سے زینت دیتے ہیں حتیٰ کہ مؤلف براہین قاطعہ گنگوہی نے بھی اس مقام پر اسی طرح لکھا ہے صفحہ ۱۳۳ سطر ۱۲ زینت مساجد کی بوجہ ازالہ شین اسلام کے ہے اور رفع شین اسلام کا فرض ہے الیٰ آخرہ ۔

بھلا جب وہ تشبہ جو منصوص حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کسی غرض دین کی کراہت سے نکل کر منصب عالی فرضیت پر بمذہب مولف براہین قاطعہ پہنچ گیا اور حسب اقوال علماءِ سلف مستحب اور مباح ہوگیا تو کیا غفلت کا پردہ پڑ گیا مانعین کی فہم پر مولد شریف میں کیوں نہیں سمجھتے کہ بالفرض اگر تم کو تشبہ اس میں نظر آتا ہے تو اس کو بمقتضائے تبدیل کیفیت زماں اب مستحب

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم ۔

یعنی بیشک آیا ہے تمہارے پاس رسول تمھیں میں سے، بھاری ہے اُس پر جو تم تکلیف اٹھاؤ حرص رکھتا ہے تمھاری ہدایت پر، مسلمانوں پر شفقت رکھنے والا مہربان ۔ انتہٰی

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے آنے کا ذکر فرمایا اس کے بعد آپ کی صفتیں بیان فرمائیں مولد شریف میں بھی یہی ہوتا ہے آپ کے آنے کا

marfat.com

ذکر کرتے ہیں کہ آپ پیدا ہوئے یعنی عالم غیب و بطون سے عالمِ شہادت و ظہور میں تشریف لائے اور بیان آپ کی صفت کا کیا جاتا ہے نظماً اور نثراً، اور اس سے بھی واضح تر سُنو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینۃ و ساخبرکم باول امری دعوۃ ابراھیم و بشارۃ عیسٰی و رؤیا امی التی رات حین وضعتنی وقد خرج لہا نور ضاء لہا منہ قصور الشام۔

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق مَیں لکھا ہوا تھا اللہ کے نزدیک ختم کرنے والا نبیوں کا اس حال میں کہ تحقیق آدم پڑے ہوئے تھے زمین پر اپنی مٹی گندھی ہوئی میں، اور خبر دیتا ہوں تم کو اپنے اول امر کی کہ وہ دعا[1] ہے ابراہیم کی اور خوشخبری[2] ہے عیسٰی کی اور عجائبات دیکھنا میری والدہ کا جب جنا مجھ کو

---

[1] پارہ الم کے رکوع ۱۵ میں وہ دعا مذکور ہے:

ربنا وابعث فیہم رسولا الخ

یعنی اے رب ہمارے بھیج ان میں پیغمبر انہی میں کا ان پر آیتیں تیری پڑھے روایت ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی، غیب سے آواز آئی تیری دعا قبول ہوئی وہ آخر زمانہ میں ہوں گے ۱۲

[2] قولہ پارہ ۲۸ سورۂ صف میں ہے کہ کہا عیسٰی علیہ السلام نے:

ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

یعنی میں خوشخبری سنانے والا ہوں اس پیغمبر کی جو میرے بعد آئیں گے نام ان کا احمد ہے ۱۲

marfat.com

اور تحقیق نکلا واسطے اُس کے ایک نور کہ چمک گئے اس سے محل شام انتہیٰ۔
یہ روایت مشکوٰۃ کے باب فضائل سید المرسلین میں موجود ہے اور کہا قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لدنیہ میں کہ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور بیہقی اور حاکم نے اور کہا حاکم نے یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور کہا زرقانی نے شرح مواہب میں کہ روایت کیا اس کو ابنِ حبان نے بھی اپنی صحیح میں۔

دیکھیے حدیث صحیح الاسناد سے ثابت ہے کہ آپ نے خود ذکر اپنی اولیت اور سابقیت اور ولادت باسعادت کا بیان فرمایا اور جماعت صحابہ حاضرین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سُنا جن کو حضور نے مخاطب کر کے فرمایا تھا ساخبرکم باول امری۔

اب دوسری روایت ہم وہ بیان کریں جس میں یہ بات ہے کہ ایک صحابی جلیل القدر نے مجمع عام صحابہ میں رضی اللہ عنہم اجمعین نے ایسے اشعار پڑھے جن میں ولادت شریف کا ذکر ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے برضا و رغبت سُنا، مواہب لدنیہ و نیز دیگر کتب میں بروایت حاکم و طبرانی و دیگر محدثین روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے اول مسجد میں تشریف لائے وہاں آپ نے مجلسِ عام میں اجلاس فرمایا جیسا کہ کعب ابن مالک سے صحیح میں روایت کی ہے پھر عباس ابن عبد المطلب نے اجازت چاہی آپ نے دعائے خیر دے کر ان کو اجازت فرمائی انہوں نے یہ اشعار پڑھے: ؎

من قبلها طبت فی الظلال وفی — مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر — انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد — الجم نسرا واهله الغرق

marfat.com

تنقّل من صالب الی رحم　　اذا مضی عالم بدا طبق

وردت نار الخلیل مکتتما　　فی صلبه انت کیف یحترق

حتی احتوی بتیك المهیمن من　　خندف علیاء تحتها النطق

وانت لما ولدت اشرقت الارض　　وضاءت بنورك الافق

فنحن فی ذلك الضیاء و فی　　النور وسُبل الرشاد نخترق[1]

اب دیکھئے اس میں حال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت کا اور پھر منتقل ہونا ایک صلب سے دوسرے صلب میں اور حضرت ابراہیم اور نوح علیہ السلام کا نجات پانا آپ کی برکت ہے کہ آپ کا نور اُن کے ساتھ تھا پھر بعد نقلیات صلبی و رحمی انجام کار پیدا ہونا اور اُس وقت نور کا نکلنا پھر اس نور سے

---

[1] آپ قبل ولادت شریف کے ایک عمدہ حالت میں تھے صلبِ آدم میں جہاں پیوند لگائے جاتے تھے یعنی جنت میں پھر اُترے آپ زمین پر یعنی صلبِ آدم میں آدم کے ساتھ نہ اُس وقت آپ بشر تھے نہ ٹکڑا گوشت کا نہ خون جما ہوا بلکہ صلب سام بن نوح میں آپ نطفہ تھے سوار کشتی میں اس حال میں کہ ڈبویا بُت نسر کو اور اس کے پُوجنے والے کو غرق طوفان نے آپ منتقل ہوتے رہے ایک پشت سے ایک رحم میں، جب گزر چکا ایک عالم ظاہر ہوا دوسرا طبقہ، آپ نازل ہوئے آتشِ خلیل میں صلب میں خلیل کے چھپے ہوئے، پھر وہ کس طرح جلتے۔ آپ منتقل ہوتے رہے اصلابِ کریمہ میں، یہاں تک کہ شامل ہوا آپ کا شرف نسب بزرگی کی اولاد اخناف بلند نسب سے کہ بیچ اس کے اور طبقات تھے اور جب آپ پیدا ہوئے چمک گئی زمین اور اطرافِ شام روشن ہو گئے آپ کے نور سے، اب ہم اسی روشنی اور نور میں ہیں اور ہدایت کے رستوں پر چل رہے ہیں ۱۲

marfat.com

تمام عالم کا روشن ہو جانا جو کچھ محفل مولد شریف مین بتفصیل ہوتا ہے اس جلسہ میں بالاجمال وہ سب مذکور ہوا ہے پس مردود ہوا قول اُن لوگوں کا جو کہتے ہیں بالاستقلال یہ ذکر نہ کرے اگر وعظ کے اندر ذکر میں یہ بھی کر دے درست ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ تنہا پڑھ لے تو جائز ہے مجمع میں نہ پڑھیں اب لوگوں کو آنکھ کھول کر دیکھنا چاہیے کہ اس مجلس میں کل قصیدہ حضرت عباس رضؓ کا بالاستقلال اسی ذکر میں ہے اور نہیں اس کے اول و آخر میں پند و موعظت اور عین مجمع میں پڑھنا ہے اور اسی طرح روایت سابقہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بالاستقلال یہ ہی ایک ذکر مجمع عام میں بیان فرمایا تو ثابت ہو گئی مجلس ذکر میلاد مبارک کی اصل اصیل، اب ثابت کریں ہم دوسری بات یعنی اس کی نظیر اور مثل بھی ثابت ہے بیان اس کا یہ ہے کہ مجلس میلاد شریف شکریہ ہے نعمت خداوندی کا کہ ایسا ہادی حق سبحانہٗ نے ہماری ہدایت کے لیے بھیج دیا جیسا کہ کلام امام نووی کی اسناد میں تصریح اس مضمون کی موجود ہے:

لقد منّ اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا الآیہ

بے شک احسان کیا اللہ نے اہلِ ایمان پر جو بھیج دیا ان میں رسول۔

پس نظیر اور مثل اس کی جلسۂ شکریہ صحابہ میں بھی ہوتا تھا چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلقۂ صحابہ میں تشریف لائے، پوچھا تم کیوں بیٹھے ہو؟ کہا ہم بیٹھے ہیں اللہ کی یاد کرتے ہیں اور شکر اس کا ادا کرتے ہیں

علی ماھدانا اللہ الاسلام و منّ بہ علینا۔

یعنی اس بات کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ خدا نے ہم کو ہدایت فرمائی اسلام پر اور احسان کیا ہم پر اس بات کا راہِ راست پر لگا دیا۔

تب فرما دیا حضرت نے: تم کو قسم اللہ کی، تم محض شکریہ کے لیے بیٹھے ہو۔

marfat.com

انہوں نے عرض کی، قسم اللہ کی، ہم اسی لیے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں نے تم کو اس لیے قسم نہیں دی کہ تم پر یہ گمان ہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ میرے پاس جبریل آیا اور اس نے یہ خبر دی کہ ؛

ان اللہ عزوجل تباہی لکم الملٰئکۃ۔

یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں میں تمہارا فخر ظاہر کرتا ہے کہ دیکھو میری نعمت کا شکر کرتے ہیں۔

دیکھئے صحابہ نے نعمتِ اسلام کا شکریہ ادا کر کے وہ درجہ پایا مجلس میلاد میں اُس نعمتِ عالی کا شکر ہے کہ جو دینِ اسلام کا اصل مبدَء ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ملائکہ میں بانیان محفل میلاد اقدس کا بھی فخر ظاہر فرمائے کیونکہ علت وہی شکر نعمت ہے جب معلوم ہوا کہ مجلس ذکر مولد شریف کی اصل اور نظیر ومثل دونوں ثابت ہیں، پھر بدعت سیئہ کہنا اس کا باطل ہوا، اب اگر کوئی امور بالائی مروجہ مجلس میں بحث کرے تو جواب اس کا یہ ہے کہ امور مروجہ محافل مثل فرد شش وچوکی یا منبر واستعمال عطریات وتقسیم شیرینی یا طعام وغیرہ سب امور مباحات شرعیہ سے ہیں جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا اور بعض مباحات کا منضم ومجتمع ہونا بعض مباحات کے ساتھ کسی اصولی کے نزدیک موجبِ کراہت وحُرمت نہیں۔

ابنِ عمر نے جو چھینک کے جواب میں "السلام علیک یا رسول اللہ" کو منع کیا اس کا جواب اور یہ اعتراض پیش کرنا کہ ایک آدمی ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی برابر میں چھینکا اور یہ کہا ؛

الحمدُ للہ والسلام علیٰ رسول اللہ۔

marfat.com

ابنِ عمر نے فرمایا میں بھی کہتا ہوں الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ، لیکن ایسے موقع میں ہم کو ایسا تعلیم نہیں فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم فرمایا ہے کہ کہا کریں ؛

الحمد للہ علیٰ کل حال۔

اس حدیث سے یہ سند ہوئی کہ جو شرع میں ثابت ہوا اس پر زیادہ کرنا منع ہے۔

جواب مختصر طور پر یہ ہے کہ دُرِّ مختار کی کتاب الذبائح میں ہے :

موطنان لا اذکر فیہا عند العطاس وعند الذبح۔

یعنی دو جگہ میرا ذکر نہ کرنا چاہیئے چھینکنے اور ذبح کے وقت۔

پس السلام علیٰ رسول اللہ کہنا اُس کا مقابل نہی کے واقعہ ہوا تھا پھر الحاق امر منہی عنہ کو کس طرح وہ رضی اللہ عنہ منع نہ فرماتے، امورِ منہیہ کو ہم بھی منع کرتے ہیں اور براہین قاطعہ میں ہے کہ ایک شخص نے چھینک کر کہا السلام علیکم۔ حضرت ابن عمر نے اس پر بھی انکار کیا انتہیٰ۔

ہم کہتے ہیں وُہ انکار اس لئے تھا کہ وظیفہ معیّنہ شرع کا جو الحمد للہ تھا اس نے چھوڑ کر تحیّت ملاقات کا وظیفہ اُس کی جگہ قائم کیا تھا یہ تشریع جدید اور تبدیل دین ہے، مولد شریف کو اس سے کیا علاقہ، امورِ خیر کا اضافہ ایجاد فحوائے من سنَّ فی الاسلام سنّۃً حسنۃً کی تعمیل ہے، نہ یہ تبدیلِ دین ہے نہ تشریعِ جدید۔

التحیات کے درود میں "سیّدنا" زیادہ بڑھا دینا درست ہے

اب ہم پیش کرتے ہیں یہ تقریر کہ زیادہ کر دینا کسی امرِ مستحسن یا مباح کا جو پیشتر نہ تھا جائز ہے، اس کی دو نظیریں لکھتا ہوں باقی جس شخص کی نظر فتاویٰ پر ہوگی

marfat.com

وہ اور نظیریں نکال لے گا:

○ نظیر اوّل یہ کہ سب جانتے ہیں کہ صحاح ستّہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درود تعلیم فرمایا ہوا واسطے جلسہ التحیات کے یہ ہے؛

اللّٰھم صل علی محمد الیٰ اٰخرہ۔

لیکن اگر کوئی آدمی اس میں لفظ سیّدنا زیادہ کرے واسطے آداب وتعظیم کے یعنی یُوں کہے: اللھم صل علیٰ سیدنا محمد۔ اس کو صاحبِ درِمختار نے افضل اور مندوب لکھا ہے:

وندب السیادۃ لان زیادۃ الاخبار الواقع عین سلوک الادب فھو افضل من ترکہ۔

مستحب ہے سیّد کا لفظ کہنا کیونکہ واقعی خبر کا زیادہ کرنا عین ادب کا رستہ چلنا ہے تو پڑھنا اس کا افضل ہے چھوڑنے سے۔

○ دوسری نظیر یہ کہ فقہاء زیارت مدینہ منورہ میں زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً یُوں لکھتے ہیں:

وکل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنہ۔

افعال واعمال سے جو چیز زیادہ ادب اور اجلال میں داخل ہو وہ بہتر ہے۔

اس عبارت سے بھی معلوم ہُوا کہ روایت اس بات کی کرنی جو سلف سے منقول ہے وہی ہو اور ایک بات بھی زیادہ نہ ہو، یہ کچھ ضرور نہیں بلکہ اپنی طرف سے جو کچھ حرکات وسکنات مؤدبانہ کرے گا سب بہتر ہیں ان تعظیمات میں زائر مخیر ہے۔

خلاصہ یہ کہ حدیثِ عُطاس میں اُس شخص کا زائد کرنا لفظ السلام علی

marfat.com

رسول اللہ مقابل نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا اس لیے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو منع کیا اور مولد شریف میں جو بعض امور ملحقہ ہیں اُن کی نہی شرع میں وارد نہیں، پس قیاس کرنا اور غیر منہیہ کو منہیہ پر صحیح نہیں

مدرسوں کے امورِ محدثہ کا بیان اور مؤلفِ براہین کا سنت کہنا سب کو

آجکل کی کیفیتِ مروجہ مدارس کو خیال نہیں فرماتے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تعلیمِ دین ہوتی تھی اور اب بھی مدارسِ اسلامیہ میں ہوتی ہے لیکن اس قدر فرق ہے کہ اول شیوع اس بات کا تھا کہ استاد پڑھتے تھے شاگرد سُنتے تھے، چنانچہ بخاری و مسلم و ابو داؤد وغیرہ سب محدث لکھتے ہیں کہ ہمارے استادوں نے یہ حدیثیں ہمارے سامنے پڑھیں اور ہم کو تعلیم کیں جا بجا لفظ حدثنا اس پر شاہد ہے اور امام احمد اور ابن مبارک اور یحیٰی رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک لفظ اخبرنا بھی مثل حدثنا وھی سماع عن الاستاذ کے معنی میں ہے مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً میں اب تک تیرہ سو برس ہو چکے وہی دستور جاری ہے کہ استاد پڑھتا ہے اور شاگرد سنتے ہیں، جو شبہ ہوتا ہے استاد سے دریافت کر لیتے ہیں۔ اور ہندوستان کے مدارس کا یہ طریق ہے کہ کہ شاگرد پڑھتا ہے استاد سنتا ہے جو سلف میں بکثرت تھا اب بالکل یہاں متروک ہے اور تعمیر مدرسہ کی نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ابوبکر نہ عمر نہ عثمان نہ علی سے رضوان اللہ علیہم اجمعین، اور پہلے صحابہ اور تابعین حتی کہ امام اعظم اور امام محمد و ابو یوسف تک بھی تعلیمِ علمِ دین کی اُجرت نہ لیتے تھے اب علمِ دین کے پڑھانے پر تنخواہیں معین ہیں اور آئین تعلیم میں صرف و نحو وغیرہ کے حدود مقرر ہیں کہ فلاں فلاں کتاب تک ہو پہلے یہ نہ تھا اور علاوہ اس کے منطق اور

marfat.com

ہیئات و ہندسہ وغیرہ جن کا سلسلہ یونانیوں تک پہنچتا ہے اور صحابہ کی جوتیوں تک کو ان علوم کی گرد نہ لگی تھی اب تحصیل میں داخل ہیں اور پہلے جو کوئی روپیہ دیتا تھا مخفی طور پر دینے کو خالی ریا سے جانتا تھا اب چندہ دینے والوں کی نمائش ہوتی ہے اُن کے نام سال بسال کتابوں میں چھپتے ہیں ۔ چندہ والا اگر دینے میں کچھ تامل کرے تو ایک پیادہ متقاضی اس پر معیّن کیا جاتا ہے ۔

خلاصہ یہ کہ اس زمانہ کے طور پر تعلیم مدارس کو کہاں تک بیان کروں کم سے کم علم والا آدمی بھی تامل کرے گا تو معلوم کرے گا کہ بیشک مدرسہ تعلیم دین کا اس ہیئت کذائی اور ہیئتِ مجموعی کے ساتھ ہرگز قرونِ ثلٰثہ میں پایا نہیں گیا لیکن باینہمہ جائز رکھتے ہیں اس کو فقط اس بات پر نظر کر کے کہ گویا یہ عوارض اور لوازم بالائے سلف سے نہیں لیکن اصل تعلیم دین کو ثابت ہے ان عوارض سے اس کی اصلیت باطل نہیں ہوتی اور یہ نہیں کہتے کہ یہ تعلیم جو اس ہیئت کذائی سے ہے بدعت اور ضلالت ہے علیٰ ہذا القیاس عارض ہونے اس ہیئت کذائی سے محفل مولد شریف بھی سنّت ہونے سے خارج نہیں ہو سکتی اور بدعتِ ضلالت کہنا اس کا لغو اور ضلالت ہے ۔

فائدہ : اس مقام پر مؤلف براہین قاطعہ گنگوہی نے مدرسہ مروجہ حال کو بجمیع وجوہ سنّت ثابت کیا ہے صفحہ ۱۸۵ تعمیر مدرسہ کے لیے لکھا صُفّہ کو جس پر اصحابِ صفّہ طالب علم دین و فقراء مہاجرین رہتے تھے مدرسہ ہی تو تھا نام کا فرق ہے لہٰذا اصل سنّت وہی ہے اور عمال کو یعنی جو زکوٰۃ وصول کرتے تھے ان کو عمالہ یعنی اجر ملتا ہے سو وُہ ہی اب تنخواہ مدرسین کی ہے یہ بھی امر دین پر لینا ہے صفحہ ۱۸۲ اور چندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لیا ہے غزوۂ تبوک میں صفحہ ۱۸۷ بیشک تھوڑے علم والا بھی جانتا ہے کہ مدارس کے سب امور

marfat.com

سنت ہیں قرونِ ثلٰثہ میں موجود تھے انتہیٰ کلامہ تلخیصاً

محفل میں استعمالِ عطر و شیرینی و طعام و فروش کا جواز

ہم کہتے ہیں امور مندرجہ محفل میلاد کا ثبوت اس سے بہت اعلیٰ طور پر ہے **ذکرِ ولادت** یہ خود ثابت الاصل جس کا ذکر اوپر گزر چکا اور **فروش و استعمال عطر** اور **کھانا** اور **شیرینی دینا** یہ خاطرداری اور ضیافت مہمانوں کی ہے، صحیحین کی حدیث ہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہ۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کمال تاکید سے ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان ہے اُس کو چاہیئے کہ خاطرداری اور تواضع کرے اپنے گھر آئے ہوئے کی۔

پس فرشِ زیبا پر اُن کو بٹھانا اور عطر لگانا مہمانوں کی تعظیم و اکرام ہے اور مجلس کرنے والوں سے پُوچھ لیجئے کہ اُن کی زینت بیشک یہ ہوتی ہے کہ جو کچھ ہم نے تیار کیا ہے شیرینی یا کھجور وغیرہ وہ سب صاحبوں کو جو ہمارے گھر آئیں گے کھلائیں گے۔ اور شریعت سے یہ بات معلوم کیجئے کہ ضیافت شرع میں کس چیز کا نام ہے، چیز کھانے کی خواہ تھوڑی ہو یا بہت، جب اس کے لیے آدمیوں کو بلایا جائے گا وہ شرع میں ضیافت کہلائے گی۔ صحابی روٹی کا ٹکڑا یا کھجور جو ہوتا پیش کرتے، اور حدیث میں ہے:

لو دعیت الی کراع لاجبت۔

یعنی ایک پارچہ بکری کے لیے بھی کوئی دعوت کرے تو میں قبول کروں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اخلاق عالی تھا اُس سے اہلِ ضیافت کا خوش

marfat.com

کر دینا منظور ہوتا تھا اپنا پیٹ بھرنا منظور نہ ہوتا، اور یہ ہی اُمت کو ارشاد فرمایا جیسا کہ بخاری میں ہے :

ان دعیتم الی کراع فاجیبوا۔

یعنی اگر کوئی تم کو ایک پارچہ بکری پر دعوت کرے تو قبول کرو۔

اور فقہا بھی یہی حکم دیتے ہیں فتاوی برہنہ میں ہے :

از جہت بعد دفقراع نیارود وقصد نکند حاجت شکم را بلکہ نیت کند اقتدائے سنّت واد خال سرور در دل مسلم۔

پس اگر کوئی متمول ذی مقدور شکم سیر کھانا کھلائے محفل مولد شریف میں یا کم مقدور والا محض شیرینی اور کھجور ما حضر کے لیے اہلِ اسلام کو تکلیف دے اس کو شرع میں ضیافت کہتے ہیں۔ اور ہدایہ میں ہے :

من لم یجب الدعوۃ فقد عصی ابا القاسم۔

یعنی جو مسلمان دعوت کیا ہوا بغیر عذر نہ آیا اس نے نافرمانی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

افسوس وہ لوگ تعمیلِ سنّت کے لیے آئیں قلیل وکثیر پر نظر نہ کریں اور منکرین اُن عاملانِ سنّت پر طعن کریں اور اس بات کا خیال نہ کریں کہ سنّت کے استہزاء میں زوالِ ایمان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور یہ جو طعنہ دیتے ہیں مٹھائی کے لالچ سے آتے ہیں اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ مٹھائی بانٹنے کی کیا اصل ہے؟ یہ اعتراض بھی صحیح نہیں شاہ عبدالعزیز صاحب رسالہ ما اھل بہ لغیر اللہ مطبوعہ محمدی کے صفحہ ۲۴ میں لکھتے ہیں :

وتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن خوب است باجماع علماء انتہی بلفظہ فتاوی۔

marfat.com

خزانۃ الروایات کی فصل ضیافت اور رُوح البیان کی جلد دوسری میں لکھا ہے:

فی بطن المومن زاویۃ لا یملاءھا الا الحلواء۔

یعنی مومن کے پیٹ میں ایک گوشہ ہے جس کو نہیں بھرتی کوئی چیز سوا مٹھائی کے، انتہیٰ۔

اب خیال کرنا چاہیئے کہ گوشۂ شکمِ مومن جو کہیں سے نہیں بھرتا مٹھائی سے اس کا خلو رفع کرنا کیا کچھ اجر کی بات ہوگی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔

یعنی نہیں پہنچو گے تم نیکی کی حد کو جب تک نہیں خرچ کرو گے وہ چیز جس کو دوست رکھتے ہو۔

اور حدیث سے معلوم ہوا ہے جن چیزوں کو مومن دوست رکھتا ہے اُن میں مٹھائی بھی ہے۔ چنانچہ خزانۃ الروایات اور نیز تفسیر رُوح البیان میں آیا ہے:

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان المؤمن حلو ویحب الحلاوۃ۔

فرمایا علیہ السلام نے بیشک مومن شیریں ہے دوست رکھتا ہے شیرینی کو۔

پس جو چیز خود قاسم مومن اور نیز مومنین مقسوم علیہم کو محبوب ہو امید ہے کہ آدمی اس کے تقسیم کرنے میں نیکوکاری کی حد کو پہنچے اور کچھ شک نہیں کہ اسی طرح کے وجوہات سے شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس کو مستحسن اور خوب باجماع علماء لکھا ہے۔

منبر یا چوکی اور اشعار کا ثبوت

یہ کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ منبر پہ کھڑے ہو کر خود حضرت کے سامنے اشعار پڑھتے تھے، یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے تداعی یعنی بلانا آدمیوں کا، اس کی دو شکلیں ہیں: یہ بلانا تناول ما حضر کے لیے ہے یہ خود سُنت دعوت ہے یا بلانا اس لیے ہے کہ وہ آکر سیرت وصفات نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سنیں یہ بھی سنت ہے اس لیے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی صحابہ کو خبر بھیج کر بُلاتے اور جمع کر کے اُن کو کچھ فرماتے۔ آپ کا زبان سے کچھ فرمانا حدیث ہے پس سنت ہوا سماعِ حدیث کے لیے بلانا اور اصطلاحِ دین میں حدیث شامل ہے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل وتقریر وصفات وشمائل وفضائل و حلیہ وغیرہ کو اور موضوع علم حدیث ذاتِ رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور غایت اس کی حصولِ سعادتِ دارین، اور شک نہیں کہ محفل مولد شریف میں بیان ہوتے ہیں افراد علم حدیث تو اعلام کر کے بلانا گویا حدیثِ رسول اللہ کے لیے بلانا ہے اس تداعی کو مکروہ وحرام کہنا عجیب بات ہے یہ لوگ آیۂ کریمہ ادع الی سبیل ربك سے بھی اگر اپنی تسلی کر لیں یہ بھی ممکن ہے تعجب ہے کہ مدرسہ کے لیے اس قدر دُور دراز فکر کو دوڑایا کہاں عُمالہ عاملین کہاں تنخواہِ مدرسین کہاں صُفّہ کہاں مدرسہ، کہاں جہاد کا چندہ کہاں مدرسہ کا چندہ! اور ہمارے دلائل درباب مولد شریف جو مدلولات دعاوی پر صریح الدلالت ہیں اُن کی طرف خیال بھی نہیں فرماتے اس کو بدعت ٹھہراتے ہیں اللہ اللہ کمال بوالعجبی کا مقام ہے!

جب سب چیزیں الگ الگ مباح ہیں تو جمع ہو کر مباح رہیں گی

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ چیزیں فرادی فرادی بیشک جائز لیکن ہم ان کا

marfat.com

جمع ہونا جائز نہیں جانتے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ مدرسہ کی ہیئت مجموعی بھی قرونِ ثلثہ سے ثابت نہیں، اس کے اثبات میں بھی فرادی اجزا کا ثبوت دیا گیا ہے، یہاں بھی وہی قبول کرنا چاہیئے۔

ثانیاً یہ کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

فان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذلک المجموع مباحا ومهما انضم مباح لم یحرم الا اذا تضمن محظورا لا تتضمنه الاحاد

بیشک جدا جدا مباح جب جمع کر لیے جائیں گے وہ مجموعہ مباح ہوگا اور جب ایک مباح مل جاتا ہے دوسرے مباح سے نہیں حرام ہوتا مگر جب اس مجموعہ میں کوئی ممنوع شرعی ہو جائے جو جدا جدا میں نہ تھا۔

پس مجتمع ہونے مباحات و مستحسنات سے یہ محفل ممنوع نہ ہوگی اور براہین قاطعہ صفحہ ۶۰ میں جو اعتراض اس قاعدہ مسلّمہ سلف پر کیا ہے اور یہ لکھا ہے (تمر اور پانی دونوں کا نبیذ بنایا جائے بعد کف دینے کے جو ہیئت حاصل ہوئی حرام ہوگیا)

جواب اس کا یہ ہے کہ جب تک محض تمر اور پانی تھا اُس وقت تک مباح تھا اب طول مدت اور تاثیرِ زماں سے ایک شے ثالث حادث ہوئی جو نشہ آوری کا سبب ہوگیا پس موجب حرمت یہ شے ثالث مذموم شرعی ہے نہ وہ اشیاء مباح ورنہ تعلیل مؤلف براہین کے موافق تو اجتماع مباحات سے قطع نظر ایک چیز منفرد بھی حرام ہو جائے گی اس لیے کہ شیرۂ انگور بعد سکر خود شراب بن جاتا ہے تو چاہیئے منفرد چیز کو بھی حرام کہا جائے اور یہ صحیح نہیں احکام شرعیہ میں تامل درکار ہے بناءً علیہ صحیح وہی ہے کہ اگر اجتماع مباحات

marfat.com

میں کوئی محظور شرعی لازم نہ آتا ہو وُہ درست اور مباح ہے۔ اس سے وہ دوسرے دو اعتراض مخالفین کے بھی رد ہو گئے جو کہتے تھے کہ قرآن دیکھ کر پڑھنا سنت تھا اور نماز سنت تھی مجموعہ مل کر مشابہ با اہل کتاب ہو گیا اور رکوع مشروع اور قرآن مشروع، جمع دونوں کا مکروہ ہُوا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ صورت اول میں محظور شرعی یہ لازم آیا کہ تشبّہ اہلِ کتاب سے ہوا، اور صورتِ ثانیہ میں یہ کہ حدیث شریف کے مخالف یہ فعل ہو گیا جو فرمایا ہے:

الا الی نھیت ان اقرأ القرآن راکعا او ساجدا۔

آگاہ ہو کہ میں روکا گیا ہُوں اس سے کہ پڑھوں قرآن رکوع یا سجدہ میں۔

ذکر مولد شریف میں امور مذکورہ بالا شریک ہوئے ہیں نہ تشبہ اہل کتاب سے ہے جیسا کہ لمعہ ثالثہ میں اس کا ابطال بخوبی ہو چکا اور نہ کوئی نہی شرعی انضمام مباحات میں وارد ہے بناءً علیہ یہ مجلس معہ انضمام امورِ مباحہ و مستحسنیہ مروجہ درست اور مستحسن رہے۔

دوسری تقریر امور مذکورہ کے جواز پر یہ ہے کہ فرمایا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے سورۂ اعراف کے چوتھے رکوع میں:

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق۔

یعنی تُو کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کس نے حرام کر دیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی ہے اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی۔

اول یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ آیات کا نزول خواہ کسی موقع میں ہوا ہو لیکن

marfat.com

حکم ان کا مفید بہ شانِ نزول نہیں ہوتا بلکہ جہاں تک دلالت الفاظ جاری ہوتی ہے وہاں تک حکم جاری کیا جاتا ہے یہ علماء اصول قرار دے چکے ہیں، چنانچہ توضیح وغیرہ میں مندرج ہے:

العبرة لعموم الالفاظ لالخصوص السبب۔

یعنی اعتبار عام ہونے لفظ کا ہوتا ہے نہ سبب خاص کا۔

یہ بات ہماری کل آیات استدلالات میں یاد رکھنا چاہیئے پس یہ آیہ کریمہ گو موقع خاص میں نازل ہوئی لیکن جمیع مفسرین و اصولیین و فقہاء اس آیۃ کو عام لیتے ہیں جس کی نظر در مختار اور تفسیر بیضاوی و رازی وغیرہ پر ہو گی اُس سے یہ بات مخفی نہیں کہ فروش بچھانا اور محفل کا سجانا اور عطریات سے لباس بسانا، چوکی اور منبر اور مسند لگانا یہ سب زینت اللہ میں داخل ہے اور جو کچھ حاضرین کو کھلایا جائیگا پان، الائچی، چائے، کھجور، شیرینی یا کھانا اس کو لفظ طیبات من الرزق شامل ہے علامہ بیضاوی نے آیۃ مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

فیہ دلیل ان الاصل فی المطاعم والمآکل والملابس وانواع التجملات الاباحة

بناءً علیہ اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ سب کھانوں اور کپڑوں اور طرح طرح کی آرائشوں میں اصل حکم یہ ہے کہ مباح ہے۔

یہ سب چیزیں از روئے قواعد اصول و حسبِ تصریح مفسرین فحول جائز اور مباح ہوئیں، منع کرنے والا ان کا خطر عظیم میں ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تحرموا طیبٰت ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔

کہ مانعین اندیشہ کریں اس سے کہ وہ معتدین میں شامل نہ ہو جائیں

marfat.com

جن کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا۔

تیسری تقریر جمیع امور مجلس میلاد کے لئے یہ ہے کہ دلیل پکڑنی چاہیئے اس آیہ کریمہ سے جو سورۂ یونس کے چھٹے رکوع میں ہے؛

قل بفضل اللّٰہ و برحمتہ فبذٰلك فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون۔

(تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وُہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے)

بارہ برس گزرے یہ نحیف اس آیۃ کو اپنی کتاب 'بہارِ جنت' میں درج کر چکا ہے لیکن عام آدمیوں کو جب تک تشریحاً نہ سمجھا جائے اصل مدعا کو نہیں پہنچتے بناءً علیہ اب اس کی تفسیر کرتا ہُوں واضح ہو کہ حق سبحانہٗ اس آیۂ ہدایت پیرایہ میں حکم دیتا ہے اہلِ ایمان کو کہ وہ اللہ ہی کے فضل اور اللہ ہی کی رحمت سے فرحت اور سرور کریں۔ امام رازی اور بیضاوی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ یہاں ایک فعل فلیفرحوا محذوف ہے اور آیہ مذکورہ یعنی اہلِ ایمان کو چاہیئے اللہ کے فضل و رحمت پر خوشی کریں، پھر فرمایا دوبارہ کہ چاہیئے اسی پر خوشی کریں اور تکریر امر تاکید کے لیے ہے اور لفظ فبذلك مفید حصر ہے یعنی واجب ہے انسان پر کہ فرحت خاص اللہ ہی کے فضل و رحمت پر کرے کیونکہ جو لذات جسمانی و نفسانی اور نعیم دنیاوی ہیں یہ سب فانی ہیں یہ چیزیں قابلِ فرحت و سرور نہیں اور فضل و رحمت خداوندی کو فرمایا ھو خیر مما یجمعون یعنی وہ بہتر ہے اُن سب لذات و نعماء فانیہ سے جو دُنیا میں جمع کرتے اور سمیٹتے ہیں۔ اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا فرحت و سرور کرنا ساتھ فضل و رحمت خداوندی کے، اور شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی رحمت اور فضل ہیں۔

marfat.com

علامہ ماوردی نے آیۂ لولا[1] فضل اللہ علیکم ورحمۃ لاتبعتم الشیطان الا قلیلا کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ فضل اللہ رسولِ خدا ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور رحمت بھی وہی ہیں، ذکر کیا اس کو زرقانی شرح مواہب نے۔

اور تفسیر رُوح البیان میں سورۂ نساء تحت آیۂ مذکورہ لکھا ہے وفی الحقیقۃ کان النبی علیہ السلام فضل اللہ ورحمتہ یدل علیہ قولہ تعالی ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا الی قولہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، وقولہ تعالیٰ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ اسی واسطے کتبِ احادیث وسِیَر میں منجملہ اسماء مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل اللہ اور رحمۃ للعالمین و رحمۃ مھداۃ و رحمۃ الامۃ و رسول الرحمۃ بھی شمار کیے ہیں جیسا کہ زرقانی اور قسطلانی وغیرہ محدثین نے لکھا ہے۔ پس ثابت ہوا فرحت وسرور کرنا آپ کے وجودِ باجود کا۔ اور جب فرحت کرنا ثابت ہو گیا تو فرحت کے جس قدر اسباب مباح ہیں وہ سب ثابت ہو گئے کہ اذا[2] ثبت الشیٔ ثبت بلوازمہ قاعدہ مسلمہ ہے پس اجتماعِ اخوان و تزئینِ مکان اور شیرینی کے اخوان و جمیع مباحات مروجہ زمان حتی کہ وقت ذکر ولادت شریف جوشِ فرحت و سرور میں کھڑا ہو جانا اور شکرِ الٰہی اس فضل و رحمت مھداۃ کی بابت بجالانا سب منطوق فلیفرحوا سے ثابت ہو گیا اور آیہ اشکروا نعمۃ اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون سے بھی یہ امور ثابت ہو سکتے ہیں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی رحمت تو تم شیطان کے پیچھے جاتے مگر تھوڑے ۱۲

[2] جب کوئی شئے ثابت ہو تو جمیع لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

marfat.com

بڑی نعمت ہیں اور شکر ادا ہوتا ہے طرح طرح کے افعال و اعمال سے مثل قرأت آیات و تلاوت احادیث معجزات درود و سلام و اطعام طعام وغیرہ اور لمعہ خامسہ میں بھی تقریر امور ملحقہ آئیگی

محفل میں ایسی نظیر شرعی جس میں چند سُنن موجود ہیں اور اگر مانعین اس طرح کی نظیر اور مثل طلب کرتے ہیں کہ ایسا جلسہ مسنونہ بتاؤ جس میں چند سنتیں مثل جلسہ مولد شریف کے مجتمع ہوں تو اس کی بھی نظیر شرع میں موجود ہے مثلاً شادی عروسی کہ اس میں اجتماع ہے مومنین کا، اور ذکر اللہ بھی اس میں ہے اس لیے کہ خطبہ نکاح کا جو سنت ہے جلسہ نکاح میں پڑھا جاتا ہے بعد ازاں خُرما وغیرہ تقسیم کر دیا جاتا ہے یا حاضرین کے ہاتھوں لُٹا دیا جاتا ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لا باس بنثر الشکر و الدراھم فی الضیافۃ و عقد النکاح۔

(کچھ مضائقہ نہیں شکر لٹا دیا روپیہ ضیافت میں اور مجلس نکاح میں)

اور مولوی اسحٰق صاحب نے مسائل اربعین میں لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاحِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا ایجاب و قبول کیا چھوہارے لٹائے اور نیز جس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ام حبیبہ سے نجاشی بادشاہ حبشہ نے اپنے ملک حبش میں کیا تو حضرت جعفر اور جمیع مہاجرین کو جمع کر کے خطبہ پڑھا ایجاب و قبول کیا بعد ازاں سب کو کہا کہ ابھی سب بیٹھے رہو یہ سنّت پیغمبروں کی ہے کہ بعد نکاح کے کچھ کھانا کھلائیں، تب کھانا منگا کر سب کو کھلایا یہ بھی مسائل اربعین میں ہے۔ اب دیکھئے اگر نکاح میں عقد نکاح کا سرور ہے یہاں یعنی مجلس میلاد شریف میں اُس سے کہیں زیادہ بڑی نعمت یعنی وجود باعث ایجاد عالم کا سرور ہے وہاں خطبہ

marfat.com

میں توحید اور اقرارِ رسالت ہے یہاں بھی وہ مضمون بہ تفصیل و شرح موجود وہاں تقسیم شیرینی و خرما و اطعام ہے یہاں بھی علیٰ ہذا القیاس یہ باتیں موجود ہیں اور اگر سال بسال دائمی ہونے کی مشلیت مطلوب ہو تو محدثین صوم عاشورا کی نظیر دے چکے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی نجات کا شکریہ سال بسال کب سے چلا آتا ہے غرضکہ میلاد شریف کی اصل بھی شرع میں موجود ہے اور نظیر اور مثل بھی بنا، علیہ موافق قول مولوی اسمٰعیل صاحب کے یہ محفل بدعت نہیں۔

موافق تقریر مولوی اسمٰعیل صاحب کے سنت ہونا محفل مولد شریف کا

اب ایک اور تقریر سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ محفل سنت ہے مولوی اسمٰعیل صاحب تذکیر الاخوان میں مجتہدوں کی نکالی چیز کو سنّت میں داخل کرتے ہیں اور مجلس میلاد اگرچہ بدیں ہیئت مجموعی کسی مجتہد مطلق نے خود ایجاد نہیں فرمائی لیکن مجتہدان مطلق نے ایسے عمدہ قاعدے کلیے ایجاد کئے کہ یہ مجلس اُن قاعدوں میں داخل ہوگئی مثلاً حضرت امام مالک حدیث کی تعظیم اس طرح کرتے تھے کہ اوّل غسل کرتے تھے پھر فرش ہوتا چوکی و مسند بچھتی عود و لوبان وغیرہ بخور خوشبو سلگتی پھر منبر پہ بیٹھ کر کمال تعظیم سے بیان فرماتے، لوگوں نے پوچھا: یہ اہتمام کیوں کرتے ہو؟ فرمایا: تعظیم کرتا ہوں حدیثِ رسول اللہ کی۔ تب کسی نے اعتراض نہ کیا اور چُپ ہو گئے۔ امام مالک خیر القرون تبع تابعین میں تھے اور مجتہد تھے اُن کے فعل سے یہ آداب ثابت ہُوئے پھر جس نے ان پہ اعتراض کیا وہ ان کی دلیل معقول سُن کر چُپ ہوا کہ واقعی حدیثِ رسول کی تعظیم ہے۔ پس دوسروں کا سکوت کرنا بعد اعتراض کے یہ بھی قول امام مالک کو مؤید ہو گیا علاوہ بریں اس وقت سے آج تک جمیع کتب حنفیہ مالکیہ شافعیہ میں دستور العمل مکتوب ہو گیا کہ حدیث

marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مکان عالی پر بیٹھنا خوشبو لگانا تعظیم و نظر رکھنا مستحب ہے مدارج النبوۃ اور شرح مواہب وغیرہ سے یہ بات ظاہر ہے اور معلوم ہے سب کو یہ بات کہ محفل مولد شریف میں احادیث و معجزاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اُس میں اس قسم کے آداب کئے جاتے ہیں پس یہاں تک تو محفل مولد شریف فعل خیر القرون میں داخل اور سنّت میں شامل ہے ——— باقی رہا درود و سلام و مدح **کھڑے ہو کر پڑھنا** تعظیماً اس کی اصل بھی مجتہدوں سے ثابت ہے یعنی احمد بن حنبل کے استاد یحییٰ بن سعید منارۂ مسجد سے پُشت لگا کر بیان کرنا شروع کرتے تھے اور بڑے بڑے عالم مجتہد محدث مثل علی ابن مدینی اور ابن خالد اور امام احمد وغیرہ کھڑے رہتے تھے اور تحقیق کرتے حدیثیں اور کوئی ان کی ہیبت اور جلال سے بیٹھ نہ سکتا تھا یہ حال فتاوٰی برہنہ میں موجود ہے ان محدثوں اور مجتہدوں کے فعل سے ثابت ہو گیا اگر کوئی شخص ذکرِ رسول کھڑا ہو کر کرے صحیح ہے اور حضرت حسان منبر پہ کھڑے ہو کر اشعار پڑھا کرتے تھے اور فخر بیان کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، لیکن قاری اور سامعین اول سے آخر تک کھڑا رہنے میں مشقت سمجھ کر کہ ہر کسی کو کھڑا رہنا دشوار ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا پس اسی قدر میں کھڑے ہو جاتے ہیں جس میں اصل ولادت شریف کا ذکر ہوتا ہے کہ یہ جلسہ اسی کی فرحت و سرور کا ہے۔

الحاصل امور مندرجہ مجلس میلاد کا ثبوت مجتہدین مطلق کے قواعد و اعمال سے ہو گیا اور جس وقت ملک ابو سعید مظفر نے محفل مولد شریف کا سامان کیا اور مفتیانِ دین میں اس مسئلہ کا ۶۰۴ھ میں اعلان کیا اُس وقت اگرچہ کوئی مجتہد مطلق موجود نہ تھا لیکن مجتہدین کے چند طبقہ میں اُن میں سے ایک مجتہدین فی المسائل ہوتے ہیں کہ قوتِ نظریہ اُن کی قوی ہوتی ہے اور اپنے امام کی اصل پر

marfat.com

نظر کر کے مسائل غیر منصوصہ میں بنظر اجتہادی حکم دیتے ہیں اس قسم کے مجتہد شافعی و مالکی وغیرہ موجود تھے تواریخ سے ثابت ہے کہ اُس وقت جمیع علماء محفل مولد شریف کو مع امور مروجہ اطعام طعام و تعیین یوم میلاد وغیرہ جائز رکھا پس ان خصوصیات کی اسناد بھی مجتہدین تک پہنچ گئی اور مولوی اسمٰعیل صاحب نے تذکیر الاخوان کے باب تقلید میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ اکثر عالم دیندار متقی اس مسئلہ کو قبول کرلیں تو البتہ وہ بھی معتبر ہے انتہٰی

دیکھیے یہاں اجتہاد کی بھی قید ندارد ہے اب ہم کہتے ہیں کہ اس محفل کو اکثر علماء دیندار متقیوں نے معتبر رکھا ہے اور استحباب کا فتوٰی دیا ہے اور ابو سعید مظفر کے عہد میں علماء بڑے عالی درجہ صحیح النظر جامع فروع و اصول تھے قوت اخذ مسائل غیر منصوصہ اپنی عقل اور ادراک میں رکھتے تھے علاوہ بریں امام شافعی کے قاعدہ میں جو کہ مجتہد فی الشرع تھے محفل مع جمیع خصوصیات و تعینات مروجہ اہلِ اسلام داخل ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ امام شافعی سے بیہقی نے یہ روایت کیا ہے کہ نئی بات اگر ایسی ایجاد ہو کہ قرآن اور حدیث اور اجماع کے حکموں کو نہ مٹاتی اور نہ رد کرتی ہو وہ بدعت حسنہ اور محمود ہے اس کو بُرا نہ کہنا چاہئے۔ پس محفلِ میلاد اس مجتہد کے قول میں داخل ہوگئی کیونکہ یہ کسی قرآن و حدیث و اجماع کو رد نہیں کرتی اور اگر رد کرتی ہے بیان کرو من ادعی فعلیہ البیان الحاصل ہر نہج سے سب کی اسناد مجتہدین تک پہنچتی ہے خواہ تصریحاً خواہ استنباطاً پس یہ محفل سنّت میں داخل ہے اور بدعت نہیں موافق قاعدہ مقررہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے

کسی امام کے مسئلہ پر اگر ہمارے قواعد کے خلاف نہ ہو عمل درست ہے

سوال : تم ساکنانِ ہندوستان حنفی المذہب ہو امام مالک اور شافعی سے

marfat.com

کیوں استدلال کرتے ہو؟

جواب: جو مسئلہ ہمارے امام سے تصریحاً بیان نہ ہوا اور دوسرے اماموں نے اُس کی تصریح کی ہو اور وہ ہمارے قواعد کے مخالف نہ ہو، پس تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب حنفیہ میں، اس کی نظیریں ناظرِ کتبِ فقہ کو مل جائینگی بالفعل ایک مثال لکھتا ہوں، دُرِمختار میں ہے:

واما تقبیل الخبز فجوز الشافعیة انه بدعة مباحة وقیل حسنة۔

یعنی کہا دُرِمختار نے کہ روٹی کو چُومنا یعنی بوسہ دینا جائز رکھا ہے شافعیوں نے کہ یہ بدعت مباح یا مستحب ہے۔

یہ مذہب شافعیوں کا لکھ کر صاحبِ دُرِمختار جو مذہب کے حنفی ہیں لکھتے ہیں کہ:

قواعدنا لا تاباہ یعنی ہم حنفیوں کے قاعدے کچھ اس سے مخالفت نہیں رکھتے۔

پس ثابت ہوا کہ غیر اماموں کے مذہب میں جو بات ایسی ہو کہ ہمارے مذہب میں اس کا ذکر نہ ہو اور ہماری مخالفت بھی نہ ہو اُس کا لے لینا درست ہے چنانچہ تقسیم بدعت حسنہ اور سیئہ کی ہماری کتب فقہ شامی وغیرہ میں برابر مثل مذہب امام شافعی کے مندرج ہے اور اسی طرح قراءۃِ حدیث میں لُوبان وغیرہ سلگانا خوشبو لگانا اونچی جگہ پر بیٹھنا باقتداء امام مالک کتب حنفیہ میں موجود ہے۔

یہ محفل بارہ[۱۲] مہینے جائز ہے بہ تحقیق ادلۂ شرعیہ

مسئلہ: خانہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر یہ محفل کبھی کبھی کرنی جائز بھی ہو تو خیر لیکن خاص

marfat.com

ربیع الاول کی بارھویں تاریخ میں کرنا اس کا' اور وہ بھی ہر سال دائرہ کریں تو کوئی دلیل نہیں ہے۔

جواب ؛ محفل مولد شریف کی تخصیص اس طور پر کہ خاص تاریخ ربیع الاول کی اور پھر جائز نہ ہو، یہ کسی عالم اہلسنت نے تصریح نہیں فرمائی بلکہ اہلِ ایمان جب کر سکیں کریں، عبارتیں فتاوٰی متقدمین کی صریح موجود ہیں۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مورد الروی میں ہے :

بل یحسن فی ایام الشھر کلھا و لیالیھا۔

(بلکہ بہتر ہے مہینہ کے کل دنوں اور راتوں میں)

اس کے بعد ابن جماعہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے :

کان یقول لو تمکنت عملت بطول شھر کل یوم مولدا۔

یعنی ابن جماعہ کہتے تھے اگر مجھ کو مقدور ہوتا مہینہ بھر تک ہر روز مولد کیا کرتا۔

اور سیرت شامی میں علامہ ظہیر الدین ابن جعفر کا فتوٰی یہی ہے ؛

بدعۃ حسنۃ اذا قصد فاعلھا جمع الصالحین و الصلوٰۃ علی النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم و اطعام الطعام للفقراء و المساکین وھذا القدر یثاب علیہ بھذا الشرط فی کل وقت۔

یعنی مولد شریف بدعت حسنہ ہے جب ارادہ کرے ارادہ کرنے والا جمع کرنا صالحین کا اور درود پڑھنا نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم پر اور کھانا کھلانا فقراء و مساکین کو اور ثواب ملتا ہے اس قدر امور پر بشرط مذکور ہر وقت یعنی جب کرے گا ثواب ملے گا۔

اور اصل تحقیق اس میں یہ ہے کہ نصوص قرآنی مطلق ہیں ؛

marfat.com

واذکروا نعمة اللہ علیکم۔

یاد کرنا نعمت اللہ کی جو تم پر ہے۔

اور اسی طرح :

قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذٰلك فلیفرحوا۔

تُو کہہ فضل خدا اور اس کی رحمت کی سو چاہیئے اس پر خوشی کریں۔

اور اسی طرح :

واشکروا نعمة اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون۔

شکر کرو اللہ کی نعمت کا جو تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

پس شکریہ نعمت وجود باجود حضرت رحمۃ للعلمین ہم پر فرض ہوا، اور اسی طرح فرحت کا بھی حکم ہُوا کہ نعمتِ خداوندی پر فرحت و سرور کرو، اور ظاہر ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ نے اس فرحت و سرور اور شکریہ کو موقت کسی وقت کے ساتھ نہیں فرمایا بناءً علیہ حضرت کی ولادت کا فرحت و سرور دائمی ہوا، اسی واسطے جمیع اہلِ اسلام جمیع بلاد اسلامیہ میں شرقاً و غرباً بارہ مہینہ جب کسی سے بن پڑتا ہے مولد شریف کرتے ہیں، اور اسی طرح شکر ولادت نبی کریم علیہ التسلیم جمیع افراد عبادت میں عام رہا اور یہ بات علمائے اصول سے مخفی نہیں کہ فرضیت امر الٰہی کسی فرد میں پائے جانے سے ادا ہو جاتی ہے خواہ وہ کتنا ہی قلیل ہو لیکن قدر مفروض مشروع سے زیادہ کرنا تکمیلِ فرض کے لیے جہاں تک بوجہ مشروع ہو سکے مستحب اور مطلوب ہے اور شرعاً جب یہ بات معلوم ہو چکی تو ثابت ہو گیا کہ شکریہ و فرحت و سرور وجود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دائمی ہے جب ہو سکے اور جس فرد میں ہو سکے عمل میں لائے خواہ اطعام طعام یا تقسیم شیرینی اہلِ ایمان خواہ قرأت قرآن و تلاوت معجزات و انشاد (شعر پڑھنا) مدائح و محامد و مناقب بہیئت آداب و

marfat.com

تعظیم کرے خواہ ان سب باتوں کو جمع کرے پھر شہرِ ربیع الاول کی بارھویں تاریخ یہ افعال و اعمال بجا لائے یا کسی اور تاریخ اور کسی مہینہ میں سب جائز ہے۔ اس تقریر سے مطلق کے سب فرد جائز رہے اگر کوئی یہ ذکر نعمت اللہ بلا قید کرے وہ بھی جائز ہے اور جو مقید قیود آداب مستحسنات سے کرے جن کا ذکر لمعہ رابعہ میں گزر چکا وہ بھی جائز ہے اور یہ بالبداہت معلوم ہے کہ جس قدر مستحسنات و مستحبات شرعیہ محفل میں زیادہ ہوں گے خیر و برکت زیادہ ہوگی اسی وجہ سے اکثر آدمی اس ذکر اقدس کو جہاں تک ہو سکے تعظیم و احترام و زیب و احتشام سے کرتے ہیں کہ اجتماع افراد مستحسنات سے حسنِ معنوی کا تضاعف اور زیب و زینت ظاہری سے شانِ اسلام کا تجمل ظاہر ہو، یہ نہیں جو مانعین کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک بغیر امور مروجہ محفل ذکر اقدس منع ہے حاشا و کلا جب جی چاہے خالی قیود سے بھی مدح و قصائد میلاد وغیرہ پڑھتے ہیں بناءً علیہ اُن پر کوئی غبار نہیں، ہاں مانعین ایک اندیشہ عظیم میں ہیں زیب و تجمل اور تقسیم شیرینی اور اجتماعِ مومنین کو منع کرتے ہیں گویا انہوں نے مطلق کو مقید کر دیا کہ اس ہیئت تجمل کے ساتھ نہ ہو اس کا نام شرع میں نسخ ہے۔ معاذ اللہ!

اس اعتراض کا جواب کہ تم صحابہ سے بھی بڑھ گئے انھوں نے یہ اہتمام نہ کیا

اور یہ اعتراض کہ صحابہ نے اس تجمل کے ساتھ کیوں نہ کیا؟

جواب یہ ہے کہ ان کے وقتوں میں چند مصارف ایسے پیش تھے کہ صرف ہونا روپیہ کا اُن میں قرینِ مصلحت تھا اور اپنی زینت اور تکلف طعام و لباس میں بھی نہ لگاتے جو کچھ پاتے انہیں مواقع میں اُٹھاتے لیکن پھر بھی اصل و سرور ذکر نبی میں ہمارے شریک تھے تجمل سے جلسہ گو نہ کیا اصل عمل تو اُن میں پایا گیا فرحت و سرور

marfat.com

وشکریہ مفروضہ ایک فرد میں بھی ادا ہو سکتا ہے جیسا افراد کثیرہ میں ادا ہوتا ہے اور بہت صحیح طور پر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہم کو پہنچ چکا ہے اپنی اُمت کو ارشاد فرمایا ہے:

قسم اُس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میرے صحابہ کی وہ شان ہے کہ اگر تُم اُحد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں لٹا دو گے تب بھی اُن کے تین پاؤ جَو[1] کے برابر ثواب نہ ملے گا اور نہ ڈیڑھ پاؤ کے برابر۔

یہ حدیث صحیحین میں ہے اس صورت میں اہلِ اسلام بنظرِ تحقیق دیکھیں کہ حضرت عباس کا وہ قصیدہ در باب ذکر مولد خوشی خوشی حضوری حضرت سیّد الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھ دینا اور حضرت حسان کا اشعار فخریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مواجہہ میں اکثر پڑھنا اس تمام ہیئت مجموعی کے افراد کثیرہ کی خیر و برکت سے کہیں زیادہ ہوگا جب اُن کا ڈیڑھ پاؤ جَو خرچ کیا ہوا ہمارے پہاڑ کے برابر سونے سے زیادہ نہ ہو تو یہ اعتراض لغو ہو گیا جو کہتے ہیں کہ تم صحابہ سے بھی بڑھ گئے ہو کہ انہوں نے یہ تجمل نہ کیا تم کرتے ہو، وجہ لغو ہونے کی یہ کہ اُن کا ایک ذکر فرحت اور سرور قلبی سے کرنا ہمارے بہت سے سامانِ فرحت و سرور سے افضل ہے از روئے حدیث، پھر ہم کہاں بڑھ گئے ان سے، ہاں صحابہ اصل اس تذکرہ اور فرحت و سرور وجود با جود نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمارے شریک ہیں بناءً علیہ ہمارا سلسلہ ان سے ملا ہوا ہے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ دیباچہ انتباہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] جَو کا لفظ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے اس حدیث میں ۱۲

marfat.com

باید دانست کہ یکے از نعم خدا تعالیٰ بر اُمتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات آنست کہ تا امروز سلسلہا ۔ ایشاں تا حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم صحیح و ثابت است و اگرچہ اوائل امت را با واخر امت در بعض امور اختلاف بودہ است پس صوفیہ صافیہ ارتباط ایشاں در زمن اول بصحبت و تعلیم و تادب و تہذیب نفس بودہ است نہ بخرقہ و بیعت و در زمن سید الطائفہ جنید بغدادی رسم خرقہ ظاہر شد و بعد ازاں رسم بیعت پیدا گشت و ارتباط سلسلہ ہمہ ایں متحقق است و اختلاف صور ارتباط ضرر نمیکند الیٰ ان قال و علماء کرام ارتباط ایشاں در زمن اول باستماع احادیث و حفظ آں در دُعائے قلب بُود بعد ازاں تصنیف کتب و قراءۃ و مناولۃ و اجازت آں پیدا شد و ارتباط سلسلہ ہمہ نوع ایں امور صحیح است و اختلاف صور را اثری نیست بناءً علیہ۔

اگر فرحت و سرور اور مدح خوانی میں ہمارے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے مابین کچھ ہیئت کا اختلاف ہو تو ہرگز مضر نہیں جب اصل امر ہم میں اور ان میں مشترک ہے۔

اگر کوئی خاص ۱۲ ربیع الاول کو اور ہر سال محفل کرتا رہے

باقی رہی تحقیق تعیین تاریخ سوم اور اُن لوگوں کی یہ نہیں کہ بارھویں ربیع الاول سے غیر دنوں میں جائز نہیں بلکہ اُس میں ایک قسم کی مناسبت سمجھ کر اُس میں زیادہ تر یہ محفل پاک کرتے ہیں اور دلیل شرعی اس پر بھی موجود ہے وُہ یہ ہے کہ شرع شریف میں یہ مضمون پایا گیا ہے **جس روز کسی نعمتِ عظمیٰ کا ظہور ہو** ہر سال اُسی روز خوشی کیا کریں، قرآن شریف میں اس تعیینِ یوم کی مثال یہ ہے کہ جب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اگر آسمان سے ہمارے

marfat.com

لیے خوان کھانے کا اُترے تب عیسٰی علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے یہ فرمایا :

اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاوّلنا و اٰخرنا۔

کہا امام رازی نے تفسیر کبیر میں کہ اس کے یہ معنی ہیں :

یا اللہ ! اتار ایک خوان کھانے کا آسمان سے کہ ہو جاوے وہ ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے یعنی جس دن وُہ مائدہ اُترے اُس کو ہم عید بنا لیں اور ہمارے بعد جو پیدا ہوں وہ بھی اس کو عید بنائیں۔

اُس دن کی تعظیم جاری ہے پس اُترا وہ مائدہ اتوار یعنی یکشنبہ کو اور بنا لیا نصاریٰ نے اُس کو خوشی کا دن کہ اس میں خوشی کرتے ہیں انتہٰی

یعنی وہ لوگ اپنی عبادت گاہ میں جمع ہوتے ہیں یکشنبہ کو مثل جمع اہل اسلام کے اور اُس روز اپنے محکموں میں تعطیل کرتے ہیں، استراحت پاتے ہیں۔ دیکھئے قرآن شریف سے اصل ثابت ہوئی کہ روزِ حصولِ نعمت کو ابداً عید بنا لیا جائے۔

تخصیصِ یوم پر دوسری دلیل صومِ عاشورہ

اور حدیث سے یہ سند ہے کہ ابنِ حجر محدث نے مسلم اور بخاری کی حدیث سے نکالی ہے یعنی جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے یہود کو دیکھا کہ عاشورا محرم کو روزہ رکھتے ہیں، آپ نے پوچھا : کیوں رکھتے ہو ؟ بولے : یہ وہ دن ہے کہ اس میں ڈبو دیا اللہ تعالیٰ نے فرعون کو، بچا لیا موسیٰ علیہ السلام کو، پس روزہ رکھا موسیٰ نے شکراً : فنحن نصومہ شکراً للہ تعالیٰ یعنی ہم اُس دن کو روزہ واسطے شکرگزاری اللہ تعالیٰ کے رکھتے ہیں۔ حضرت نے یہ سُن کر ارشاد فرمایا کہ تمہاری بہ نسبت ہم کو زیادہ مناسبت

marfat.com

ہے موسیٰ سے۔ تب آپ نے روزۂ عاشورا رکھا اور صحابہ کو بھی حکم دیا۔ یہ حدیث صحیح ہے، مسلم اور بخاری میں موجود ہے۔

اب دیکھئے کب فرعون ڈوبا اور کب موسیٰ علیہ السلام نے نجات پائی اور جب سے اب تک وہ شکریہ اُس نعمت کا جاری ہے کہ جب روز عاشورا محرم کا آتا ہے ہر سال اہلِ اسلام اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا تو ایسی بڑی نعمت ہے کہ نزولِ مائدۂ عیسیٰ اور نجاتِ موسیٰ علیہ السلام سے کہیں فائق اور افضل اور اکمل ہے پس یہ دن جب ہر سال آئے کیوں اُس میں فرحت و سرور ظاہر نہ کیا جائے اور شکر الٰہی کیوں ادا نہ کیا جائے جب روز معیّن کا ہر سال موجب اعادۂ شکر سرور ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہو گیا تو روزِ میلادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو نہایت درجہ قابل اس کے ہے کہ اس کو یوم سرور کیا جائے۔

علاوہ ان دلائل کے اور بھی حدیث صحیح در باب تعیّن وقار یابی یوم سرور بباعث ظہور نعمت علماء محققین نے مثل مفتی سعد اللہ صاحب وغیرہ نے بیان فرمائی ہے اور یہ بات تو اس قسم کی ہے کہ ابو عبد اللہ بن الحاج جن کو یہ صاحب اپنا طرفدار شمار کرتے ہیں یعنی اُن کو مانع عمل مولد شریف جانتے ہیں انہوں نے اس تخصیص افضلیتِ ماہِ ربیع الاول کو مسلّم رکھا ہے، عبارت اُن کی مدخل میں یہ ہے:

هذا الشهر العظيم الذى فضل الله تعالىٰ وفضلنا فيه بهذا النبى الكريم الذى من الله تعالىٰ علينا فيه بسيد الاولين و الاٰخرين وكان يجب ان يزاد فيه من العبادة والخير شكرا للمولىٰ على ما أولانا من هذه النعم العظيمة ولكن اشار عليه الصلوٰة والسلام الىٰ فضيلة هذا الشهر العظيم بقوله عليه السلام للسائل

marfat.com

الذی سئلہ عن صوم یوم الاثنین فقال لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ذٰلک یوم ولدت فیہ فتشریف ھذا الیوم متضمن لتشریف ھذا الشھر۔

یعنی یہ مہینہ ربیع الاول کا بزرگ ہے، اللہ نے اس میں ہم پر احسان کیا کہ ایسا سیّد الاوّلین والآخرین پیدا کیا، جب یہ مہینہ آیا کرے ہم کو چاہیئے کہ بطور شکریہ بہت زیادہ اس میں نیکیاں کیا کریں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بزرگی کی طرف اشارہ کر دیا کیونکہ آپ روزہ پیر کا رکھا کرتے تھے جب کسی نے پوچھا: کیوں رکھتے ہو؟

آپ نے فرمایا، میں اس دن پیدا ہُوا ہُوں۔

پس اس سے ثابت ہو گیا کہ جب پیر کا دن بباعث ہونے آپ کے مشرف اور مکرم ہو گیا کل دنوں کی نسبت، پس لابد وہ مہینہ بھی مکرم اور معظم ٹھہرا کل مہینوں میں۔ یہ معنی ہیں کلام ابن حاج کے۔

اور ایک اعتراض دُوسرا جو وارد ہوتا تھا کہ یہ مہینہ اگر افضل تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیوں اس میں اظہار شکریہ وغیرہ کا نہ کیا؟

اس بات کا جواب بھی انہی حضرت ابن حاج نے مدخل میں دے دیا:

وان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزد فیہ علی غیرہ من الشھور شیئا من العبادات وما ذلک الا الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم بامتہ ورفقا بھم لانہ علیہ السلام کان یترک العمل خشیتہ ان یفرض علی امتہ۔

یہ عبارت پہلی عبارت سے ملی ہوئی ہے یعنی ہم کو واجب ہے ربیع الاول میں زیادہ کرنا نیک کاموں کا اگرچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کوئی بات زیادہ اس مہینہ میں نہیں فرمائی، یہ اس واسطے تھا کہ آپ بعض کام چھوڑ دیا کرتے

marfat.com

تھے کہ میرے سبب سے اُمت پر یہ کام فرض نہ ہو جائے۔

پس اُن کے محقق مسلّم الثبوت کا کلام اعتراض تخصیصِ ربیع الاول کی دفعہ میں کافی و وافی ہے۔ والحمدللہ علیٰ ذلک۔

مولد علی الدوام کرنے پر دلیل احب الاعمال ادومھا

دُوسری دلیل اس عمل کی علی الدوام یعنی ہر سال کرنے کی یہ ہے کہ حدیثِ صحیح میں آگیا ہے:

احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل۔

یعنی اللہ کو بہت پیارا وہ عمل ہے جو سدا کو ہووے اگرچہ تھوڑا ہو۔

پس جو شخص سال بھر میں ایک دو مرتبہ محفل کرے گا تو ظاہر ہے کہ تین سو ساٹھ دن میں ایک دن یا دو دن اس عمل پاک کے حصّہ میں آئے پس یہ قلیل ہے۔ جب قلیل ہوا تو اب اس کو دائمی بھی نہ کریں تو کیا اللہ تعالیٰ کو پیارا ہوگا بناءً علیہ۔ طالبِ حسنات کو لازم ہُوا کہ یہ عمل ہر سال کیا کرے۔

آیۂ ورھبانیۃ ابتدعوھا بھی دوامِ مولد کی دلیل

تیسری دلیل اس کے دوام کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ حدید میں ارشاد فرمایا ہے:

ورھبانیۃ ابتدعوھا ماکتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا۔

اور دنیا کا چھوڑ بیٹھنا انہوں نے اپنی طرف سے نیا نکالا، نہیں لکھا تھا ہم نے ان پر، مگر نکالا انہوں نے اللہ کی رضامندی چاہنے کو، پھر نہ نباہا اس کو

marfat.com

جیسا چاہیئے تھا نباہنا۔

یہ آیت جس طرح بدعت حسنہ کے جواز کی دلیل ہے اسی طرح اس پر بھی دلیل ہے کہ اگر کوئی کام نیک اپنی طرف سے ایجاد کرے تو اس کا نباہ اور حق ادا کرنا بھی مناسب ہے۔ تفصیل اس کی یہ کہ جب بنی اسرائیل نے خاص اللہ تعالےٰ کی رضامندی اور اپنی نفس کُشی کے واسطے اپنی طرف سے یہ ایجاد کیا کہ پہاڑوں اور جنگلوں میں اکیلے جا بیٹھتے، موٹے کپڑے پہنتے، نکاح نہ کرتے، لیکن انجام کار پُوری حق گزاری ادا نہ ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا کہ انہوں نے بدعتیں ہماری رضامندی کے لیے ایجاد کیں اور ہم نے حکم نہیں دیا تھا اُن کا، پھر اُن کو نہ نباہا جس طرح چاہیئے نباہنا۔ دیکھئے اس میں ایک تو دلیل پیدا ہوئی کہ بعض بدعتیں اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے لیے بھی ہوتی ہیں، دوسرے یہ کہ اگر ایسی بدعت نکالی تو اس کا پُوری طرح نباہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس بات پر ملامت نہ فرمائی کہ کیوں انہوں نے یہ بدعتیں ایجاد کیں، بلکہ اس بات پر ملامت فرمائی کہ انہوں نے نہ نباہا حق نباہنے کا۔ جب یہ مضمون سے ثابت ہوگیا تو معلوم کرنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ تراویح تین رات پڑھ کر چھوڑ دی تھی نہ اُس میں یہ بیان ہُوا تھا کہ اوّل شب میں اُن کو پڑھنا چاہیئے یا آخر شب میں، اور تمام رمضان کی راتوں میں پڑھنا چاہیئے یا کسی رات میں پڑھ لینا کافی ہے، اور نہ مقدارِ قرأت کا بیان ہُوا تھا کہ ختمِ قرآن ہو یا نہ ہو اور نہ بیان کہ اپنے گھر میں پڑھیں یا مسجد میں، اور نہ کچھ اُس کے لیے اہتمام و انتظام جماعت کا ارشاد ہوا تھا۔ اور اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور میں بھی رہا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس میں اہتمام زیادہ کیا اور حکم دیا تمیم داری کو کہ عورتوں کو تراویح پڑھائے، اور اُبی بن کعب کو حکم دیا کہ مردوں کو نمازِ تراویح

marfat.com

پڑھائیں، اور مردوں کو مسجد میں تراویح کا حکم دیا۔ اور پہلے صحابہ اپنے اپنے گھر میں بلا جماعت پڑھتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں قندیل روشن کیے اور حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ یہ بھی حکم دیا کہ بعد عشاً کے شروع رات میں پڑھا کرو یعنی بطور تہجد پچھلی رات کو مت پڑھو۔ غرضکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس نماز کو کہ حضرت نے کچھ پڑھ کر چھوڑ دی تھی جاری فرمائی اور بعضی خصوصیات و تعینات اُس میں زائد فرمائیں تب بباعث عارض ہونے ہیئت کذائی جدید کے آپ نے بزبانِ خود اس کو بدعت فرمایا لیکن تعریف کے ساتھ فرمایا کہ نعمت البدعۃ یعنی یہ اچھی بدعت ہے۔ اُس وقت صحابہ میں ٹھہرا کہ دیکھو اس نماز کو تم نے اہتمام اور جماعت اور قیود کے ساتھ خود مقید کیا ہے اب اس کو ترک مت کیجیو اور خوب مداومت کے ساتھ پڑھیو ایسا مت کیجیو جیسا بنی اسرائیل نے کچھ باتیں ایجاد کر کے پھر اُس پر پورے عامل نہ ہوئے اُن کو اللہ تعالیٰ نے عتاب کیا ما رعوھا حق رعایتھا کہ اُنہوں نے نہ نباہا حق نباہنے کا۔ یہ قصہ کشف الغمہ میں اور تفسیر رُوح البیان کی سورۂ حدید میں مذکور ہے:

وکان ابو امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول احدثتم قیام رمضان ولم یکتب علیکم فدوموا علیٰ ما فعلتم ولا تترکوہ فان اللہ عاتب بنی اسرائیل فی قولہ رھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ

حضرت ابو امامہ فرماتے تھے کہ تم نے خود اپنے ذمہ لگایا ہے تراویح رمضان کو حالانکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نہیں کی گئی دیکھ اپنے کیے کو سدا نباہیو اور مت چھوڑیو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عتاب کیا ہے بنی اسرائیل پر، کلام پاک میں وہ آیت یہ ہے:

marfat.com

فما رعوها حق رعایتہا ۔ انتہٰی رھبانیۃ ابتدعوھا الیٰ آخرہ۔

جب معنی آیۃ کریمہ کے اور استدلال صحابہ کا اس آیۃ سے درباب جواز احداث بدعت حسنہ اور تاکید مداومت اُس کی سُن چکے تو اب مسئلہ میلاد شریف کا حال سُنو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ ربیع الاول میں کوئی عمل مقرر نہیں فرمایا تھا ابن حاج رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کا عذر بیان کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈرتے تھے کہ مبادا میرے کرنے سے اُمت پر فرض ہو جائے لیکن اشارہ اُس کی فضیلت کا کر دیا کہ میں پیر کے دن اس لئے روزہ رکھتا ہوں کہ اس میں پیدا ہوا ہوں یعنی اس میں اُمت کو اشارہ نکل آیا کہ جب ہفتہ کے سات دنوں میں یہ ایک دن محل عبادت شکریہ ہو گیا بباعث وقوع ولادت کے بس برس دن کے بارہ مہینوں میں ایک وُہ مہینہ بھی بلا شک محل عبادت شکریہ ہوگا جس میں میلاد شریف ہوا اس بنا اور اصل پر اہلِ اسلام نے اس مہینہ میں مجلس شکریہ جو مشتمل چند عبادات بدنی و مالی پر ہے ایجاد کیں، اور اکابر علماء محدثین اور فقہا جن کا نام ہم خاتمہ میں شمار کریں گے اُس کے بانی اور مجوز اور ثنا خوان ہوئے اور اولیاء اللہ جو اہلِ کشف[1] تھے انہوں نے مکاشفات اور منامات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے راضی پایا غرضکہ علماءِ طریقت اور شریعت کے اتفاق سے یہ عمل مستحسن ٹھہرا پس صادق آیا اُس پر وہی مضمون آیہ کریمہ ابتدعوھا

---

[1] اس عاجز نے چھ اولیاء کے قصے اس قسم کے دیکھے ہیں کہ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکاشفات و منامات میں عمل مولد شریف سے خوش پایا ہے یہ قصے کتابوں میں دیکھے ہیں اور اس وقت میں بھی چند صلحاءِ وقت کو بشارت اس محفل شریف کی ہوتی ہے ۱۲

marfat.com

ماکتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ اور مطابق ہوا اُس پر قصہ صحابہؓ درباب تراویح ، پس اگر ہم اس عمل پاک پر مداومت نہ کریں اور ہر سال معین طور پر ادا نہ کریں تو ہم کو بھی وہی اندیشہ ہوگا جو امام ابوامامہ باہلی کو ہُوا جس کے سبب انہوں نے فرمایا ؛

دُوموا[1] علی ما فعلتم ولا تترکوہ ۔

تحقیق قولِ طیبی من اصر علی مندوب وقول ابن عباسؓ لا یجعل احدکم للشیطٰن اور طیبی کا یہ قول :

من اصر علی مندوب وجعل عزمًا ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان ۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ جو آدمی امر مستحب کو واجب اعتقاد کر کے ترک نہ کرے اس میں دخل ہے شیطان کا ۔

علامہ طیبی نے یہ بات قولِ عبداللہؓ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پیدا کی کہ انہوں نے فرمایا :

نہ کرے کوئی تم میں سے اپنی نماز میں حصہ شیطان کا کہ اعتقاد کرے نماز میں یہ بھی واجب ہے کہ بعد سلام پھیر دینے کے نہ پھرے وہ مگر داہنے ہاتھ کی طرف سے اس واسطے کہ میں نے دیکھا ہے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سلام پھیر کر پھر جاتے تھے اپنی بائیں طرف سے ۔ انتہیٰ

اب ہم سے تحقیق اس کی سنو ، نماز کے بعد دہنی طرف پھر جانے سے جو

---

[1] یعنی اب ہمیشہ کرتے رہو جو تم نے کیا ہے اور چھوڑنا مت اس کو ۱۲

marfat.com

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع فرمایا، اس میں دو باتیں خلافِ شرع تھیں:

ایک تو یہ کہ داہنی طرف سے پھرنا سنّت ہے، پھر اگر کوئی اس کو واجب اعتقاد کرے گا تو ظاہر ہے وہ بدل دے گا حکمِ شرع کو، دیکھو تمہارے عالم مسلّم الثبوت مولوی قطب الدین خان صاحب اس حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

"سنّت میں اعتقاد واجب ہونے کا نہ کرے" انتہیٰ کلامہ

دوسرے یہ کہ عبداللہ ابنِ مسعود نے فرمایا کہ "میں نے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں طرف سے پھرتے دیکھا ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ بائیں طرف سے پھرجانا بھی سنت ہے حالانکہ جو شخص داہنی طرف سے پھرجانا واجب اعتقاد کرے گا اُس کے نزدیک بائیں طرف سے پھرنا موافق قانونِ شرع کے مکروہِ تحریمہ ٹھہرے گا کیونکہ واجب کا ترک عمداً مکروہِ تحریمہ ہوتا ہے پس اُس کے اعتقاد کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل یعنی بائیں طرف سے پھرنا جو کہ سنّت تھا وہ مکروہ تحریمہ ٹھہرتا تھا ان دو قباحتوں پر صحابی موصوف نے منع فرمایا کہ تم ایسے اعتقاد کرکے شیطان کا حصہ یعنی گمراہی اپنے دین میں پیدا مت کرو۔ اس حدیث کے موافق طیبی نے فرمایا کہ من امر علی مندوب الیٰ آخرہ پس جو معنی اثر صحابی کے ہیں کہ سنت کو واجب اعتقاد نہ کرے۔ یہ ہی معنی کلام طیبی کے ہوئے اور اگر کوئی شخص مستحب کو مستحب جان کر مداومت کرے اُس کی برائی کلام طیبی سے ثابت نہیں ہوتی اور کس طرح ہووے جب خود حدیث شریف میں عمل کا دوام محبوب ثابت ہو چکا اور مولوی قطب الدین خاں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بسبب اس حدیث کے بُرا جانتے ہیں اہلِ تصوف ترکِ اوراد کو جیسا بُرا جانتے ہیں ترک فرائض کو انتہیٰ

marfat.com

ہم کہتے ہیں پس اسی طرح اہلِ مولد وظیفہ معمولی مولد کو ترک کرنا اچھا نہیں جانتے۔

اعتراضات براہین قاطعہ گنگوہی مع جواب

(۱) یکشنبہ کا عید ہونا اور نیز صومِ عاشورا بحکمِ الٰہی تھا۔

جواب: اگر بحکمِ الٰہی نہ ہوتا تو ہم اس پر قیاس بھی نہ کرتے، جب وہ حکمِ الٰہی ہوا تو خوب صحیح ہو گیا یہ استنباط کہ حصول نعمت کا شکریہ اور سرور ہر سال ابداً کرنا بحکمِ الٰہی ہے بناءً علیہ افراد سابقہ کو نظیر قرار دے کر وہی حکم نعمت وجود نبی کریم علیہ التسلیم میں جاری کیا۔

(۲) روزِ یکشنبہ کا عید ہونا منسوخ ہو چکا اور شریعتِ عیسٰی علیہ السلام منسوخ ہو چکی۔

جواب: کچھ حرج نہیں اگر ان کے لیے وُہ دن کہ جس میں مائدہ نازل ہوا تھا عید ٹھہرا تو ہمارے لیے جس رات کو مادۂ نبی کریم علیہ التسلیم شکمِ جناب آمنہ میں نزول فرما ہُوا اُس کی صبح یعنی جمعہ کا دن ٹھہرایا گیا اور صحیح تر یہ ہے کہ استقرار دُرّہ نورِ محمدیہ صدف رحمِ آمنہ زہریہ میں شبِ جمعہ ہوا تھا جیسا کہ مدارج النبوۃ میں ہے قطع نظر اس سے اگر پہلی ملتیں نسخ ہو گئیں تو سب ملتوں کا ہر حکم تو نسخ نہیں ہوتا۔ ہم کہتے ہیں بروز حصول نعمت شکریہ ابداً ادا ہونا نسخ نہیں ہوا یہ خود آپؐ کے فعل سے ثابت ہے کہ آپ نے شکریۂ نجات موسیٰ میں روزہ عاشورا رکھا۔

(۳) یہود نے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا تھا نحن نصومہ فقط اب اس پر شکراً اللہ تعالیٰ مؤلفِ انوارِ ساطعہ نے افتراء علی الحدیث کیا ہے براہین قاطعہ ص ۱۹۴۔

marfat.com

جواب : یہود کا نحن نصومہ شکراً للہ تعالیٰ کہنا خود ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے، پھر نقل کیا اُن سے جلال الدین سیوطی نے "حسن المقصد" میں طاب اللہ ثراہ اور نیز نقل کیا علی قاری نے مورد الروی میں نور اللہ مرقدہ ذرا کتابوں پہ نظر بھی چاہیئے یُوں ہی زبان اُٹھا کر مفتری کہنا اچھا نہیں، قیامت کو ہر لفظ کا محاسبہ ہوگا اور واضح ہو کہ لفظ شکراً للہ کی جگہ تعظیماً کا لفظ بھی روایت میں آیا ہے۔ یہ عبارت کہ "نحن نصومہ تعظیما لہ" بخاری اور مسلم نے صحیح میں اور حضرت غوث الثقلین نے غنیۃ الطالبین میں اور ابو اللیث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں روایت کی ہے، یہ بھی وہی معنی دیتی ہے جو شکراً کی روایت دیتی ہے۔

(۴) صفحہ ۱۶۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صومِ عاشورا شکراً وسروراً نہیں رکھا اور معنی احق بموسیٰ منکم کے یہ ہیں کہ اتباعاً لا سروراً وشکراً۔

جواب : آپ انکار فرماتے ہیں اور مذہب حنفیہ کے بڑے امام ابو جعفر طحاوی معانی الآثار میں ہمارے معنی کی تصریح فرماتے ہیں صفحہ ۳۳۰ مطبوعہ مصطفائی ففی ہذا الحدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما صامہ شکراً للہ عز وجل فی اظہار موسیٰ علیٰ فرعون پھر اکیس سطر بعد لکھا وقد اخبر ابن عباس فی الحدیث بالعلۃ التی من اجلہا کانت الیہود تصومہ انہا علی الشکر منہم للہ تعالیٰ فی اظہار موسیٰ علی فرعون ان رسول اللہ صلی اللہ ایضا صامہ کذلک والصوم للشکر اختیار لا فرض۔

پس جس طرح کلام ابن حجر و سیوطی سے سمجھا گیا تھا اسی طرح امام کبیر مذہب

marfat.com

حنفیہ سے بھی ثابت ہوگیا کہ یہود اس روزہ کو شکریہ رکھتے تھے پھر حضرت نے بھی شکریۃً رکھا، اور خود مولف براہین نے جب بیان کیا سطر ۱۶ صفحہ ۱۶۵ میں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہم متبع موسیٰ کے ہیں انتہیٰ

اور معلوم ہے یہ بات کہ موسیٰ علیہ السلام نے روزۂ شکر رکھا تھا کہ ان کو نجات ہوئی صفحہ ۱۶۴ براہین میں ہے:

فصامہ موسیٰ شکراً۔

پس حضرت کا روزہ اس تقریر سے بھی شکراً ہوگیا بعلت اتباع کیونکہ تابع و متبوع کا حکم ایک ہوتا ہے۔

اب واضح ہو کہ وہ روزہ ہم بھی رکھتے ہیں تو وہ شکریہ اب تک باقی ہے ہزارہا سال ہو چکے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت وجود باجود کا شکریہ اگر ابداً جاری رہے تو کیا بڑی بات ہے اور اس کو شروع سے کیا منافات ہے!

مولد میں قیام بدعتِ سیئہ ہرگز نہیں، حضرت کی تعظیم عبادت

لمعہ سادسہ

اعتراض کرتے ہیں کہ قیام بدعت سیئہ اور شرک ہے بچند دلائل، ایک یہ کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا محفل میں شرک ہے اس لیے کہ یہ عبادت ہے اور خاص صورت نماز کی ہے اور کرنا عبادت کا غیر اللہ کے واسطے شرک فی العبادت ہے دوسری قباحت یہ کہ لکھا نجم الدین قنوجی نے: قیام کرنے والے یوں سمجھتے ہیں گویا اسی وقت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم شکمِ مادر سے تشریف باہر لاتے ہیں اور یہاں حاضر ہیں یہ کفر اور شرک ہے۔ تیسری قباحت یہ کہ یوں سمجھتے ہیں کہ روح نبی

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں آیا کرتی ہے اور یہاں حاضر ہے ، یہ اعتقاد شرک ہے۔

جواب ان امور کا یہ ہے کہ ذکر اللہ و ذکرِ رسول اگر کوئی کرے گا ، تین حالت سے خالی نہیں ؛ کھڑا ہو کر کرے یا بیٹھ کر یا لیٹے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تینوں حالتوں کی بہ نسبت یہ ارشاد ہوا ہے ؛

فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم۔

یعنی ذکر اللہ کرو کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں پہ لیٹے ہوئے۔

لیکن لیٹ کر تو وُہ اذکار ہیں جو خاص وقت سونے کے احادیث میں وارد ہوئے یا کوئی تھکا ہوا سُستی چڑھا ہوا یا مریض ہو اس لیے کہ جب آدمی تندرست اور چاق ہوتا ہے تو ذکر اللہ اور ذکرِ رسول لیٹ کر کرنا ادب نہیں سمجھتا ، چنانچہ نماز میں بھی قیام و قعود تو تجویز ہوا لیکن لیٹنا نہ ہوا مگر واسطے مریض کے۔ پس عبادت کے لیے حالتِ ادب دو مقرر ہوئیں ؛ قیام اور قعود۔ اس کی تین شکلیں ہیں ، کُل ذکر قیام میں کرے یا کُل قعود میں یا کچھ قیام میں کرے اور کچھ قعود میں۔ یہ تینوں شکلیں مضمون کلام اللہ میں داخل ہیں اُن میں کی ایک شکل بالکل منطبق ہے جلسہ مولود شریف پر، کیونکہ اس میں کچھ روایات و معجزات بیٹھ کر پڑھے جاتے ہیں اور کچھ درود و سلام یا مدح کھڑے ہو کر ایک مضمون ہوا منجملہ تین مضامین مندرجۂ آیہ کریمہ کے اور ایک فرد ہوا افراد ثلثہ ثابتہ بالکتاب سے ، پس لفظِ بدعت کا اطلاق اس پر صحیح نہیں ، بدعت وُہ ہے جس کی کچھ سند نہ ہو نہ کتاب سے نہ سنّت سے نہ لفظاً نہ اشارتاً ، جیسا کہ مولوی اسحٰق صاحب نے مأتہ مسائل میں لکھا ہے : ہاں ایک وجہ خاص کے سبب کہ وہ قیام اُسی وقت کیا جاتا ہے کہ جب میلاد شریف کا ذکر آتا ہے نہ قبل اس کے اور نہ بعد اور نیز بباعث مداومت

marfat.com

کے کہ دائمی کیا جاتا ہے اس موقع میں اگر لفظ بدعت کا اطلاق اس پر کریں صحیح ہے لیکن بدعت موافق مذہب صحیح مفتی بہ جمہور اسلام کے دو طرح ہے، سیئہ اور حسنہ۔ سیئہ وہ جو مخالف قرآن یا حدیث یا اجماع کے ہو، سو یہ بات تو اس قیام میں نہیں، اس لیے کہ اگر کوئی آیت قرآن کی یا کوئی حدیث اس بات میں آتی ہو کہ ایسے موقع میں کھڑا ہو کر مدح اور سلام پڑھنا منع ہے یا اس بات پر علماء اُمت کا اجماع ہو گیا ہوتا تو اس کے مخالف یہ حکم استحباب قیام کا بدعت سیئہ ہوتا اور نہی تو ہرگز وارد نہیں اس موقع خاص کے کیا علی العموم قیام تعظیمی کے لیے شرع میں نہی وارد نہیں ہوئی سوائے قیام مروجہ عجمیوں کے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے،

پس جبکہ نہی ثابت نہ ہوئی تو موافق اصول وقواعد مقررہ مسلمہ علماء فقہ کے جن کو علامہ شامی اور محقق ابن ہمام وغیرہ لکھتے ہیں کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے یہ قیام مباح امر ٹھہرا اور بدعت سیئہ نہ ہوا بلکہ بباعث مقرون ہونے نیت تعظیم شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحب اور مستحسن ہو گیا، بیان اس کا یہ ہے کہ نصوص قرآنی وتعزروہ وتوقروہ اور آیہ من تعظیم شعائر اللہ ناطق ہیں کہ تعظیم آپ کی مطلوب ہے شرعاً اسی واسطے لکھا مجمع البحار کی جلد دوسری تحقیق لفظ صدق میں فتعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل القرب یعنی تعظیم آپ کی افضل قربات وعبادات سے ہے۔

اور شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں،

وذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتعظیم وطلب الخیر من اللہ تعالیٰ فی حقہ آلۃ صالحۃ للتوجہ الیہ۔

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ساتھ تعظیم اور آداب کے اور آپ کے

marfat.com

حق میں اللہ تعالیٰ سے خیر کا طلب کرنا عمدہ آلہ ہے آپ کی توجہ کے لیے۔

اور لکھا قاضی عیاض نے شفا میں:

واجب علی کل مؤمن عند ذکر النبی صلی اللہ علیہ ان یوقر و یاخذ فی قلبہ ھیبتہ و اجلالہ۔

واجب ہے ہر مسلمان پر جب ذکر ہو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا، توقیر کرے اور دل میں ہیبت اور بزرگی ان کی بٹھلائے۔

جب یہ معلوم ہوا کہ توقیر و تعظیم آپ کی مطلوب ہے تو یہ قیام بھی چونکہ مفید تعظیم شان رسول ہے مطلوب ہوا بناءً علیہ اس قیام کو اگر اس سبب سے کہ خاص اس موقع میں صدر اول سے منقول نہیں بدعت کہیں گے تو بباعث داخل ہونے اس کے تحت قاعدہ شرعیہ تعظیم کے احسن اور مستحسن کہیں گے مجمع البحار اور شرح مسلم نووی کی عبارت بیانِ بدعت میں گزر چکی کہ بدعت حسنہ کی ایجاد میں ثواب ملتا ہے خواہ وہ طریقہ تعلیم علم کا ہو یا عبادت کا یا ادب کا سواء کان ذلک تعلیم او عبادۃ او ادب۔ پس یہ قیام جو ایجاد کیا گیا ہے یہ طریقہ ادب کا ہے بناءً علیہ یہ مستحسن ہوا، چنانچہ مولد کبیر ابن حجر اور سیرت حلبی اور تفسیر روح البیان و عقد الجواہر میں اس کے استحسان پر تصریح ہے اور عمل ہے اسی پر حرمین شریفین اور جمیع بلادِ اسلامیہ میں جن ملکوں کا ذکر اس رسالہ میں ملّا علی قاری وغیرہ کے کلام سے نقل کیا گیا ہے بھلا جو عمل باتفاق سواد اعظم مستحب اور مستحسن ہو اس کو بدعت سیئہ اور بدعتِ ضلالت کہنا کس قدر آئین انصاف و تدین کے خلاف ہے اور شرک اور کفر کہنا اس کا تو محض فضول ہے اس لیے کہ شرح عقاید نسفی میں معنی شرک کے یہ لکھے ہیں کہ شرک اس کو کہتے ہیں کہ کسی کو خدائی میں شریک کرے یعنی جیسے اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے ایسا ہی کسی دوسرے کو مستقل بالذات واجب الوجود

marfat.com

سمجھے یا جس طرح خدا کو مستحقِ عبادت جانتے ہیں دوسرے کو مستحقِ عبادت جانے انتہیٰ
اور وقت ذکر ولادت شریف کھڑا مدح وسلام پڑھنے میں یہ دونوں باتیں نہیں پھر
شرک کیسا، اور اگر متقدمین یعنی عقائدِ حنفی کا کلام نہیں سنتے اپنے متاخرین ہی کا
کلام سُنو۔

تحقیق سجدہ لغیر اللہ

مولوی اسمٰعیل صاحب تقویت الایمان
کی فصل شرک فی العبادت میں
کہتے ہیں: اللہ کی سی تعظیم کسی اور کی نہ کی چاہیئے اور جو کام اس کی تعظیم کے ہیں
وہ اوروں کے واسطے نہ کیجئے انتہیٰ کلامہ۔

اب قیام کو دیکھنا چاہیئے کہ خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے یا اور کسی کے
واسطے بھی ہے اور قیام دست بستہ عبادت بھی ہے یا نہیں۔ سو مولوی اسمٰعیل
صاحب کے دادا پیر شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی پارہ الم میں لکھتے ہیں:

درحقیقت چیزیکہ نماز از غیر نماز تمیز پیدا کند ہمیں اند رکوع وسجود قیام
اختصاص بنماز بلکہ بعبادت ہم ندارد انتہیٰ

اور علامہ حلبی نے لکھا ہے شرح کبیر مُنیہ میں:

والقیام لم یشرع عبادۃ وحدہ و ذلک لان السجود غایۃ
الخضوع حتی لو سجد لغیر اللہ یکفر بخلاف القیام۔

اور خالی قیام شرع میں عبادت نہیں یہ اس واسطے کہ سجدہ نہایت
درجہ کی عاجزی ہے کہ غیر اللہ کو کرے گا کافر ہو جائے گا بخلاف قیام کے یعنی قیام
اگر غیر اللہ کے لیے کرے گا تو کافر نہ ہوگا۔

شاہ صاحب اور حلبی کی عبارتوں سے ظاہر ہو گیا کہ قیام خود فی نفسہ

marfat.com

عبادت نہیں اور نہ کچھ نماز اور عبادت کے ساتھ اِس کو خصوصیت، پس اللہ کی خاص تعظیموں میں قیام کو شمار کرنا خود اپنے بزرگوں کے کلام کو رد کرنا ہے۔

خلاصہ یہ کہ نماز میں جو قیام عبادت گنا جاتا ہے وہ بباعث اشتمال چند قیود کے عبادت گنا گیا ہے طہارت کامل اور استقبال قبلہ کا شرط ہونا اور قرأت کا واقع ہونا اور وسیلہ لتکرار الرکوع والسجود ہونا اگر نماز میں اِن باتوں کا خیال نہ ہوتا تو نماز میں قیام مشروع نہ ہوتا بخلاف سجدہ و رکوع کے کہ یہ خود عبادت اصل مقصود ہے اور خاص خدا تعالیٰ کا حق ہے اس لیے قرآن وحدیث ناطق ہیں اس پر کہ غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں۔

اب اس سجدہ کا حال کتبِ معتبرہ سے سُنیے۔ مولوی اسحٰق صاحب مائۃ مسائل کے مسئلہ سی وسوم میں لکھتے ہیں:

سجدہ کردن غیر خدا را قبر باشد یا غیر قبر حرام وکبیر است و اگر بجہت عبادت غیر خدا را سجدہ کند موجبِ کفر وشرک است۔ انتہیٰ

اور یہی مضمون تفسیر عزیزی پارہ الم میں ہے۔ اب دیکھیے اُن کے بزرگوار تو عین سجدہ میں بھی تفریق کرتے ہیں کہ عبادت کے لیے دوسرے کو سجدہ کرنا شرک ہے اور اگر نیت عبادت کی نہیں تو حرام ہے شرک نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی جلد ثانی مکتوبات کی مکتوب نود و دوم میں لکھتے ہیں:

بعضے از فقہا ہر چند سجدہ تحیت السلاطین تجویز نمودہ اند اما لائق حال سلاطین عظام آں است کہ دریں امر بحضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ تواضع نمایند انتہیٰ

اس عبارت سے معلوم ہُوا کہ بادشاہوں کے لیے بھی بعض فقہا نے سجدہ کرنا جائز لکھا ہے لیکن حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کو تواضع اور عاجزی چاہیے لوگوں سے سجدہ نہ کرائیں۔ جب عبادت مخصوصہ جو خاص خدا کا حق تھا یعنی سجدہ

marfat.com

بغیر نیت عبادت کے شرک نہ ہُوا بلکہ بعض فقہا نے جائز بھی رکھا بقول حضرت مجدد۔
افسوس ان زبان درازوں کی تعدی اور عام مہالات پر کھنے فقط قیام جو ہرگز اصل عبادت نہیں شرک اور کفر کس طرح ہو سکتا ہے۔ واضح ہو کہ پہلی اُمت میں سجدہ بھی دوسروں کو واسطے تعظیم کے جائز تھا یوسف علیہ السلام کے پاس جب ان کے باپ یعقوب علیہ السلام اور ان کی خالہ اور سب بھائی ملک مصر میں آئے جب ملاقات یوسف علیہ السلام سے ہُوئی تو اس وقت کا حال قرآن شریف میں ہے،

خروا لہ سجدا۔

یعنی حضرت یوسف کے والد اور خالہ اور بھائی یہ سب حضرت یوسف کے آگے سجدہ میں گر پڑے تعظیماً۔

اور اسی طرح جب آدم علیہ السلام کے لیے فرشتوں کو حکم دیا سجدہ کا قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لِاٰدم اُس وقت سب فرشتوں نے سجدہ کیا آدم کو سوائے شیطان ملعون کے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے،

فسجدوا الّا ابلیس۔

یہ ذات شریف اُس وقت غرور میں رہی سجدہ نہ کیا جہنمی بن گیا، لعنت کا طوق گلے میں پڑا۔

امام فخر الدین رازی نے پارہ تلک الرسل میں لکھا ہے،

ان الملٰئکۃ امروا بالسجود لاجل ان نور محمد علیہ السلام فی جبھۃ آدم۔

بیشک فرشتے حکم دئے گئے سجدہ آدم کا اس لیے کہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آدم کی پیشانی میں تھا۔

اور شاہ عبد العزیز نے لکھا ہے کہ فرشتوں نے جو سجدہ کیا آدم علیہ السلام کو، اور اخوانِ یوسف نے یوسف علیہ السلام کو۔ وہ عبادت کے لیے نہ تھا ایسا

marfat.com

سجدہ کبھی جائز نہیں ہُوا کیونکہ یہ محرمات عقلیہ سے ہے اور محرماتِ عقلیہ کبھی نہیں بدلیں بلکہ وہ سجدۂ تعظیمی تھا اب اِس اُمت میں وہ بھی حرام ہے انتہی ملخصاً

قبر شریف پر دست بستہ کھڑا ہو

اس تحقیق سے معلوم ہُوا کہ سجدۂ تعظیمی اِس امت میں حرام تو ہے لیکن شرک اور کفر نہیں ہے جب عبادت خاصہ مخصوصہ باری تعالیٰ کا یہ حال ہو پھر قیام کس طرح شرک ہو سکتا ہے اگر ہاتھ باندھ کر کھڑا شرک ہوتا کبھی علماءِ دین واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز نہ رکھتے قبر شریف کی زیارت میں صاحبِ جذب القلوب (شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

در وقت سلام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقوف در آنجناب ماعظمت دست راست را بر دستِ چپ بہ نہد چنانچہ در حالت نماز کرمانی کہ از علماء حنفیہ است تصریح باین معنی کردہ انتہیٰ۔

اور ملّا علی قاری نے بھی کرمانی سے یہ ہاتھ باندھنا مثل نماز کے نقل کیا کتاب دُرالمفیہ میں۔ اور مدینہ جانے والے خوب جانتے ہیں کہ وہاں اسی پر عمل ہے اور اس کے خلاف پر کہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونے کو منع کریں ہرگز عمل نہیں اور علامہ محمد بن سلیمان مکی شافعی نے کہ آب حاشیہ مناسک خطیب شربینی میں لکھا ہے:

فالاولی لہ وضع یمینہ علی یسارہ کالصلوٰۃ کما اقتصر علیہ فی الحاشیۃ واقرہ ابن علان و آخر کلامہ فی الجواہر یشیر الی المیل الیہ انتہیٰ۔

بہتر ہے زیارت کرنے والے کو وقت زیارت داہنا ہاتھ رکھنا بائیں ہاتھ پر نماز کی طرح، یہی ایک بات لکھی ہے حاشیہ میں اور مان لیا اس کو ابن علان نے اور آخر کلام اس کا جواہر میں اشارہ کرتا ہے کہ میلان اس کا اسی بات پر ہے یعنی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا چاہیئے۔

marfat.com

اور فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے در باب زیارت قبر شریف ،

ویقف[1] کما یقف فی الصلوٰۃ۔

اب دیکھئے سب علماء شافعی و حنفی نماز کے ساتھ تشبیہ دے کر کہتے ہیں کہ جس طرح نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اسی طرح حضرت کے روضہ مبارک کے سامنے باادب کھڑا ہو، اب اس میں دو احتمال ہیں یا تو یہ علماء سمجھتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر باادب کھڑا ہونا کچھ عبادت نہیں اور نہ مخصوص خدا کے ساتھ جیسا کہ کلام شاہ عبدالعزیز وغیرہم سے ہم نقل کر چکے پس جب مخصوص خدا کے ساتھ نہیں تو کیا مضائقہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اس طرح کھڑے ہوں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا خاص ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو شاید یہ سمجھا ہو کہ رسول اللہ کی تعظیم میں کھڑا ہونا غیر اللہ کی تعظیم نہیں بلکہ یہ گویا خود اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔ چنانچہ بعض آیات سے یہ مضمون مفہوم ہوتا ہے، قرآن شریف میں ہے :

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔

اور دوسری جگہ فرمایا :

ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے :

جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے۔ انتہٰی

---

[1] اور کھڑا ہووے جس طرح نماز میں کھڑا ہوتا ہے انتہٰی

اب سب صاحب خیال فرمائیں کہ نماز میں کس طرح کھڑے ہوتے ہیں دست بستہ یا فرو ہشتہ۔

marfat.com

اور تفسیر روح البیان[1] میں ہے ؛

كان المقصود بالمبايعة منه عليه السلام المبايعة مع الله وانه عليه السلام انما هو سفير و معبر عنه تعالىٰ وبهذ الاعتبار صاروا كانهم يبايعون الله وبالفارسية آنانكه بيعت مے كنند با تو جزين نيست كه بيعت مے كنند باخدائى چه مقصود بيعت اوست وبرائے طلب رضائے اوست انتهىٰ كلام روح البيان۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کرنے سے اصل مقصود ذاتِ باری تعالیٰ سے بیعت کرنا تھا کیونکہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سفیر اور نائب ہیں اس اعتبار سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین گو ذات باری تعالیٰ سے بیعت کرنے والے ہیں، فارسی میں ترجمہ یہ ہوگا اے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے جو صحابہ کرام بیعت کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں جز نیست وہ خدائے ذوالجلال سے بیعت کا شرف حاصل کر رہے ہیں کیونکہ اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی بیعت اور اس کی رضا کا حصول ہے انتہی کلام

اور وقتِ بیعت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لوگوں کے ہاتھ پر تھا اس کو قرآن شریف میں یوں فرمایا ہے ؛ يد الله فوق ايديهم۔

شاہ عبد القادر نے معنی اس کے لکھے کہ ؛

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے۔

اور تفسیر مدارک میں ہے ؛

يريد ان يد رسول الله صلى الله عليه وسلم التى تعلو ايد البايعين هى يد الله تعالىٰ والله منزه عن الجوارح وعن صفات الاجسام وانما المعنى تقدير ان عقد الميثاق مع الرسول كعقده مع الله من غير تفاوت بينهما۔

---

[1] روح البیان سورۃ الفتح ۱۹/۹

marfat.com

یعنی رسول اللہ کی بیعت ہے کچھ فرق نہیں۔ خلاصۂ کلام یہ کہ اگر یہ قیام دست بستہ عبادت نہیں چنانچہ مذہبِ علماء و قولِ فقہا یہی ہے تو محفل مولد شریف میں کھڑا ہونا شرک اور کفر ہرگز نہ ہوا اور اگر اس کو زبان زوری سے خواہ مخواہ علمائے دین کی عبارت قرار دیتے تو ہم یہی جواب دیں گے کہ اگر یہ عبادت ہے تو بھی اللہ ہی کے واسطے ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا ہمارے لیے بڑی نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس وقت اِس ظہورِ نعمت کا بیان ہوتا ہے ہم تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں بایں معنیٰ کہ اے اللہ! ہم نے تیری اس نعمت بھیجی ہوئی کو عظیم جانا اس میں دو باتیں حاصل ہوئیں:

ایک یہ کہ تعظیم نکلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ آپ کی تشریف آوری عالم دنیا کا ذکر سُن کر بہ ہیئتِ تعظیم کھڑے ہو گئے۔

دوسرے یہ کہ یہی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعینہٖ تعظیم ہو گئی اللہ تعالیٰ کی کیونکہ نعمت کی تعریف خود منعم کی تعریف ہے اور نعمت کی تعظیم سراسر منعم کی تعظیم، پس یہ دست بستہ کھڑا ہونا درحقیقت منعمِ حقیقی کے سامنے ہے شکریہ عطاءِ نعمت میں۔

اب خیال فرمائیے کہ اس معنی کو شرک اور کفر سے کیا علاقہ! فماذا بعد الحق الا الضلال۔

یہ عقیدہ کسی کا نہیں کہ حضرت اس محفل میں پیدا ہوئے معاذ اللہ

ایک قباحت کا جواب تو ہو چکا اب[1] دوسری قباحت کا جواب

---

[1] یعنی جو اعتراض تھا مانعین کا کہ دست بستہ کھڑا ہونا شرک ہے اس کا جواب

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

سُنیے کہ تمام مولد شریف پڑھنے والے اپنی زبان سے خوب تصریح اور توضیح سے تعینِ یومِ ولادت کی شرح کرتے ہیں۔ شاہ سلامت اللہ صاحب کے مولد شریف میں ہے:

بارھویں تاریخ ربیع الاول کی صبح صادق کے وقت پیر کے دن حضرت پیدا ہوئے اور مولد شریف غلام امام شہید میں ہے بارھویں تاریخ ربیع الاول دوشنبہ کے دن وقت صبح صادق بعد چھ ہزار سات سو پچاس (۶۷۵۰) برس کے زمانہ آدم سے اسی قسم کی عبارتیں راحۃ القلوب وغیرہ رسائل میلادیہ اردو زبان میں ہیں اور عربی مولد برزنجی میں ہے:

ولما تم من حمله تسعة اشهر قمرية ولدته صلى الله عليه وسلم يتلألأ لأسنا ه۔

(بارھویں ربیع الاول کو پیر کے دن جو بڑے صاحبِ بزرگی ہیں (یعنی سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پیدا ہوئے۔

اور علامہ غرب مدنی کے مولد میں ہے:

بثان عشر من ربيع الاول فى يوم الاثنين المفخم ذى المجدى۔

ان رسائل میں روز، شہر و سال ولادت کا صاف اقرار ہے کہ آپ اُس زمانہ میں پیدا ہوئے نہ یہ کہ اب محفل میں پیدا ہوئے نعوذ باللہ منہا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تو ہو چکا اب دوسری قباحت کا جواب شروع ہوتا ہے یعنی یہ افترا کہ بانیانِ محفل یوں جانتے ہیں گویا اب اس محفل میں آپ پیدا ہوئے نعوذ باللہ منہا الف الف مرۃ

marfat.com

تردید اس کی جو اعتقاد حضورِ روح مبارک کو شرک قرار دے

اب تیسری قباحت کا جواب بہ نسبت **تشریف لانے روح پُرفتوح صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** کے سُننا چاہیئے کہ حضرت کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں تشریف لاتے ہیں شرک ہے ہر جگہ موجود خدا تعالیٰ ہے اللہ سبحانہٗ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی۔

جواب: خدا کے حاضر ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ تم عظمت اور وسعت عرش عظیم کی اور فراخی کرسی کی خیال کرو کہ ان کے آگے سات آسمانوں کی کیا حقیقت ہے پھر کرۂ ناری اور ہوائی اور مائی کو خیال کرو کہ آسمان کے آگے ان کی کیا وسعت ہے! پھر ان کرّات کے آگے زمین کو دیکھو کہ اس کی وسعت کو کرّات سے کیا نسبت ہے، پھر زمین کے چوتھائی حصہ کو دیکھو جو پانی سے نکلا ہوا ہے پھر اُس باہر نکلے ہوئے میں جنگل اور پہاڑ اور بستیاں کس قدر ہیں اور آدمیوں سے آباد ہیں اور اس آبادی میں کفار کس قدر ہیں اور مسلمان کس قدر، اور مسلمانوں میں مولد شریف کرنے والے کس قدر اور نہ کرنے والے کس قدر! پس ان سب مراتب کے خیال اور فکر کرنے سے معلوم ہو جائیگا مرد مصنف کو کہ اللہ تعالیٰ کا حاضر ہونا تو اِس درجہ میں ہے کہ عرش کرسی آسمان لوح وقلم ساتوں زمین اور جمیع جبال وبحار وبیان وعمرانات وغیرہ ہر مکان ہر زمان ہر آن کی نسبت وہ حاضر اعتقاد کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نے یہ اعتقاد کیا کہ وہ مواقع مولد خوانی میں تشریف لاتے ہیں تو یہ زمانہ اور وہ مواقع بہ نسبت ان تمام ازمنہ اور مقامات مذکورہ بالا کے

marfat.com

کس شمار اور کس حصہ میں داخل ہیں کہ بس ان مواقع میں تشریف لانے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری لازم آگئی اور شرک ہوگیا نعوذ باللہ منہ اور عقیدہ اہلسنت وجماعت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اسی طرح اور اسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے دوسرے میں نہیں ہوتی اور خصوصیت کے معنی یہ ہیں کہ یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ اور روئے زمین پر کُل جگہ موجود ہوجانا کچھ خاصہ مضمون خدا کے ساتھ نہیں تفسیر معالم التنزیل اور رسالہ برزخ جلال الدین سیوطی اور شرح مواہب علامہ زرقانی میں ہے کہ ملک الموت قابض ہے جمیع ارواح جن وانس و بہائم اور جمیع مخلوقات کا، اور اللہ تعالےٰ نے کردیا ہے دنیا کو اس کے آگے مثل چھوٹے خوان کے۔ ایک روایت میں آیا ہے مثل طشت کے فیقبض من ھھنا ھھنا فی اٰن واحد یعنی اِدھر سے لے لیتا ہے جان کو اور اُدھر سے۔ اب خیال کرو کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کس قدر چیونٹی مچھر کیڑے مکوڑے اور چرند پرند درند اور آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہوتا ہے۔ اور مشکوٰۃ میں ہے:

"ملک الموت وقتِ موت میت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی۔"

یہ حدیث طویل ہے۔

اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتی میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابنِ مندہ سے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ:

ملک الموت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نیک یا بد نہیں آدمیوں کا جس کی طرف مجھ کو توجہ نہ ہو رات دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وہ خود بھی اپنے کو اس قدر

marfat.com

پہچانتے نہیں۔

اور یہ بھی روایت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ ملک الموت نمازوں کے وقت آدمیوں کو دیکھتا ہے کہ یہ ہمیشہ نماز پڑھتا رہا اُس سے شیاطین کو دفع کرتا ہے اور کلمہ طیبہ تلقین کرتا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ مقرب ہے دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے دُرمختار کے مسائلِ نماز میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا ہے۔ بعد اس کے لکھا ہے

واقدرہ علی ذلك كما اقدر ملك الموت علیٰ نظیر ذلك۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دے دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے انتہیٰ کلامہ

اب عالم اجسام محسوسہ میں اس کی مثال سمجھئے کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادیِ دنیا کی اگر سیر کرے جہاں جائے گا چاند کو موجود پائے گا اور سورج کو بھی پائے گا پھر اگر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود، تمہارے قاعدہ سے چاہیے وہ کافر ہو جائے کہ اس نے چاند کو ہر جگہ موجود کہا حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرک ہے نہ کافر خاص مسلمان ہے۔ پس اسی طرح سمجھو کہ جب سورج سب جگہ یعنی اقالیم سبعہ میں موجود ہو کہ وہ چوتھے آسمان پر ہے، روحِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو ساتویں آسمان پر علیین میں موجود ہے اگر وہاں سے آپ کی نظر مبارک کُل زمین کے چند مواضع و مقامات پر پڑ جائے اور ترشح انوار فیضان احمدی سے کل مجالس مطہرہ کو ہر طرف سے مثلِ شعاعِ شمس محیط ہو جائے کیا محال اور کیا بعید ہے۔ علامہ زرقانی نے ابوالطیب کا شعر شرح مواہب اللدنیہ کی فصل زیارت قبر شریف میں نقل کیا ہے، ؎

marfat.com

کالشمس فی وسط السماء و نورھا　　یھدی الیٰ عینک نورا ثاقبا
یغشی البلاد مشارقا و مغاربا　　کالبدر من حیث التفت رأیتہ

یعنی جس طرح سورج آسمان کے بیچ میں ہے اور روشنی اس کی پھیلی ہوئی ہے مشرق سے مغرب تک اور جس طرح چاند جہاں سے تُو اس کو دیکھے اُسی جگہ سے تیری آنکھوں میں نور بخشے گا انتہی کلامہ

فرق یہ ہے کہ سورج اور چاند کے دیکھنے کی آنکھ اللہ تعالیٰ نے کھول رکھی ہے اُس کے ذریعہ سے بینا آدمی دیکھ کر کہہ دیتا ہے چاند ہر جگہ موجود ہے اندھا مادر زاد یُوں کہے گا کہ چاند کہیں نہیں، پس اسی طرح روح نبوی کا دیکھنا موقوف ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت پر اگر وہ آنکھ باطنی کھول دے اور پردہ اٹھا دے ہر جگہ انسان جلوۂ احمدی دیکھ سکتا ہے۔ علامہ زرقانی شرح مواہب جلد ثالث میں تذکرہ قرطبی سے نقل کرتے ہیں:

ان موت الانبیاء انما ھو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لاندرکھم و انکان موجودین احیاء لایراھم احد من نوعنا الا من خصہ اللہ تعالیٰ بکرامۃ من اولیاء۔

یعنی موت انبیاء کی بس اتنی ہے کہ وہ ہم سے چھپائے گئے ہم کو نظر نہیں آتے اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں پر ہم میں سے کوئی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا مگر یہ کہ کسی ولی کو خدا تعالیٰ دکھلا دے۔

امام شعرانی نے میزان میں لکھا ہے:

قد بلغنا عن ابی الحسن الشاذلی وتلمیذہ ابی العباس المرسی وغیرھما انھم کانوا یقولون لو احتجبت رویۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ عین ما عدد انفسنا من جملۃ المسلمین۔

marfat.com

دیکھئے ابو الحسن شاذلی وغیرہ اولیا، فرماتے ہیں کہ اگر ایک پل جھپکنے کے برابر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے چھُپ جائیں تو ہم اپنے تئیں مسلمان نہ جانیں انتہیٰ۔

اور ہونا روحِ انبیا علیہم السلام کا علیین میں ساتویں آسمان پر ہم نے بیان کیا یہ تفسیر عزیزی کے بیان علیین میں دیکھو لیکن باوجود ہونے علیین کے آپ کی روح کو قبر شریف سے بھی اتصال قوی ہے ہر زائر کو جانتے ہیں کہ کون زیارت پر آیا اور سب کو سلام کا جواب دیتے ہیں، قبر میں جسم مبارک زندہ ہے زرقانی نے لکھا ہے:

کما ان نبینا بالرفیق الاعلیٰ وبدنه فی قبره یرد السلام علی من یسلم علیه۔

(جیسے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے اور آپ کا بدن مبارک قبر میں ہے پھر بھی سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں)

اب فکر کرنا چاہیئے جب چاند سورج ہر جگہ موجود اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک کرنے سے مشرک اور کافر ہو جائیں معاذ اللہ اور تماشا یہ کہ اصحابِ محفلِ میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس میں بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔

ارواحِ انبیاء واولیاء چلتی پھرتی ہیں، تصرف کرتی ہیں

اب تحقیق لکھی جاتی ہے سیرِ ارواح کے واضح ہو کہ ارواحِ انبیاء کا چلنا پھرنا فقہ اور حدیث سے ثابت ہے۔ معراج کی حدیثوں میں ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

marfat.com

میں نے اپنے تئیں انبیاء کی جماعت میں دیکھا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھتے ہیں یہ عیسیٰ پڑھتے ہیں یہ ابراہیم پڑھتے ہیں فحانت الصلوٰۃ فامتہم یعنی اتنے میں نماز کا وقت آگیا مَیں ان کا امام ہوا، روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اور قرطبی نے ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ بیت المقدس میں اللہ تعالےٰ نے آدم سے لے کر کل انبیا کو جمع کر دیا سات جماعتیں حضرت کے پیچھے تھیں، اور فتاوٰی سراجیہ کے باب مسائل متفرقہ میں ہے:

امامہ النبی علیہ السلام لیلۃ المعراج لارواح الانبیاء علیہم السلام کانت فی النافلۃ۔

امام ہونا صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی رات کو، واسطے ارواحِ انبیاء علیہما السلام کے نفل نماز میں تھا۔

ان روایاتِ فقہ وحدیث سے ثابت ہوا کہ سب پیغمبروں کی روحیں اپنے اپنے مقامات سے سمٹ کر بیت المقدس میں حاضر ہوگئیں اور نماز یہاں آکر پڑھی۔

اور مشکوٰۃ میں مسلم سے روایت ہے کہ ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے مکہ اور مدینہ کے بیچ میں جب ایک جنگل میں گزرے، پُوچھا حضرت نے یہ کون سا جنگل ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ وادی الازرق ہے۔ فرمایا حضرت نے: گویا میں دیکھتا ہُوں مُوسیٰ علیہ السلام کو۔ پھر حضرت نے ان کا رنگ اور بالوں کا حال بیان فرمایا کہ مُوسیٰ رکھے ہوئے ہیں دونوں کانوں پر انگلیاں، یعنی جس طرح اذان میں، اور آواز بلند ہے ان کے ساتھ لبیک کی، گزرتے چلے جاتے ہیں اُسی جنگل سے، کہا ابن عباس نے کہ ہم آگے چلے تو ایک پہاڑ کی گھاٹی پر پہنچے، پُوچھا حضرت نے: کون سی گھاٹی کون سا پہاڑ ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ پہاڑ یا تو ہرشا ہے یا الفت۔ آپ نے فرمایا: گویا میں دیکھتا ہوں

marfat.com

یونس علیہ السلام کو سُرخ اُونٹنی پر سوار لشمینہ کا جُبّہ پہنے ہُوئے اُس کی اونٹنی کی مہار پوست خرما کی ہے اسی جنگل میں چلا جاتا ہے حج کے لئے لبیک کہتا ہوا۔ روایت کی یہ حدیث مسلم نے۔

کہا شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے: چوں اتفاق است برحیات انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی دنیاوی لیکن محجوب انداز نظر عوام پس حقیقت نمود ایشاں را بجبیب خود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بے منام و بے مثال و بے اشتباہ و بے اشکال۔

اور قسطلانی نے بھی مواہب میں اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے:

وقیل ھو علی الحقیقۃ لان الانبیاء احیاء عند ربھم یرزقون فلا مانع ان یحجوا فی ھذہ الحالۃ کما فی صحیح مسلم عن انس انہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی موسٰی قائما فی قبرہ یصلی قال القرطبی حبب الیہم العبادۃ فھم یتعبدون بما یجدونہ۔

صاحبِ مواہب نے دو تین معنی بیان کیے اُن میں ایک یہ کہ کہا گیا ہے کہ وہ دیکھنا حقیقی تھا کیونکہ انبیاء زندہ ہیں اپنے پروردگار کے نزدیکی ہیں، ان کو روزی دی جاتی ہے پھر کچھ مشکل نہیں کہ وُہ حج کریں اس حالت میں جس طرح صحیح مسلم میں ہے حضرت انس سے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا کہا قرطبی نے کہ انبیاء کی روحوں کو عبادت پیاری ہے وُہ عبادت کرتے ہیں جو عبادت ان کو ہاتھ لگے۔

ان احادیث و عباراتِ محدثین سے معلوم ہُوا کہ ارواحِ انبیاء حج اور نماز وغیرہ عبادتیں کرتی پھرتی ہیں جو ان کے دل میں آئے، اور مشکوٰۃ کے باب المعراج میں بخاری اور مسلم کی حدیث سب کو یاد ہو گی کہ اس میں بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے آسمان پر حضرت آدم سے ملے، دوسرے پر حضرت یحییٰ

marfat.com

اور عیسیٰ تیسرے میں حضرت یوسف چوتھے میں حضرت ادریس، پانچویں میں حضرت ہارون، چھٹے میں حضرت موسیٰ، ساتویں میں حضرت ابراہیم۔ اب دیکھئے آسمان پر جانے سے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ارواح کل انبیاء کی بیت المقدس میں ملی تھیں اور نماز حضرت کے پیچھے پڑھی تھی اب یہ ارواحِ انبیاء آسمانوں میں ملیں۔ اور روایت ہے کہ جب آپ معراج کو تشریف لے جاتے تھے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا قبر میں نماز پڑھتے ہیں پھر انہوں نے بیت المقدس میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی، پھر چھٹے آسمان پر ملے۔

یہ تینوں روایتیں صحیح مسلم میں ہیں زرقانی نے موضع حیات فی القبر میں اس تعارض کو یوں اٹھایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے کھانے پینے کے لیے فراغت کے مقامات ہیں جہاں چاہیں جائیں پھر چلے آئیں پھر للانبیاء مراتع ومسارح یتصرفون فیما شاؤا ثم یرجعون خیال کا مقام ہے کہ یہ کس قدر حرکت ہوئی، ہر آسمان اس قدر موٹا ہے جس قدر پانچ سو برس کا راستہ ہو اور زمین سے آسمان تک اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو برس کا راستہ ہے، پس اس تحقیق کے موافق ایک ذرا عرصہ میں آدم علیہ السلام کی رُوح ایک ہزار برس کا راستہ اور یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی رُوحیں دو ہزار برس کا راستہ علیٰ ہذا القیاس موسیٰ علیہ السلام کی رُوح چھ ہزار برس کا راستہ اور ابراہیم علیہ السلام کی روح سات ہزار برس کا راستہ طے کر گئی۔ اس سرعتِ سیر کو یاد رکھیو عنقریب ہم کچھ فائدے اس پر مرتب کریں گے۔

اور لکھا شرح مواہب لدنیہ میں خاتم المحدثین علامہ زرقانی نے:

لا یمنع رویۃ ذاتہ علیہ السلام بجسدہ وبروحہ وذلک لانہ

لہ نہیں منع یہ بات کہ نظر جائے ذاتِ پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشکل بجسد اور

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

وسائر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ردت الیھم ارواحھم بعد ماقبضوا واذن لھم فی الخروج من قبورھم للتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی۔

یہ مضمون تنویر الحلک سے جلد اول کے شروع میں نقل کیا ہے فائدہ مؤلفِ براہین قاطعہ کا یہ اعتراض اور دھبہ لگانا صفحہ ۲۰۰ میں کہ مولفِ انوار (ساطعہ) نے کلامِ زرقانی میں لفظ والتصرف کی جگہ للتصرف بنا دیا اور تصرف کے معنی عرفی بنا لیے۔

یہ دونوں دعوے بالکل غلط ہیں، دیکھو مطبع میریہ مصر بارہ سو اٹھتر (۱۲۷۸ھ) کی چھپی ہوئی شرح مواہب زرقانی جلد اول ص ۱۱ کی سطر اول کہ اس میں للتصرف لکھا ہوا ہے۔ یا اللہ! جھوٹی تہمتوں سے بچائیو۔ اور دوسرے اعتراض کا یہ حال ہے کہ میں نے حاشیہ پر جو ترجمہ اس عبارت کا لکھا ہے انوار ساطعہ مطبوعہ اولی وثانیہ دونوں میں بعینہٖ لفظ تصرف نقل کر دیا ہے، دیکھے جس کا جی چاہے، وجہ یہ تھی کہ تصرف جس وقت باب تفعیل کا مطاوع واقع ہوتا ہے اس وقت اس کے پھرنے کے معنی ہوتے ہیں صرفتہ فتصرف یعنی میں نے پھرایا اس کو وہ پھر گیا۔ یہ قاموس میں ہے۔ اور جب موقع مطاوعت نہیں ہوتا تو معنی یہ ہیں: تصرف دست درکاری کردن۔ جیسا کہ صراح اور منتخب میں ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

روح اور یہ اس واسطے کہ آپ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی روحیں بعد وفات پھر ان کو مل گئیں اور اجازت مل گئی ان کو کہ قبور سے نکل کر تصرف کیا کریں عالمِ بالا میں اور عالمِ ماتحت پر۔

marfat.com

اب جاننا چاہیئے کہ ارواحِ کاملہ کی نسبت دونوں معنی ثابت ہیں بناءً علیہ تصرف کے معنی میں میں نے تصرف نہ کیا تھا وہ ہی لفظ تصرف قایم رکھا تھا جس کا جی جس معنی کو چاہے وہ سمجھ لے۔ پس یہ اعتراض بھی غلط ہے کیونکہ میں نے تصرف کے معنی اردو نہیں بنائے اور معلوم نہیں معترض کو تصرفِ ارواحِ کاملہ میں کیوں بحث ہے، اس بات کو علماءِ معقول تک مان چکے ہیں کہ نفس ناطقہ قدسیہ جو کامل درجہ کی حکمت علمیہ وعملیہ کو جامع ہوتا ہے جب وہ بدن سے نکل جاتا ہے عقولِ مدبّرہ میں داخل ہوجاتا ہے اور اس عالم میں اپنا اثر پہنچاتا ہے۔ شیخ الرئیس ارسطو طالیس وغیرہ کے کلام میں اس کی تصریح موجود ہے اور ہمارے حکماءِ دین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فالمدبّرات امراً کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

او صفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ فانہا تنزع عن الابدان غرقا ای نزعا شدیدا من اغراق النازع فی القوس فتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیہ فتسبق الی حظائر القدس فتصیر بشرفہا وقوتہا من المدبّرات۔

یعنی یا یہ بات ہے کہ نفوس فاضلہ کی صفتیں مراد ہیں کہ قسم ہے نفوس ناطقہ فاضلہ کی جب وہ بدن سے نکلتی ہیں خوش ہوکر عالم الملکوت میں جاتی ہیں وہاں تیرتی پھرتی ہیں اور شرف وقوت کے باعث داخل ہوجاتی ہیں مدبّرات میں یعنی اُن میں جو کہ تدبیرِ عالم کرتے ہیں۔

اور رُوح البیان میں ہے:

ثم ان النفوس الشرافۃ لایبعدان یظہر منہا اثار فی ہذا العالم سواء کانت مفارقۃ عن الابدان اولا۔

پھر دس سطر کے بعد لکھا:

marfat.com

بل هو بعد مفارقة البدن اشد تاثيرا وتدبيرا لان الجسد حجاب فی الجملة۔

یعنی کچھ بعید نہیں کہ نفوس شریفہ سے اثر ظاہر ہوں اِس عالم میں خواہ وہ اپنے بدن میں موجود ہوں یا نکل گئی ہوں بلکہ مفارقتِ بدن کے بعد زیادہ تر تاثیر اور تدبیر ان کی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ بدن عنصری ایک قسم کا حجاب تھا وہ اُٹھ گیا۔

اور نقل کر چکے ہم نور دوم لمعہ ثانیہ جمعرات کی فاتحہ میں تذکرۃ الموتیٰ و قبور سے کہ اولیاء حکم شہداء میں ہیں اور انبیاء وعدیقین شہداء سے بھی افضل ہیں ان کی رُوحیں زمین و آسمان و بہشت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اپنے دوست اور معتقدوں کی مدد کرتی ہیں، دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں انتہیٰ۔

اور انتباہ الاذکیا تصنیف علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے: النظر فی اعمال امته والاستغفار لهم من السيئات والدعاء بحشف البلاء عنهم والتردد فی اقطار الارض يحلول البركة فيها و حضور جنازة من مات من صالحی امته فان هذه الامور من اشغاله كما وردت بذلك الاحاديث والآثار۔

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بات احادیث اور آثار سے ثابت ہے کہ آپ نظر فرماتے ہیں اعمالِ اُمت میں، ان کے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور دفعِ بلا کے لئے دعا فرماتے ہیں اور حدود زمین میں پھرتے ہیں برکت دیتے ہوئے اور جب اُمّت کا کوئی نیک آدمی مرے اس کے جنازے پر تشریف لاتے ہیں، یہ آپ کے اشغال میں عالمِ برزخ میں۔

اور رُوح البیان آخر سورۂ تبارک الذی میں ہے:

قال الامام الغزالی رحمة الله تعالیٰ والرسول عليه السلام والخيار

marfat.com

فی طواف العالم معہ ارواح الصحابۃ رضی اللہ عنہم لقد راٰہ کثیر من الاولیاء۔

اِس سے معلوم ہوا کہ کچھ اس زمین کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام عالموں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع ارواحِ صحابہ پھرتے ہیں بہت اولیاؑ نے آپ کو دیکھا ہے۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب دُرِثمین کی حدیث سابع عشر میں لکھتے ہیں،

اخبرنی سید الوالد قال اخبرنی شیخ السید عبد اللہ القاری قال حفظت القراٰن علی قاری زاھد کان لیسکن فی البریۃ فبینا نحن ندارس القراٰن اذ جاء قوم من العرب یقدمھم سیدھم فاستمع قرأۃ القاری وقال بارک اللہ ادیت حق القراٰن ثم رجع و اجاء رجل آخر بذلک الرّی فاخبران النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبرھم البارحۃ انہ سیذھب الی البریۃ الفلانیۃ لاستماع قرأۃ قاری ھناک فعلمنا ان السید الذی کان یقدمھم ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وقد رأیتہ بعینی ھاتین۔

یعنی خبر دی مجھ کو میرے والد سردار نے اور کہا اُنھوں نے خبر دی مجھ کو میرے پیر سید عبداللہ قاری نے کہا سید عبداللہ نے کہ میں نے قرآن حفظ کیا ایک قاری زاہد سے جو جنگل میں رہتے تھے ایک بار ہم قرآن پڑھ رہے تھے اتنے میں عرب کے آدمی آئے ان کا سردار آگے تھا اُس نے قاری کا پڑھنا سُن کر کہا اللہ تعالیٰ برکت کرے کہ تُو نے قرآن کا حق ادا کیا پھر وُہ چلے گئے اور ایک آدمی دوسرا اُنہی عرب والوں کی وضع کا آیا اور کہنے لگا کہ کل رات کو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ ہم فلاں جنگل میں وہاں کے قاری کا قرآن سُننے جائیں گے، جب اس آدمی نے یہ بات

marfat.com

سنائی ہم نے جان لیا کہ وُہ سردار جو آئے تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور میں نے ان آنکھوں سے آپ کو دیکھا انتہیٰ

اور نیز شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں؛

و رأیته صلی اللہ علیه وسلم فی اکثر الامور بیدی ای صورته الکریمة التی کان علیها مرة بعد مرة فتفطنت ان له خاصیة من تقویم روحه بصورة جسده علیه السلام وهذا الذی اشار الیه بقوله ان الانبیاء لا یموتون وانهم یصلون فی قبورهم ویحجون وانهم احیاء۔

اور دیکھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر کاموں میں اپنے سامنے یعنی اُن کی اصل صورت میرے سامنے ہوتی تھی بار بار تو جان لیا میں نے کہ آپ کی رُوح کو طاقت ہے کہ بشکل بدن مبارک کے بن جاتی ہے اور یہ وہی بات ہے جس کی طرف حضرت نے ارشاد فرمایا ہے یعنی حدیث میں کہ پیغمبر نہیں مرتے ہیں بیشک وہ نماز پڑھتے ہیں قبروں میں اور حج کرتے ہیں اور وہ بے شک زندہ ہیں۔

اور حضرت مجدد الف ثانی جلد اول مکتوبات دویست وہشتاد و دوم میں لکھتے ہیں؛

امروز در حلقہ بامداد می بینم کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات بصورت روحانیان حاضر شدند و بہ تلقی روحانی حضرت خضر فرمودند کہ ما از عالم ارواحیم حضرت سبحانہٗ وتعالیٰ ارواح ما را قدرت کاملہ عطا فرمودہ است کہ بصورت اجسام متمثل شدہ کار ہائے کہ از اجسام بوقوع مے آید از ارواح ما صدور مے یابد۔

اور اسی جلد اول مکتوب دو صد و بستم میں ہے؛

marfat.com

دریں اثنا عنایت خدادی دررسید وحقیقت معاملہ را کما ینبغی وا نمود روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ رحمت عالمیانست دریں وقت حضور ارزانی فرمود و تسلّی خاطر حزیں نمود و امام غزالی گفتہ کہ ارباب قلوب مشاہدہ مے کنند دریقظہ ملائکہ و ارواح انبیا را کذا فی اشعۃ اللمعات فی کتاب الرؤیا۔

اور اسی جگہ لکھا ہے شیخ عبدالحق نے: از شیخ ابوالمسعود کہ مصافحہ میکرد آں حضرت را بعد از ہر نماز۔

اور اسی جگہ لکھا ہے شیخ نے قصہ غوث پاک کا کہ روزے غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ برکرسی نشستہ بود و وعظ مے فرمود و قریب بدہ ہزار کس در پایۂ وعظ وی حاضر و شیخ علی بن ہیتی در زیر پائے کرسئ شیخ نشستہ شیخ علی بن ہیتی را خوابے بر و پس شیخ عبدالقادر قوم را فرمود "اسکتوا" پس ہمہ ساکت شدند تا آنکہ جز انفاس از ایشان شنیدہ نمیشد پس فرود آمد شیخ از کرسی و بایساد با ادب پیش علی مذکور و می نگریست در روئے پس پیدا رشد شیخ علی و گفت شیخ عبدالقادر با وے کہ دیدی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را در خواب گفت نعم فرمود ازیں جہت ادب ورزیدم با تو وایستادم در پیش تو فرمود بچہ وصیت کرد ترا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت بملازمت من مجلس ترا پس شیخ علی گفت آنچہ من خواب دیدم شیخ عبدالقادر در بیداری دید و روایت کردہ اند کہ ہفت کس از مردان راہ دران روز از عالم رفتند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اس سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

ایک تو رُوحِ پاک مصطفوی کا مجلس خیر میں آنا۔

دوسرے تعظیمِ روح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حضرت غوث اعظم

marfat.com

جیسے پیر دستگیر کا کھڑا ہو جانا۔ یہ سند ہوئی استحبابِ قیام کی واسطے تشریف آوری اربابِ فضل و اکرام کے۔

تیسری حضرت پاک کی علوِ شان اور قوتِ ادراک کہ جس کو دوسرے آدمی خواب میں دیکھیں آپ نے بیداری میں دیکھا۔

قصہ مختصر یہ کہ روحِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر آمد و رفت فرماتی ہے اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی حضوری میں مستغرق ہے تو ان کو دنیا کی طرف کب توجہ ہوتی ہوگی ؟

جواب اس کا یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں والقمر اذا اتسق کی تفسیر میں:

و بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد۔

جب اولیاء اللہ کا یہ حال ہے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال تو بدرجہا اس سے فائق ہوگا۔ چنانچہ خاتم المحدثین زرقانی صفحہ ۳۶۵ مقصد عاشر میں لکھتے ہیں:

ولا ریب ان حالہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البرزخ افضل واکمل من حال الملٰئکۃ ھذا سیدنا عزرائیل علیہ السلام یقبض مائۃ الف روح او ازید فی وقت واحد ولا یشغلہ قبض عن قبض وھو مع ذلک مشغول بعبادۃ اللہ تعالیٰ مقبل علی التسبیح والتقدیس فنبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ یصلی ویعبد ربہ ویشاھدہ لایزال فی حضرۃ اقترابہ ای دنوہ متلذذ اسماع خطابہ وکذا کان

marfat.com

شانه وعادته فی الدنیا یفیض علیٰ امة من سجات الوحی الالٰهی مما افاضه الله علیه ولا یشغله هذا الشان وهو شان افاضة الانوار القدسیة علی اُمته عن شغله بالحضرة الالٰهیة[1]۔

یعنی آپ کا قبر میں بھی یہی حال ہے اور دنیا میں بھی یہی تھا کہ اُمت پر فیضان جاری رہتا تھا اور خدا سے ملے رہتے تھے ادھر کی مشغولی سے اُدھر کی مشغولی میں فرق نہ آتا تھا ؎

اِدھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق میں شامل
خواص اُس برزخِ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا

پس اِدھر توسّع ادراک وعلم وقوت استعداد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ادھر روح انبیاء کی سرعت سیر معلوم کہ حضرت ابراہیم معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات بیت المقدس سے ساتویں آسمان پر سات ہزار برس کا راستہ طے

---

[1] اور کچھ شک نہیں اس میں کہ حال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم برزخ میں بڑھ کر فرشتوں سے ہے یہ حضرت ملک الموت علیہ السلام قبض کرتے ہیں لاکھ روحیں یا زیادہ ایک ہی وقت میں اور نہیں روکتا ان کو ایک روح کا قبض کرنا دوسری روح قبض کرنے سے اور وہ باوجود اس مشغولی کے توجہ میں لگے ہوئے عبادت الٰہی میں تسبیح و تقدیس کر رہے ہیں پس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں اپنے پروردگار کے سامنے ہیں اس کی ہمیشہ ——— رہتے ہیں قربت میں کہ مزہ لیتے ہیں سن کر خطاباتِ الٰہی کو اور یہی حال تھا آپ کا دنیا میں کہ امت پر ڈالتے تھے منور روشنیاں وحی الٰہی کی جو کچھ ڈالتا تھا اللہ تعالیٰ ان پر اور نہیں روکتی تھی اُن کو اُمت کی فیض بخشی خبر گیری اللہ تعالیٰ کی مشغولی سے ۱۲

marfat.com

کرکے ادنیٰ فرصت میں پہنچ گئے۔ چنانچہ ہم روایت اس کی بیان کر چکے پھر کیا اشکال اور خلجان ہو رہا ہے منکرین کو کہ صرف چند محافل میلاد یہ جو چند شہر میں منعقد ہوتی ہیں اُن میں بسرعت سیر حاضر ہو جانے کی قدرت رُوحِ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں نہیں مانتے پیغمبر سید المرسلین ابراہیم خلیل اللہ سے اعلیٰ و افضل بالاتفاق ہیں پھر مفضول تو سات ہزار برس کی راہ طے کرے ایک دم میں اور فاضل افضل چند مقامات کی سیر نہ کر سکے بڑی ناقدردانی کی بات ہے اور اس پر طُرہ یہ کہ جو ایسا اعتقاد کریں اُن کو مشرک قرار دیں، سبحان اللہ! مشرک کے معنی بھی یہ حضرات خوب سمجھے۔

ابرار کا ایک آن میں بہت جگہ ظاہر ہونا اور حلِ مشکلات کرنا

واضح ہو کہ **نفس ناطقہ قدسیہ کا ایک آن میں ظاہر ہو جانا بہت مکانوں میں** حکما اشراقین اور ہمارے عرفا کاملین اور محققین شرع متین کے نزدیک صحیح ہے اسمٰعیل آفندی علامہ قسطلانی و زرقانی و حلبی و محدث دہلوی و مجدد الف ثانی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سب قائل ہیں۔ سیرت حلبی جلد اول میں ہے:

فالارواح متجددۃ یظھر فی صور مختلفۃ من عالم المثال۔

اور فرمایا جلال الدین سیوطی نے:

تعدد الصور بالتخیل والتشکل ممکن کما یقع للجان۔

ان دونوں عبارتوں کا مضمون حضرت مجدد الف ثانی کی جلد ثانی مکتوبات میں ہے:

ہر گاہ جنیان را بتقدیر اللہ سبحانہٗ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند ارواح اکمل را اگر ایں قدرت عطا فرمائید چہ محل تعجب است

marfat.com

وچہ احتیاج ببدن دیگر ازیں قبیلہ است انچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل می کنند کہ دریک ساعت در امکنۂ متعدد حاضرہ می گردند و افعال متباینہ بوقوع می آرند اینجا نیز لطائف ایشاں متجسد با جساد مختلفہ و متشکل با اشکال متباینہ میگردند۔

اور مدارج النبوت میں ہے:

دیدن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از موت بمثال است چنانکہ در نوم مرئی می شود و در یقظہ نیز مے نماید و آں شخص شریف کہ در مدینہ در قبر آسودہ وحی است ہماں متمثل می گردد در یک آں متصور بصور متعددہ عوام را در منام مے نمایند و خواص را در یقظہ۔

اِس عبارتِ مدارج سے بھی آنِ واحد میں بہت شکلوں میں متشکل اور متصور ہو کر ظاہر ہونا حضور کی جوہر پاک کا ظاہر ہے۔ تعجب ہے کہ مولف براہین قاطعہ نے صفحہ ۲۱۰ میں صور متعددہ کا لفظ عبارت مدارج میں نقل کرنے میں حذف کر دیا کہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف روحانی کی قوت نہ ثابت ہو جائے، پھر طرفہ یہ کہ اس عبارت مذکور سے آپ نے سند پکڑی کہ وہ تو مثال ظاہر ہونے کو لکھتے ہیں اور تشریف آوری حضور کا کہیں نام و نشان بھی نہیں انتہیٰ

افسوس عبارت کا مضمون بھی آپ نے نہ سمجھا یعنی محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ وہ بدن جو قبر مبارک میں ہے وہ ہی خود متمثل ہو کر نظر آتا ہے عوام کو خواب میں اور خواص کو جاگتے میں، یہ نہیں کہ یہ کچھ اور چیز نظر آتی ہے مغائر و منافی جسم اقدس کے اُس مقام پر حدیث صحاح کی بھی یاد نہ آئی:

من رانی فی المنام فقد رانی فانہ لاینبغی للشیطان ان تمثل بی۔

حضرت ارشاد فرماتے ہیں جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے

marfat.com

ہی دیکھا شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۔

جب خواب کے دیکھنے کی تصدیق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حالانکہ خواب ایک غفلت کا عالم ہے پھر بیداری کا دیکھا ہُوا بدرجۂ اولیٰ آپ ہی کا جوہر مقدس ہوگا نہ کسی غیر کا بناء علیہ اس بدن مثالی کے آنے کو اگر آپ کا تشریف لانا کہا جائے تو موافق حدیث کے ہوگا نہ کہ مخالف، اور اسی واسطے حضرت مجدد بھی تمثیل الیاس و خضر کو فرماتے ہیں کہ بصورت روحانیان حاضر شدند۔

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

روحانیت حضرت خاتمیت حضور ارزانی فرمود۔

اور یہی قصہ سید احمد صاحب کا ہے جو لفظ روح سے تعبیر فرمایا ہے کہ روحِ حضرت غوث الثقلین و حضرت نقشبند متوجہ حضرت ایشاں گردید۔

اور واضح ہو کہ وہ مثال کوئی شے وہم و خیال محض نہیں جیسا کہ مؤلف براہین قاطعہ نے خیال کیا بلکہ ایک شے متصرف واقعی ہوتی ہے جیسا کہ علامہ زرقانی وغیرہم رقم فرماتے ہیں لیکن اِس مقام پر ہم عبارت حضرت مجدد الف ثانی کی نقل کرتے ہیں جس کے انکار کی گنجائش فریق ثانی کو نہیں جلد ثانی مکتوبات میں فرماتے ہیں،

ایں تشکل گاہ در عالم شہادت بود و گاہ در عالم مثال چنانچہ در یک شب ہزار کس آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام را بصور مختلفہ در خواب مے بینند و استفادہ ہا می نمایند اینہمہ تشکل صفات لطائف اوست علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بصور تہائے مثال و ہمچنیں مریدان از صور مثالی پیران استفادہ ہا می نمایند و حل مشکلات میفرمایند۔

پہلا انبیاء علیہم السلام کا درجہ تو بہت عالی ہے حضرت مجدد تو پیروں کی صور مثالی

marfat.com

سے بھی حلِ مشکلات ثابت کرتے ہیں یہ امر وہمی وخیالی نہیں اور اسی مشکل کشائی حوائج الناس کی بہ نسبت اولیاء اللہ کے مفسر روح البیان نے سورۂ ملک میں لکھی ہے:

مثال اقامه الله تعالیٰ علیٰ صورة التنفیذ ماشاء الله تعالیٰ من حوائج الناس وغیرها۔[1]

اور یہ بات سب پر ظاہر ہے کہ جب صورت مثالی ایک شخص کی متخیلہ میں آئی اور وہ شخص مجلس آنا مثال کا ثابت ہوا اور متعدد اشخاص کا یہ واقعہ دیکھنا دلیل ہے کہ مرغوبیت ومحبوبیت محفل کو داخل ہے اس توجہ روحانی میں اور وہ مثال خود صاحب کا جلوہ ہے علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کیونکہ آپ فرماتے ہیں:

من رانی فقد رانی۔ (جس نے مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا)

اور فرماتے ہیں:

من رانی فقد رأی الحق۔ (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا)

یہ تقریر ہم اس صورت میں کرتے ہیں جب کہا جائے گا کہ وہ مثال نظر آتی ہے اور جب انتباہ الاذکیا میں سیوطی رحمۃ اللہ علیہ احادیث سے ثابت کر چکے کہ آپ اطراف زمین میں پھرتے ہیں تو مثال کہنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ چنانچہ سیوطی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہمات المعارف میں لکھتے ہیں:

فنبینا صلی الله علیه وسلم یتصرف ویسیر بجسده وروحه حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت وانه مغیب عن

---

[1] یعنی اس ولی کی مثال اللہ تعالیٰ نے قائم کر دی ہے اس کی صورت آدمیوں کی حاجات جاری کرنے کے لیے جن کا جاری ہونا خدا تعالیٰ نے چاہا ہے۔

marfat.com

الابصار کما غیب الملٰئکۃ فاذا رفع اللہ الحجاب عمن اراد اکرامہ برؤیتہ راٰہ علیٰ ھیئتہ التی ھو علیھا لا مانع من ذلک ولا داعی الی التخصیص برؤیۃ المثال انتھی ملخصا کذا فی نور العین ۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تصرف کرتے ہیں اور پھرتے ہیں اپنے بدن اور رُوح سے جہاں چاہتے ہیں اطرافِ زمین اور ملکوت میں، اور وہ آنکھوں سے چھُپے ہُوئے ہیں فرشتوں کی طرح، جس کو اللہ چاہتا ہے پردہ اٹھا کر دکھا دیتا ہے اُسی صورت مبارکہ میں جو کہ فی الواقع ہے اس میں کوئی محال نہیں اور نہ یہ ضرورت کہ یہ کہئے کہ مثال نظر آتی ہے ۔ انتہیٰ ملخصا کذا فی نور العین

میں کہتا ہُوں کہ یہ قولِ سیوطی موافق مسئلہ روح اجساد و تجسد ارواح کے ہے جس کو اہل حقیقت مانتے ہیں یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ خود جسد پاک جو لطافت میں مثل روح قبر سے بطور اعجاز نکل کر چلتا پھرتا ہو جیسا کہ حضوری انبیا کی شب معراج بعض علما کے نزدیک باجساد ھم ہوئے تھے اور بعضوں کے نزدیک بارواحھم اور بعض اولیاء اللہ مکان سے بلا فتح باب باہر نکل آتے ہیں غلبہ روحانیت کے سبب ، الحاصل کسی طرح ہو خواہ بجسدہٖ و روحہٖ خواہ بمثالہٖ، رونق افروزی اُمت خستہ حال کی طرف ثابت الاصل ہے ۔

اور یہ لکھنا مؤلفِ براہین کا صفحہ ۲۰۸ میں کہ مشاہدہ کے واسطے ارواح کا مشاہد کے گھر میں آنا ضرور نہیں قلبِ منور بعید سے دیکھتا ہے اس موقع پر صحیح نہیں اس لئے کہ جب کسی نے کسی مقام خاص کو حضرت کی رونق افروزی سے مشرف دیکھا ہے وہاں جلوۂ محمدی پایا ہے اس وقت قصہ **تالاب شمسی** کا جو مقام دہلی میں گزرا ہے اور خاص بیان و نقل حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ سے فوائد السالکین میں ان کے خلیفہ صاحب جناب

marfat.com

شیخ الاسلام فریدالدین گنج شکر اجودہستی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے لکھتا ہوں :

شمس والی دہلی خواست کہ حوض بنا کند یکروز مواد شد با جمیع ارکان دولت زمین بہائے راست کنانیدن حوض میدہد چنانچہ رسید آنجا کہ حوض است بایستاد کہ ایں زمین بہتر است چوں دید باز گشت در قصر آمد چوں آنمرد یکے از واصلان حق بود ہمدریں نیت در آں شب ہمبراں مصلی قدری در خواب شد چنانچہ دید نزدیک چبوترہ کہ در آں حوض است مردی باید دگیسو کشادہ و خوبصورت کہ صفت او نتواں کرد بر اسپ و چند نفر یا ربر او ایستادہ ہمیں نظر مبارک ایشاں برہن افتاد و پیش خود طلبید و فرمود کہ بیا چہ نیت داری گفتم نیت ایں دارم کہ اینجا حوض بنا کنم ہمدریں گفتگوئے کسیکہ نزدیک آں مرد استادہ بود مرا گفت ای شمس ایں رسول خدا ست عزوجل آنچہ درخواست داری باز نمائی تا آں مراد بدامن تو رساند چوں مرا اندیشہ ایں حوض بود ہمیں التماس کردم و دریائے مبارک رسول علیہ السلام افتادم بعدہٗ برخاست دست بستہ استادہ شدم ہمانجا کہ چبوترہ است اسپ رسول علیہ السلام دست بُرد آب بیروں آمد رسول علیہ السلام فرمود کہ ای شمس ہمیں جا حوض راست بکنانی اینچنیں آب بیروں خواہد آمد کہ ہیچ شہر و مقامی لذت آں آب نباشد ہمدریں گفتگوئے بیدار شدم ہمانروز پگاہ سوار شدم چوں آں جا بیاندم کہ اسپ رسول علیہ السلام سم زدہ بود چہ بینم کہ آب بیروں آمدہ است و آنجا قرار گرفتہ ہر کس کہ برابر شمس آمدہ بود قدرے ازاں آب خوردند سوگند بر زبان راندند کہ صد ہزار شیریں از ہر چہ جمع کنند و بخورند ایں چنیں شیریں نیابند کہ لذت آں آب دارد آنگاہ آنگاہ خواجہ قطب الاسلام فرمود کہ شیرینی آں آب برکت قدم مبارک رسول علیہ السلام بود ۔

اِس حکایت میں صاف ثبوت ہے اِس کا کہ جس مقام پر آپ کے گھوڑے

marfat.com

کا سُم دیکھتا تھا وہاں صبح کو پانی خوشگوار پایا اگر قلب منور ہے فقط دور سے دیکھتا تھا اور مکان رؤیت سے اُس کو علاقہ نہ تھا تو اس زمین میں پانی نکل آنے کی کیا وجہ ہُوئی اور یہ حکایت اولیاء ابرار کی لکھی ہے قطع نظر اس سے اہل دہلی یوں ہی متوارث سُنتے چلے آئے کہ بناء تالاب شمسی کی بھی وجہ یہی تھی بناءً علیہ ہم کہتے ہیں کہ جب اولیاء اللہ برابر اصحاب کشف و شہود نے رُوح یا رُوح کی مثال کو مجلس میں دیکھا تو اس مجمع اور مکان کا مشرف ہونا فیضان نور محمدی سے تسلیم کرنا چاہیے جیسا کہ محمد بن یحییٰ جو مکہ معظمہ میں مذہب حنبلی کے مفتی تھے علماء اعلام اور مقتدایانِ اسلام سے نقل کرتے ہیں کہ:

عند ذکر ولادته صلی اللہ علیه وسلم یحضرنی وجدانیة صلی اللہ علیه وسلم۔

اور برزنجی کے رسالہ منظومہ اور نیز رُوح البیان کی جلد رابع و سادس میں حاضر ہونے روح مبارک کی تصریح ہے اور اِس مسئلہ کا رنگ و بو خود کلام شاہ ولی اللہ صاحب میں موجود ہے فیوض الحرمین میں اپنے مشاہدہ کے بیان میں جو مدینہ طیبہ میں جاکر حاصل ہُوا فرماتے ہیں:

ورأیته مستقرا علی حالة واحدة متوجها الی الخلق لابسا لباس عظموت فاذا توجه الیه انسان بجهد همته و لا اُرید الانسان العالی الهمم فقط بل کل ذی کبد یشاق الی شئ و یتوجه الیه بقصده و شوقه فانه یتدلی الیه، ورأیته صلی اللہ علیه وسلم ینشرح انشراحا عظیما لمن صلی اللہ علیه وسلم و مدحه ملخصا[1]

---

[1] دیکھا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرا ہوا ایک حالت پر متوجہ خلق کی طرف

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

اس عبارت میں صاف بیان ہے کہ حضرت کا خوب دل کھلتا ہے خوشی سے جو اس کی طرف مدح پڑھے حضرت کی اور درود و سلام بھیجے اور جب کوئی مشتاق عشق دل سے ہمت لگاتا ہے اور متوجہ ہوتا ہے حضرت کی طرف، تو آپ اتر آتے ہیں اس کے پاس، یہ خلاصہ مضمون شاہ ولی اللہ صاحب کا بعینہٖ ان کے الفاظ میں ہے اور جو کوئی زیادہ تحقیق چاہے تو اصل کتاب فیوض الحرمین کی طرف رجوع کرلے پائیگا اس میں زیادہ تشریح اور توضیح اس مطلب کی اور **کشف و الہامات اولیاءؒ** کی نسبت مؤلفِ براہین قاطعہ کا یہ لکھنا صفحہ ۴۰۸ میں کہ (الہام و کشف اولیاءؒ کا مفیدِ حکم اور حجت علی الغیر نہیں ہوتا) عجب بات ہے کیوں صاحب شاہ عبدالرحیم و شاہ ولی اللہ وغیرہ عارفین رحمۃ اللہ علیہم سے آپ ایسے بالکل غیر بن گئے کہ آپ پر ان کا کشف حجت نہیں ہوسکتا، اللہ اللہ ؎

گہے بر طارم اعلیٰ فطینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

کشف و الہام کی حقیقت، اور یہ بات کہ اس پر عمل بھی ہوتا ہے

اب ہم کشف اور رؤیائے صادقہ کی حقیقت بیان کرتے ہیں کشف نام اُس کا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پہنے ہوئے لباس بڑائی کا جب کوئی انسان ہمت سے متوجہ ہوتا ہے آپ کی طرف اگرچہ وُہ عالی ہمت بڑے درجہ کا نہ ہو بلکہ وُہ جگر والا ہو مشتاق ہے اور متوجہ ہوئے قصد اور شوق سے پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اترائے اس کی طرف اور دیکھا میں نے آپ کو بہت خوش ہوتے ہیں اس سے جو آپ کی مدح پڑھے ۱۲

marfat.com

کہ جب مرد مرتاض کے حواس وقویٰ ظاہری شدت مجاہدات سے مضمحل ہوجاتے ہیں توجوہر عقل قوی ہوکر مورد نورِ الٰہی ہوجاتا ہے اس نور کی تائید سے حقائق اشیاء کما ہی فی انفس الامر معلوم ہونے لگتی ہیں۔ حدیث میں ایسے شخص کی نسبت وارد ہوا ہے کہ یَنظُرُ بنُورِ اللہ اور سچا خواب وہ ہے کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ رؤیائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصّہ ہے۔

اور حدیث میں ہے:

نبوت تو ہوچکی اب مبشرات یعنی رویاءِ صالحہ باقی ہیں۔

پس کشف ومنام صالحہ کو اس طرح تحقیر سے بالکل رد کردینا صحیح نہیں، اب ہم بیان کریں بعض وہ مقامات کہ کشف پر عمل ہوا ہے، خضر کو بعضوں نے نبی کہا ہے، اور معالم التنزیل میں ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک وُہ نبی نہیں تھے پھر دیکھئے الہام وکشف پر عمل کرکے مساکین کی کشتی توڑ ڈالی اور ایک نوجوان لڑکا مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بالاتفاق نبی نہ تھیں انہوں نے اپنے بیٹے کو تابُوت میں بند کرکے دریا میں ڈال دیا یہ فعل بھی قریب ہلاک کردینے کے ہے لیکن بالہامِ الٰہی کیا، یہ سب وقائع قرآن شریف میں موجود ہیں اگر ان کو شریعت سلف ہونے کا کوئی خیال کرے تو لیجئے اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال سُنئے۔ مشکوٰۃ کے باب الکرامات میں حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسلِ وفات کی نوبت پہنچی، صحابہ کہنے لگے ہم نہیں جانتے کہ کپڑے جسم مبارک سے اتار کر غسل دیں یا مع کپڑوں کے۔ کسی کی رائے یہ ہوئی کسی کی وہ، تب اللہ تعالیٰ نے سب پر نیند بھیج دی وہ سب سو گئے، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ گھر کے گوشہ میں ایک بولنے والا بولتا ہے کہ غسل دو تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت۔ تب وہ لوگ نیند سے اُٹھے اور آپ کو

marfat.com

کُرتا پہنے ہُوئے غسل دیا۔ اس حدیث میں لفظ قاموا کا ترجمہ زرقانی شرح مواہب میں یہ کیا ہے کہ:

انبتسوا من النوم۔

جاگ اُٹھے وُہ نیند سے۔

اب دیکھئے یہ عمل بھی صحابہ نے الہامِ منامی پر کیا اور بعد صحابہ بھی بہت الہامات پر فقہاء و محدثین نے عمل کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی اس کی بابت ایک سوال و جواب لکھتے ہیں مکتوبات میں:

سوال: چوں دین بہ کتاب و سنّت کامل گشت بعد از کمال بہ الہام چہ احتیاج بود و چہ نقصان ماندہ کہ بالہام کامل کرد۔

وجواب الہام مظہر کمالات خفیہ دین است نہ مثبت کمالات زائدہ در دین چنانچہ اجتہاد مظہر احکام ست و الہام مظہر دقائق و اسرار است کہ فہم اکثر مردم ازاں کوتاہ است ہر چند در اجتہاد و الہام فرق واضح است کہ آں مستند بخالق است جل سلطانہ، پس در الہام یک قسم اصالت پیدا شد کہ در اجتہاد نیست الہام شبیہ اعلام نبی ست کہ ماخذ سنت است چنانچہ بالا گزشت اگرچہ الہام ظنی است و آں اعلام قطعی انتہی۔

اور شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں:

اگر خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات قسم احکام سے سُنے اُس پر عمل نہ کرے لیکن اس میں یہ وجہ نہیں کہ رؤیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شک ہو بلکہ یہ سبب ہے کہ خواب دیکھنے والے کا ضبط مفقود ہے۔

پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ مراد ہماری احکامِ شریعہ سے وہ احکام ہیں جو قرارداد دین کے خلاف ہوں اور اگر وہ ایسے نہیں تو ان کے قبول کرنے میں کسی کا بھی

marfat.com

خلاف نہیں، عبارت یہ ہے:

و مراد احکام شرعیہ کہ مخالف قرار داد دین ست والا بعضے علوم کہ نہ ازیں قبیل باشد در قبول آن و عمل بداں خلاف نخواہد بودہ بسیارے از محدثین تصحیح احادیث کہ مروی است از حضرت وی نمودہ عرض کردہ کہ یا رسول اللہ فلاں ایں حدیث از حضرت تو روایت کردہ است پس فرمود آں حضرت نعم اولا در رؤیت کہ در یقظہ است بعضے مشائخ نیز ہمچنیں استفادہ علوم نمودہ اند۔

اور اسی طرح مفسر روح البیان نے بھی لکھا ہے کہ بہت علمائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث حاصل کی ہے عالم رؤیا میں جب یہ حقیقت کشف و منامات اولیاء کی ظاہر ہوئی تو معلوم کرنا چاہیئے کہ جب اہلِ مکاشفہ نے عمل مولد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش پایا اور انوار الٰہی مجلس میں دیکھے اور بعض مشرف بہ زیارت ہوئے عین مجلس میں، اور بعضوں کو منام میں فرمایا کہ ہم بھی وہاں آتے ہیں اب ہم اس کشف و منام کو جب پیش کرتے ہیں شریعت پر تو نہیں پاتے اس کو مخالف قرار داد دین متین کے اس لیے کہ مجلس کا مکان لابد کوئی ٹکڑا زمین کا ہوگا پس داخل ہوگا وہ اقطار الارض میں آپ کا چلنا پھرنا سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث و آثار سے ثابت کیا ہے۔ پس مضمون اس مکاشفہ کا ایک حصہ اور فرد ہوا افراد حصص مضمون حدیث سے اور مخالف نہ ہوا کسی حکم کا احکام قرار داد دین سے اس لیے مقبول ہیں امت محمدیہ نے اُس کو بالرأس و العین قبول کیا اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھ دیا کہ جب کوئی صاحب دل ذوق شوق سے ہمت لگاتا ہے[1] تو حضرت بھی اس کی طرف نزول فرماتے ہیں

---

[1] مولف براہین کا یہ کہنا کہ یہ قصہ ملائکہ کا ہے سخت غلطی ہے اس لیے متوجہ الی الخلق

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

حضرت کو علمِ غیب ہے یا نہیں اور محفل کی خبر ہوتی ہے یا نہیں

اگر کوئی کہے روح مبارک کو خبر ہو جانی علم غیب ہے اور وُہ کسی کو نہیں ہوتا سوائے اللہ تعالیٰ کے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ نمل میں:

قل لا یعلم من فی السمٰوت والارض الغیب الا اللہ.

کہہ نہیں جانتا جو کوئی کہ آسمان اور زمین میں ہے غائب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اور نیز حکم کیا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ اعراف میں کہ:

کہہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء اگر جانتا میں غیب کو تو بہت حاصل کرتا میں منفعت، اور نہ پہنچتا مجھ کو نقصان۔

جواب اس کا یہ ہے اگر آپ صاحبوں کو ان آیتوں پر ایمان ہے تو مبارک ہو بہت اچھی بات ہے لیکن چاہیے کہ دوسری آیتوں کو بھی سچی جانو۔ سورۂ آل عمران میں ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور اسی طرح کل ذی کبد کے الفاظ ہیں اور فرمان مقدس رحمۃ للعالمین ہے اور قبر شریف کے زائر کے حالات و نیت قلبی وغیرہ پر مطلع ہونا ثو علی العموم ہے جہدِ ہمت اور ذی کبد مشتاق کی قید کا کیا فائدہ بنا علیہ مکاشفہ عام ہے اگر یہ کہئے کہ یہ قصہ شاہ صاحب کو مدینہ میں منکشف ہوا تو بعید نہیں ۱۲

marfat.com

وماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولٰکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

یعنی اللہ یوں نہیں کرتا کہ تم کو خبر دے دے غیب کی، لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جس کو چاہے۔

اور سورۂ جن میں ہے:

عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احداً الّا من ارتضیٰ من رسولٍ۔ یعنی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اپنے غیب کی بات کسی پر نہیں کھولتا مگر جو پسند کر لیا کوئی رسول۔

ان چاروں آیتوں کے ملانے سے اہل السنت والجماعت کا جو مسئلہ اعتقادی ہے وہ کھل جاتا ہے، یعنی اصل عالم الغیب اور علّام الغیوب اللہ تعالیٰ ہے زمین و آسمان میں کوئی ایسا نہیں جو یقینی طور پر کسی بات کو بلا تعلیم و الہام حق جان لے۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے برگزیدہ رسول کو جس کو چاہے خبریں غیب کی بتا دیتا ہے پس جو شخص یوں کہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بھی غیب کی بات نہیں جانتے وہ منکر ہوا اللہ تعالیٰ کے کلام کا، کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

چھانٹ لیتا ہے واسطے اخبار غیبی کے جس کو چاہے۔

اور نیز منکر ہوا حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ مشکوٰۃ کے باب المعجزات میں روایت ہے عمرو بن اخطب انصاری سے کہ نماز جماعت پڑھائی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی اور منبر پر چڑھ کے ہم کو نصیحت فرمائی یہاں تک کہ ظہر کا وقت آیا تب اُترے منبر سے اور نماز پڑھی پھر چڑھے منبر پر فرماتے رہے نصیحت پھر عصر کا وقت آگیا پھر اُترے اور نماز پڑھی، پھر چڑھے منبر پر یہاں تک کہ چھپ گیا

marfat.com

سُورج، اُس دن بتا دیا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ہونے والا تھا قیامت تک، اب ہم میں زیادہ عالم وُہ ہے جس کو اُس دن کی زیادہ باتیں یاد ہیں روایت کی یہ حدیث مسلم نے۔

اِس حدیث سے ثابت ہُوا کہ بہت خبریں غیب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں۔ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے کوئی شے نہ چھوڑی قیامت تک ہونے والی جو ہم کو نہ بتائی ہو اور ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ اس عالم سے تشریف فرما ہُوئے اور ہم کو بتا گئے ہر چیز اگر کوئی جانور بھی بازو آسمان میں ہلاتا ہے وُہ بھی آپ ہم سے ذکر کر چکے۔ یہ امام احمد اور طبرانی نے روایت کی ہے اور فرمایا آپ نے مَیں اپنے سب امتی اگلوں پچھلوں کو جانتا ہُوں جیسا کہ تم اپنے رفیق کو پہچانو اس سے زیادہ ہر آدمی کو پہچانتا ہُوں رواہ الطبرانی قطع نظر اس کے اعمالِ اُمت آپ کے سامنے عرض کئے جاتے ہیں۔

روی البزار بسند جید عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حیوتی خیر لکم و مماتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ و ما کان من سیئ استغفرت اللہ لکم۔

روایت کی بزاز نے عمدہ سند سے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، وہ روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لئے اچھی ہے اور میری وفات بھی اچھی ہے پیش کئے جاتے ہیں مجھ پر اعمال تمہارے پھر جو کام تمہارے اچھے ہوئے شکر کرتا ہُوں اللہ تعالیٰ کا اور جو بُرے ہوئے استغفار کرتا ہُوں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے۔

اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی سورۂ بقرہ میں آیہ ویکون

marfat.com

الرسول علیکم شہیدا میں لکھتے ہیں ؛

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطلع است بہ نورِ نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ الیٰ ان قال در روایات آمدہ ہر نبی را بر اعمال امتیان خود مطلع مے سازند کہ فلانے چناں مے کند و فلانے چناں تا روز قیامت ادائے شہادت تو آں کرد انتہیٰ

اور نیز علامہ اسمٰعیل آفندی اور قسطلانی اور زرقانی رحمۃ اللہ علیہم روایت کرتے ہیں ؛

عن سعید بن مسیّب قال لیس من یوم الا تعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃً وعشیۃ فیعرفہم بسیماھم واعمالھم فلذلک یشھد علیھم یوم القیٰمۃ ۔

روایت کی سعید بن مسیّب نے، نہیں کوئی دن مگر یہ کہ پیش کئے جاتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اُمت کے اعمال صبح و شام پس پہچانتے ہیں آپ اُمتوں کو ان کی علامت و نشان سے اور ان کے اعمال سے پس اسی سبب سے آپ گواہی دیں گے روزِ قیامت اپنے اُمتیوں کی ۔

جب احادیث میں آچکا کہ صبح و شام ہر روز دو بار اُمت کے اعمال آپ کے سامنے پیش ہوتے ہیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جانا جمیع محافل میلاد کا کونسی بڑی بات ہے ۔ اور **مؤلفِ براہین گستاخی کا یہ لکھنا** (تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخرِ عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اُس سے ایک ذرہ بھی زیادہ علم ثابت کرنا شرک ہے) عجیب قانون ہے اِس تقدیر پر ایک عالم مشرک ہو جائے گا مثلاً کسی نے اپنے استاد کو اپنے ذہن میں بڑا عالم یا اپنے مرشد کو بڑا صاحب کشف سمجھ لیا

marfat.com

حالانکہ حق تعالیٰ نے ان کو جس قدر علم اور کشف نہ دیا تھا مؤلفِ براہین کے نزدیک ذرّہ بھر زیادہ سمجھنے سے مشرک ٹھہرے گا معاذ اللہ! پھر قطع نظر اس کے ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو اِس قدر ہم ثابت کرتے ہیں جس قدر شرع میں ثابت ہے نصوص اوپر گزر چکیں دیکھو اور حرکت رُوحی بھی اسی قدر ثابت کرتے ہیں جو نصوص سے ثابت ہے۔

اور پھر مؤلفِ براہین صفحہ ۴۵ میں مسئلہ دُرِ مختار وغیرہ سے لکھتے ہیں (اگر کوئی نکاح کرے بشہادتِ حق تعالیٰ اور فخرِ عالم علیہ السلام کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے فخرِ عالم کی نسبت انتہیٰ)

یہ مسئلہ بھی آپ نے صحیح نہیں لکھا اصل تحقیق اِس کی لکھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے اور کوئی گواہ نہ ہوں فقط اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کر کے نکاح کرے تو وہ نکاح بالاتفاق ناجائز، اس واسطے کہ یہاں گواہ ہونے چاہئیں کہ اگر نکاح میں جھگڑا ہووے تو عدالت میں گواہی دے سکیں اور یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ تو ہر نکاح میں شاہد ہوتا ہے پھر شریعت میں علاوہ اس ذات پاک کے اور دو گواہ مطلوب ہیں وہ یہاں نہیں بناءً علیہ وہ نکاح ہرگز نہ ہوا اس پر اتفاق ہے لیکن بعض علمائ نے اس کو کافر بھی کہہ دیا جس کا ذکر مؤلفِ براہین نے کیا یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ دُرِ مختار میں اس کی تضعیف پر اشارہ کیا ہے قیل یکفر۔ قیل لفظ تضعیف ہے۔ اور فتاویٰ قاضیخاں کی کتاب النکاح میں لکھا: وبعضہم جعلوا ذلک کفرا۔ کافر ہونے کا قول بعض علماء نے بیان کیا لیکن ابھی یہ نہیں کُھلا کہ خود قاضی خاں کی رائے اس کے موافق ہے یا نہیں۔ یہ بات کلماتِ کفر میں کھول دی وہاں اس طرح لکھا، قال لا یکون کفرا۔ شرح منیہ وغیرہ کتب میں صراحۃً یہ اصطلاح لکھی ہے کہ لفظ قالوا فقہا ایسے موقع

marfat.com

میں لکھتے ہیں جہاں اپنی رائے میں وہ امر مستحسن نہیں ہوتا۔ شرح منیہ کے ذکر قنوت میں لکھا ہے کہ قاضی خاں کا لفظ قالوا لکھنا دلیل غیر مختار ہونے کی ہے۔ عبارت یہ ہے:

وکلام قاضی خاں یشیر الیٰ عدم اختیارہٖ لہ ففی قولہ قالوا اشارۃ الیٰ عدم استحسا

پس معلوم ہوگیا ان فتاوٰی سے کہ کافر کہنا ضعیف ہے۔ اب ہم واضح تر دلیل لاتے ہیں عدمِ کفر پر۔ فقیہ شامی نے دُرمختار کے قول مذکور بالا پر جس کی سند براہین میں پکڑی ہے تحریر کیا ہے:

قال فی التاتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ یکفر لان الاشیاء تعرض علیٰ روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اب اس سے بھی قوی تر سنو خزانۃ الروایۃ بین مضمرات سے نقل کیا ہے:

واصح انہ یکفر لان الانبیاء علیہم السلام یعلمون الغیب ویعرض علیہم الاشیاء فلا یکون کفرا۔

ہم نے اس روایت اخیرہ کو قوی اس واسطے لکھا کہ اس میں تصحیح جو الفاظ فتوٰی سے ہے موجود ہے، یعنی اس اختلافِ علماء میں صحیح یہی بات ہے کہ کافر نہیں ہوتا۔ پس دُرمختار اور قاضی خاں کی تصنیف اور شامی اور تاتارخانیہ اور فتاوٰی حجر اور ملتقط کی تصریح اور خزانۃ الروایات اور مضمرات سے صاف ثابت ہوگیا کہ وہ کافر نہیں ہوتا، اور دلیل اس کی یہ ہے کہ چیزیں عالم کی پیش کی جاتی ہیں سامنے رُوحِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے کہ جب روایتِ فقہ وحدیث متفق ہو ہرگز اس کو نہ چھوڑا جائے بناء علیہ، یہ حکم دیا کر

marfat.com

فتاوٰی کا موافق حدیث عرض اعمال جس کو حکیم ترمذی اور بزاز اور عبداللہ بن مبارک اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نقل فرماتے ہیں صحیح کہا، اور لکھا زرقانی نے شرح مواہب میں کہ کل انبیاء کو اور آباء و امہات کو اُن کی امت اور اولاد کے اعمال بالاجمال پیش کیے جاتے ہیں ہر جمعہ، اور حضرت کو سب پر شرف دیا گیا ہے کہ آپ کو ہر جمعہ بالاجمال اور ہر روز دو بار بالتفصیل مطلع کیا جاتا ہے انتہٰی

اب دیکھیے کہ یہ عرض اعمال علم کا بہت اچھا وسیلہ ہے اور شرعی مسئلہ ہے جس کو مفتیانِ دین لے چکے ہیں بناءً علیہ یہ جاننا کہ روحِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محفل کی خبر ہو جاتی ہے ہرگز شرک نہیں پس جو کوئی محفل کرتا ہے اکثر تو یہ ہوتا ہے کہ ایک دو دن پہلے سے اُس کی اطلاع ہوتی ہے اور اس کے سامان شروع ہوتے ہیں ورنہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ اگر شام کو محفل ہو تو صبح سے کچھ انتظام شیرینی یا کھانے وغیرہ کا ہونے لگتا ہے اور اگر صبح کو محفل ہوتی ہے تو شام سے شروع ہو جاتا ہے اور اطلاع آدمیوں کو شروع ہو جاتی ہے۔ سمجھنا چاہیے جبکہ ہر روز دو مرتبہ صبح و شام حضرت کو خبر اعمالِ اُمت کی کی جاتی ہے جس کے گھر میں شام کو محفل ہو گی جو کچھ اُس نے صبح کو سامان کیا ہو گا یا کسی کو خبر دی ہو گی وہ عمل صبح کو حضرت کے پاس پہنچ چکا ہو گا کہ شام کو محفل ہمارے فلاں اُمتی کے گھر ہو گی اور اگر اُس کے گھر صبح کو محفل ہونے والی ہے اور شام کو اُس شخص نے اسباب فراہم کیا ہو گا یا کسی کے سامنے مُنہ سے نکالا ہو گا کہ میں صبح کو محفل کروں گا اس کی بھی خبر اسی قدر قبلِ انعقادِ محفل پہنچ چکی ہو گی۔ علاوہ بریں محفل مولد شریف میں کثرت سے درود و سلام پڑھتے ہیں اور بفحوائے حدیثِ ملائکہ مجلس کا درود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو پہنچانے میں بھی ایک ذریعہ ہے کہ حضرت کو درود خوانانِ مجلس کی اطلاع نام بنام ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ درود پڑھنے

marfat.com

والے کا نام لے کر فرشتے حضرت کو درود پہنچاتے ہیں اور قصائد عشقِ حقیقی بھی محبت اور ذوق و شوق سے محبین پڑھتے ہیں اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کا مکاشفہ اوپر گزر چکا کہ جو کوئی ذوق و شوق سے متوجہ ہوتا ہے درود و سلام و مدح پڑھتا ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی طرف نزول فرماتے ہیں اس مکاشفہ کی تائید بھی حدیث سے پائی جاتی ہے۔ دیباچہ دلائل الخیرات میں ایک حدیث ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا گیا کہ جو لوگ آپ سے دُور اور غائب نظر سے ہیں یا بعد زمانہ آپ کے پیدا ہوں گے اُن کے درود کا کیا حال ہے؟ ارشاد فرمایا:

اَسْمَعُ صَلَاۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ وَ اَعْرِفُھُمْ وَ تُعْرَضُ عَلَیَّ صَلَاۃَ غَیْرِھِمْ عَرْضًا۔

یعنی اپنے محبت والوں کا درود خود سُنتا ہُوں اور انھیں پہچانتا ہوں اور اَوروں کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

اس کے معنی شرح دلائل الخیرات میں علامہ مہدی فارسی نے اس طرح لکھے ہیں:

اسمع بلا واسطة صلاة اهل محبتی الذین یصلون علیّ محبة لی وشوقا وتعظیما وظاهرة سواء صلی علیه المحب له عند قبره او غائبا عنه واعرفهم لتالف ارواحهم بروحه وتعارفها معها بالمحبة الی ابطنة والارواح جنود مجندة فما تعارف منها الف وما تناکر منها اختلف و لتکرر صلاتهم علیه واکثارهم لها من اجل المحبة المقتضیة لذلك وتعرض علیّ صلاة عرضا فهو انما

marfat.com

اسمعها بواسطة[1] انتہٰی ملخصا۔

اور مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات میں ہے:

واعرفہم می شناسم اہلِ محبت را بسبب اتصال روحی وقرب معنوی ایشاں بروحِ مقدس ؏

قرب جانی چو بود بعد مکانی سہل است

وتعرض صلاۃ غیرہم عرضا یعنی فرشتگان درود غیر آنہا را برمن عرض می کنند بواسطہ آنہا می شنوم وشنیدن بلا واسطہ مخصوص بمجبان وعاشقانے است کہ مذکور شدند۔

دلائل الخیرات کی حدیث کو دونوں شارح نے مسلّم رکھا۔ پس معلوم ہُوا کہ محبت بھی قربِ روحی کا سبب ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محبین کا درود خود سُن لیتے ہیں جس طرح مزار شریف کے قریب کا درود سنتے ہیں، بُعدِ ظاہری کچھ مانع نہیں۔

اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مکاشفہ ظاہر کرتا ہے کہ غیر حالتِ

---

[1] بلا واسطہ سُن لیتا ہُوں درود اپنے محبت والوں کا جو تعظیم اور شوق اور محبت سے بھیجتے ہیں ظاہر حدیث کا مطلق ہے خواہ قریب سے درود بھیجیں خواہ دور سے میں انھیں پہچانتا ہُوں کیونکہ رُوحوں میں باہم الفت اور جان پہچان ہے محبت کے واسطے سے اور روحیں لشکر ہیں جن میں جان پہچان ہُوئی ان میں الفت ہُوئی اور جن میں جان پہچان نہ ہُوئی اُن میں اُلفت نہ ہُوئی بلکہ اختلاف ہُوا اور پہچانتا ہوں ان اہلِ محبت کو کثرتِ درود سے جو بباعث محبت پڑھتے ہیں اور دوسروں کا درود فرشتے پہنچاتے ہیں اسکو واسطہ سے سُنتا ہوں ۱۲

marfat.com

درود خوانی میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاص محبین کی مدد فرماتے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنا خال کتاب "دُرِ ثمین" کی تیرھویں حدیث میں لکھا ہے:

لم اعطش لیلۃ من اللیالی فانھم بعض اصحابنا ان یھدی الیٰ اناء من اللبن فشربتہ ثم نمت علی الوضوء فرأیت روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاومات الی انی انا للذی ارسلتُ اللبن والقیت الخاطر فی قلب الرجل۔

یعنی راتوں میں سے ایک رات میں پیاسا تھا ہمارے ایک دوست کو الہام ہُوا وہ دودھ لایا میں پی کر سوگیا باوضو، تو دیکھا رُوح النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، مجھ سے فرمایا کہ میں نے ہی دودھ بھیجا تھا، اس آدمی کے دل میں ڈال دیا تھا کہ دُودھ لے جا انتہیٰ۔

اور گزر چکی اس سے پہلے حکایت قاریِ قرآن کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا قرآن سننے کو تشریف لائے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ کو بذریعہ عرضِ اعمال بھی خبر ہوتی ہے اور اہلِ محبت کی خبر بباعث قربِ روحانی بھی ہوجاتی ہے۔

علاوہ بریں ایک تیسرا طریق اور چوتھا طریق اور بھی خبردار ہوجانے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لیکن وہ دونوں طریق دقیق ہیں عام فہم نہیں جو علی العموم ذکر کیے جائیں۔ بہرکیف اطلاع پانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند طریق ہیں، وہ سب خدا تعالیٰ کے دئے ہوئے ہیں تو علمِ غیب آپ کا مستقل و بالذات نہ ہوا جس سے شرک لازم آتا بلکہ آپ جس طریق سے حالاتِ اُمت و اشیاءِ عالم پر مطلع ہوں گے وہ قدرتِ خداداد سے ہوں گے اس کا نام شرک ہرگز نہیں، دیکھو عقاید و علمِ کلام کی کتابیں، جب حدیث عرض اعمال وغیرہ وسائط سے آپ کو علم ہوجانا ثابت ہوچکا اور رُوح کا چلنا پھرنا زمین میں اور سرعت سیرِ ارواح احادیث

marfat.com

معلوم ہو چکی اور آپ کی توجہ خلقت کی طرف بھی معلوم، اور آیہ بالمؤمنین رؤف رحیم دلیل شفقت و رحمتِ اُمت کے لیے موجود، اور جب آپ کے لیے امتی بذل مال اور درود و سلام و مدح خوانی با ادب و تعظیم کریں تو اُس کے جواب میں آپ کی توجہ و احسان فرمانے پر آیہ کریمہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان موجود، پھر معلوم نہیں فریق ثانی شقاق و نفاق بے جا اہلِ اسلام میں ڈال کر اچھے خاصے مسلمانوں کو مشرک بنا رہے ہیں۔ ہاں اگر کوئی جاہل عقیدہ شرکیہ رکھے مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب مستقل ذاتی سمجھے یوں نہ جانے کہ خدا تعالیٰ کا دیا ہوا ہے معاذ اللہ تو اس کے کفر میں کس کو کلام ہے وہ شخص بالاتفاق مردود ہے۔

مؤلفِ براہین گنگوہی (رشید احمد) لکھتے ہیں مجلسِ میلاد شریف میں اکثر ایسے ہی آدمی ہوئے ہیں معلوم نہیں ان کو گھر بیٹھے کس طرح مجلس والوں کی خبر غیبی ہو گئی اور وہ بھی ان کے دلوں کی۔

ہم نے عمر بھر میں اب تک اِس عقیدۂ شرک (معاذ اللہ) کو بہت ہی بُرا کہا ہے بلکہ ہم تو جمیع منہیات شرعیہ کو بُرا کہتے ہیں، چاہئے کہ بانیِ محفل مرد با اخلاص خوش عقیدت محبت والا ہو مال میں احتیاط کرے اپنی محنت کی تنخواہ یا تجارت کا کمایا ہوا یا ہبہ و میراث وغیرہ صحیح شرعی طریق سے پہنچا ہوا طعام و شیرینی و عطر وغیرہ محفلِ مولد میں صرف کرے، فروش و ظروف وغیرہ سامانِ تجمل میں کوئی امر خلافِ شریعت نہ ہووے، روایاتِ معتبرہ بیان ہوں جن کو ثقات محدثین نے باب المعجزات میں قبول کیا ہے، اشعار وہ ہوں جن کے پڑھنے پر مفتیانِ دین نے فتویٰ دیا ہے پھر ان امور کے بعد آداب و تسلیم شان نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدِّ نظر ہو دمبدم درود و سلام کثرت سے سامعین حاضرینِ مجلس کی زبان پر ہو، فضائل و

marfat.com

معجزات وقصائد ذوق وشوق محبت سے پڑھیں پڑھوائیں سنیں سُنوائیں ۔ الحاصل جس قدر مجلس کی صفائی میں اور امورِ منہیہ سے بچنے میں ہمت لگائیں گے اسی قدر رضامندی حق سبحٰنہ کی اور توجہ رُوحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی طرف پائیں گے اگر محفل قبول ہُوئی اسکا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وُہ شخص اپنے مقصد ومراد کو پہنچے ۔ اعلیٰ درجہ یہ کہ ایک ایک قسم کے خاص جلوہ روح محمدی سے بھی مشرف ہووے اور یہ کچھ محفل ہی کے ساتھ خصوصیت نہیں، ہر عمل کا ثمرہ جب پائے گا کہ اسے اُس کے شروط سے بجالائے گا۔ دیکھو نماز کے باب میں حدیث وارد ہے :

ان العبد اذا قام الی الصلوٰۃ رفع اللہ تعالیٰ الحجاب بینہ وبینہ وواجہہ بوجہہ الکریم ۔

یعنی بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اٹھا دیتا ہے حجاب اپنے اور اس کے بیچ میں سے اور سامنے اس کے کر دیتا ہے اپنی وجہِ کریم ۔

اور دوسری حدیث میں ہے :

جب مسلمان وضو کرتا ہے شیطان اُس سے دُور ہو جاتا ہے زمین کے کناروں تک بھاگ بھاگ جاتا ہے اس ڈر سے کہ بندہ اپنے بادشاہ کے پاس جانے کا ارادہ کرتا ہے جب وضو کر کے کہتا ہے اللہ اکبر، چھُپ جاتا ہے ابلیس، اور اللہ جل شانہٗ اس بندے کے سامنے ہو جاتا ہے۔

اور حدیث میں آیا ہے :

اپنے اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تُو اس کو دیکھ رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہی نماز ہم غافل لوگ پڑھتے ہیں اور ایک اولیاء اللہ کی نماز ہے کہ ان کو نماز میں مشاہدۂ ربانی حاصل ہوتا ہے اور مقامات طے ہوتے ہیں ،

marfat.com

اسی طرح مقبولیتِ محافل کے درجات ہیں

نہ انجیر شد نامِ ہر میوہ
نہ مثل زبیدہ است ہر بیوہ

الحاصل مقبول تر وہ آدمی ہے جو زیادہ تر اخلاص و محبت سے محفل کرے۔

سوال[۱] : قیامِ مروج رونق افروزی روحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے یا کسی اور وجہ سے ہے ؟

جواب : اگرچہ اطلاع پانا آپ کا محفل پر منجملہ اعمالِ اُمت ثابت ہے اور مشتاقین کو جلوۂ خاص روحانی سے مشرف فرمانا بھی ممکن۔ لیکن ہر ایک محفل میں علی العموم قیام اس غرض اور علت پر مبنی نہیں بلکہ وجہ اُس کی اظہار فرحت و سرور شان نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے دیکھو عالم الامہ مقتدی الائمہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی مجلس میں اکابر علماء تھے ایک شعر مدح کا سُن کر کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ سیرتِ حلبی میں مذکور ہے اس میں رُوح کا آنا کچھ بھی مذکور نہیں بلکہ یہ ہے قام الامام السبکی رحمۃ اللہ علیہ وجمیع من فی المجلس فحصل الشکر۔ اور اسی طرح نقل کیا اسمٰعیل آفندی نے تفسیر روح البیان میں، اور سیرتِ شامی

---

[۱] اس صورت میں جو لوگ مشرف بہ زیارت ہُوئے ان کی وجہ قیام دو باتیں ہیں ایک زیارت دوسرا اظہارِ فرحت و سرور تعظیم اور باقی علی العموم سب کے حق میں قیام فقط وہی وجہ اظہار فرحت و سرور تعظیم اور صفحہ ۲۰۰ براہین قاطعہ میں بھی درصورت زیارت ہونے روح کے قیام کو صحیح مان لیا اور صفحہ ۲۰۶ میں لکھا کہ تشریف آوری کی دوام پر انکار ہے نہ امکان وقوع احیاناً پر انتہیٰ کلامہ ملخصا بناءً علیہ وہ لوگ کہتے ہیں ہم اسی وقوع احیاناً کی امید میں کھڑے ہوتے ہیں جیسے ایک شب قدر پانے کیلئے عمر بھر جاگتے ہیں ۱۲

marfat.com

میں ہے:

جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ[1]۔

یعنی کثیر محبینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سنتے ہیں ذکر ولادت شریف کا اٹھ کھڑے ہوتے ہیں ان کی تعظیم کو۔

یہ نہیں لکھا کہ رُوحِ مبارک کو دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اور رسالہ عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر میں امام برزنجی نے لکھا ہے:

قد استحسن القیام عند سماع ذکر ولادتہ الشریفۃ ائمۃ زود بلا رؤیۃ روحہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور یہ نہیں فرمایا استحسن القیام عند رؤیۃ روحہ او عند قدوم روحہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عمل جمیع بلاد اسلامیہ کا عرب وعجم مشرق ومغرب میں اسی بات پر ہے کہ بلا رؤیت رُوح پُرفتوح بمجرد سماع ذکر ولادت شریف جمیع اہلِ محافل کھڑے ہوجاتے ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ اگر یہ تشریف آوری روح کے سبب نہیں تو پھر تعظیم کس بات کی ہے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ قیام فقط تعظیم تشریف آوری پر منحصر نہیں[2] بلکہ شرع شریف

---

[1] تعظیماً لہ اِس مقام میں شامی کی عبارت میں یہ لفظ بھی ہے ہذا القیام بدعۃ اصل لہا۔ تفصیل اِس مجمل کی اور جواب اعتراضاتِ مانعین عنقریب آتے ہیں تمام شرح وبسط کے ساتھ۔

[2] ان لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ تم کو رُوح نظر نہیں آتی (باقی بر صفحہ آیندہ)

marfat.com

میں چند مقام پر قیام پایا گیا ہے ایک آنے والے کی تعظیم میں جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وقت تشریف لانے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام فرماتی تھیں کذا فی المشکوٰۃ۔

دوسرا وضو کا بچا ہُوا پانی پینے کے لیے کھڑا ہونا ترمذی نے روایت کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو کر چکے بچا ہوا پانی پیا کھڑے ہو کر اور یہ کہا کہ مجھ کو پسند آیا کہ دکھاؤں تم کو کس طرح وضو کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہیٰ۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ بھی کھڑے ہو کر پیتے ہوں گے۔

تیسرے زمزم کا پانی پینا کھڑے ہو کر۔ بخاری اور مسلم میں روایت ہے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پلایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی زمزم کا، پس پیا آپ نے کھڑے ہو کے۔

الحاصل فقہار رحمہم اللہ ان دونوں پانیوں کو قبلہ رُو کھڑا ہو کر پینا مستحب اور مندوب لکھتے ہیں۔ اِس لفظ سے صاف تعظیم معلوم ہوتی ہے۔ اور بعضوں نے یہ مسئلہ ان الفاظ سے لکھا ہے: پانی کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہ ہے سوائے[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کیوں اُٹھتے ہو؟ جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ ہم تقلیداً اُس موقع میں کھڑے ہوتے ہیں جہاں اہلِ مکاشفہ کھڑے ہوتے ہیں اگر کوئی کہے کہ ہر محفل میں کیوں کھڑے ہوتے ہو؟ جواب دیتے ہیں کہ شب قدر معلوم یقینی طور پر نہیں ہوتی پھر بھی جاگتے ہیں اگرچہ شبِ قدر تو درحقیقت ایک ہی ہوگی سال بھر میں جب ہوئے۔ پس اسی طرح ہم لوگ ہر محفل میں بایں امید کھڑے ہوتے ہیں کہ آخر کبھی تو قیام موافق قدوم روحِ مبارک ہو جائیگا اگر عمر بھر میں موافق آپڑا غنیمت ہے۔

؎ بس بود جاہ و احترام مرا۔ یک علیک از تو صد سلام مرا۔

[1] یہ سورۂ آل عمران کے آخر میں صاحب کشاف نے روایت کی ہے۔

marfat.com

ان دو پانیوں کے کہ یہ مکروہ نہیں۔ اس سے بھی قیامِ تعظیمی ثابت ہو گیا۔ یعنی کھڑا ہو کر پینے کی جو کراہت شرع میں تھی وہ بباعثِ عظمت ان دونوں پانیوں کی ساقط ہو گئی اس لیے کہ زمزم کا پانی حصولِ شفاعت کا سبب ہے۔ اور اسی طرح وضو کا پانی بچا ہُوا بھی موجبِ شفا ہے۔

شامی نے لکھا ہے کہ میرے بزرگ عبدالغنی نابلسی جب مریض ہوتے تھے وضو کا باقی پانی بارادہ حصولِ شفا پیتے تھے موافق فرمان سچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، پس آرام ہو جاتا تھا ان کو انتہیٰ کلام الشامی۔

یہاں ایک بات اور بھی حاصل ہُوئی۔ یعنی کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے شرع میں، لیکن جب آبِ زمزم اور آبِ بقیۂ وضو کی عظمت پر خیال کر کے کھڑا ہو کر پیئے تو قصدِ تعظیم کے سبب کراہت جاتی رہتی ہے۔ پس بفرض محال اگر قیام مکروہ بھی ہوتا تب بھی جو لوگ بارادہ تعظیمِ شانِ مصطفائی کھڑے ہوتے ہیں چاہیے کہ قیام ان کے لیے درست ہو جائے مکروہ یا شرک یا حرام ہونے کے لیے کیا معنی!

چوتھا کھڑا ہونا جس وقت عمامہ باندھے۔ بعض فقہا اس کو مستحسن کہتے ہیں۔

پانچواں کھڑا ہونا وقتِ سماعِ اذان کے۔ دُرِ مختار میں ہے: ویندب القیام عند سماع الاذان، و در فتاویٰ برہنہ آوردہ چوں آوازِ اذان برآید باید کہ ماشی بایستد و نشستہ زانو زند ہر چہ بتعظیم نزدیک تر آں کند۔

چھٹا کھڑا ہونا واسطے تعظیم مطلق ذکر کے۔ تفسیر کشاف میں ابن عمر اور عروہ بن زبیر اور ایک جماعت سے روایت ہے وُہ سب نکلے اور گئے عیدگاہ میں، پھر وہ ذکر اللہ کرنے لگے۔ ان میں سے بعضوں نے یہ کہا کہ فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً۔ تب وہ سب کھڑے ہو گئے

marfat.com

اور ذکر اللہ کرنے لگے کھڑے ہوئے۔

ساتواں کھڑا ہو کر مدائح اور مفاخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑھنے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرتِ حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پہ کھڑے ہو کر اشعار فخریہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھتے تھے۔

آٹھواں کھڑا ہونا دست بستہ وقتِ زیارتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے روضہ مطہرہ کے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم القیام جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے۔

نواں جب کوئی اپنا پیشوا مجلس سے اُٹھے اُس کی معیّت میں تعظیماً کھڑے ہو جانا۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں ہم کو حدیث سناتے تھے جب آپ اُٹھتے ہم سب کھڑے ہو جاتے تھے اور جس وقت آپ گھر میں داخل نہ ہو جاتے ہم کھڑے رہتے تھے انتہیٰ

علاوہ ان نو مقامات کے اور بھی مواضع میں قیام آیا ہے جس کی نظر فتاویٰ اور حدیث پر ہو گی وہ دیکھ لے گا۔

الحاصل ان نظائر سے ثابت ہو گیا کہ قیام مخصوص فقط تعظیم آنے والے کے لیے نہیں بلکہ اور بھی مناہات میں قیام پایا گیا اور قدر مشترک سب میں یہ مضمون ہے کہ قیام جس امر میں کیا جاتا ہے اُس امر کی تعظیم کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح بزرگانِ دین سے طرح طرح کے مواقع تعظیم میں قیام پایا گیا۔ از انجملہ احمد بن حنبل و علی بن مدینی وغیرہ جلسہ تعلیمِ حدیث میں کھڑے رہتے تھے۔ چنانچہ ہم روایت سابقہ لکھ چکے۔ از انجملہ بہاؤ الدین ملک طاہر کا وزیر قصیدہ بُردہ برہنہ پا اور برہنہ سر کھڑا ہو کر سُنا کرتا تھا اور اس کے گھر میں بہت خیر و برکت دین و دنیا کی اس سے

marfat.com

حاصل ہوتی۔

کشف الظنون میں در باب قصیدہ بُردہ لکھا ہے:

ولما بلغت الصاحب بہاؤ الدین وزیر الملک الطاہر استنسخہا و نذران لا یسمعہا الا حافیا واقفا مکشوف الراس وکان یتبرک بہا ھو و اھل بیتہ و روا من برکاتہا امورا عظیمۃً فی دینھم و دنیا ھم۔

ازانجملہ کھڑا ہونا ہمارے شیخ الطریقۃ امام الشریعۃ خواجہ خواجگان معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا واسطے تعظیم روضہ مرشد کے شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین گنج شکر اپنے پیر قطب صاحب کے ملفوظات مسموعہ مسمی بہ فوائد السالکین میں لکھتے ہیں کہ ایک بار خواجہ معین الدین قدس سرہٗ در باب سلوک وعظ فرما رہے تھے جب داہنی طرف نظر پڑتی تھی کھڑے ہو جاتے تھے، ایک سو بار کھڑے ہوئے لوگ حیرت میں تھے بعد اختتام جلسہ ایک بے تکلف آدمی نے یہ عرض کیا کہ آپ کیوں بار بار کھڑے ہوتے تھے، فرمایا: جب نظر مرشد خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پر پڑتی کھڑا ہو جاتا تھا اس لیے کہ پیر کی تعظیم حالتِ حیات و ممات میں برابر واجب ہے بلکہ بعد موت کے زیادہ۔ انتہی کلامہ

ازانجملہ جس وقت کسی صاحبِ معرفت کو عشقِ الٰہی میں وجدِ صادق ظاہر ہو تو جمیع حاضرین کو کھڑا ہو جانا چاہیئے۔ ذکر کیا یہ مسئلہ امام حجۃ الاسلام غزالی

لہ اور جب پہنچا قصیدہ بُردہ صاحب بہاؤ الدین وزیر ملک طاہر کو، اس نے نقل کرایا اور یہ منت مانی اور لازم پکڑا کہ نہیں سُنے گا اس کو مگر ننگے سر ننگے پاؤں کھڑا ہو کر۔ اور برکت پاتا تھا وہ اس فعل سے اور اس کے گھر والے بھی۔ اور دیکھے انہوں نے اس قصیدہ کے بآداب و تعظیم پڑھنے سے اپنے دین اور دنیا میں بڑے بڑے کام ۱۲

marfat.com

رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں مرد منصف حق طلب کو مجموع ان احادیث و آثارِ صحابہ اور فعلِ مشائخِ طریقت مشائخِ حدیث سے جو کچھ ہم نے یہاں تک لکھا خوب واضح ہو جائے گا کہ بیشک قیام تعظیمی مخصوص کسی کے آنے کے ساتھ نہیں بلکہ اور امور کی تعظیم میں بھی قیام پایا گیا ہے، پھر کیا ضرور ہے کہ قیام مروجہ محفل قدوم روح مبارک ہی کے اعتقادات سے کیا جائے بلکہ اس میں تعظیم شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر رکھی جاوے اور بیان اُس کا یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج میں:

و من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔

یعنی جو کوئی تعظیم کرے نشانیوں اللہ تعالیٰ کی یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب نے اولیاء اللہ کی محبت کو تعمیل اس آیت اور تعظیم شعائر اللہ میں شامل کیا ہے، عبارت ان کی صراطِ مستقیم، میرٹھ صفحہ ۴۳ میں یہ ہے:

اگر نیک تامل کنی دریابی کہ محبت امثال ایں کرام خود شعار ایمان محب وعلامت تقویٰ اوست ذلک ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب انتہیٰ کلامہ

جب اولیاء اللہ شعائر اللہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم معظم شعائر ہوئے۔ چنانچہ حجۃ اللہ میں شاہ ولی اللہ نے بھی صفحہ ۱۷ مطبوعہ بریلی میں آپکو معظم شعائر اللہ میں شمار کیا ہے، اور جب آپ معظم شعار ہوئے تو پیدا ہونا آپ کا گویا ظہور ہے اعظم شعائر اللہ کا، ہم کو چاہیے کہ اعظم شعائر اللہ کی عظمت دل میں پیدا کریں اور اس نعمتِ عظمیٰ کو بہت عظیم سمجھیں جس کو فرمایا

marfat.com

اللہ تعالیٰ نے وما ارسلناك الا رحمة للعٰلمین، اور احسان رکھا اللہ تعالیٰ نے ہماری گردنوں پر ان کے وجود باجود کا حیث قال تبارک وتعالیٰ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا الآیۃ پس جس وقت تذکرہ آپ کا باداب وتعظیم اور ظہور جاہ وجلال جو وقتِ ولادت آفاق عالم میں وہ انوار وآثار جلوہ گر تھے بیان ہوتا ہے دل کے رگ وریشہ میں اُس وقت کا جلوہ سما جاتا ہے آنکھوں کے آگے نقشہ حضور ملائکہ وحور عین کا جو وقت میلاد شریف تھا سماں بندھ جاتا ہے لابد دل بھر جاتا ہے عظمت شان حضور سے اور پیدا ہوتی ہے دل میں تعظیم عظیم اُس وقت کھڑے ہو جاتے ہیں سب باداب وتعظیم، اور بدلتے ہیں ہیئت جلوس کو قیام سے۔ چنانچہ شرع شریف میں ظاہر کو عنوان باطن قرار دیا ہے اگر قلب میں توحید اور رسالت کی تصدیق ہے تو اقرار باللسان اس کی تطبیق ہے، اسی طرح اگر دل میں اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی خواہش اور حاجت ہے تو دُعا میں دونوں ہاتھ بھیک مانگنے والوں کی طرح پھیلا دینا سنت ہے تاکہ نقشہ ظاہر و باطن کا ایک ہو جائے۔ اسی طرح جویائے غرامض کو بہت مثالیں شرع شریف سے مل جائیں گی از انجملہ چند مثالیں دافع الاوہام میں درباب زینت محفل مذکور ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس وقت اظہارِ عظمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جو کہ دل میں بھری ہوئی ہے قیام کیا جاتا ہے تاکہ ظاہر و باطن دونوں ایک ہو جائیں جس طرح دل کے اندر حضور کی عظمت ہے اسی طرح قیام باداب وتعظیم اس عظمت کا نقشہ اور صورت ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بذاتہٖ آنکھوں کے سامنے مجلس میں حاضر نہ ہوں لیکن آپ کا ذکر ظہور تو موجود اور ظاہر ہے ذکرِ ظہور کی تعظیم بعینہٖ آپ کی تعظیم ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب 'صراطِ مستقیم'

marfat.com

مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۱۶ میں لکھتے ہیں:

از فروع حب منعم است تعظیم شعائر او مثل تعظیم نام او و کلام او و لباس او انتہیٰ۔

جب آپ کی تعظیم دل میں ہوئی تو آپ کے نام اور بیان اور ذکر کی تعظیم بھی دی گئی تو یہ ذکر کی تعظیم بعینہٖ آپ کی تعظیم ہے اور آپ کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے صفحہ ۷۰ حجۃ اللہ میں لکھا ہے حتی صار تعظیمہا عندھم تعظیما اللہ یعنی ان شعائر کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے انکے نزدیک اور موافق اس مضمون کے آیتیں بھی لکھ چکے ہیں۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔

الحاصل یہ قیام نہ شرک ہے نہ بدعت نہ ضلالت بلکہ مستحب مستحسن ہے بالاتفاق جمہور علماءِ امت، اور قائم ہیں اس پر ادلّہ از رُوئے شریعت۔

فائدہ: اب ہم ایک قاعدہ مسلّم مؤلف براہین گنگوہی کے موافق بھی اس قیام کا ثبوت دیتے ہیں وہ یہ کہ ہم نے امورِ مروّجہ مجلس میلاد شریف کے لیے لکھا ہے کہ زیادہ کرنا کسی امر مستحسن یا مباح کا جو پیشتر نہ تھا جائز ہے اس کی نظیر یہ لکھی ہے کہ اگر کوئی بنظرِ آداب و تعظیم التحیات میں اللّٰھمّ صلِّ علیٰ سیّدنا محمّد پڑھے تو دُرِ مختار میں اس کو افضل لکھا ہے حالانکہ اس درود میں لفظ سیّدنا منقول نہیں، اس کا جواب مؤلفِ براہین صفحہ ۱۵۴ میں لکھتے ہیں "زیادۃ لفظ سیّدنا کے صیغۂ درود شریف میں مگر یہ نہ سمجھا کہ جہاں کہیں اجازت زیادۃ یا تبدیل کی صراحۃً یا دلالۃً موجود ہے وہاں نہی کہاں ہو سکتی ہے وہ تو خود ماورد بہ الشرع میں داخل ہے سو اجازت زیادۃ لفظ سیادۃ کی خود یا ایہا الذین اٰمنوا صلوا علیہ الآیۃ میں موجود کیونکہ معنی صلوٰۃ کے تعظیم کے ہیں اور صلوا کے معنی عظموا لکھتے ہیں اور دعا کے اگر ہوں اس کی بھی

marfat.com

تعظیم لازم ہے کہ جس کے واسطے دُعا کی جاوے گی اس کی تعظیم و توقیر لازم ہوویگی تھوڑی سی عقل کی حاجت ہے سو ہرگاہ کہ تعظیم فخرِ عالم کی اپنے بندگان سے حق تعالیٰ طلب فرماتے ہیں تو جو لفظ و صیغہ کہ تعظیم کے معنی دیوے گا وہ خود مطلوب ہوویگا جب تک کہ اس کی نہی وارد نہ ہو، انتہیٰ۔"

میں کہتا ہوں قیام زیادہ کرنے کی اجازت بھی شرع میں موجود ہے نصوص درباب وجوبِ تعظیم و توقیرِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم شروع بحث قیام میں ہم لکھ چکے ہیں، پس تعظیم و توقیر آپ کی مطلوب ہے شرعاً، تو یہ قیام بھی ایک فرد تعظیمی ہوکر افراد تعظیم مطلوبہ میں شامل ہے اور ماورد بہ الشرع میں داخل، اور یہ بھی ہے کہ وقتِ ذکرِ ولادت شریف درود و سلام بھی اُٹھ کر پڑھتے ہیں تو جیسا لفظ صلّوا بمعنے عظموا سے صیغہ تعظیم ایجاد کیا جو پہلے نہ تھا ایسا ہی اس وقت درود و سلام پڑھنے کے لیے یہ ہیئت تعظیمی یعنی قیام ایجاد کیا جو پہلے نہ تھا پس قیام بھی مثل لفظ سیدنا افضل ہوگا و علیٰ ہذا القیاس قولِ درِ مختار جس کو مولفِ براہین گنگوہی نے بھی سند رکھا پس یہ قیام صحیح ثابت الاصل ہے از روئے ادلہ مسلمہ فریق ثانی بھی اسی سبب سید برزنجی وغیرہ مفتیان دین استحسان قیام ہذا پر برابر فتوے دیتے رہے ہیں۔

اب قیام میں منکرین کے شبہات متفرقہ کا ذکر ہوتا ہے۔

جواب اس کا کہ حضرت کی حیات میں قیام نہ کرتے تھے اب کس طرح جائز ہے

اول اعتراض حضرت کے حالتِ حیات میں صحابہ واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام نہیں کرتے تھے جیسا کہ ترمذی میں ہے پھر اب قیام کس طرح جائز ہو؟

marfat.com

جواب: واقعی قیام نہیں کرتے تھے، لیکن اس طرح کا قیام جیسا سلاطینِ عجم میں تھا کہ جب رعایا اپنے بادشاہ کو آتے دیکھتی اُسی وقت سے کھڑی ہو جاتی اور جب تک وہ بیٹھا رہتا تخت پر اس وقت تک سب اس کے آگے بکمال تواضع کھڑے رہتے۔ ایسا قیام فی الواقع ممنوع شرعی ہے جبکہ وہ بادشاہ یا امیر حکم کرے اور پسند کرے اس قیام کو۔ سو محفل میلاد شریف میں یہ بات تو نہیں کہ اُس محفل میں منبر یا چوکی یا تخت پر کوئی بادشاہ بیٹھا ہوا ہے اور سب لوگ اس کے آگے کھڑے ہیں یا یہ کہ وُہ بادشاہ حکم کر رہا ہے کہ تم میرے آگے قیام کرو۔ یہاں تو یہ بات ہے کہ قاریِ مولد منبر پہ کھڑا ہوا اور درود و سلام و اشعار و نعت و مدح پڑھ رہا ہے یہ خود فعل صحابہ سے ثابت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

کان رسول اللہ علیہ وسلم یضع لحسان منبرا فی المسجد یقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔

یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم حضرت حسان کے واسطے منبر رکھتے تھے مسجد میں، اور اُس پر حسان کھڑے ہو کر فخرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بیان کرتے تھے۔

پس میلاد شریف میں بھی قاریِ مولد منبر پہ کھڑا ہو کر فخرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بیان کرتا ہے اور جس وقت قاریِ مولد کھڑا ہو جاتا ہے حاضرین بھی کھڑے ہو جاتے ہیں اِس میں تعمیل دُوسری حدیث کی ہو جاتی ہے جو مشکوٰۃ کے باب القیام فصل ثالث میں ابوہریرہ سے روایت ہے رضی اللہ عنہ، فرمایا:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یجلس معنا

marfat.com

فی المجلس یحدثنا فاذا قام قمنا قیاما۔

یعنی حضرت ہمارے جلسے میں حدیث کرتے تھے پھر جب اپ کھڑے ہوتے ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو جاتے۔

اس سے ثابت ہُوا کہ حاضرینِ مجلس کو قیام میں موافقت کرنا چاہیئے[1] پس اس قیام میں۔ اور ترمذی کی روایت منع قیام میں جس کو مانعین سند لاتے ہیں بہت فرق ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ صحابہ کسی طرح کا قیام نہیں کرتے تھے، تو یہ بالکل غلط ہے۔ ابھی گزرا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر شعر پڑھتے تھے مدح و فخرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ اور یہ بھی گزرا جب آپ کھڑے ہوتے تو صحابہ بھی کھڑے ہو جاتے۔ اور جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لاتیں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو جاتے تھے اور اسی طرح وقتِ تشریف آوری حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھڑی ہو جاتی تھیں، اور نیز کھڑے ہوئے صحابہ واسطے آپ کے۔ یہ اسامہ بن شریک سے بروایت صحیح قسطلانی نے روایت کی ہے۔ اور نیز کھڑے ہوئے آپ واسطے آنے حلیمہ سعدیہ کے ایامِ حنین میں، یہ زرقانی شرح مواہب

---

[1] اور حضرت حسان اگر ایسا کرتے کہ اول سے بیٹھ کر پڑھتے پھر کھڑے ہو کر پڑھتے تو بالضرور ان کے ساتھ حاضرینِ مجلس موافقت کر کے کھڑے ہو جایا کرتے لیکن وہاں ہوتا کہ حالت جلوس حاضرین میں حضرت حسان کھڑے ہو کر اول سے شروع کرتے تھے وہ حالت مشابہ حالت خطیب کے ہوتی تھی ایسی صورت میں حاضرین نہیں اٹھا کرتے بخلاف اس صورت کے اوّل سے جلوس میں شریک ہیں اور پھر اٹھا تو اس کے ساتھ موافقت حاضرین کرتے ہیں یہی شکل احیاء العلوم میں قیام مجلس سماع ذکر کی ہے ۱۲

میں ہے۔ اور نیز کھڑے ہوئے آپ وقت آنے پدر رضاعی اپنے کے، یہ سیرتِ حلبیہ میں ہے۔ اور رد کیا مانعینِ قیام کا شاہ ولی اللہ نے، دیکھو حجۃ اللہ البالغہ۔

جواب اس کا کہ حضور کا نام سُن کر کھڑے ہو جائیں خدا کے نام پر نہ ہوں

دُوسرا اعتراض حضرت کا نام سُن کے کھڑے ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے نام پر کھڑے نہیں ہوتے۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ پہ بھی فوقیت دے دی۔

جواب: یہ کمال کم فہمی ہے، دیکھو ہم اللہ تعالیٰ کے واسطے قیام کرتے ہیں نمازوں میں بکمال ادب رُو بقبلہ اور اس سے بھی زیادہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے خاک پر گر جاتے ہیں سجدہ کے لیے ہر روز نمازِ فرض و نوافل میں ساٹھ ستر سے زیادہ سجدے کرتے ہیں یہ کیسی بڑی تعظیم ہُوئی کہ ماتھا زمین پر رگڑتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لیے صرف اس قدر کہ ذکر ولادت شریف پر تعظیماً ظہور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اب خیال کرو تعظیم رسول کی خدا سے زیادہ کہاں ہُوئی۔

جواب اس کا کہ حضرت کا نام اذان اور خطبہ میں سُنتے ہیں، نہیں اُٹھتے

تیسرا اعتراض حضرت کا نام اذان اور خطبہ میں بہت جگہ آتا ہے کہیں نہیں کھڑے ہوتے سوائے مولد شریف کے اور اس میں بھی جب خاص ذکر ولادت شریف کے وقت۔

جواب: یہ مناسبت ہے کہ ولادت کے معنی یہ ہُوئے کہ آپ عالم بطون سے عالم ظہور میں آئے اور آنے والے کی تعظیم کے لیے شرع میں قیام مستحسن ہے بر مذہب جمہور فقہاء و محدثین۔ اور یہ خوب معلوم ہے کہ شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ

marfat.com

وسلم کی عظیم ہے اور مُبرّد نے تعزّروہ و توقّروہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

ای تبالغوافی تعظیمہ صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم۔

یعنی مبالغہ کرو حضرت کی تعظیم میں بناءً علیہ محبینِ اُمت نے بطور مبالغہ تعظیم یہ کیا کہ جو بادشاہ امیر کی عین حالت قدوم میں تعظیماً قیام کیا جاتا ہے وہ آپ کے ذکر میں قیام کیا گیا اس پر کوئی اعتراض شرعی نہیں پڑ سکتا سوا اس کے کہ ایجاد ہے اور ایجاد طریقہ آداب کا مستحسب اور مستحسن ہے اس کا ذکر چند بار گزر چکا اور بدعتِ حسنہ کا وجود بھی شرع سے ثابت ہے۔

اگر قدوم کی تعظیم ہے تو جب سنیں کہ حضرت مسجد آئے یا جہاد سے آئے کھڑے ہو جائیں

چوتھا اعتراض قیام کرنے والوں کو اس بات کی تعظیم منظور ہوتی کہ حضرت کے قدوم کی تعظیم کی جائے تو وقت ولادت کی کیا خصوصیت تھی چاہیئے تھا کہ جب ذکر سُنتے کہ فلاں وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسجد یا مجلس میں تشریف لائے تھے یا حج یا جہاد کر کے واپس آئے تھے ہر قدوم کا ذکر سُن کے کھڑے ہو جایا کرتے۔

جواب: اِن قدومات میں اور قدومِ وجودی یعنی ولادت شریف میں بڑا فرق ہے یہ سب قدوم جزئی ہیں مثلاً گھر سے جب مسجد یا مجلس میں تشریف لائے تو وہ دولت مخصوص اسی جماعت کے واسطے ہوئی دوسرے لوگوں کا اس میں کیا حصہ ہے کہ جن میں آپ رونق افروز نہ ہوئے برخلاف قدومِ وجودی کے کہ وہ قدوم کلی ہے یعنی آپ کا عالمِ وجود میں آنا رحمت ہے تمام عالم پر، جو کوئی اس وقت دنیا میں موجود ہے یا نہیں اور جو کوئی قیامت تک پیدا ہوتا چلا جائے گا اور جو چیز زمین سے عرش تک ہے کل کے لیے آپ کا پیدا ہونا رحمت ہے وما ارسلناک

marfat.com

الا رحمۃ للعالمین پس اس قدوم اور قدومات مذکورہ میں بڑا فرق ہے اس لیئے قیام کرنا اِس اعلیٰ درجے کے قدوم میں اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میں رائج ہوا جب اس قدوم کلی کا ذکر آتا ہے اسی وقت قیام کرتے ہیں بخلاف اور قدومات کے کہ وہ جزئیہ ہیں۔

جب حقیقت موجود نہ ہو تو حقیقت والا معاملہ نہ کیا جائے، پھر اسکا جواب

پانچواں اعتراض

اگر یہ قیام واسطے ذکر ولادت شریف کے خاص ہُوا کہ اس میں معنی قدوم وجودی کے ہیں تو بہت وقتوں میں یہ ذکر احادیث وغیرہ میں ہوتا ہے مثلاً قرآن شریف میں ہے لقد جاءکم رسول اور حدیث میں ہے ولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مختونا۔ اس وقت کیوں نہیں کھڑے ہوتے۔ علاوہ بریں بہت مرتبہ آپ کی ولادت کا مضمون کسی شعر یا فقرہ نثر میں چلتے پھرتے زبان پر آجاتا ہے وہاں بھی کوئی نہیں کھڑا ہوتا۔

جواب: بنی آدم پر غفلت طاری ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر کسی خاص موقع میں جب دل راغب الی اللہ ہوتا ہے وہاں تو شوق وذوق سے کہتے ہیں جل جلالہٗ جل شانہٗ عم نوالہٗ، باقی اکثر اوقات میں دل غافل ہوتا ہے اور بیخبر ہوتا ہے سیکڑوں باتوں میں اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے جل جلالہٗ وغیرہ الفاظِ تعظیم کچھ بھی زبان پر نہیں لاتے۔ بس اسی طرح حالِ قیام ہے کہ بعض حالات میں نامِ رسول آتا ہے دل کو اس تعظیم خاص یعنی قیام سے ذہول اور غفلت ہوتی ہے برخلاف مجلس کے، نہ یہاں ہر قسم کے سامانِ آداب و تعظیم موجود ہیں خواہی نخواہی ہر عامی کی بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں تعظیم بجالاتے ہیں۔

marfat.com

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم قیام کو فرض یا واجب کہتے تب یہ اعتراض پڑتا کہ کسی موقع میں بھی ترک جائز نہ ہو جب فرض نہیں بلکہ مستحب اور مستحسن کہتے ہیں تو موقع محل میں کہ وہاں امورِ استحسان و آداب موجود و مہیا ہیں قیام بھی کرتے ہیں تاکہ لوازم اکرام بتمامہٖ مکمل ہو جائیں اور جہاں جمیع لوازم مروجہ منفی ہیں وہاں یہ بھی نہ ہُوا تو کیا حرج ہے صرف درود شریف پڑھ دیا جاتا ہے یہ بھی فائدہ تعظیم کا دے جاتا ہے اور یہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ تعظیم مفروضہ کسی فرد میں بھی ادا ہو جاتی ہے اور تعظیم فرحتِ میلاد کو سامانِ کثیرہ اور افرادِ متعددہ کے ساتھ ادا کرنا درجۂ استحباب میں ہے باقی رہی یہ بات کہ تلاوتِ قرآن شریف و قراءتِ حدیث میں جو یہ ذکر آئے وہاں کیوں نہیں کھڑے ہوتے ؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ہر عمل کے خصائص ہوتے ہیں کہ وہ سب جگہ نہیں کئے جاتے۔ اِس وقت ایک مثال لکھی جاتی ہے اور مثالیں اس کی بہت ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب قولِ جمیل میں لکھتے ہیں :

جب کوئی کسی زبردست سے ڈرتا ہو جس وقت اُس کے سامنے جائے پڑھے کٓهٰیٰعٓصٓ کُفِیْتُ ، اور ہر حرف پر انگلی داہنے ہاتھ کی بند کرتا جائے۔ پھر پڑھے حٰمٓعٓسٓقٓ حُمِیْتُ ، اور ہر حرف پر انگلی بائیں ہاتھ کی بند کرتا جائے۔ پھر اُس حاکم کے سامنے دونوں مُٹھیاں کھول دے انتہیٰ

اب سمجھنا چاہیے کہ مٹھی کا بند کرنا اور کھولنا خاصہ اس عمل کا ہے ، تو اگر اب کوئی کہنے لگے کہ یہ تو قرآن شریف کے حروف ہیں جب قرآن میں کوئی کٓهٰیٰعٓصٓ حٰمٓعٓسٓقٓ پڑھا کرے وہاں بھی انگلیاں بند کیا کرے اور کھولا کرے۔ سب عاقل کہیں گے کہ اے بھائی ! وہ تو خاصہ اُس عمل کا ہے اُسی عمل کے ساتھ مخصوص کرنا چاہیئے ، جب قرآن پڑھیں گے تب قرآن کے آدابِ تلاوت ملحوظ رکھنے چاہئیں۔

marfat.com

بس اسی طرح جب قرا، ت یا حدیث بطور تعلم یا تعلیم یا موعظت جس طرح ہو وہاں وہ آداب چاہئیں، اور جب اذان وغیرہ میں آپ کا نام آئے وہاں جو کچھ ماثورہ ہے اس کو ادا کرے، اور جب یہ ذکر اِس جلسۂ فرحت و سرور شکر میں آئے وہاں یہ حرکت سروری تعظیمی کہ عبارت قیام سے ہے کی جاتی ہے اور مولود شریف باوجود شامل ہونے منثوبات اُخروی کے ایک عمل بھی ہے واسطے خیر و برکت کے، چنانچہ ابو سعید بورانی و ابن جزری و سخاوی و علی قاری وغیرہم نے اِس عمل کے کرنے سے برکاتِ کثیرہ کا حاصل ہونا منافع دینی و دنیوی میں لکھا ہے اور اِس عمل کو بہت اہلِ اسلام بلادِ اسلامیہ میں کرتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کسی سے مخفی نہیں کہ مشایخِ عظام اور علماءِ کرام نے اِس عمل میں خاصتہً نزدیک ذکر ولادت شریف کے قیام کیا ہے پس خاصتہً ٹھہر گیا یہ قیام اس عمل کا خاص اِسی موقع میں نباء علیہ جاری نہ کیا جائے گا یہ قیام جمیع مواقع خارجی مثل تلاوتِ قرآن اور احادیث اور اذان وغیرہ میں جس طرح انگلیوں کا کھولنا بند کرنا کھٹملعص میں اس وقت ہوگا کہ جب بہ طور عمل ہوگا قرآن شریف کے پڑھتے وقت نہ ہوگا اور اعمال کی خصوصیات کو تعینات و تخصیصات مکروہہ فقہاء سے کچھ علاقہ نہیں۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کی صراطِ مستقیم دیکھو کیا کچھ تعینات اذکار مثل یک ضربی دو ضربی سہ ضربی و حبس نفس و خیالات وغیرہ اس میں درج ہیں علاوہ بریں ہم کہتے ہیں استحسان کرنا علماءِ دین کا بھی ایک حجت اور دلیل ہے دلائل شرعیہ سے۔ اور علماءِ عرب و عجم نے صدہا سال سے اِس موقع خاص میں مستحسن فرمایا ہے نباء علیہ دوسرے موقع میں قیام معمولی عام نہ کیا جائیگا جب تک ان مواقع پر علماءِ اُمت استحسان کا فتویٰ نہ لگائیں امرِ استحسانی کو خاص موقع استحسان میں معمولی کرنا ثابت ہے نہ علی العموم۔ دیکھو بیت اللہ سے رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں پھرتے ہیں اور

marfat.com

دلیل علامہ زیلعی نے یہ لکھی مقتضائے ادب یہ ہے کہ دربار شاہی سے اس طرح اُلٹے پاؤں بغیر پشت پھیرے واپس آتے ہیں یہ مسئلہ مباحث بدعت حسنہ میں (ص ۸۹ پر) ہم شرحاً فقہ سے لکھ چکے۔ الحاصل حاجی لوگ جب اپنے دیس آنے کا ارادہ کرتے ہیں اس وقت اُلٹے پاؤں وہاں سے پھرتے ہیں اور پانچوں وقت نماز پڑھ کر بیت اللہ سے نکلتے ہیں اس وقت اُلٹے پاؤں نہیں پھرتے حالانکہ وہ علت کہ دربارِ شاہی سے یُوں ہی پھرا کرتے ہیں پانچوں وقت موجود ہے پس وجہ اس کی یہ کہ علماء نے اسی وقت خاص اُلٹے پاؤں پھرنے کو مستحسن کہا ہے جمیع اوقات کی بابت نہیں لکھا پھر اسی طرح اِس قیام کو سمجھو کہ علماء کا استحسان اُسی موقع میں ہوا ہے۔

قیام وقت وقوعِ ولادت شریف ہونا چاہیئے، اس کا جواب

چھٹا اعتراض قیام وقت وقوعِ ولادت شریف ہونا چاہیئے اب ہر روز کون سی ولادت مکرّر ہوتی ہے اور اس امر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جائے بلکہ شریعت میں یہ حرام ہے لہٰذا یہ قیام حرام ہے۔

جواب : ذکرِ ولادت شریف تو کوئی امر فرضی نہیں یہ تذکرہ تو امر حسی موجود فی الخارج ہے زبانوں پر اُس کے الفاظ جاری کانوں میں اُس کی صورت طاری دلوں میں اس کا ذوق ساری۔ پس ایسی حالت میں شوق محبت سے تعظیماً کھڑے ہو جائیں تو یہ محبوب ہے شرعاً، کیونکہ تعمیل آیہ من یعظم شعائر اللہ میں داخل ہے، اور یہ بات کہ بعد گزر جانے واقعہ کے معاملہ اصل واقعہ کی طرح کرنا شرع میں نہیں آیا۔ یہ غلط ہے، دیکھو صوم عاشورا کو، کہاں فرعون کا ڈوبنا اور موسیٰ

marfat.com

علیہ السلام کا نجات پانا اور اس شکریہ میں موسیٰ علیہ السلام کا روزہ رکھنا اور کہاں یہ ہمارا زمانہ کہ اب تک وہ نور روز چلا آتا ہے حالانکہ حقیقت وقوع واقعہ غرقِ فرعون و نجاتِ موسیٰ تو اسی دور میں ہوئی تھی اب وہ اصل حقیقت موجود نہیں لیکن معاملہ صوم کا وہی کرتے ہیں جو اصل واقعہ کے وقت کیا تھا۔

رمل حج و تصوّرِ شیخ سے

اور دوسری نظیر اور بھی ہے جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ تشریف لائے تو مدینہ میں بخار کی بیماری تھی مشرکوں نے کہا کہ ان لوگوں کو مدینہ کے بخار نے سُست و زار و نزار کر دیا ان سے طواف بھی نہ ہو سکے گا، یہ کہا اور مقامِ حجر کی طرف کو مشرک لوگ ان کا تماشا دیکھنے لگے۔ تب حضرت نے صحابہ کو فرمایا کہ ان مشرکوں کے سامنے طواف کے وقت رَمل کرو۔ انہوں نے رَمل کیا یعنی جس طرح پہلوان لوگ وقت لڑائی کے کُودتے ہوئے اور مونڈھوں کو ہلاتے ہُوئے بہادرانہ چال چلتے ہیں اسی طرح صحابہ ان مشرکوں کے سامنے چلتے تھے اور کفّاریُوں بول اُٹھے یہ تو ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتے ہیں۔ یہ روایتیں صحاح ستّہ میں موجود ہیں۔

خلاصہ یہ کہ رَمل اُس وقت تو واسطے دکھانے کفار کے کیا گیا تھا لیکن پھر بعد اس زمانہ کے جو حجۃ الوداع واقع ہُوا اس وقت بھی وہی وقت رفتار رَمل کے طور پر وقوع میں آئی حالانکہ اس وقت کوئی مشرک وہاں نہ تھا قطعاً، اور قائم رکھا اس وقت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس رفتار تخبر کو اور پھر قایم رکھا بعد آپ کے خلفائے راشدین نے پھر تابعین نے یہاں تک کہ اب تک کیا جاتا ہے۔ اب دیکھئے یہ معاملہ حقیقت کا سا بعد منقضی ہو جانے اصل حقیقت کے کیا جاتا ہے الیٰ یومنا ہذا اور جاری رہے گا الیٰ یوم القیٰمۃ، حالانکہ اب اصلی

marfat.com

علت موجود نہیں یعنی اب حرم شریف میں ایک بھی کافر نہیں جس کو اپنی جوانمردی اور بہادری کی چال دکھائے۔ چنانچہ صاحبِ ہدایہ اِس معنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں ثم[1] بقی الحکم بعد زوال السبب فی زمن النبی علیہ السلام وبعدہٗ۔

اور شیخ دہلوی نے شرح سفر السعادۃ میں لکھا ہے: معلوم شد کہ بعد از زوال علت نیز ایں حکم باقی ست۔

تو حضرت سلامت حقیقت کا سا معاملہ بعد انقضائے حقیقت بھی کرنے کی نظیریں بھی شرع میں موجود ہیں اور جس چیز کی نظیر پائی جائے وہ موافق قاعدے مولوی اسمٰعیل صاحب کے بدعت نہیں ہوتی۔ الحاصل جب آپ قائل ہو چکے کہ اصلی حقیقت یعنی وقوع ولادت شریف میں قیام ہونا چاہئے اور ہم کہتے ہیں کہ واقعی آپ اس امر میں حق پر ہیں۔ چنانچہ بعض روایاتِ موالید میں آیا ہے کہ اس وقت ملائکہ اور حوریں کھڑی ہوئی تھیں آدمی کا تو وہاں گزر نہ تھا جس کا گزر تھا وہ حالتِ قیام میں تھا تو اب بھی جب ذکر آئے تو وہی قیامِ امت جاری ہے تعظیماً تو ہرگز مخالف اصل شرعی کے نہیں ہو سکتا دو اصلیں اِس تحقیق میں ابھی منقول ہو چکیں اور تماشا یہ کہ جناب معترض صاحب صوفی بھی ہیں اور آپ کے یہاں تصورِ شیخ کا قاعدہ بھی چلا آتا ہے آپ کے بزرگوار فرماتے ہیں:

والرکن الاعظم[2] ربط القلب بالشیخ علی وصف المحبۃ والتعظیم وملاحظۃ صورتہ انتہٰی۔

---

[1] پھر باقی رہ گیا حکم بعد زوال سبب کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے بعد بھی ۱۲

[2] بڑا رکن سلوک میں لگا رکھنا دل کا ہے شیخ کے ساتھ محبت اور تعظیم کی راہ سے اور تصور رکھنا اس کی صورت کا ۱۲

marfat.com

اور دوسری جگہ اسی رسالہ میں فرماتے ہیں:

فاحضر فی خیالك صورة شیخك فانه یرجی ببرکته تبدل التفرقة بالجمعیة۔

یعنی سامنے رکھ خیال میں صورت اپنے پیر کی بیشک اس کی برکت سے تفرقہ بدل جائیگا جمعیت سے۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب کے خلیفہ محمد عاشق پھلتی جن سے شاہ عبدالعزیز صاحب نے بعد وفات اپنے والد کے تکمیلِ سلوک کی ہے، اپنی سبیل الرشاد میں مرشد کا تعلیم کیا ہوا یعنی شاہ ولی اللہ کا طریقہ لکھتے ہیں:

اگر وقت دوری شیخ کسی استفاضہ خواہد طریقش آنست کہ فارغ دل وضو ساختہ نماز گزارد وہمانجا نشستہ صورت شیخیکہ از وے فیض می جوید بجمع ہمت ودفع خطرات ملاحظہ نماید الی آخرہ

اور امام ربانی جلد ثانی مکتوبات کے مکتوب ۱۷ میں کثرت تصورِ شیخ کے لیے لکھتے ہیں:

ایں قسم دولت سعادتمند اں را میسر است تا در جمیع احوال صاحب رابطہ را متوسط خود داند ودر جمیع اوقات متوجہ او باشد۔

اور مولانا مرحوم شیخ محمد محدث تھانوی جن سے مولوی رشید احمد صاحب نے کچھ حدیث پڑھی ہے انوارِ محمدی میں لکھتے ہیں:

باید کہ مرشد وے را (یعنی مرید را) بوقت پراگندگی خاطر و عدم جمعیت برائے ملاحظہ صورت خود بایں معنی امر فرمایا کہ صورت مراد او ضاع مراد اطوار مراد اخلاق مرا مثل ریش وخال وخد ولباس وغیرہ آنچناں بصورت خیالہ خود منقوش خاطر کن کہ در آن محو گردے الخ

marfat.com

خلاصہ یہ کہ جیسے مرید طالب اپنے پیر کے سامنے مؤدب بیٹھتے ہیں ویسے ہی حالتِ دُوری میں یہ تصور شیخ کر کے مؤدب بیٹھتے ہیں اور تعظیم مدنظر رکھتے ہیں اس سے دو فائدے پیدا ہُوئے ؛ ایک یہ کہ جب تصورِ شیخ سے مرید کو فلاح و خیر ہُوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہادیٔ سبل اور مرشدِ کل ہیں ان کا تصور غلبہ محبت کے ساتھ کیونکر نفع نہ دے گا۔ دوسرا فائدہ یہ کہ جب تعظیم مرشد تصور میں بھی ہے تو یہ حقیقت کا معاملہ عدم موجودگی حقیقت میں کیا جاتا ہے۔ پس قائم ہُوئی معترض صاحب پر یہ حجت ہماری از روئے طریقت۔ اور قایم ہوئیں دو حجتیں صوم عاشوراء اور رَمل کے ساتھ چلنا حالتِ طواف میں از روئے شریعت والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

شامی نے خود قیام کو بدعت لا اصل لکھا، پھر اس کا جواب

ساتواں اعتراض

کہتے[1] ہیں کہ شامی جو مجوزین عمل مولد شریعت میں شمار کیا جاتا ہے وُہ خود قیام کو بدعت لا اصل لکھتا ہے تو یہ قیام بدعتِ سیّئہ ضلالت ہُوا اور عبارت اُس کی سیرت شامی میں یہ ہے:

جرت[2] عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ صلی اللہ علیہ وسلم وھذا القیام بدعۃ لا اصل لہا۔

---

[1] یہ اعتراض مولوی عبدالواحد وغیرہ منکرین نے کیا ہے ۱۲

[2] "جاری ہے عادت بہت لوگوں کی جو محبت رکھنے والے ہیں رسول اللہ صلی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

جواب اس کا یہ ہے کہ اس عبارت سے یہ جو لوگ ضلالت اور سیئہ ہونا قیام کا نکالتے ہیں کمال بوالعجبی ہے اس لیے کہ بدعت ہونا تو اس کا مسلّم کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دَور میں اس کا رواج نہ تھا لیکن اُس وقت رائج نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضلالت ہو تقسیم بدعت طرف حسنہ اور سیئہ کے مجتہدین اور محدثین کے قول سے ثابت چنانچہ نورِ اوّل کے لمعہ خامسہ میں ہم نقل کر چکے اور سیرۃ حلبی میں ہے:

وقد قال ابن حجر الهيتمي الحاصل ان البدعة الحسنة متفق على ندبها على المولد واجتماع الناس له كذلك اى بدعة حسنة انتهى۔

اور یہ ابن حجر قائل جواز اس قیام مروجہ کے ہیں چنانچہ ان کے مولد کبیر کی عبارت جوازِ قیام میں عثمان بن حسن دمیاطی شافعی نے نقل فرمائی ہے پس جبکہ یہ عمل مولد بہیئت مروجہ مع القیام بدعت حسنہ ٹھہرایا بالاتفاق، اس لیے کہ اشارہ لفظ کذلك کا طرف متفق علی ندبہا کے بھی ہے جس طرح بدعت حسنہ کی طرف ہے کما لایخفی تو استدلال مانعین بدعت سیئہ ہوئی قیام پر جو سیرت شامی سے کرتے ہیں اِس تقریر سے ساقط ہو گیا اور اگر لفظ لا اصل لہا سے مانعین کو کچھ دھوکا ہے کہ اس نے لا اصل لہا جو لکھا ہے اس سے سیئہ ہونا ثابت ہے، تو جواب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اللہ علیہ وسلم سے کہ جب سُنتے ہیں ذکر ولادت شریف کا کھڑے ہو جاتے ہیں بہت تعظیم سے، اور یہ قیام بدعت ہے اس کا اصل وجود پایا نہیں گیا" اس عبارت میں جو لفظ کثیر تھا اس کا بیان کر دیا لفظ من سے کہ وہ کثیر کون ہیں اہل محبت ہیں۔

marfat.com

اس کا یہ ہے کہ یہ بات ضروری نہیں جہاں لفظ لا اصل لہا آیا کرے وہاں بدعت سیئہ مکروہہ یا محرمہ مراد ہوا کرے۔ اس بات پر دو عبارتیں دلیل گزارتا ہوں،

(۱) مجمع البحار کے خاتمہ جلد ثالث صفحہ ۵۱۲ مطبوعہ نولکشوری میں ہے کہ صاحب مجمع نے اپنے شیخ سے مسئلہ پوچھا تھا کہ پھول یا خوشبو سونگھنے کے وقت درود پڑھنا کیسا ہے؟

تو جواب اس کا یہ لکھا ہے: اما الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند ذلک و نحوہ فلا اصل لہا ومع ذلک کراھۃ فی ذلک عندنا الخ یعنی درود پاک پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس وقت میں اور اس کی مثل میں سو کچھ اصل اس کی نہیں اور باوجود اس کے کراہت بھی اس میں نہیں ہمارے نزدیک۔

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ لا اصل لہا ہونے کو یہ ضروری نہیں کہ وہ ناجائز ہوا کرے۔

(۲) مولوی محمد اسحاق صاحب مسائل اربعین کے مسئلہ چہاردہم میں کہ نوشہ (دُولھا) کو بطریقِ سلامی کچھ دینا اور دُلھن کو مُنہ دکھائی میں کچھ دینا کیسا ہے؟

تحریر فرماتے ہیں جواب: در شریعتِ محمدیؐ اصل ایں چیز ہا یافتہ نمیشود مگر ظاہر حال ایں چیز ہا کہ دادن سلامی و رُونمائی است مباح باشد الیٰ آخرہ۔ یعنی شریعتِ محمدی میں ایسی چیزوں کی کوئی اصل نہیں ملی مگر ایسی چیزوں کا ظاہر یہ تاتا ہے کہ سلامی دینا اور منہ دکھائی دینا مباح ہے الخ

ان عبارتوں سے معلوم ہُوا کہ کسی چیز کا بدعت ہونے اور عہدِ سنت

marfat.com

میں اصل وجود نہ پائے جانے سے حُرمت وکراہت لازم نہیں آتی پس سیرۃ شامی میں بدعت لااصل لہا کہنے سے قیام کا ضلالت اور سیئہ ہونا ثابت نہ ہوا اور جبکہ ٹوٹ گئی دلیلِ مانعین، تو اب پیش کریں ہم وہ قرائن و دلائل کلام سیرۃ شامی جو قیام کے بدعت حسنہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ وُہ یہ ہیں کہ اُس نے یہ لفظ لکھے ہیں جرت عادۃ کثیر من المحبین۔

اوّل تو لفظ اجرائے عادۃ ایک قسم کے مستند ہونے پر دلیل ہے جیساکہ صاحبِ ہدایہ نے باب الاحرام میں لکھا ہے: وبذلک[1] جرت العادۃ الفاشیۃ وھی من احدی الحجج۔ تو عادۃ فاشیہ یعنی ظاہرہ اگر عہدِ صحابہ سے ہو تو کمال درجہ کی قوی حجت ہے اور اگر مابعد کی عادت ہے تو بھی ایک طرح کی سند ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ما رآہ المؤمنون حسناً فھو عند اللہ حسنٌ[2]۔ اور مسلمون سے صحابہ مراد رکھنا غیر مسموع ہے اس لیے کہ نصوص میں اطلاقِ لفظ لیا جاتا ہے العبرۃ لعموم الالفاظ اور حدیث میں لفظ مسلمون ہے اور مطلق لفظ میں فرد کامل مراد ہوتا ہے، پس جس دَور کے مسلمان کامل یعنی علماء کسی بات کو اچھا فرمائیں گے وُہ خدا کے نزدیک بھی اچھی ہوگی۔ چند نظیریں لکھتا ہوں:

مجمع البحار جلد سوم ص ۷۰۱ میں ہے: اَن محبۃ قلوب العبادۃ علامۃ محبۃ اللہ وما رآہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن، یعنی جن کو بندگانِ خدا

---

[1] اور ساتھ اس کے جاری ہوئی عادت ظاہرہ وہ ایک دلیل ہے دلیلوں شرعیہ سے ۱۲

[2] جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے ۱۲

marfat.com

محبوب رکھیں اور قبول کریں یہ علامت ہے کہ وہ محبوبِ خدا ہے جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ عنداللہ اچھا ہے۔

اور فقیہ شامی نے لکھا ہے کہ اذان و تکبیر کے درمیان لوگوں کو مطلع کرنا تیاریٔ نماز کے لیے کسی عمل متعارف کے ساتھ مستحسن ہے۔ دلیل اس کی ماراٰہ المؤمنون حسنًا فھو عند اللہ حسنٌ۔

اور چند مؤذن جمع ہو اذان کہنے کی بھی یہی سند گزاری ماراٰہ المسلمون حسنا الخ

اور در مختار میں ہے، لان[1] التعامل یترک بہ القیاس لحدیث ماراٰہ المسلمون حسنًا فھو عند اللہ حسن۔

اس کے ذیل میں فقیہ شامی نے لکھا ہے، وظاھر مامر فی مسئلۃ البقرۃ اعتبار العرف الحادث فلا یلزم کونہ من عھد الصحابۃ، یعنی تعامل میں کچھ صحابہ کی قید نہیں عرف حادث بھی مثل نص کام دیتا ہے اور دلیل اس کی ماراٰہ المسلمون الیٰ آخرہ پس منحصر صحابہ پر رکھنا حکم ماراٰہ المسلمون حسنا کا مخالف ہے فتاوٰی و شروح و متون و تصانیف اکابر مفتیانِ دین کے جو انہوں نے اس روایت سے سند پکڑی ہے استحسان امور مروّجہ مابعد صحابہ پر جن کو علمائے دین نے مستحسن رکھا ہے اور نیز مفتیانِ دین جا بجا الفاظِ فتوے میں لکھتے ہیں، علیہ العمل و علیہ المسلمون و بہ جری التعامل وھو المتوارث (اس پر عمل ہے اور اس پر عامل ہیں

---

[1] جس بات پر مسلمانوں کا برتاؤ ہوا اُس کے مقابل میں قیاس ترک کیا جاتا ہے کیونکہ جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ عنداللہ بھی اچھا ہے ۱۲

marfat.com

مسلمان اور اس پر جاری ہے برتاؤ اور وہی ہوتا چلا آتا ہے) غرضکہ جب مفتی لوگ کسی فتوے پر یہ لفظ لکھ دیتے ہیں وہ معتبر ہو جاتا ہے ، پس عمل اور عادت مسلمانوں کی ایک دلیل شرعی ٹھہری نص کے برابر کام دیتی ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ قیام کی تحقیق میں جلد دوم احیاء العلوم میں لکھتے ہیں : و لکن یثبت فیہ نھی عام فلا نری بباس فی البلاد التی جرت العادۃ فیہ باکرام الداخل بالقیام (لیکن چونکہ نہیں ثابت ہوئی قیام میں کوئی نہی عام پس نہیں جانتے ہم اس میں کچھ مضائقہ اِن شہروں میں کہ جاری ہوگئی ہے یہاں عادت قیام کی واسطے تعظیم آنے والے)

دوسرا قرینہ کہ یہ شامی نے عادۃ لکھی تو کثیر کی عادت لکھی اور گروہِ کثیر اہلِ اسلام کا ایک عمل پر قائم ہو جانا یہ بھی ایک سند ہے ۔ شامی شارح درمختار نے لکھا ہے ، والاعتماد علیٰ ما علیہ الجم الکثیر (بھروسا اور اعتماد اس پر ہوتا ہے جس پر جماعتِ کثیر ہوتی ہے)

اور حدیث شریف میں ہے کہ اتبعوا السواد الاعظم (بڑی جماعت کی پیروی کرو) پس عمل سوادِ اعظم کا ہونا یہ بھی دلیل استحباب کی ہے۔

تیسرا قرینہ یہ کہ وہ کثیر جن کا عمل ہے وہ کون ہیں مجیبین ۔ اور یہ بات ظاہر ہے احادیثِ صحیحہ سے کہ اہلِ ایمان میں بڑے کامل وہی ہیں جن کو محبت ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ؛

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین۔

(ایمان کامل نہ ہوگا تم میں کسی کا جب تک میں اُس کو پیارا نہ ہو جاؤں اس کے بیٹے سے اور باپ سے اور سب آدمیوں سے)

marfat.com

جبکہ ایمان کامل اُنھیں کا ہُوا جو اہلِ محبت ہیں اور اہلِ محبت کا عمل اس قیام پر ہُوا تو بڑی نادانی کی بات ہے جو فعل ایسے مومنین کاملین کے گروہِ کثیر کا ضلالۃ یا سیئہ قرار دیں۔

چوتھا قرینہ یہ کہ شامی نے وجہ اُن کے قیام کی کہہ دی کہ کوئی غرض نفسانی یا ہوائے شیطانی کے لیے قیام نہیں کرتے بلکہ خاص واسطے تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اور یہ بات سب اہلِ اسلام جانتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم شرع میں مطلوب ہے یا نہیں اور یہ کہ بہ نیت ادب کھڑا ہونا مفید تعظیم ہے یا نہیں، پھر جبکہ قیام ان کا مبنی ہوا التعظیم پر بالضرور مستحب اور مستحسن ٹھہرایا۔

لہ سیرت شامی میں جو یہ وجہ قیام کی بیان کردی کہ تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں اِس سے ایک اصل شرعی پیدا کر دی یعنی یہ بات شرع میں خود ہدایت ہے کہ جو کوئی تعظیم شعائر کی کرے یہ تقوائے قلب پر دلیل ہے اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم شعائر اللہ سے ہیں ——— اور یہ بھی شرع میں ثابت ہے کہ قیام مفید تعظیم ہے چنانچہ اس رسالہ میں چند مواقع پر قیامِ تعظیمی ثابت کیا ہے شرعاً، پس اصلِ شرعی تو پیدا ہو گئی کہ اُس قیام میں تعظیمِ رسول ہے اور تعظیم رسول امرِ محمودہ ہے لیکن چونکہ عہدِ صحابہ میں یہ خاص فرد تعظیم بہیئت کذائی پائی نہیں گئی، اس معنی میں شامی نے لکھا لا اصل لہا، اور یہ مراد شامی رحمۃ اللہ علیہ کی ہرگز نہیں کہ اس قیام کے جواز و اباحت یا استحسان پر کوئی دلیل اور کوئی اصل نہیں اس لیے کہ اس کا یہ لکھ دینا ان یقوموا تعظیما له خود تصریح ہے قیام کی دلیل اور اصل بیان کرنے پر ۱۲

marfat.com

پانچواں قرینہ یہ کہ اگر محدّث شامی کو منع کرنا قیام کا منظور ہوتا تو وہ اِس قسم کے الفاظ لکھتے جو منکرینِ قیام نے لکھے ہیں، جیسا کہ جونپوری صاحب فرماتے ہیں:

ما یفعلہ العوام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ و السلام لیس بشئ بل مکروہ۔

اور دوسرے گجراتی صاحب لکھتے ہیں: قد احدث بعض جہال المشائخ امورا کثیرۃ لا تجد لہا اصلا و لا اسما فی کتاب ولا سنۃ منہا القیام عند ذکر ولادۃ صلی اللہ علیہ وسلم۔

پس یہ مانعین جن کو اِس فعل پر انکار ہے وُہ تو قیام کرنیوالوں کو محبینِ رسول نہیں کہتے بلکہ شدتِ غیظ و غضب سے ان کو عوام اور جُہّال وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ الحاصل یہ قرائن خاص خاص اسی ایک فقرہ کے قطع نظر قرائن عبارت ماقبل و مابعد الشامی اور قطع نظر انتظام سیاق و سباق اس کے سے دلالت صریح کرتے ہیں کہ مراد محدّث شامی کی یہ ہے کہ اصل قیام کی صدرِ اوّل سے تو نہیں پائی گئی لیکن جماعت کثیر اہلِ اسلام کی جو کہ محبین ہیں وہ تعظیماً قیام کرتے ہیں پس یہ الفاظ فی الحقیقت ترغیب دیتے ہیں اہلِ ایمان کو کہ جس کے دل میں محبت ہو اور تعظیمِ رسول مدِّ نظر ہو تو وہ قیام کرے مطلب سمجھنے کے لیے ایک تو مادۂ علمی درکار ہے دوسری ہدایت من عند اللہ کہ قلبِ مومن میں القا ہوتی ہے، جہاں دونوں مفقود ہوں وہاں کیا کیجئے ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور۔

اب دیکھیے اسی عبارت شامی کے الفاظ لا اصل لہ کو محدثین بیدار دل کس طرح شرح کرتے، علامہ نورالدین حلبی نے یہ عبارت شامی کی لکھ کر آگے اُس

marfat.com

کے لکھا ہے : ای لکن ھی بدعۃ حسنۃ لانہ لیس کل بدعۃ مذمومۃ
چنانچہ یہ عبارت سیرت حلبی مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۱۴ میں موجود ہے اور علامہ حلبی
نے اپنی اصطلاح دیباچہ میں لکھی ہے کہ جس جگہ سیرت الشمس کی عبارت لیتا ہوں
شروع میں لفظ ای لاتا ہوں پس اس مقام میں لفظ ای کا آنا دلیل ہوا کہ
صاحب سیرت الشمس بھی اِس قیام کو بدعتِ حسنہ فرماتے تو دونوں محدثین یعنی
حلبی وصاحب سیرت الشمس کا اتفاق ثابت ہُوا اِس بات پر سیرت شامی کے
کلام سے جو قیام بدعت معلوم ہوتا ہے وہ سیئہ نہیں بلکہ حسنہ ہے ۔ پھر حلبی نے
لکھا کہ بدعتِ حسنہ بالاتفاق جائز ۔ پس تقریر حلبی وغیرہ سے معلوم ہوا کہ یہ قیام
جائز ہے ۔ چنانچہ مؤلفِ براہین قاطعہ (مولوی خلیل احمد) نے بھی اِس کو
صفحہ ۲۴۲ میں مان لیا مگر یہ مغالطہ دیا کہ "وہ ذکر مطلق کے فرد کی وجہ سے قیام
کرتے تھے اور تقیید مطلق کا درجہ اس قیام میں نہیں تھا اور نہ عوام کا اندیشہ تھا لہذا
جائز جانتے تھے اب وہ امر نہیں رہا مگر وہ ہوگیا انتہیٰ" ۔ میں کہتا ہُوں کہ یہ لکھنا
مؤلف کا تقیید مطلق کا درجہ اُس قیام میں نہ تھا یہ غلط ہے اس لیے کہ خود سیرت حلبی
میں یہ لفظ موجود ہے : اذا سمعوا بذکر وضعہ صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی جب ذکر سُنتے ہیں ولادت شریف کا اس وقت کھڑے ہو جاتے ہیں،
پس قیام اُن کا مقید اِس قیام کے ساتھ تھا دُوسری بات یہ کہ اندیشۂ عوام
نہ تھا، یہ بھی صحیح نہیں اس لیے کہ عہدِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک
کسی وقت میں عام لوگ صفحۂ روزگار سے غائب نہیں ہوئے اور عوام کی طرف
سے کبھی مطمئن اور بے اندیشہ نہیں ہوئے ناظرین احادیث و آثار و فتوے سے
یہ بات مخفی نہیں بناء علیہ یہ بات بہت لچر کہی ہے کہ حلبی کے وقت میں اندیشہ
عوام نہ تھا کیوں صاحب کیوں اندیشہ نہ تھا خود تمہارے جونپوری کی عبارت

marfat.com

اس قیام کے بابت عنقریب گزر چکی مایفعلہ العوام الخ اور دوسرے حضرت گجراتی کی عبارت بھی اوپر گزر چکی قد احدث بعض جہال المشائخ الخ دیکھئے آپ کے پیشواؤں نے عوام کو اور مشایخ جہال کو قیام کرتے دیکھا لیکن یہ اُن سے غلطی ہُوئی کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ عوام اور جہال ہی نے یہ قیام ایجاد کیا ہے یہ اُن کو خبر نہ ملی کہ یہ بڑے بڑے علمائے مجبینِ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ عمل کیا ہے جیسا کہ علامہ شیخ عبد اللہ سراج رحمۃ اللہ علیہ مفتیِ عرب نے لکھا ہے اما القیام اذا جاء ذکر ولادتہ عند قراءۃ المولد الشریف توارثہ الائمۃ الاعلام واقرہ الائمۃ الحکام (لیکن کھڑا ہونا وقت ذکر ولادت شریف کے مولد میں، اس کو جائز رکھتے چلے آئے ہیں بڑے بڑے علماء اور امام، اور قائم رکھا اس کو بادشاہان حکام نے انتہیٰ) بس مفتی بلیغ نے کیا عمدہ عبارت لکھی ہے اس واسطے کہ اولی الامر منکم کی تفسیر بعضے تو سلاطین کے ساتھ کرتے ہیں اور بعضے علمائے دین کے ساتھ، پس جبکہ ثابت کیا اس مفتی نے کہ بڑے بڑے علماء اور امام اس کو طبقہ بعد طبقہ جائز رکھتے آئے اور سب بادشاہانِ اسلام نے اس قیام کو مقرر اور قائم رکھا تو حکمِ قیام دونوں فریق سے ثابت ہوا اور اطاعت ان دو فریق کی ہم کو بحکمِ قرآن شریف چاہیئے، اس قیام سے انکار کرنا ہرگز نہ چاہیئے۔

اور شیخ عبد الرحمان سراج مفتیِ مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً در باب محفل مولد شریف مع القیام تحریر فرماتے ہیں: وعلما العرب والمصر والشام والروم واندلس کلھم راوہ حسنا من زمان سلف الی الآن الخ (اور علمائے عرب اور مصر اور شام اور روم اور اندلس کے سب کے سب نے اس محفل مروجہ مع القیام کو اچھا جانا ہے زمانہ سلف سے اب تک)

marfat.com

۹الحاصل اس قیام کو یہ لکھنا مؤلفِ براہین کا کہ یہ علماء اس کو جائز جانتے تھے نہایت صحیح ہے پھر یہ شاخ لگائی کہ اس وقت اندیشہ عوام نہ تھا یا یہ کہ وُہ قیام مقید نہ تھا بالکل غلط ہے۔

قیام اگر مستحب ہے تو کبھی ترک کیوں نہیں کرتے

آٹھواں اعتراض یہ لوگ اگر قیام کو مباح یا مستحسن جانتے ہیں تو واجب کی طرح دائمی کیوں کرتے ہیں حالانکہ امرِ مستحب بھی اصرار کرنے سے مکروہ ہوجاتا ہے۔

جواب : ودم امور مستحبہ کا مکروہ نہیں ہے علی العموم بلکہ بعض صور خاصہ ہیں بعض فقہاء تحریر فرماتے ہیں وُہ ہمارے فحوائے کلام سے سمجھ لیجیو تحقیق اس مسئلہ قیام کی یہ ہے کہ ہم اس کو مستحسنات میں سمجھتے ہیں مذہب جمہور یہی ہے اور اسی پر عمل ہے تمام بلادِ اسلامیہ میں۔ اور منکرین میں ایک فرقہ ایسا ہے کہ اس قیام کو حرام کہتے ہیں اور بعضے اُن میں شرک قرار دیتے ہیں۔ پس اِس صورت مجوزین قیام بھی اگر ترک کرنے لگیں تو سب کے دلوں میں سما جائے یہ بات کہ یہ قیام بلاشک ممنوع ہے کہ انہوں نے ترک کردیا تو اِس صورت میں بدل جائیگا حکم شرعی، اور ثابت کرچکے ہم دلائل شرعیہ سے اِس کتاب میں اباحت واستحسان قیام۔ پس جبکہ امر مباح ومستحسن کو لوگ شرک اور کفر یا حرام سمجھنے لگیں تو اس سے زیادہ تعدّی حدودِ الٰہیہ میں کیا ہوگی جس طرح مندوب کو واجب سمجھنے میں تغیر شرع ہے اسی طرح مباح کو حرام اور شرک قرار دینے میں تبدیل احکامِ الٰہیہ اور تغیر دین ہے۔ بناءً علیہ مناسب سمجھا گیا کہ نہ ترک کیا کریں اِس قیام کو واسطے اس مصلحت کے، ہاں اگر یہ قیام ایسا ہوتا کہ کسی کو اِس کے استحباب میں کلام نہ ہوتا تو اس

marfat.com

صورت میں دوام و اہتمام اِس کا بقول اُن بعض فقہاء کے نہ کیا جاتا کیونکہ ایسا امر جو سب کے نزدیک محمود بالاتفاق ہو اور کوئی اِس میں انکار نہ کرتا ہو بلکہ سب اس کو کمال اہتمام سے بجالاتے ہوں تو اس کی مداومت سے البتہ عوام کے دلوں میں شبہ وجوب یا فرضیت کا پڑ سکتا ہے وُہ خیال کر سکتے ہیں اِس امر کا کوئی منکر نہیں اور سب بالاتفاق کمال تاکید و اہتمام و التزام سے کر رہے ہیں یہ کام فرض یا واجب ہوگا۔ پس صاحبِ مجمع البحار کا کلام جس کو بعض فضلا سند میں لاتے ہیں درحقیقت وُہ ایسے ہی مندوب اور مستحب بالاتفاق کے حق میں ہے کہ المندوب ینقلب مکروھا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ برخلاف اس قیام کے کہ اس میں لوگوں کی کیا کیا گفتگوئیں ہیں بھلا جس چیز کے جواز و عدمِ جواز میں مباحثہ ہو رہا ہو اور مجوزینِ قیام جابجا فتوائے اقرار استحسانِ قیام کے باب میں چھاپ چھاپ کر مشتہر کر چکے ہوں کب عقل سلیم باور کرے گی اِس بات کو کہ اُس کی فرضیت یا وجوب شرعی کا شائبہ کسی دل میں پیدا ہوگا حاشا وکلّا

بعض احکام بدل جاتے ہیں بہ تبدیلِ زمان قلب الدلیل ہم کہتے ہیں

کہ جس طرح مندوب کا مکروہ ہو جانا صاحبِ مجمع البحار سے نقل فرمایا ہے یہ بھی تو مجمع البحار میں لکھا ہے کہ بعض احکام بدل جاتے ہیں بہ تبدیلِ زمان، اور مسجد کی زینت کو لکھا صاحبِ مجمع البحار نے کہ ممنوع ہے۔ لیکن جب لوگ اپنے مکانات عمدہ عمدہ بنانے لگے تو اب اگر مسجد کو زینت نہ دیجئے تو تحقیرِ مسجد کی لازم آئے گی،

قبورِ مشائخ و علماء پر قبّہ بنانا

اور جلد دوم مجمع البحار ذیل تحقیق معنی شرف میں قبر پر تعمیر کو لکھا کہ منع ہے پھر لکھا کہ علمائے سلف نے بباعث بعض مصلحت جائز رکھا وقد اباح السلف ان

marfat.com

یبنی علی قبور المشایخ والعلماء المشاهیر لیزارهم الناس و یستریحون بالجلوس فیها (اگلے بزرگوں نے جائز رکھا اسے کہ بڑے مشائخ اور مشہور علماء کی قبر پر تعمیر بنائی جائے تاکہ لوگ آکر ان کی زیارت کریں تو آرام پائیں وہاں بیٹھ کر)

اور صاحب رُوح البیان (علامہ اسمٰعیل حقی قدس سرہٗ متوفی ۱۱۳۷ھ) نے شیخ عبدالغنی نابلسی کے رسالہ کشف النور سے نقل کیا ہے: ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع لیسمی سنة فبناء القباب علی قبور العلماؤ والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذٰلك التعظیم فی اعین العامة حتی لا یتحقروا صاحب هٰذا القبر (یعنی بدعت حسنہ جو موافق ہو مقصود شرع کے اُس کو سنّت کہتے ہیں، پس بنانا قُبوں کا علماء اور اولیاء وصلحاء کی قبروں پر جائز ہے جب ارادۂ تعظیم صاحبِ قبر کا ہو کہ عوام نظرِ حقارت سے اس کو نہ دیکھیں)

اور اسی طرح شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح سفرالسعادۃ میں لکھا ہے۔

اکثر چیزیں اس وقت اچھی گنی جاتی ہیں جو صحابہ کے نزدیک مکروہ تھیں

اور روح البیان جلد ثانی میں احیاء العلوم سے نقل کیا ہے کہ اکثر معروفات هذه الاعصار منکرات فی عصر الصحابة یعنی اکثر باتیں جو اس وقت عمدہ گنی جاتی ہیں وُہ صحابہ کے وقت میں بُری گنی جاتی تھیں۔

اس کے بعد لکھا کہ اب مساجد میں فرش عمدہ بچھانا اچھا جانتے ہیں اور پہلے آدمی مسجد میں بوریوں کا بچھانا بھی پسند نہ کرتے تھے یُوں کہا کرتے تھے کہ ہمارے

marfat.com

اور زمین کے بیچ میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔ یہاں تک کہ فقہائے لکھا ہے کہ زمین پر بلا حائل نماز پڑھنا افضل ہے تمام ہُوا کلام صاحبِ روح البیان کا۔

عوام کے سامنے وہ بات نہ کہے جو وہ نہیں سمجھتے، فاتحۂ اموات و مولد کو بدعت نہ کہا جائے

اور خزانۃ الروایلت میں ہے کہ رمضان میں جمع ہو کر دُعا مانگنا ختمِ قرآن کے وقت بدعت اور مکروہ ہے۔ لیکن ابو القاسم صفار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر شہر کے آدمی یُوں نہ کہنے لگتے کہ یہ عام دعا کو منع کرتا ہے تو میں ان کو منع کر دیتا ھٰذا شئ لا یفتی بہ لانہ لا ینبغی ان یقال للعامۃ شیئا لم یفھموا یعنی یہ بات ایسی ہے کہ اس پر فتویٰ نہ دینا چاہیئے کیونکہ وہ بات عام میں نہ کہنی چاہیئے جس کو وہ نہ سمجھیں۔ اور اسی طرح فتاوٰی سراجیہ میں بھی ہے لیکن با اختصار۔

اب سننا چاہیئے کہ اوّل تو فاتحہ اموات کے لیے تعیّنِ ایّام اور اسی طرح امورِ مروّجہ محفل مولد علیہ السّلام مع القیام ہم دلیل شرعی سے ثابت کر چکے اب تنزل کر کے بطور الزام کہتے ہیں کہ اگر بالفرض والتقدیر یہ امور مکروہ بھی ہوتے بقول تمہارے کہ قرونِ ثلٰثہ میں نہیں پائے گئے تب بھی اب یہ تبدل زمان حسبِ منشا مجمع البحار و دیگر تصریحات مذکورہ بالا جائز ہونی چاہئیں کیونکہ اس زمانۂ پُر آشوب میں تمام آدمی غیر مذاہب اپنی اپنی کفریات کے اعلان جا بجا کر رہے ہیں تو اب مسلمانوں کو چاہیئے کہ مجالس منعقد کر کے حضرت کے فضائل معجزات عالم میں پھیلائیں، پڑھیں، پڑھوائیں، سنیں، سنوائیں، اور چونکہ اب ہر ہر بات میں تکلیف اور زینت ابناءِ زمان میں چل گئی ہے تو مواقع دین کو بے آرائشگی سے نا پیراستہ رکھنا موجبِ تحقیر ہے اور تعظیمِ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بجا لانے سے

marfat.com

قلوبِ مومنین میں توقیر واقع ہوتی ہے اور کفار کی نظر میں شوکتِ اسلام ہوتی ہے اور فاتحہ اموات میں یہ بات کہ باوجود پابندی تعین ایام کے بھی ثواب میت کو پہنچ جاتا ہے مساکین کا پیٹ بھر جاتا ہے اور کھانا بھی ان کو باوجود تعین ایام کے جائز ہے چنانچہ براہین قاطعہ میں ان باتوں کو مان لیا ہے اب باقی رہی ہماری تمہارے نزدیک کراہتِ تعین اُس کھلانے والے کے اُوپر، تو قطع نظر کر لو اُس سے یہ سمجھ کر کہ پابندی ایام کی یاددہانی میں تو خیرات ہو بھی جاتی ہے جب یہ اتفاقاً اٹھ گیا تو پھر کون صدقہ کرتا ہے خیرات بند ہو جائے گی، مساکین اِس دورِ عُسرت میں کثرت سے مارے پھرتے ہیں کہ سہارا نہیں پاتے ان کی حاجت براری پر نظر چاہیئے اور ان باتوں کو منع کرنے سے جا بجا کہنے میں آتا ہے کہ یہ لوگ خیرات اموات کو اور تعظیمِ رسول اور ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کرتے ہیں بناءً علیہ بقول امام ابو القاسم صفار جو علماءِ حنفیہ کے ائمہ کبار میں گزرے ہیں ہرگز فتویٰ نہ دینا چاہیئے جس طرح انہوں نے نہ دیا گفتگو الزاماً کرتے ہیں اور تحقیقی ثبوت وُہ ہیں جو اِس رسالہ میں جا بجا تحریر کئے گئے ہیں۔

قیام کے منکر پر تارکِ فرض کی طرح ملامت کرتے ہیں

نواں اعتراض بانیانِ محفلِ میلاد شریف منکرینِ قیام پر ایسی ملامت کرتے ہیں جیسے تارکِ فرض و واجب پر۔

جواب: سبب اس کا یہ ہے کہ جو لوگ قیام نہیں کرتے اکثر ان میں سے ایسے ہیں کہ ان کے عقاید وہابیہ نجدیہ کے طور پر ہیں اور وہ قیام کو کفر اور شرک اعتقاد کرتے ہیں پس اِس میں ایک تو یہ بات ہُوئی کہ اس شخص کے نزدیک فاعلینِ قیام مشرک اور کافر ٹھہرتے ہیں اگر کسی کو اس بات پر غیظ آ جائے کہ ہاتھ یا زبان

marfat.com

سے کچھ سرزد ہو کچھ بعید نہیں دوسرے یہ بات کہ اِس ایک حرکت سے اس کے دوسرے عقائدِ خبیثہ کا بھی خیال آجاتا ہے تیسری یہ کہ اس فریق کو دیکھتے ہیں کہ یہ سیکڑوں باتیں خوراک و پوشاک اور معاملات میں خلاف صحابہؓ خلاف قرونِ ثلٰثہ کرتے ہیں اور فقط قیام کرنے اور مولد شریف کی محفل میں یہ گفتگو کہ قرونِ ثلاثہ میں نہیں ہُوئی کرتے ہیں اور باہم عناد و فساد پیدا کرتے ہیں۔ اِس وجہ سے محبینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان مفسدوں پر غیظ آجاتا ہے البتہ اگر معلوم ہو جائے کہ اُس شخص کے سب عقائد عمدہ ہیں اور کرنے والوں کو بھی یہ برا نہیں جانتا تو اُس شخص کو ہرگز کوئی آدمی زجر و توبیخ نہ کرے گا ہاں یہ تو کہیں گے کہ آدابِ محفل کا مقتضا یہ تھا کہ سب کے ساتھ آپ بھی قیام کرتے تو بہتر ہوتا چنانچہ امام غزالی نے لکھا ہے باب السماع میں کہ یہ بات آداب حقوق الصحبت کے خلاف ہے کہ کھڑا ہونے میں موافقت نہ کرے۔ پس اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ غصہ آجانا تارک قیام پر اور سبب سے ہوتا ہے اس سبب سے کہ قیام فرض و واجب جانتے ہیں یہ تو بالاتفاق فتاوٰی میں مفتیانِ دین تصریح فرما چکے ہیں کہ فرض و واجب نہیں بلکہ مستحسن اور آداب کی بات ہے اور غور سے دیکھئے تو بعض اوقات میں یہ تارکِ قیام نصِ قرآنی کا مخالف بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم واذا قیل انشزوا فانشزوا۔

اے ایمان والو! جب تم کو کہا جائے کھل بیٹھو مجلسوں میں تو کھل بیٹھا کرو اور جب کہا جائے اُٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہوا کرو۔

marfat.com

—— اب معلوم کرنا چاہیئے کہ جب قاریِ مولد نے پڑھا ؛ ع

اٹھو ذکرِ میلادِ حضرت ہے

یا اب اس طرح پڑھا ؛ ع

چاہیے آداب سے کرنا قیام

یا یہ کہ اُن کھڑے ہونے والوں نے اُس آدمی کو اشارہ کیا کہ اُٹھ کھڑا ہو، اور اُس نے نہ یہ کیا کہ کھڑا ہو جاتا نہ یہ کیا کہ اُٹھ کے باہر نکل جاتا تو دیکھیے وہ اُس وقت میں مخالف امرِ خداوندی کا ہو گیا کیونکہ نزول اس آیۃ کا منشا یہی ہوا تھا کہ لوگوں کو وہ بات تعلیم کیجائے کہ آپس میں محبت پیدا ہو بغض و عناد و وحشت نہ ہو۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اسی آیت مذکورۃ الصدر کے شروع میں لکھا ہے ؛

اعلم انہ تعالیٰ لما نہی عبادہ المومنین عما یکون سببا للتباغض و التنافر امرھم آلان بما یصیر لھم سببا لزیادۃ المحبۃ والمودۃ۔

(جان تو تحقیق اللہ تعالیٰ نے جب منع کیا اپنے مومنین بندوں کو اِس صورت میں ایسی باتوں سے جو سببِ بغض اور باہم نفرت پیدا ہونے کے تھے تو اب حکم دیا ان چیزوں کا جو سبب ہو جائیں محبت اور دوستی بڑھنے کے)

اب سب اربابِ انصاف خیال فرمائیں کہ اگر وہ شخص کھڑا ہو جاتا تو اتحاد و موانست باہمی کا سبب ہو جاتا اور کھڑا نہ ہونا بغض اور نفرت کا سبب ہو گیا تو یہ فعل اس کا کس قدر منشاء حکم خداوندی سے بعید جا ٹھہرا فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ندائے "یا رسول اللہ" کی تحقیق

لمعہ سابعہ

دسواں اعتراض یہ اعتراض کہ محفل مولد شریف میں مخاطب حاضر کے اشعار پڑھتے ہیں بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

علیہ و آلہ وسلم کے حالانکہ آپ غائب ہیں نظر سے، یہ شرع میں جائز نہیں بلکہ کُفر ہے۔

جواب : یہ بات تو معلوم ہوئی ہے کہ عالم الغیب بالذات وہی ایک ہے جلّ جلالہٗ آسمان و زمین میں کہیں کوئی نہیں جو بغیر اللہ کے الہام و کشف کر دینے کے خود بخود یقینی طور پر امور غیبیہ کو جان لے اور یہ بھی کہ کوئی ایسا نہیں جو عرش سے لے کر تا تحت الثرٰی ہر مکان ہر زمان ہر آن میں اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر ناظر ہو لیکن یہ معلوم نہیں ان لوگوں پر کونسی کتاب نازل ہوئی ہے جس میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ غائب کی نسبت الفاظ حاضر بولنا کفر ہیں،

التحیات میں السلام علیك کہنے کی تحقیق

ہم اس بات میں جزئی خاص پیش کرتے ہیں

قسطلانی و زرقانی وغیرہ محدثین لکھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے :

ومنها ان المصلی یخاطبه بقوله السلام علیك ایها النبی و الصلوة صحیحة و لا یخاطب غیره۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نمازی عین نماز میں خطاب کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حاضر کا لفظ بولتا ہے حالتِ تشہد میں کہ السلام علیك ایها النبی و رحمة اللہ و برکاته یعنی سلام ہو تم پر اے نبی، اور اس خطاب کرنے میں نماز صحیح ہے اور دوسرے کو نماز میں خطاب نہیں کر سکتا اگر کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے انتہیٰ۔

اور بعضے آدمی یہ کہتے ہیں کہ یہ تو نقل نکالتے ہیں قصۂ معراج میں خطاب حضرت کا مراد نہیں، سو رد ہو گیا ان کا قول اِس عبارت سے، کیونکہ اس میں صریح لفظ

marfat.com

یخاطبہ موجود ہے۔ علاوہ ازیں شامی نے بھی رد کیا ہے،

لا یقصد الاخبار و الحکایۃ عما وقع فی المعراج۔[1]

اور دُرِ مختار میں بھی رد کیا ہے،

و یقصد بالفاظ التشہد الانشاء کانہ یسلم علی نبیہ۔[2]

اور فقیہ ابواللیث سمرقندی نے السلام علیک ایہا النبی کی اس طرح شرح کی ہے کتاب تنبیہ میں،

یعنی یا محمد علیک السلام۔

صاحبِ احیاء العلوم (امام غزالی علیہ الرحمۃ) نماز کے بیان تفصیل ماینبغی ان یحضر فی القلب میں لکھتے ہیں،

و احضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم و شخصہ الکریم

---

[1] نہ ارادہ کرے نمازی یہ کہ میں خبر دیتا ہوں یا حکایت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں اس طرح فرمایا تھا کہ السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ

دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر اس کی طرف سے نقل کا ارادہ کرے گا تو وہ سلام نمازی کا نہ ہوگا بلکہ خدا کا سلام ہوگیا یہ نقال ہوگیا اور ایک فقط سلام میں کیا ہے التحیات رسول اللہ کی طرف سے ہو جائے گی اور اشہد ان لا الٰہ الا اللہ فرشتوں کی طرف سے نقل جا ٹھہرے گی، نمازی خالی نقال ٹھہرا ۱۲

[2] الفاظ تشہد میں یہ ارادہ کرے کہ میں اب سلام بھیجتا ہوں اپنی طرف سے انتہیٰ مؤلف کہتا ہے کہ یہ حق صریح ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تو شبِ معراج میں فرمایا تھا اب تو نمازی اپنی زبان سے کہتا ہے السلام علیک پھر اب تو اسی کا سلام ہے ۱۲

marfat.com

وقل السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ یعنی موجود کر اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کے وجود گرامی کو اور عرض کر السلام علیك ایھا النبی الیٰ آخرہ

اور میزان الشعرانی میں ہے کہ اس واسطے شارع نے امر کیا ہے نمازی کو سلام اور درود کے لیے التحیات میں تاکہ آگاہ کردے غافلوں کو کہ جس پروردگار کے سامنے تم بیٹھے ہو اس دربار میں تمہارے نبی موجود ہیں فانہ لایفارق حضرۃ اللہ تعالیٰ ابدا فیخاطبونہ بالسلام مشافھۃً یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درگاہِ الٰہی سے کبھی جُدا نہیں ہوتے پس نمازی خطاب کرتے ہیں لفظ سلام کے ساتھ آپ کو رُوبرُو۔

بیوتِ اہلِ اسلام میں رُوحِ مبارک حاضر ہونے کے معنے

شفاء میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عمرو بن دینار نے جو کبار تابعین وفقہاءِ مکہ سے ہیں، فرمایا:

جب تم داخل ہو گھروں میں اور وہاں کوئی نہ ہو تو کہو السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الی آخرہ۔

اس کی شرح میں مُلّا حسن حمزاوی لکھتے ہیں:

لان روحہ حاضر فی بیوت اھل الاسلام۔ یعنی آپ کی روح حاضر ہے اہل اسلام کے گھروں میں انتہیٰ

اور مولوی عبدالحق صاحب نے بھی علی قاری کی شرح شفاء سے مضمون حاضر ہونے روح مبارک کا اسی طرح نقل کیا ہے۔ اصل حقیقت کو حق سبحانہٗ جانتا ہے جو کچھ عقل ناقص مؤلف میں آتا ہے لکھتا ہُوں کہ رُوحِ مبارک آپ کی اَب الارواح

marfat.com

ہے، اور حدیث شریف میں ہے :

المؤمنون من فیض روحی یعنی مومنین میرے فیض روح سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ رُوح البیان اور کلامِ مجدد الف ثانی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین میں موجود ہے۔ اور یہ بھی کلامِ محدث دہلوی وغیرہ میں ہے کہ آپ کی رُوح اُس عالم میں مربّیِ ارواح تھی۔

اور قرآن شریف سورۂ احزاب میں ہے : النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم یعنی نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو اپنی جان سے زیادہ۔ اور اس آیت میں بعد لفظ انفسھم یہ قراءت بھی ہے وھو اب لھم یعنی وہ مومنین کے باپ ہیں۔

علامہ بیضاوی اور مفسر روح البیان اِس مقام پر لکھتے ہیں کہ جب آپ مربّی اور مومنین کے باپ ٹھہرے تو اسی واسطے یہ ٹھہر گیا کہ :

المؤمنین اِخوۃٌ یعنی ایمان والے آپس میں بھائی ہیں۔

اور یہ بھی ہے کہ اُمت کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں اور درود اُمت کا آپ کو نام بنام پہنچتا ہے اور یہ سب وجوہ دلیل ہیں اس پر کہ آپ کو اہلِ اسلام کے گھروں سے تعلق اور ارتباط شدید ہے اور یہ بھی ہے کہ اہلِ اسلام کے گھروں میں نماز بھی جاری ہے بچے اور عورتیں اور کبھی مرد بھی جو مسجد نہ گئے تو گھر میں پڑھ لیتے ہیں غرض کہ سب مرد و زن التحیات میں پڑھتے ہیں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تو اہلِ اسلام کے گھروں سے برابر سلام آپ کو پہنچتا ہے بنا ءً علیہ آپ کی رُوح کو تعلق ہے بیوتِ اہلِ اسلام سے۔ پس اول خلقت ارواح سے لے کر اس وقت تک برابر تعلق آپ کا ثابت ہے اور روح مبارک اگرچہ ملاء اعلیٰ میں ہے لیکن اس کا اشراق ادھر بھی ہے اور تعلق

marfat.com

ہے عالمِ خاک سے بھی، مثلاً قبر شریف میں بدن کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ اِس تعلق اور ربط سے بدن مبارک زندہ حساس و دراک ہے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور تیز اذن دیا گیا آپ کو اطرافِ زمین میں پھرنے کا اور اعمال امت میں نظر کرنیکا، جیساکہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اسی طرح تحریر حسن حمزاوی و علی قاری رحمہما اللہ کو سمجھنا چاہیئے کہ آپ کی رُوح کو تعلق اور ربط اہلِ اسلام کے گھروں سے ہے۔ یہ مسئلہ اس مقام پہ بباعثِ ذکر السلام علیک ایھا النبی کے لکھا گیا الحاصل تشہد کے سلام میں نقل و حکایت مراد رکھنا اور اپنی طرف سے سلام نہ بھیجنا نہایت ناصواب ہے، تحقیق یہ ہے کہ نمازی اِس سلام میں ارادہ کرے کہ میں خود حضرت پر سلام بھیجتا ہُوں کہ سلام ہو جیو آپ پر اے نبی اللہ کے، ورنہ کم نصیب تعمیل حکم الٰہی سے جو لفظ سَلِّمُوْا قرآن میں ہے محروم رہے گا کیونکہ خود اس سے سلام مطلوب تھا اُس نے خود نہ کیا بلکہ معراج کی حکایت سمجھ لی۔

خطابِ یارسول اللہ صحابہ سے چودھویں صدی تک

امرِ عجیب بعض دشمنانِ خطاب یہاں تک غلو کر گئے کہ کہتے ہیں نماز میں السلام علیک ایہا النبی نہ پڑھنا چاہیئے کہ صحابہ نے چھوڑ دیا تھا

لہ مسلم اور بخاری کی احادیث کی شرح میں جو امام نووی اور صاحبِ مجمع نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ بعض صحابہ نے پُوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے یعنی صلّوا و سلّموا، تب آپ نے درود تعلیم فرمایا اور سلام کو یہ فرمایا کہ سلام کا طریق تم پہلے جان چکے یعنی تر التحیات میں پڑھا کرتے ہو السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ، اور بعض صحابہ نے درود اس طرح پوچھا یارسول اللہ درود پڑھنا بتایئے کس طرح پر ہے ۱۲

marfat.com

اس عاجز نے ایک رسالہ مستقل مسمی بالقول النبی فی تحقیق السلام علیک ایہا النبی لکھا ہے اِس میں اس قول کو بیخ و بُن سے مستاصل کیا ہے یہاں طول کو گنجائش نہیں مختصر یہ ہے کہ تشہد یعنی التحیات کی روایت منقول ہے عبداللہ ابن عباس اور عمر بن الخطاب اور ابنِ عمر اور جابر بن عبداللہ اور ابو موسیٰ اشعری اور عبداللہ ابن مسعود صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سب میں لفظ خطاب موجود ہے سو عبداللہ بن مسعود کی اور ان کا بھی یہ حال کہ روایت کیا ان سے چند راویوں نے یعنی شقیق و علقمہ و اسود و ابو الاحوص و ابو عبیدہ و عبداللہ بن سخبرہ نے سو یہ بات کہ بعد وفات خطاب السلام علیک ترک کیا کسی نے روایت نہیں کی سوائے ابنِ سخبرہ کے، اور ان سے آگے دو راوی ہیں ایک اعمش دوسرا سیف بن سلیمان۔ سو اعمش کی روایت میں یہ فقرہ نہیں سیف بن سلیمان میں ہے اور وہ اگرچہ ثقہ تھا لیکن وُہ بدعت قدر کے ساتھ تہمت کیا گیا ہے پس جبکہ جمیع صحابہ سے طبقہ بعد طبقہ اِس وقت تک وہی تعلیم خطاب ہوتی چلی آئی ہے حتی کہ ابنِ مسعود سے بھی سوا اس روایت کے جو بخاری میں سیف بن سلیمان سے ہے بناءً علیہ اس روایت پر عمل نہ کیا جائے گا اور کیونکر عمل کیا جائے حالانکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہم کو صحیح طور سے بھی تعلیم خطاب پہنچی ہے ہم مذہب حنفی رکھتے ہیں اور ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اسی طرح بصیغۂ خطاب تعلیم ہُوئی پھر ہم کو اُسی طرح اُن سے پہنچی اور استاد ہمارے امامِ اعظم کے یہی وہ فرماتے ہیں کہ میرا ہاتھ پکڑا حماد نے اور سکھایا مجھ کو تشہد اور کہا حماد نے کہ میرا ہاتھ پکڑا ابراہیم نے اور سکھایا مجھ کو تشہد اور کہا ابراہیم نے کہ میرا ہاتھ پکڑا علقمہ نے اور سکھایا مجھ کو تشہد اور کہا علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑا عبداللہ ابن مسعود نے اور سکھایا مجھ کو تشہد اور کہا

marfat.com

عبداللہ ابن مسعود نے میرا ہاتھ پکڑا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور سکھایا مجھ کو تشہد جس طرح کہ قرآن کی سورت سکھائی تھی پھر وہ تشہد سکھایا ہوا آپ کا کتبِ حنفیہ فتاوٰی وشروح ومتون میں موجود ہے اس میں لفظ خطاب کی تعلیم ہے اور سوا اس کے دیگر مذاہب یعنی حنبلی اور مالکی اور شافعی مذہب کی کتابیں بھی دیکھی گئیں سب میں یہی خطاب کی تعلیم موجود ہے ۔ اللہ رے عناد دیکھو جمیع صحابہ کی روایتیں اور خود عبداللہ ابن مسعود کی روایتیں سوائے ایک روایت کے اور ائمہ مجتہدین اربعہ کے فتاوٰی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات مطلقہ یعنی بلا قید حیات و وفات وقرب وبُعد مکانی زمانی علی العموم یہ فرمانا اذا صلی احدکم فلیقل التحیات الخ اور اذا قعد احدکم فلیقل التحیات الیٰ آخرہ فاذا جلستم فقولوا التحیات اِن سب روایات میں خطاب موجود حتیٰ کہ مولوی اسحٰق صاحب کی مائۃ مسائل سوال بست وچہارم میں بھی اقرار موجود (در التحیات خطاب برائے رسانیدن سلام وارد شدہ) پھر ان سب احادیث وآثار وفتاوٰی واجماعِ اُمّت محمدیہ شرقاً وغرباً وجنوباً وشمالاً و نیز قول مولوی اسحٰق صاحب کہ جن کو اپنا مقتدا اور پیشوا جانتے ہیں چھوڑ کر ایک روایت غیر معمول بہا پیش کرنی کیسی بے انصافی ہے ! اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔ الی صل اجماع امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر ہے کہ سب چھوٹے بڑے عورت مرد پڑھتے ہیں السلام علیک ایھا النبی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غائب نظر سے ہیں پھر بھی خطاب آپ کو حاضر کا ہو رہا ہے نماز میں ، بعضے کہتے ہیں یہ امر تعبدی ہے منقول اسی طرح ہوا ہے ۔ جواب یہ ہے کہ امر تعبدی ہونے سے کام نہیں چلتا اس لیے کہ خطاب جائز رکھنے کی روایت تو موجود ہے ۔ اب یہ بتاؤ کہ غائب کو خطاب کا لفظ بولنے کی حُرمت اور کراہت

marfat.com

پر کون سی آیت یا حدیث ہے پیش کرو، عقلی یا گھڑی ہوئی باتوں کو الگ کرو اور یہ سمجھو کہ جب عبادت میں شریک کرنے کا حکم نہیں پھر خاص اُسی زمانہ میں خطاب آپ کا شریک کیا گیا تو باہر منع ہونے کی کیا دلیل! اب ہم سے جواز کی سندیں سُنو، شاہ ولی اللہ صاحب واسطے پڑھنے اورادِ فتحیہ کے انتباہ میں لکھتے ہیں:

فریضۂ نماز بامداد گزاردو چوں سلام دہد باوراد فتحیہ خواندن مشغول شود کہ از برکات انفاس ہزار و چہار صد ولی کامل شدہ است الخ

حالانکہ اِس اورادِ فتحیہ میں جس کا دل چاہے شمار کرے سترہ بار ندائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اِن الفاظ سے ہے:

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ یا حبیب اللہ یا خلیل اللہ الیٰ آخرہ۔

علاوہ اس کے خود مولوی اسحاق صاحب مأتہ مسائل میں لکھتے ہیں: اگر[1] کسے یارسول اللہ بگوید برائے رسانیدن درود یا سلام جائز است انتہیٰ

دیکھیے یہ علماء باہر نماز کے بھی خطاب کرنا رسول اللہ کو جائز لکھتے ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحب تو خود امر کرتے ہیں۔ لیکن ابھی تک مانعین کو گنجائش ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ خطاب تو درود و سلام کے ساتھ ہے اس کو فرشتے پہنچا دیتے ہیں، اس لیے ہم ایسی **نظیر پیش کرتے ہیں** جس میں درود و سلام کے بھیجنے کی نیت سے خطاب نہیں بلکہ وسیلہ پکڑنا ہے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کشف حاجت میں ابن ماجہ قزوینی باب صلوٰۃ الحاجت میں روایت کرتے ہیں:

---

[1] یہ عبارت مولوی اسحٰق صاحب کے مأتہ مسائل کے سوال بست و چہارم میں ہے وہاں التحیات کا خطاب بھی لکھا ہے ۱۲

marfat.com

عثمان بن حنیف انصاری صحابی سے کہ ایک اندھا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی میری آنکھوں کے لیے دُعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: اگر تو چاہے اسی طرح رہنے دے یہ تجھ کو اچھا ہے اور اگر چاہے دُعا کرانا تو دُعا کروں۔ اُس نے کہا دُعا فرمائیے۔ آپ نے حکم دیا: اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ اور یہ دُعا پڑھ:

اللھم انی اسألك و اتوجه الیك بمحمدٍ نبی الرحمة
یا محمد انی قد توجهت بك الیٰ ربّی فی حاجتی
هذه لتقضیٰ لی اللھم فشفّعهُ فیّ۔

اِس مقام پر زرقانی شارح مواہب نے لکھا ہے کہ اس دُعا میں اوّل سوال اللہ تعالیٰ سے ہے کہ وُہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت کا اذن بخشے، پس کہا حاجت مند نے کہ (یا اللہ! میں اپنی حاجت مانگتا ہُوں تجھ سے اور متوجہ ہوتا ہُوں تیری طرف وسیلہ پکڑ کے حضرت محمد کا جو نبی رحمت ہیں) جب اللہ سے شفاعت مانگ چکا تو متوجہ ہُوا اور مخاطب ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اور شفاعت طلب کی اس طرح (یا محمد! میں متوجہ ہوا اپنے پروردگار کی طرف آپ کی شفاعت کا وسیلہ پکڑ کے اپنی حاجت میں تاکہ یہ حاجت روا کی جائے) یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت اور آپ کے وسیلہ سے اس حاجت کو روا کرے۔ جب حاجت مند حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کی درخواست کر چکا اب پھر مکرر رجوع الی اللہ کر کے درخواست کرتا ہے کہ اللّٰھم فشفّعه فیّ یعنی یا اللہ! حضرت کی شفاعت میری حاجت میں قبول کیجیو۔

الحاصل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حل مشکل میں اپنی شفاعت طلبی

marfat.com

اور خطاب یا محمدؐ تعلیم فرمایا ہے۔ اس مقام پر ایک تماشا ہوا یعنی اِس خطاب اور ندا کے مٹانے کے لیے ایک بڑے عالم مشہور نے اس حدیث کے اسناد میں اعتراض کیا اور لکھ دیا کہ اس کی اسناد میں ایک راوی عثمان بن خالد بن عمر آتا ہے اور تقریب میں اس کو متروک الحدیث لکھا ہے۔ اس عاجز نے ابن ماجہ اور ترمذی میں یہ حدیث نکال کر اس کے اسناد نکالے تو ان دونوں محدثوں کے اسناد میں عثمان بن عمر نکلا اس کو تقریب میں متروک الحدیث نہیں کہا اور عثمان بن خالد بن عمر کو بیشک متروک الحدیث لکھا لیکن وہ اور آدمی ہے والحمد للہ علیٰ ذلک اور یہ حدیث تو محدثوں کی پڑتالی ہوئی ہے یہ کس طرح ضعیف اور غیر معتبر ہو سکتی ہے ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح اور نیز صحیح کہا اس کو بیہقی نے کذا فی شرح المواہب اور کہا حاکم نے کہ یہ روایت علیٰ شرط الشیخین ہے یہ بھی شرح مواہب زرقانی میں ہے اور متن لکھا ابن ماجہ نے قال ابو اسحٰق ہذا حدیث صحیح۔ پس روایت کیا اس حدیث کو آٹھ ائمہ حدیث ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و حاکم نے جیسا کہ حصن حصین اور زرقانی میں ہے اور بیہقی اور طبرانی اور ابو نعیم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں جیسا کہ شرح مواہب زرقانی میں ہے۔ بھلا ایسی حدیث میں زبان زوری کر کے اگر کوئی مغالطہ دینے لگے تو کب ہو سکتا ہے خلاصہ یہ کہ جب اُس اندھے نے نماز پڑھ کے دُعا مانگی تو بخاری اور ابو نعیم اور بیہقی کی روایت میں ہے:

فقام وقد ابصر ببرکتہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

یعنی وہ اندھا کھڑا ہُوا اور آنکھ اس کی روشن ہو گئی حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی برکت سے۔

اور روایت کی طبرانی نے: کان لم یہ ضر یعنی ایسی روشن ہو گئی گویا اس

marfat.com

میں کچھ خلل ہی نہیں ہوا تھا۔

واضح ہو کہ یہ دُعا اور یہ نماز اور یہ خطاب یعنی یا محمد کہنا آپ کے زمانہ مبارک میں خاص آپ کی تعلیم سے ہُوا، اور شرح ابن ماجہ اور نیز جذب القلوب میں ہے کہ یہ عمل عہدِ صحابہ میں بعد وفاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کیا گیا ہے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی ہے کہ ایک آدمی تو حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حاجت تھی بار ہا جاتا حضرت عثمان اُس کی طرف التفات نہ فرماتے تھے اس آدمی نے عثمان بن حنیف انصاری صحابی سے شکایت کی۔ عثمان بن حنیف نے کہا وضو کر کے مسجد میں آ، دو رکعتیں پڑھ پھر یہ دعا مانگ:

اللھم انی اسألك و اتوجه اليك بنبيك محمدٍ نبی الرحمة يا محمد انی اتوجه بك الیٰ ربی فتقضی حاجتی۔

اور یہ دُعا پڑھ کے تُو اپنی حاجت عرض کر دیجیو۔ غرضکہ وُہ آدمی موافق تعلیمِ عثمان بن حنیف کے گیا اور وضو، نماز، دُعا جس طرح اس نے بتائی تھی پڑھی بعد ازاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے درِ دولت پر حاضر ہوا اُس وقت دربان نے اُس شخص کا ہاتھ پکڑا اور اندر لے گیا، حضرت عثمان نے اُس کو اپنی مسند خاص پر بٹھلایا اور پُوچھا کیا حاجت ہے؟ اس نے بیان کی، آپ نے پُوری کر دی اور یہ فرمایا کہ اب سے جو کچھ مشکل یا حاجت پیش آیا کرے مجھ سے آکر بیان کیا کرو۔ آدمی بہت خوش حال حضرت عثمان کے پاس سے نکلا اور عثمان بن حنیف کے پاس شکریہ ادا کرنے کو گیا اور کہا جزاك اللہ خیرا میری طرف حضرت عثمان نظر بھی نہیں فرماتے تھے اب شاید تم نے ان سے کچھ میری سفارش کی ہے عثمان بن حنیف صحابی نے جواب دیا: قسم اللہ تعالیٰ

marfat.com

کی میں نے حضرت عثمان سے کچھ نہیں کہا لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس حاضر تھا ایک اندھا آیا اس نے فریاد کی یا رسول اللہ! میری آنکھ جاتی رہی۔ آپ نے فرمایا، صبر کر۔ وہ بولا کوئی میرا ہاتھ پکڑ کے لے جانیوالا نہیں مجھ پر بڑی مصیبت ہے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز اور یہ دعا اُس کو تعلیم کی تھی وہی قصہ ابنِ ماجہ والا جو ہم اوپر بیان کر چکے عثمان بن حنیف نے بیان کیا۔ الحاصل بعد وفات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ صحابہ میں بھی اِس خطاب یعنی یا محمد کہنے پر عمل ہُوا اُس وقت سے اب تک یہ نماز تعلیم ہوتی چلی آئی ہے ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حصن حصین میں فرماتے ہیں:

من کانت له ضرورة الیٰ آخره۔

یعنی جس کسی کو ضرورت اور حاجت مشکل آپڑی یہ نمازِ حاجت اور دُعا پڑھی۔

اور کتبِ فقہ حنفیہ میں بھی اس کی تعلیم ہے، ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح کبیر منیہ میں جو نوافل تسلیم کئے ہیں اُن میں صلوٰۃ الحاجت دو لکھی ہیں ایک کو بیان کیا اور لکھا کہ یہ ضعیف ہے، اور دُوسرے یہ نماز لکھی جو عثمان بن حنیف کی روایت سے ہم ذکر کر چکے ہیں حلبی نے اس کو لکھ کر بیان کیا کہ یہ حسن اور صحیح ہے۔

الحاصل آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیم اور صحابہ کی تلقین اور محدثین کی تعلیم اور فقہا کے افتا اور تصحیح سے اب تک یہ خطاب یا محمد جاری ہے۔

دیگر صیغہ ہائے خطاب

علاوہ بریں اور بھی خطاب کے صیغے ہم نقل کرتے ہیں اشعار وغیرہ میں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پھوپھی صفیہ نے بعد وفات آپ کے بہت اشعار غم میں پڑھے ان

marfat.com

میں سے یہ ہیں: ؎

الا یا رسول اللہ[1] کنت رجانا　　وکنت بنا براً ولم تک جافیا
فلو ان رب الناس ابقی یا محمدا　　سررنا ولکن امرہ کان ماضیا

اور حضرت حسّان صحابی نے آپ کی وفات کے غم میں یہ پڑھا: ؎

کنت[2] السواد لناظری　　فعمی علیک الناظر
من شاء بعدک فلیمت　　فعلیک کنت احاذر

اسی طرح اور بھی صحابہ کے اشعار بعد وفات پائے گئے جس میں خطاب ہے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

اور قاضی عیاض نے کتاب شفا کے باب لزومِ محبت میں روایت کی ہے کہ ایک بار پاؤں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سو گیا یعنی سنسنانے لگا اور بے حس و حرکت ہو گیا، کسی نے کہا کسی ایسے آدمی کو یاد کرو جو تم کو بہت پیارا ہو تب وہ چلّا اُٹھے: یا محمداہ۔ اُسی وقت اُن کا پاؤں درست ہو گیا اور قوت آ گئی انتہیٰ

یہ عبداللہ ابن عمر کیسے جلیل القدر صحابی اور اتباعِ سنت میں نہایت عالی دیکھئے

---

[1] آگاہ ہو جیئے یا رسول اللہ کہ آپ ہماری امید گاہ تھے اور ہم پر احسان کرنے والے تھے نہ کہ جفا کرنے والے، اگر پروردگار آدمیوں کا جیتا رکھتا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو ہم میں تو خوش ہوتے ہم، لیکن کیا کیا جائے اللہ کا حکم جاری ہونے والا ہے یعنی ٹلتا نہیں ۱۲

[2] آپ میری آنکھ کی پتلی تھے اب اندھے ہو گئے آپ کے پیچھے آ کر اب جو چاہے مرجائے مجھ کو تو آپ ہی کا ڈر تھا ۱۲

marfat.com

حالتِ غیبوبت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلفظِ حاضر یا محمد[1] کہ خطاب کرتے ہیں۔

اور فتوح الشام ص ۲۹۸ میں ہے جبکہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے قنسرین سے کعب بن ضمرہ کو بارادۂ حلب روانہ کیا ایک ہزار سوار دے کر، اور کعب بن ضمرہ کی لڑائی یوقنا سے پڑی اُس کی پانچ ہزار سپاہ تھی اور یہ لڑائی ہو رہی تھی کہ پانچ ہزار سپاہ یوقنا کی اور دوسری طرف سے مسلمانوں پر آپڑی غرضکہ دس ہزار کا مقابلہ ٹھہر گیا اُس وقت مسلمان جانبازیاں کر رہے تھے اور کعب بن ضمرہ نہایت بے آرام اور بے چین گرد آواز دیتے تھے اور پکارتے تھے:

یا محمد یا نصر اللہ انزل[1]

اور مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہتے تھے:

یا معاشر المسلمین اثبتوا لھم فانما ھی ساعۃ وانتم الاعلون[2]۔

یہ ایک اور نظیر ہے خطاب کی حالت غیبت میں، اور یہ کعب بن ضمرہ بھی، صحابہ میں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر بھی انہوں نے جہاد کئے تھے غرضکہ صحابہ کے وقت سے یہ خطاب ندائے رسول اللہ باوجود غیبوبت کے جاری رہا ہے۔

علامہ شرف الدین بُوصَیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۹۴ھ جو

---

[1] یا محمد یا محمد یا مدد اللہ کی! اُتر۔

[2] اے گروہ مسلمانوں کے قائم رہو یہ ایک گھڑی ہے یعنی یہ تکلیف کوئی دم کی ہے پھر تم بالا رہو گے ۱۲

marfat.com

مقبولینِ روزگار سے تھے ان کا قصیدہ بُردہ اورادِ مشایخ میں داخل نہایت مقبول بابرکت ہے اور بہاؤ الدین وزیر کا حال ہم نقل کر چکے کہ وہ کمال تعظیم سے برہنہ سر برہنہ پا کھڑا ہو کر اس قصیدہ مقبولہ کو سُنا کرتا تھا، اور حلبی اور زرقانی اور قسطلانی سب صاحبِ بُردہ کے مداح ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اِس قصیدہ کو پڑھا اور اسناد حاصل کی، رسالہ انتباہ میں لکھتے ہیں :

واما قصیدۃ البردۃ فاخبرنا بہا ابو طاہر عن الشیخ احمد النخلی عن محمد العلاء الباھلی الی ان قال عن ناظمہا شرف الدین محمد ابن سعید بن حماد البوصیری رحمۃ اللہ علیہ انتھٰی۔

الحاصل اس مقبول قصیدہ میں خطاب حاضر ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جابجا ہے از انجملہ دو مقام میں تو خاص ندا بطور فریاد اور دادخواہی کے موجود ہے : ؎

یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ
سواک عند حلول الحادث العمم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کرتے ہیں کہ اے بزرگ ترین خلائق ! کوئی میرا نہیں جس کی پناہ پکڑوں سوا آپ کے وقت اُترنے بلائے عام کے۔

دوسرا شعر یہ ہے : ؎

ولن یضیق رسول اللہ جاھلک بی
اذا لکریم تجلی باسم منتقم

اس میں رسول اللہ منادی اور لفظ ندا محذوف بقاعدہ عربیت یعنی کچھ کم نہ ہوگی شان آپ کی یا رسول میری شفاعت کرنے سے جس وقت اللہ تعالیٰ ظہور

marfat.com

فرمائے گا صفت انتقام سے انتہیٰ۔

اور اسی معنی کے قریب **شیخ شرف الدین مصلح المعروف بہ سعدی شیرازی** متوفی ۶۹۱ھ جو واصلین طریقت کاملین شریعت سے تھے حضرت خضر سے ملاقات کی ساتوں ولایت پھرے بارہا پیادہ حج کیا اور یہ عالم فاضل ولی کامل خطاب حاضر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں شعر لکھتے ہیں: ؎

چہ غم گر دد اے فرخندہ پی — ز قدر رفعیت بدرگاہ حی
کہ باشد ہستی گدایان خیل — بہماں دار السلامت طفیل
چہ وصفت کند سعدی ناتمام — علیک الصّلوٰۃ اے نبیُ السّلام

اور نیز مولانا **احمد تھانیسری** کہ امیر تیمور کے عہد میں بڑے فاضل کامل مشہور تھے صاحبِ ہدایہ کے نبیرہ شیخ الاسلام سے جب ایک موقع میں ان کی گفتگو ہوئی امیر تیمور نے جو دیکھا کہ شیخ الاسلام کو دبایا ان کے اظہارِ عظمت کے لیے یہ کہا گیا کہ یہ نبیرہ ہیں صاحبِ ہدایہ کے، مولانا نہ ڈرے اور یہ کہا کہ ان کے دادا نے ہدایہ میں چند محل پر خطا کھائی اگر انہوں نے اس وقت ایک خطا کھائی کیا ڈر ہے غرضکہ یہ بڑے عالم فاضل اور عارف کامل تھے قلعہ کالپی میں ان کا مزار ہے بہت لوگ زیارت کو آتے ہیں انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے اس میں سے دو تین شعر لکھتا ہوں: ؎

یا حیٰوتی ویا رُوحی و یا جسدی
و یا فوادی و یا ظہری ویا عضدی

marfat.com

مالی الیک بقطع البید من قبل

ولیس لی باصطبار عنک من مدد[1]

دیکھئے اس میں بھی ہندوستان سے خطاب حضرت فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہو رہا ہے۔

اور نیز مولانا **نظامی** متوفی ۶۹۲ ھ علومِ معقول و منقول میں فاضل کامل، تارک الدنیا عارف، صاحبِ دل، سلاطین روزگار اُن سے برکت چاہتے۔ وہ کسی کے در پر نہ جاتے۔ غرضکہ یہ جامع شریعت و طریقت بھی اشعار میں خطاب حاضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ نسبت کرتے ہیں:

من از کمترین امتان خاک تو
بدیں لاغرے صید فتراک تو
نظامی کہ در گنجہ شد پائے بند
مباد از سلام تو انا بہرہ مند

گنجہ شہر ہے ایران میں، وہاں سے یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہو رہا ہے۔

اور مولٰنا **عبد الرحمٰن ابن احمد جامی** متوفی ۸۹۸ ھ جن کا فضل و کمال کسی سے مخفی نہیں، شرح مُلّا اور شرح فصوص الحکم، نقایہ و شرح لمعات

---

[1] یہ خطاب ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اے میری زندگی اے میری جان اے میرے جسد اے میرے دل اے پشت پناہ اے میرے قوّت بازو! نہیں مجھ کو آپ کی طرف جنگلوں کو کاٹ کر آنے کی طاقت اور نہیں مجھ کو آپ سے صبر کرنے کی مدد ۱۲

marfat.com

وغیرہ کتب مصنفہ ان کی مشہور ہیں، اپنے اشعار میں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خطاب کرتے ہیں : ؎

زمہجوری بر آمد جانِ عالم　　ترحّم یا نبی اللہ ترحّم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی　　زمہجوراں چرا غافل نشینی

ملکِ خراسان میں ایک ولایت جام ہے جو وطن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو غیبویت میں وہاں سے ہو رہا ہے اور یہ بھی نہیں کہ مثلِ اہل کشف رُوئے مبارک حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وقتِ مناجات ان کے سامنے تھا اس لیے کہ یہ شعر بھی ان کا انہی اشعار کے ساتھ ہے : ؎

شب اندوہ مارا روز گرداں　　زرویت روز ما فیروز گرداں
تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے　　کنی بہ حال لب خشکاں نگاہے

ازانجملہ مولانا شیخ **عبدالحق محدّث دہلوی** صوفی صافی مشرب محدث فقیہ حنفی مشرب جن کی ایک سو تیس کتابیں فارسی اور عربی تصنیف ہیں تاریخ ولادت ان کی شیخِ اولیاء اور تاریخِ وفات فخر العالم ہے اپنے قصیدہ میں جو کہ اخبار الاخیار کے آخر میں مطبوع ہے لکھتے ہیں : ؎

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما
بلطف خود سرو ساماں جمع بے سرو پا کن
محب آل و اصحاب تو ام کار من حیراں
بلطف خویش ہم امروز ہم در روز فردا کن

اور حضرت **شاہ ابو المعالی** صاحب فرماتے ہیں : ؎

گر نبودی یا رسول اللہ ذات پاک تو　　ہیچ پیغمبر نبودی دولتِ پیغمبری

marfat.com

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں قصیدہ اطیب النغم میں:

وصلی علیک اللہ یا خیر خلقہٖ[1]

و یا خیر مامول و یا خیر واھبٖ

و یا من یرجی لکشف رزیۃ

و من جودہ قد فاق جود السحائبٖ

اب اس دور آخری میں بھی جو علماء و صلحاء اہلسنّت و جماعت ہیں وہ سب خطاب حاضر یا رسول اللہ کہنا جائز رکھتے ہیں، چنانچہ قدوۃ السالکین اسوۃ العارفین محی السنّۃ ماحی البدعت حضرت مرشدی مولائی المشتہر بالالسنۃ والافواہ باسمہ المقدس شاہ امداد اللہ الحافظ الحاج المہاجر نفعنا اللہ بفیضہ الوافر المتکاثر فرماتے ہیں۔ قصیدہ:

ذرا چہرے سے پردہ کو اُٹھاؤ یا رسول اللہ

مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ

کرو رُوئے منوّر سے مِری آنکھوں کو نُورانی

مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ

---

[1] آپ نے اِس قصیدہ کے اوّل میں یہ لکھا ہے کہ جب مجھ پر صعوبت اور کرابت ہجوم کرتے ہیں ڈھونڈتا ہُوں کہ کوئی مددگار بھی ہے تو سوا حضور پرنور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے کسی کو نہیں پاتا۔ پھر اس کے بعد حضرت کے مناقب بیان کئے پھر ان دو شعروں میں یہ کہ اللہ تم پر رحمت بھیجے اے سب خلق میں اچھے اور اے اچھے امیدگاہ اور اچھی بخشش کرنے والے اور اے اچھی امید کئے ہوئے واسطہ کشف مصیبت کے اور بخشش آپ کی فائق بارشوں ابر کی بخشش سے ۱۲

marfat.com

اگرچہ نیک ہُوں یا بد تمہارا ہو چکا ہُوں مَیں
بس اب چاہو ہنساؤ یا رُلاؤ یا رسول اللہ

پھنسا ہُوں بے طرح گردابِ غم میں ناخدا ہو کر
میری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ

اگرچہ ہُوں ناقابل وہاں کے پُر امید ہے تُم سے
کہ پھر مجھ کو مدینہ میں بُلاؤ یا رسول اللہ

جہاز اُمّت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

پھنسا کر اپنے دامِ عشق میں امداد عاجز کو
بس قیدِ دو عالم سے چھُڑاؤ یا رسول اللہ

یہ قصیدہ جس وقت حضور (امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ) حج کر کے ہندوستان تشریف لائے تھے تب اشتیاق میں فرمایا تھا، چنانچہ یہ مضمون ایک مصرعہ کا صاف ہے ع

کہ پھر مجھ کو مدینہ میں بلاؤ یا رسول اللہ

غرضکہ یہ ندا یا رسول اللہ اور مدد مانگنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو اس قصیدہ میں ہے یہ سب ملکِ ہند سے خطاب و استمداد کیا گیا ہے اور مقبول بھی ہُوا۔ چنانچہ پھر حضرت ممدوح الصدر ہندوستان سے ملک عرب میں بلائے گئے اور زیارتِ مدینہ سے مشرف ہوئے، اور تعریف ان کی محتاجِ بیان نہیں۔ مختصر یہ کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی جن کو ہمارے وقت کے منکرین بھی سب بالاتفاق معتمد علیہ اور مسلّم الثبوت مانتے ہیں وہ حضور (امداد اللہ مہاجر مکی) کی توصیف میں لکھتے ہیں اشعار:

marfat.com

بحقِ مقتدائے عشق بازاں　　رئیس و پیشوائے جاں گدازاں
امامِ راست بازاں شیخِ عالم　　ولیِ خاص صدیقِ معظم
شہِ والا گہر امداد اللہ　　کہ بہر عالم است امداد اللہ

یہ اشعار شجرہ منظومہ صابریہ میں ہیں جو قصائدِ قاسمی کے آخر اوراق مطبع عین الاخبار مراد آباد میں مطبوع ہوئے ہیں۔ معلوم کرنا چاہیے کہ 'صدیق' کے معنی شاہ عبدالعزیز (محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے تفسیرِ عزیزی میں لکھے ہیں:

"صدیق آنست کہ قوت نظریہ او را مثل قوت نظریہ اورا مثل قوت نظریہ انبیاء علیہم السلام کامل باشد الخ"

پس صدیقِ معظم فرمانا مولوی محمد قاسم صاحب کا حضور (امداد اللہ مہاجر مکی) کو حجت کافی ہے ان ناانصافوں کی تردید و تشنیع میں جنہوں نے حضور (امداد اللہ مہاجر مکی) کی نسبت یہ کہہ دیا کہ معاذ اللہ آپ علمِ شریعت سے ناواقف ہیں اور ہم ان کے مرید ہیں لیکن پیر سے افضل ہیں۔ یہ نہ سمجھے کہ جس کی قوتِ نظریہ ایسی بڑھی ہوئی ہوگی وہ تو حقائقِ احکامِ شریعت سے ایسے واقف ہوں گے کہ تم اس کے عشر عشیر کو بھی نہ پہنچو گے۔ خیر آمدم برسرِ مطلب جناب مرشدی و مولائی نے خطاب "یارسول اللہ" جائز رکھا خود اِس پر عمل کیا اور نیز مولوی محمد قاسم صاحب کے کلام میں ہم ثابت کرتے ہیں کہ انھوں نے خطاب و ندائے یارسول اللہ کو جائز رکھا، چنانچہ اشعار ان کے قصائدِ قاسمی مطبوعہ مراد آباد میں یہ ہیں صفحہ ۷:

ترے بھروسہ پر رکھتا ہے غرۂ طاعت
گناہ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار

اور صفحہ ۸ میں ہے:

اگر جواب دیا بیکسوں کو تُو نے بھی　　تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار

marfat.com

کروڑوں جُرموں کے آگے یہ نام کا اسلام — کرے گا یا نبی اللہ کیا یہ میری پکار
بہت دنوں سے تمنّا ہے کیجئے عرض حال — اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار
مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی حامیِ کار

یہ دیکھیے خطاب اور ندا کرنا اور مدد مانگنا سب کچھ ان اشعار میں موجود ہے اللہ ہدایت کرے منکرین کو کہ شور و شعب بیجا سے باز آئیں اور مؤلفِ براہین کا یہ لکھنا کہ "ان صاحبوں کا خطاب و ندا غلبۂ شوق و محبّت سے تھا وہ جائز ہے اور دوسرے آدمی جو خطاب کرتے ہیں وہ اس طرح نہیں بلکہ وہ حضرت کا علم مستقل ذاتی سمجھ کر کہتے ہیں یہ شرک ہے"۔ نہایت درجہ بے اصل اور دعوٰی بے دلیل ہے ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ کسی کا یہ عقیدہ نہیں جو علمِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ذاتی مستقل سمجھے بلکہ سب یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ کا علم اور قدرت جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہُوا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اُسی کے ارادہ اور اذن سے ہوتا ہے۔

اب بیان کریں ہم توجیہاتِ خطاب و ندا **واضح ہو کہ بعض محبّین** درجۂ عشق کو پہنچے ہُوئے ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے حضرت ابوالحسن شاذلی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کہ اُن سے ایک دم مشاہدہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فوت نہ ہوتا تھا ایسے آدمی اگر خطاب کریں تو ان کے نزدیک تو وہ خود حاضر ناظر ہیں حاضر کے معنی موجود ہونا ناظر کے معنی دیکھنے والا۔ جب موجود ہُوئے تو دیکھنے والے بھی ہُوئے ایسے شخصوں کے حق میں تو خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ محل کلام ہی نہیں باقی رہے دوسری طرح آدمی کہ ان کو حضوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل نہیں ان کے حق میں بھی خطاب کرنا درست ہے۔ قطبِ ربّانی امام شعرانی میزان میں لکھتے ہیں: "محمد بن زین ایک مداحِ رسول تھا اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالتِ بیداری میں زیارت کرتا تھا ایک بار اس سے

marfat.com

ایک آدمی نے اپنے واسطے سفارش حاکم سے چاہی یہ گئے اور حاکم نے ان کو اپنی مسند پر بٹھلایا اس دن سے دیکھنا منقطع ہو گیا اُس مقام پر خاص عبارت میزان کی ہے :

فلم یزل یطلب من رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرؤیۃ حتی قرء لہ شعراً فتراءی لہ من بعید فقال تطلب رؤیتی مع جلوسک علیٰ بساط الظلمۃ فلم یبلغنا انہ رآہ ذٰلک حتّٰی مات ۔

یعنی پھر وُہ مداحِ رسول سوال کرتا رہا حضرت سے کہ اپنا دیدار مبارک دکھا دیجئے یہاں تک کہ ایک دفعہ شعر پڑھا تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دُور سے دکھائی دیئے اور فرمایا تُو دیدار کا سوال کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں کے فرش پر۔ پھر ہم کو خبر نہیں ملی کہ اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر نظر آئے ہوں یہاں تک کہ وُہ مر گیا۔ انتے

اب دیکھئے کہ محمد بن زین مداح باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی نظر سے غائب تھے اور نظر نہیں آتے تھے وہ اس حالتِ غیبت میں بھی حضرت سے سوال کیا کرتا تھا کہ صورت مبارک دکھا دیجئے انتہٰی ۔ پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر اور آدمی جن کو حضرت نظر نہیں آتے وہ بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواستِ دیدار کریں اور اشعارِ ندائیہ و خطابیہ غلبۂ شوق میں ایسے مضمون کے پڑھیں جیسے حضرت مرشدی و مولائی نے بحالتِ فراق و درد اشتیاق ہندوستان میں پڑھے تھے ؎

ذرا چہرے سے پردے کو اٹھاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیدار تم اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ

تو صحیح اور جائز ہے، اگر نیم مُلّا خطرۂ ایمان اس کو شرک بتاوے اور یہ کہے کہ تم

marfat.com

رسول اللہ کو عالم الغیب جانتے ہو، کہہ دو کہ اصل عالم الغیب بالذات اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو غیب کی خبر دیتا ہے تو ان کو خبر ہو جاتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام جو اُن کی تفسیر سورۂ بقر میں ہے:

"یاد رکھو کہ حضرت مطلع ہیں اپنے ہر اُمتی کے حال سے کیونکہ ان کو خبر دی جاتی ہے سب اُمتیوں کی۔"

اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُمّت کے اعمال صبح و شام آپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

تبصرہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہرقل بادشاہِ روم کو نامہ رقم فرمایا تھا بروایتِ بخاری اس کے الفاظ یہ تھے:

امّا بعد فانی ادعوك بدعوة الاسلام اسلم تسلم۔	لیکن بعد اس کے بیشک میں بلاتا ہوں تجھ کو ساتھ بلانے اسلام کے تو اسلام لے آ تاکہ سلامت رہے۔

اِس میں خطاب حاضر کا ہے بادشاہِ روم کو، حالانکہ آپ ملکِ عرب میں تھے اور وہ روم میں تھا اور وہ اصحابِ کشف سے نہ تھا کہ حضرت کا خطاب وہاں سے معلوم کر لیتا لیکن چونکہ یہ بات تھی کہ قاصد اس خط کو لے جا کر اُس کے ہاتھ میں دے دے گا یہ خط اس کی نظر کے سامنے گزرے گا خطاب صحیح ہو جائے گا اِسی طرح اب تک رسم جاری ہے کہ ہم خطوط میں مکتوبِ الیہ کو الفاظِ خطاب لکھ دیتے ہیں کہ فلاں چیز بھیج دو اور تاکید جانو فقط اِسی اعتماد پر کہ جب قاصد یہ خط ان کو دے دے گا تو ہمارا خطابِ حاضر لکھنا صحیح ہو جائے گا، جب قاصدوں کی چٹھی رسانی کے اعتماد پر یہ خطاب حالتِ غیبوبت میں جائز ہوا تو مضمونِ حدیث کے اعتماد پر کہ ہمارے اعمال و اقوال ہر روز دو بار صبح و شام آپ کے

marfat.com

سامنے پیش کئے جاتے ہیں کیونکر خطاب جائز نہ ہو جب ہمارے اقوال مخفی نہ رہے بلکہ آپ تک پہنچائے[1] گئے تو اگرچہ آپ کو ہم سے بُعدِ مکانی ہو لیکن آپ مثلِ حاضر کے ہیں پس خطابِ حاضر کرنا جائز ہے۔ اور اگر **ضعیف الایمان** آدمی اس تقریر پر راضی نہ ہوں تو تیسری توجیہ اور بھی ہے یعنی جس کو کسی کا عشق ہوتا ہے اُس کا نقشہ آنکھوں میں پھرا کرتا ہے اِس اعتبار سے حاضر کا خطاب کر دیتے ہیں اشعارِ عرب میں یہ بات کثرت سے ہے از انجملہ دو[2] شعر عبد السلام ابن یوسف کے جذب القلوب سے نقل کرتا ہوں ؛ ؎

علی ساکن البطن العقیق سلام وان اسھرونی بالفراق وناموا

(ترجمہ ؛ اوپر رہنے والے بطن عقیق کے سلام ہے اگرچہ جگایا انہوں نے مجھ کو جُدائی میں اور آپ سویا کئے)

---

[1] مؤلفِ "براہینِ قاطعہ" نے صفحہ ۲۲ میں تینوں طرح خطاب مان لیا خواہ دل کے ساتھ ہو یا اعتماد پر کہ اعمالِ اُمت آپ پر پیش ہوتے ہیں تو یہ ہمارا خطاب بھی پیش ہو جائے گا اگرچہ بغیر درود کے ہوئے، تیسرے یہ کہ غلبۂ شہادت و محبت میں پکارتا ہے یہ بھی ندا جائز ہے الحاصل جس طرح انوارِ ساطعہ میں یارسول اللہ کا ثبوت دیا گیا ہے وُہ سب مان لیا۔ پھر یہ لکھنا مؤلف کا کہ ہم منع اس لیے کرتے ہیں کہ عوام سرکار دو عالم کو علم الغیب بالذات اور مستقل جانتے ہیں تو خطاب کرنے میں اِس عقیدہ کی تاکید ہوتی ہے بالکل غلط ہے اس لیے کہ سب آدمی حضرت کا علم خدا کا دیا ہُوا جانتے ہیں، نہ بالذات و مستقل۔ اور جب شرع شریف نے اثنائے خطاب الحیات میں ایہام پر نظر نہ فرمائی تو شعر اور قصیدہ میں ایہام کا وہم کیوں ڈالتے ہیں۔

marfat.com

حرمتم علی النوم وھو محلل وحللتم التعذیب وھو حرام

(حرام کردی تم نے مجھ پر نیند حالانکہ وہ حلال تھی، اور حلال کر لیا ستانے کو حالانکہ وہ حرام ہے)

اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بی بی زلیخا کا حال جو مولوی صاحب نے لکھا ہے سب کو یاد ہوگا کہ شروع عشق میں جب تک نکاح نہ ہوا تھا کس کس طرح تصورات میں باتیں کیا کرتی تھی از انجملہ تین شعر اُس مقام کے لکھتا ہوں ؎

خیال یار پیش دیدہ بنشاند ہم از لب گوھر فشاند

کہ از پاکیزہ گوہر از چکائی کہ از تو دارم ایں گوہر فشانی

دِلم بردی و نام خود نہ گفتی نشانی از مقام خود نہ گفتی

یہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام سے عالمِ غیبویت میں خطاب کر رہی ہیں نہ یہ شرک ہے نہ کفر، اور خود حضرت یوسف علیہ السلام راستہ میں جب بھائیوں کی خشونت اور درشت خُوئی اور آزار اور دست درازی دیکھتے تھے جب وہ اُن کو کُنویں یعنی چاہ میں ڈالنے لے چلے تھے باپ کو پکار کر فریاد کرتے تھے ــــــ قول الجامی قدس سرہٗ ؎

گہے در خون گہ در خاک مے خفت ز اندوہ دل صد چاک مے گفت

کجائی اے پدر آخر کجائی ز حال من چنیں غافل چرائی

بیا بنگر مرا تر در چہ حالم بدست ایں حسودان پائمالم

پھر اسی طرح سمجھ لو کہ جو اشعار شوقیہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بطورِ خطاب حاضر کیے ہیں وہ اس لیے ہیں چونکہ تصوّر آپ کا دل میں بند ہوا ہے غلبۂ اشتیاق میں خطاب حاضرانہ بباعث حضور فی الذہن کے کرتے ہیں لیکن جن لوگوں کو ایسا تصوّر اور ایسا خیال بندھا ہوا نہیں ان کی سمجھ میں

marfat.com

یہ بھی نہیں آنے کا۔ کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہٖ[1]۔ کلامِ الٰہی سچّا ہے۔

یا رسول اللہ کیوں کہتے ہیں اس کے وجوہ

ہم چوتھی توجیہ خطاب کی اور بتا دیں قرآن شریف میں وارد ہے یا حسرۃً علی العباد۔ یہاں لفظ یا حرفِ ندا ہے جس سے مخالف حاضر کو پکارا کرتے ہیں یہ لفظ یا داخل ہو رہا ہے حسرت پر، اور حسرت ایسی چیز بے ادراک و شعور ہے کہ اس کو قیامت تک کبھی خبر نہ ہو گی کہ مجھ کو کوئی پکارتا ہے امام رازی کا کلام اس مقام میں ہے:

المقصود ان ذلك وقت الحسرة فان النداء مجاز و المراد الاخبار۔

غرضکہ سب مفسرین اس مقام میں لکھتے ہیں کہ یہ ندا کلامِ عرب میں شائع ہے اور مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ یہ وقت حسرت کا ہے، یعنی یہ نہیں کہ حسرت پکارتے ہیں اور بُلاتے ہیں اس مقام پر ندا ہے مجازًا، جب یہ بات ثابت ہوئی کہ کہیں ندا مجازًا ہوتی ہے اور مراد اس سے خبر دینا ہوتا ہے پھر اسی طرح اِس مقام میں سمجھ لو جو کوئی کہتا ہے: ؎

تمہارے نام پہ قربان یا رسول اللہ
فدا ہے تم پہ میری جان یا رسول اللہ

اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے مراد اِس کی جُملہ خبریہ ہے گو اِس نے لفظ ندائیہ بولا ہے کیا ضرور کہ یُوں کہو یہ شخص تو خدا

---

[1] جھٹلایا انہوں نے اس چیز کو جس کا انہیں علم نہیں ۱۲

marfat.com

کی طرح حاضر ناظر جان کر پکارتا ہے۔ ہاں البتہ تم خود معنی شرک اور کفر کے لوگوں کے ذہن میں جماتے ہو یہ کہہ کر کہ لفظ یا نہیں ہوتا مگر واسطے حاضر کے اور خطاب نہیں کیا جاتا مگر حاضر کو، حالانکہ یہ قاعدہ غلط ہے **کلامِ صحابہ میں غائب کو خطاب اور ندا موجود ہے**۔ روایت ہے کہ حضرت علی جب وقتِ خلافتِ حضرت عثمان میں ایک رات مسجد کی طرف آئے دیکھا چراغ مسجد میں کثرت سے روشن ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دُعا دی، انس دُعا کے الفاظ سیرت حلبی جلد ثانی صفحہ ۲۳۵ میں یہ ہیں:

"نوّرت مساجدنا نوّر اللہ قبرك یا ابن خطاب۔"

یعنی روشن کیا تُو نے ہماری مسجدوں کو، اللہ روشن کرے تیری قبر کو اے بیٹے خطاب کے۔

دیکھئے یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خطاب فرماتے ہیں بعد وفاتِ عمر، اور یہاں حضرت عمر کو پکار کر اپنی طرف متوجہ کرنا یا بلانا جو فائدہ ندا کا ہوتا ہے مقصود نہیں غرض ان کی دُعا دینی ہے یعنی اللہ روشن کرے عمر کی قبر کو۔ چنانچہ بعض راویوں نے جو روایت بالمعنی کرتے ہیں معنی مقصود کو قالبِ دُعا میں ڈھال کر روایت کر دیا ہے نوّر اللہ قبر عمر کما نوّر مساجدنا۔

اب ایک مسئلہ فقہ کا بھی لکھتا ہُوں دُرِ مختار اور قہستانی وغیرہ کُتبِ فقہ میں لکھا ہے کہ جس وقت اذان میں مؤذن کہے الصّلوٰۃ خیرٌ من النوم یعنی نماز پڑھنا اچھا ہے سونے سے۔ اس وقت چاہیے سامعین جواب اس کا اس طرح دیں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ یعنی تُو نے سچ کہا اور بھلا کہا۔ لکھا فقیہ شامی نے کہ یہ جواب دینا حدیث میں آیا ہے واضح ہو کہ یہ جواب دینے

marfat.com

کتبِ فقہ میں ہرگز مقیّد اس بات کے ساتھ نہیں کہ مؤذن کے پاس آکر جواب دیں دُور سے نہ پڑھیں، پس اسی واسطے یہ دستور ہے کہ جس وقت صبح صادق کو مؤذن اذان کہتا ہے اور آدمی اکثر اس وقت اپنی اپنی منزل اور مکانات میں ہوتے ہیں نہ ان کو مؤذن وہاں سے نظر آتا ہے غائب ہے نظر سے اور نہ مؤذن خود ان کے خطاب کو سُن سکتا ہے باینہمہ اس حالت غیبوبت میں جہاں مؤذن نے کہا الصلوٰۃُ خیرٌ من النوم سب مسلمان آدمی جواب دیتے ہیں صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ یعنی تُو نے سچ کہا اور بھلا کہا۔ یہ غائب کو خطاب حاضر کا ہوتا ہے۔ پس چاہیئے اُن فقہا آخر الزمان کے نزدیک یہ سب جواب دینے والے کافر ہوں، حالانکہ وُہ مستحقِ ثواب ہوتے ہیں اگرچہ انہوں نے خطاب کیا لیکن مراد ان کی یہ ہے کہ مؤذن نے سچ بات کہی پس اسی طرح جو شخص کہتا ہے: ؎

ماسوائے تو یا رسول اللہ
شد برائے تو یا رسول اللہ

اگرچہ خطاب کیا ہے لیکن مراد یہی ہے کہ ہر مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے واسطے یعنی ان کے سبب پیدا کیا ہے۔ اور جو کوئی فقط یہ لفظ کہے یا رسول اللہ اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ شرح ملّا اور غایۃ التحقیق وغیرہ میں ہے کہ لفظِ یا بمعنی اَدعُو ہے اور ادعو کے معنی ہیں ہندی میں کہ مَیں پکارتا ہُوں۔ پس جس نے کہا یا رسول اللہ اس کے معنی قاعدۂ عربی سے یہ ہُوئے کہ پکارتا ہُوں رسول اللہ کو، یعنی ان کو یاد کرتا ہُوں اُن کا نام لیتا ہُوں۔ کہو اس میں کیا شرک کیا کفر ہو گیا، اور یہ بھی ضابطہ کلامِ عرب میں لفظ یا کی نسبت ٹھہر چکا ہے ینادی بھا القریب والبعید یعنی پکارا جاتا ہے لفظ یا کے ساتھ نزدیک و دُور ہر طرح سے۔ الحاصل ہم خطاب کو چند

marfat.com

توجیہات سے ثابت کر چکے اور نیز ثبوتِ کامل دے چکے عہدِ رسالت سے اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالفاظِ خطاب و بصیغہ حاضر یاد کرنا نماز میں اور خارج نماز دُعا اور غیر دعا میں نظم و نثر میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء علماء و صلحاء مقبولین سے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ مقبولین باوجود حالتِ غیبوبیت خطاب کرنے والے معاذ اللہ معاذ اللہ ان منکرین کے نزدیک کافر ہیں یا خود ان کی تکفیر انہی پر منقلب ہوتی ہے ہمارے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من دعاء رجلاً بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذٰلک الا وعاد علیہ۔ (متفق علیہ)

یعنی صحیح مسلم اور بخاری میں ہے جو شخص کسی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہے گا حالانکہ وُہ ایسا نہیں تو کفر اور لعنت کا کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا۔ انتہی

اب چاہیئے کہ مانعین اپنے ایمان کی خیر منائیں کبھی الفاظ گستاخانہ بیباکانہ زبان پر نہ لائیں۔ اور ابھی تازہ اِن ایام میں حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً سے فتوٰی جوازِ یارسول اللہ کا آیا ہے بطور تلخیص اس کا مضمون نقل ہوتا ہے

تحریرِ مفتیِ مدینہ:

ما قولکم یا علماء الملۃ السمحۃ البیضاء ومقا فی الشریعۃ الغراء فی النداء یقول یارسول اللہ ھل ھو یجوز ام لا وھل یکفر قائلہ ام لا۔

الجواب الحمد اللہ تعالیٰ اسأل اللہ المولی الکریم ذا الطول التوفیق والاعانۃ فی الفعل والقول نعم یجوز النداء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والتوسل والاستغاثۃ فی مھام الامور فنعم الوسیلۃ ھو الی ربنا فی مدۃ حیوۃ فی الدنیا وبعد موتہ فی مدۃ

marfat.com

البرزخ وبعد البعث فی عرصات القیٰمة ولانعتقد تاثیرا ولاخلقا ولا
نفعا ولاضرا ولا ایجادا ولااعدادا الا اللہ وحدہٗ لا شریك ولا
یقول احد بکفر المتوسل به الیٰ ربه علی هذا الوجه الا من ظنونه علی
فساد العقیدة طویة ولا فرق بین ان یعبر بلفظ الاستغاثة
او التوسل والتشفع والتوجه وان کل منها واقع فی کل حال
قبل خلقه وفی مدة حیاته فی الدنیا وبعد موته فی البرزخ
وفی القیٰمة قال فی المواهب اما التوسل به صلی اللہ علیه وسلم
بعد موته فی البرزخ فهو اکثر من ان تحصی الخ و بالجملة
فالمسألة واضحه جلیة قد افردت بالتالیف فلا حاجة الی
الاطالة فان من نور اللہ بصیرته یکتفی باقل من هذا ومن
طمس اللہ بصیرته فلا یغنی عنه الآیات والنذر ولم یزل
السلف والخلف یتوسلون بسید الوجود ویستغیثون به وقد شذت
طائفة عن السواد الاعظم منهم من یجعله کفرا واشراکا وکل
ذلك باطل واللہ در الشیخ محمد بن سلیمان الکردی رحمه اللہ
حیث قال فی رسالة یخاطب محمد بن عبد الوهاب حین قام
بالدعوة یا ابن عبد الوهاب سلام علیٰ من اتبع الهدی فانی
انصحك للہ تعالیٰ ان تحف لسانك عن المسلمین فان سمعت
من شخص انه یعتقد تاثیر ذلك المستغاث به من دون اللہ
فاعرفه الصواب واذکر له الادلة علی انه لا تاثیر بغیر اللہ تعالیٰ
فان ابیٰ فکفره حینئذ بخصوصه ولا سبیل لك الیٰ تکفیر
السواد الاعظم من المسلمین وانت شاذ عن السواد الاعظم فنسبة

marfat.com

الکفر الی من شذ عن السواد الاعظم اقرب لانه اتبع غیر سبیل المؤمنین وقال تعالٰی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولّٰی ونصله جهنم وساءت مصیرا وانما یأکل الذئب القاصیة واللہ سبحٰنه وتعالٰی ولی الهدایة وبه العصمة والحمایة رقمه الفقیر الی عفوربه القدیر عثمان بن عبد السلام داغستانی مفتی المدینة المنورة الحنفی۔

عثمان بن عبد السلام داغستانی

ترجمہ بطور خلاصہ : کیا کہتے ہو اے مفتیانِ شریعت، جو آدمی یا رسول اللہ پکارے وہ کافر ہو جاتا ہے یا نہیں، یہ پکارنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب : اللہ ہی کو تعریف، مانگتا ہوں اس سے مدد اپنے قول و فعل میں، ہاں جائز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پکارنا اور وسیلہ پکڑنا اور فریاد رسی کاموں میں، وہ اچھے وسیلے ہیں جب دنیا میں تھے اور اب جو برزخ میں ہیں اور جب قیامت میں اٹھیں گے، اور ہم نہیں اعتقاد رکھتے سوائے وحدہٗ لاشریک کے کسی میں کہ کوئی موثر ہے یا خالق ہے یا نفع دے یا نقصان دے یا ہست کرے یا نیست کرے، اور رسول اللہ کے وسیلہ پکڑنے والوں کو کافر وہی کہے گا جس کے دل میں عقیدہ فاسد رہا ہے اور کچھ فرق نہیں حضرت کی نسبت لفظ استغاثہ کے کہے یا توسل یا شفاعت طلبی یا توجہ کے لفظ کہے یہ سب حضرت کی نسبت واقع ہیں قبل پیدا ہونے آپ کے اور حالتِ حیات دنیا میں اور بعد موت برزخ میں اور قیامت میں، مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ حضرت سے وسیلہ پکڑنا بعد آپ کی وفات کے اس قدر واقع ہوا ہے کہ شمار نہیں ہو سکتا۔ خلاصہ یہ کہ مسئلہ صاف ہے میں نے مستقل کتاب اس میں لکھی ہے اب کیا طول دوں

marfat.com

جس کی آنکھ میں اللہ کا نور ہے وہ اس سے بھی کم میں بس کرے گا اور جس کی آنکھ اللہ نے بے نُور کر دی ہے اس کو آیات اور دلائل مبینہ کافی نہیں اور ہمیشہ سے سلف و خلف وسیلہ پکڑتے رہے ہیں اور فریاد چاہتے رہے ہیں آپ سے، اب بچھڑ گئے سوادِ اعظم سے، ایک جماعت کوئی اُن اس کو حرام کہتا ہے کوئی کفر اور شرک اور سب جھوٹ ہے واللہ کیا اچھا کہا شیخ محمد بن سلیمان کردی نے اپنے رسالہ میں محمد بن عبدالوہاب (نجدی) کو خطاب کر کے کہ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں خدا کے واسطے اپنی زبان مسلمانوں سے بند کر اگر تو کسی سے یہ سُنے کہ وہ تاثیر اللہ تعالیٰ کے سوا اُس سے اعتقاد کرتا ہے کہ جس کو وُہ پکارتا ہے اس کو راہِ صواب تعلیم کر کہ تاثیر غیر اللہ میں نہیں، جب وُہ نہ مانے اُس وقت خاص اس کو کافر کہہ یہ نہیں کہ مسلمانوں کے سوادِ اعظم کو تُو کافر کہنے لگے، تُو خود بچھڑا ہُوا ہے سوادِ اعظم سے، پس کفر کی طرف نسبت کرنا اُس کا بہتر ہے جو جُدا ہُوا سوادِ اعظم سے، اس واسطے کہ اس نے وہ راہ لی جو مومنین کی نہیں، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کُھل چکی اس پر ہدایت کی بات اور چلے سوا راہ مومنین کے ہم اُس کو حوالہ کر دیں وہی طرف جو اس نے پکڑی اور ڈالیں اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بُری جگہ ہے اور بھیڑیا اس کی بکری کو کھا جائیگا جو گلّہ سے دُور جا کر کھڑی ہو گی، اور اللہ پاک مالک ہے ہدایت کا اسی سے عصمت اور حمایت ہے۔ لکھا غفورِ الٰہی کے محتاج عثمان بن عبدالسلام داغستانی داغستانی نے جو مفتی حنفی ہے مدینہ منوّرہ میں۔ عثمان بن عبدالسلام داغستانی

عباراتِ مفتیانِ مکّہ معظّمہ

(۱) قول القائل یارسول اللہ بطریق الاستغاثۃ جائز کما فی

marfat.com

المواهب اللدنية وغيرها والله سبحٰنه اعلم امر برقمه خادم الشريعة والمنهاج عبدالرحمٰن بن عبدالله سراج مفتی المكّة المكرمة كان الله لهما۔ (یہ مفتی حنفی ہیں مکہ معظمہ میں) عبدالرحمٰن سراج

(۲) حامداً ومصلّیاً ومسلّماً اصاب من اجاب۔ محمد رحمت اللہ

یہ حضرت استادنا مولٰنا شیخ العلماء محمد رحمت اللہ دامت فیوضہم وہ ہیں جن کا شہرہ تمام ہندوستان اور ملکِ حجاز اور روم وغیرہ میں ہے اور حضرت سلطان اس وقت تک دوبار باعزازِ تمام ان کو بلا چکے ہیں اور اصل مولد آپ کا ملک ہندوستان ہے۔

(۳) حامداً ومصلّیاً ومسلّماً للّٰہ ورمن اجاب۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔ محمد عبدالحق

یہ عالم، محدّث اور صوفی بابرکت ہیں۔

(۴) ماحرّرہ مفتی الاحناف ھوعین الصواب والموافق للحق بلاشک وارتیاب۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم خادم الشریعۃ ببلدۃ اللہ المحیۃ۔ ابوبکر حجی سیونی مفتی المالکیہ

(۵) قول الشخص یارسول اللہ متضمن لندائہ وتوسل بہ صلی اللہ علیہ وسلم اما النداء فلا شك فی جوازہ اذا کان علی وجہ التعظیم یانبی اللہ واما التوسل بہ فھو ایضا جائز کما روی الطبرانی والبیھقی ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہ فی زمن خلافتہ فی حاجتہ فکان لا یلتفت الیہ ولا ینظر الٰی حاجتہ فشکی ذلك لعثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فقال ایت المیضاء فتوضّا ثم ایت المسجد فصل ثم قل اللھم انی

marfat.com

اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبي الرحمة يامحمد انى اتوجّه بك الىٰ ربّك الحديث فهذا توسل وندا بعد[1] وفاته صلى الله عليه وسلم وفى هذا القدر كفاية لمن هداه الله تعالىٰ والله سبحٰنه تعالىٰ اعلم وكيل مفتى الشافعية بالمكة المحمية محمد سعيد بن محمد بابصيل عفى عنه۔

محمد سعید بابصیل

(۶) اما قول يارسول الله فهو من باب التوسل به صلى الله عليه وسلم الى الله وهو انفع الوسائل عند الله تعالىٰ والله سبحٰنه وتعالىٰ اعلم امر برقمه الحقير خلف بن ابراهيم خادم افتاء الحنابلة بالمكة المشرفة۔

راجی غفور الرحیم خلف بن ابراهیم

(۷) ما اجاب[2] به مفاتى الاسلام فوجدتها فى غاية الصواب الموافق لمذهب هداة الانام لا يخالفها الا من طمس الله بصره وبصيرته

---

[1] یہ وہی روایت ہے جو انوار ساطعہ میں ہم طبرانی کی معجم کبیر سے مفصل روایت کر چکے ہیں کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں یہ خطاب وندا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد انی اتوجه اليك الیٰ آخرہ عمل میں آیا ہے۔ مفتی شافعی بھی اسی روایت پر حکم جواز یا رسول اللہ دیتے ہیں ۱۲

[2] جو کچھ جواب دیا ہے اسلام کے مفتیوں نے میں نے اس کو نہایت صواب پایا اور موافق مذہب اُن کے جو خلقت کے ہادی ہیں اس کی مخالفت نہ کرے گا مگر وہی جس کی آنکھ ظاہری و باطنی دونوں اللہ تعالیٰ نے اندھی کر دیں، سو واجب ہے مسلمانوں پر کہ ان مفتیوں کی پیروی کریں ۱۲

marfat.com

فوجب علی المسلمین اتباع ماقالوہ کتبہ راجی رضاء الخبیر عبدالقادر بن محمد علی خوکبیر المدرس والامام بالمسجد الحرام۔

لمعہ ثامنہ — اعتراضات متفرقہ

محفل میں چوکی اور فرشِ مکلّف بچھانے اور زینت کا اثبات

اعتراض اوّل: مولد شریف پڑھتے ہیں بڑی زیب وزینت کرتے ہیں، فرش مکلّف بچھاتے ہیں، چوکی اور مسند لگاتے ہیں۔

جواب: یہ زیب وزینت کہ بانیِ محفل گھر میں چاندنی قالین وغیرہ جو کچھ اس کو بہم پہنچے بچھائے بفتوائے مفتیانِ دین متین جائز ہے۔ فتاوٰی عالمگیریہ کی جلد خامس، الباب العشرون فی الزینۃ میں لکھا ہے:

یجوز للانسان ان یبسط فی بیتہ ماشاء من الثیاب المتخذۃ من الصوف والقطن والکتان المصبوغۃ وغیرھا والمنقشۃ وغیرھا۔	انسان کو درست ہے کہ اپنے گھر میں بچھائے جو چاہے کپڑے بنائے ہوئے اُون کے اور رُوئی کے اور چھال کے، رنگین ہوں یا سادہ، نقشین ہوں یا بے نقش۔

اور دُرمختار کے مسائل شتی آخر کتاب میں ہے:

واباح اللہ الزینۃ بقولہ تعالٰی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیۃ	اور مباح کیا اللہ تعالٰی نے زینت کو جو فرمایا ہے تُو کہہ کس نے منع کی ہے زینت اللہ کی جو پیدا کی اس نے بندوں کے واسطے۔

اور چوکی اور خوشبو اور لوبان وغیرہ کا جواب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

کے حلیہ وجمال ومعجزات وغیرہ کا بیان کرنا اصطلاحِ محدثین میں حدیثِ رسول اللہ ہے جیساکہ اُوپر تحقیق ہوچکا اور حدیث کے لیے استعمال امور مذکورہ کو محدثین بالاتفاق مستحب لکھتے ہیں:

ویستحب الغسل والتطیب لقراءۃ حدیثہ وروایتہ استماعہ وات یقرء علی مکان مرتفع عال۔

اور مستحب ہے غسل کرنا اور خوشبو استعمال کرنا حدیث کے پڑھنے اور روایت کرنے اور سننے کے واسطے، اور یہ بھی مستحب ہے کہ پڑھی جائے حدیث اونچے بلند مکانوں پر۔

یہ مسئلہ قسطلانی و زرقانی وغیرہ محدثین لکھتے ہیں۔

اور امام مالک غسل کرکے کپڑے نفیس پہن کر چوکی پر بیٹھتے اور جب تک حدیثِ رسول اللہ پڑھتے برابر خوشبو کی دُھونی سُلگتی رہتی تھی۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

ولا ینزال یتحبر بالعود حتی یفرغ من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجلالا لہ فانہ کان یحب الرائحۃ الطیبۃ فیجعل مجلس حدیثہ کمجلسہ حیا صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور برابر سُلگتی رہتی عود حتی کہ وہ فراغت پاتے حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اسی واسطے کہ عظمت و جلال ظاہر ہو کیونکہ حضرت پسند فرماتے تھے خوشبو کو، اسی واسطے آپ کی مجلسِ حدیث بھی ویسی ہی خوشبو دار کرتے تھے جیسی حالتِ زندگی میں آپکی مجلس خوشبو دار اور مصفّا ہوتی تھی۔

اور لکھا زرقانی نے کہ امام مالک جو کچھ یہ تعظیمِ حدیثِ رسول اللہ کرتے تھے کہتے ہیں یہ سب موافق عمل سعید ابن مسیّب تابعی کے کرتے تھے۔ بھلا جن امور کی اسناد تابعین اور تبع تابعین سے ملتی ہو اس پر طعن کرنا کیسی کج فہمی ہے اللہ تعالےٰ

marfat.com

ہدایت نصیب کرے اور ثبوت ان امور کا ایک دوسری تقریر سے اوپر بھی گزر چکا۔

خوش الحانی سے قصائد پڑھنے اور سماع مباح کا جواز

اعتراض ثانی : قصائد و اشعار بہت خوش الحانی سے بنا کر پڑھتے ہیں۔

جواب : یہ کہ زینت دینا آواز کا شرع میں مطلوب ہے۔ زیّنوا القرآن باصواتکم یعنی زینت دو قرآن کو خوش آوازی سے۔ روایت کیا اس کو امام احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے۔ اور دارمی کی روایت میں ہے، فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً یعنی اچھی آواز سے قرآن کا حُسن زیادہ ہوجاتا ہے۔ اور اِس فریق کے مسلّم الثبوت عالمِ ربانی مجدّد الف ثانی جلد ثالث مکتوباتؒ میں فرماتے ہیں :

دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغیر حروف قرآن است و التزام رعایت مقامات نغمہ و تردید صورت[1] بآں طریق الحان با تصفیق[2] مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح است انتہی۔

دوسرا آپ نے مولود خوانی کے متعلق لکھا تھا کہ اچھی آواز سے صرف قرآن مجید اور نعت و منقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے البتہ قرآن مجید کے حروف کو تبدیل و تحریف کرنا منع ہے اور مقامات نغمہ کا التزام کرنا، الحان کے طریق سے آواز پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا جو کہ شعر میں بھی جائز نہیں میلاد میں بھی منع ہے انتہی

---

[1] تردید صوت یعنی کٹلری لگانا۔ [2] تصفیق یعنی تالی بجانا۔

marfat.com

اس سے معلوم ہُوا کہ خوش آوازی سے مولود پڑھنا جائز ہے، ہاں البتہ تالی بجانا اور رعایت راگنی کے قواعد کی نہ چاہیے۔ یہ ان کا قول ہے۔ اور مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں؛

والحق ان السماع اذا وقع بصوت حُسن بشعر متضمن للصفات العلیة او النعوت النبویة المحمدیة عریا عن الآلات المحرمة واثارا کان من المحبة الشریفة العلیة کان من الحسن فی غایة ولتمام تزکیة النفس نهایة الی آخرہ۔

حق اللہ یہ ہے گانا سننا اگرچہ اچھی آواز سے ہو اور گائیں ایسا شعر جس میں صفات عالیٰ نعت حضرت نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں اور ہو وہ گانا خالی حرام باجوں سے اور جوش میں لائے دل کی چھپی ہوئی محبت کو تو یہ گانا انتہا درجہ کی خوبی میں ہوگا اور پُوری طرح پاک کر دے گا نفس کو نہایت وجہ پر۔ الیٰ آخرہ۔

ظاہر ہے کہ گانے سے مراد فساق کی وضع کا نہیں بلکہ خوش الحانی کے ساتھ بنا کر پڑھنا مراد ہے۔

اور نیز مولوی اسمٰعیل صاحب "صراطِ مستقیم" میں لکھتے ہیں حُبِ عشقی کے بیان میں:

ازجملہ مویدات آن استماع الحان خوش و اصوات دلکش و قصص شوق آمیز و اشعار عشق انگیز ست انتہی۔

حب عشقی کے مویدات میں سے خوش الحانی، دلکش آواز، قصص شوق اور اشعار عشق انگیز کا سُننا ہے انتہی

اب مولوی اسمٰعیل صاحب کے دادا پیر شاہ عبدالعزیز صاحب (محدث دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ سماع کو درست فرماتے ہیں وسیلۃ النجات یعنی دس سوالات مسئولہ شاہ بخارا کے جواب میں فرماتے ہیں:

"جواب سوال ثامن آنکہ قال السرخسی فی البدیع والسماع فی اوقات السرور

marfat.com

تاکیداً للسرور مباح انکان ذلک السرور مباحاً کالغناء فی ایام العید وفی العرس و فی وقت مجی الغائب ووقت الولیمۃ والعقیقۃ وعند الولادۃ والختانۃ و ختم القرآن"۔ یعنی کہا امام سرخسی نے بدیع میں کہ گانا سُننا خوشی کے وقت واسطے خوشی زیادہ ہونے کے درست ہے بشرطیکہ وُہ خوشی بھی درست ہو جس طرح گانا ایامِ عید اور نکاح میں اور پردیس سے آئے ہوئے کی خوشی میں اور ولیمہ اور عقیقہ اور بچّہ پیدا ہونے اور ختنہ اور ختم قرآن میں' اور یاد رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے تھے خوش آواز کو۔ روایت ہے کہ سُنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا ابی موسٰی کا۔ فرمایا:

لقد اوتی ھذا مزمارا من مزامیر آل داؤد یعنی حضرت داؤد جو کمال خوش آواز تھے ان کی آوازوں میں سے ابی موسٰی کو آواز ملی ہے۔ جب یہ خبر ابی موسٰی رضی اللہ عنہ کو پہنچی انھوں نے عرض کی:

یارسول اللہ لو علمت انک تسمع تجرتہ لک تجبیراً۔ یعنی جو میں جانتا کہ آپ سُنتے ہیں تو خوب ہی بنا کر پڑھتا۔

غرضکہ حسن صوت اور خوش الحان ہر سلیم الطبع کو پسند ہے مگر جو لوگ پلید الطبع بارد مزاج ہیں وہ اس کی قدر نہیں جانتے۔ علامہ قسطلانی نے مواہب میں لکھا ہے:

وھذا الجمل مع غباوۃ الطبع	یہ اونٹ باوجودیکہ بے شعور اور کند طبیعت
یتاثر بالحداء تاثیرا یمد عنقہ	ہے پھر بھی اثر پاتا ہے شتربان کے گانے
ویصغی سمعہ الی الحاوی	پر گردن بڑھاتا ہے اور کان لگا دیتا ہے
فمن لم یحرکہ فھو فاسد	گانے والے کی طرف پھر جو ایسا ہو

marfat.com

المزاج بعید العلاج انتہی ملخصا

کہ گانے سے اس کا دل ذرا بھی نہ ہلے تو جانو کہ اس کا مزاج بگڑا ہوا ہے علاج اس کا مشکل ہے۔ انتہی ملخصا

اِسی معنی میں سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ؎

شتر بشعر عرب در حالت است وطرب
گر ذوق نیست ترا کج طبع جانورے

(ترجمہ: اونٹ عربی اشعار اور شتربان کی سُریلی آواز پر جھومتا ہے اے انسان! اگر تجھے ذوق نہیں تو کج طبع جانور کو دیکھ لے)

امردوں کا مدح پڑھنا بھی درست ہے

جب منکرین سے کسی طرح خوش آوازی رَد نہیں ہو سکتی تو کہتے ہیں کہ **بے رِیش لڑکوں سے قصائد و مدح پڑھواتے ہیں** اور براہین قاطعہ صفحہ ۹ میں لکھا ہے:

دیکھو درمختار میں امرد صبیح کی امامت کو مکروہ لکھا ہے تو مجلس میں مدح خوانی کب درست ہو وے گی انتہا ملخصا۔

الجواب: ہزاروں محافلِ میلاد ایسی ہوتی ہیں کہ جوانانِ صلحاؤ علماء و قرائو حفّاظ پڑھتے ہیں اور لڑکوں کے پڑھنے تک نوبت بھی نہیں آتی۔ منکرین ان سب کو چھوڑ کر ایسی مجلس کو زبان پر لائے کہ جس میں بعض لڑکوں کی مدح خوانی بھی ہوئی۔ سو اوّل تو یہ امر خود قابلِ استدلال نہیں یعنی کسی مجلس میں لڑکوں کے پڑھنے سے علی العموم سب مجالسِ میلاد پر طعن نہیں ہو سکتا قطع نظر اس سے ہم یہ کہتے ہیں مانعین کے پاس کوئی سند ایسی نہیں جس میں صراحۃً یہ مذکور ہوا کہ لڑکوں بالغ یا نابالغ

marfat.com

کا نعت پڑھنا ناجائز ہے ناچار قیاس کی حاجت ہُوئی تو امامتِ امرد کا مسئلہ پیش کیا، سو حقیقت اس کی سننی چاہیئے۔ ابو المکارم شرح نقایہ و نیز دیگر کتبِ فقہ میں ہے کہ لڑکا جب تک ٹھیک نہ ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا یہ حال ہے:

فی النفل صح عند محمد رحمۃ اللہ علیہ ولم یصح عند ابی یوسف رحمہ اللہ۔

یعنی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک نوافل نابالغ کے پیچھے ہو جاتے ہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہیں ہوتے۔

اور کافی میں ہے:

قال مشائخ بلخ جاز الاقتداء بالصبی فی التراویح والسنن المطلقۃ والنوافل۔

یعنی بلخ کے بڑے بڑے علماء نے فرمایا ہے کہ نابالغ لڑکے کے پیچھے جائز ہے پڑھنا تراویح اور مطلق سُنّتوں کا اور نفلوں کا۔

اور خلاصہ میں ہے:

جوزھا فی التراویح مشائخ خراسان وناخذ وعن الشافعی رحمہ اللہ انہا یجوز فی الفرائض ایضاً۔

یعنی خراسان کے بڑے علماء نے تراویح پڑھنا نابالغوں کے پیچھے جائز رکھا ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں عمل میں، اور امام شافعی رحمہ اللہ سے یہ ہے کہ فرض تک بھی جائز ہیں۔

اور جو علماء ناجائز کہتے ہیں اور یہی صحیح ہے ان کی دلیل یہ نہیں کہ نابالغوں کو جہر کے ساتھ پڑھنا اور سامعین کو سُننا اس کا مفسدِ صلوٰۃ ہے بلکہ بالاتفاق یہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ نابالغ پر نماز فرض نہیں اور بالغین جو اس کے پیچھے

marfat.com

پڑھیں گے ان پر فرض ہے بنائً علیہ فرض اپنی قوت اور شان کے سبب غیر فرض پر جو کہ ضعیف ہے بنا نہیں ہو سکتا جب دلیل منع یہ ہے تو نابالغوں کی نعت خوانی اُس پر قیاس نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ شَے دیگر ہے پس چاہیئے کہ وہ بالاتفاق جائز ہووے ۔ یہ حال تو نابالغ کا تھا اور جب لڑکا بالغ ہو گیا پھر تو کسی کا خلاف نہیں بلکہ بالاتفاق اس کے پیچھے نماز فرض و نفل جائز ہیں اس لیے کہ بالغ پر احکام فرض ہو جاتے ہیں تو فرض کی بنا صحیح ہے ۔ قہستانی شرح نقایہ میں ہے :

ویقتدا ببالغ غیر ملتحٖ ۔

یعنی اقتدا کیا جائے ساتھ بالغ بے رِیش کے ۔

اور دُرمختار میں جو کراہت ثابت کی ہے تو شامی شارح درمختار نے کھول دیا : الظاھر انھا تنزیھیۃ ۔ یعنی ظاہر یہ ہے کہ مکروہ تنزیہہ ہے ۔

اور مکروہ تنزیہہ کو صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا :

اما المکروھۃ کراھۃ تنزیہ فالی الحل اقرب ۔	جو چیز مکروہِ تنزیہ ہوتی ہے وہ حلال ہونے سے قریب تر ہوتی ہے ۔

اور لکھا فاضل چلپی نے :

واما عند محمد فھو ما کان ترکہ اولیٰ مع عدم المنع عن الفعل ۔	امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ تنزیہ وُہ ہے جس کا چھوڑ دینا بہتر ہو اور یہ بھی اس کے ساتھ ہے کہ اس کا کرنا منع نہیں ہوتا ۔

اور فتح القدیر وغیرہ نے بھی مکروہ تنزیہ کو خلافِ اولیٰ قرار دیا ہے بھلا جب یہ بات مانعین کے نزدیک اس درجہ کی کراہیت میں تھی کہ اگر کی جائے تو گناہ بھی نہیں بلکہ حلت کی طرف اقرب ہے ، جیسا کہ صدر الشریعۃ اور چلپی سے معلوم ہوا تو ایسی

marfat.com

شکل میں کیوں انہوں نے جنگ و جدال و مخاصمت و نزاع باہمی پیدا کیا جو بالاتفاق حرام ہے ،

نابالغ کے امام بنانے میں اختلاف ہے

اور یہ بھی اختلاف باقی ہے کہ وُہ کراہت تنزیہ امامت امرد کی کس وجہ سے ہے بعض علماء نے لکھا اس واسطے مکروہ ہے کہ اکثر ایسی عمر والے مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں اور لوگ ان کی امامت سے نفرت کیا کرتے ہیں اور بعضوں نے کہا اس لیے مکروہ ہے کہ اندیشہ ہے جب امرد آگے کھڑا ہو شاید لوگوں کو شہوت پیدا ہو جائے۔ یہ دونوں تعلیل فقیہ شامی نے بحثِ امامت میں لکھی ہیں پس شقِ اوّل کے موافق تو منع نعت خوانی کا قیاس بالکل جاتا رہا اور ظاہر ہے کہ اگر امرد کی آواز موجبِ کراہت ہوتی تو جہر کی نمازیں مکروہ ہوتیں اور خفیہ قرأت کی نمازیں مکروہ نہ ہوتیں، یہ بات تو نہیں بلکہ علی العموم ہر نماز جہریہ خفیہ مکروہ ہے تو کراہت بباعث آواز کے نہ ہوئی اس تقریر سے ان کی آواز ضابطہ منع میں داخل نہیں پھر مدح خوانی ان کی کیوں منع ہو۔ اب باقی رہی شق دُوسری کہ کراہت بباعث احتمال شہوت پیدا ہونے مقتدیوں کے ہے اس صورت میں ہم منع کرتے ہیں قیاس علی الامامت کو اس لیے کہ مجلس کا امام ہم اس کو قرار دیتے ہیں جو قاریِ مولد شریف ہے مکان صدر یعنی منبر یا چوکی پر بیٹھ کر پڑھتا ہے جس طرح امام اپنی قوم پر مقدم ہے اسی طرح وہ قاری اہلِ مجلس پر مقدم عالی مقام پر بیٹھا ہے اور جو لوگ حلقۂ مجلس میں بیٹھے ہیں وہ تشبہ صفت مقتدیوں سے رکھتے ہیں پس حلقہ مجلس میں اگر کسی بالغ یا نابالغ لڑکے نے نعت پڑھی تو اس کی نظیر یہ ہے کہ جب مسجد میں مرد اور عورتیں اور لڑکے اور

marfat.com

مخنّث سب نماز کے لیے جمع ہوجائیں تو حکم ان کا شرع میں یہ ہے:

ویصف الرجال ثم الصبیان ثم الخناثی ثم النساء۔

یعنی حکم دے امام صف باندھنے کا اول مردوں کو پھر ان کے پیچھے لڑکوں کو پھر ان کے پیچھے مخنثوں کو پھر عورتوں کو انتہٰی۔

دیکھیے مخنث اور عورتوں اور لڑکوں کو شرع میں مسجد سے نکال دینے کا حکم نہیں دیا گیا اگر کوئی ان کو امام بناتا تو منع کا حکم دیا جاتا۔ جب یہ بات ٹھہری کہ امام تو وُہی ہے جو قابلِ امامت ہے باقی مسجد کے اندر صفِ اقتدار میں، جو لوگ اپنے طور پر تسبیح و تحمید و تشہّد وغیرہ پڑھ رہے ہیں وہ سب حکمِ جواز میں ہیں خواہ وہ عورتیں ہیں خواہ لڑکے بالغ نابالغ ہوں، اسی طرح حلقہ محفل میلاد میں جس طرح سب آدمیوں کی زبان پر درود شریف وغیرہ کلمہ کلام جاری ہے اُس میں سے کسی امرد بالغ نابالغ نے نعت شریف بھی پڑھ دی تو جائز ہے اس کو امامت پر قیاس کرنا ہم نہیں تسلیم کرتے، ہاں حالت اقتدائے مقتدیان پر جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا قیاس کرنا مانتے ہیں اور وُہ جائز ہے بالاتفاق۔

امرد کی طرف بلا شہوت دیکھنا جائز ہے

اب ہم مسئلۂ نظر بھی لکھتے ہیں واضح ہو کہ شہوت سے امرد کو دیکھنا مکروہ ہے اور بلا شہوت درست ہے یہ بھی 'درمختار' میں لکھا ہے جس سے مؤلفِ 'براہین' نے سند پکڑی، عبارت یہ ہے:

فانه یحرم النظر الی وجه الامرد اذا شك فی الشهوة اما بدونها فمباح ولو جمیلا۔

بیشک حرام ہے دیکھنا صورت بے ریش لڑکے کا جب شہوت کا شک ہو اور بدون شہوت کے درست ہے اگرچہ خوبصورت ہی ہووے۔

marfat.com

اور اسی درمختار کے مسائل نظر میں لکھا ہے ،

وینظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشهوة ولو امرد صبیح الوجه۔

اور دیکھے ہر مرد بدن مرد کا اور لڑکے کا جو شہوت کی حد کو پہنچ گیا اگرچہ خوبصورت لڑکا ہُوا۔

اور شارح درمختار فقیہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بیانِ سترِ عورت میں لکھا ہے ،

واجمعوا علیٰ جواز ہ بغیر قصد اللذة والناظر مع ذلك أمن الفتنة۔

سب علماء نے اجماع کیا ہے کہ نظر کرنا امرد کی طرف جائز ہے بغیر ارادہ لذت شہوت کے، اور دیکھنے والا امن میں بھی ہو فتنہ سے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نظر بلا شہوت بالاجماع جائز ہے اور نیز شامی نے مسائلِ نظر میں لکھا :

فاما الخلوة والنظر الیه لا عن شهوة فلا باس به ولذا لم یومر بالحجاب۔

امرد کو خالی مکان میں تنہا لے کر بیٹھنا اور اس کی صورت کو دیکھنا بغیر شہوت کے کچھ مضائقہ نہیں اور اسی واسطے مردوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ منہ پر نقاب ڈالا کریں۔

پہلا جب خلوۃ امرد کے ساتھ جائز ہوئی تو مجمع عام میں بیٹھ جانا کیوں جائز نہ ہوگا اور بھول گئے اپنے شیخ الشیوخ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے پیر شمس الدین ابوالخیر بن جزری رحمۃ اللہ علیہ کو کہ وہ فرماتے ہیں ،

"میں ۷۵۸ھ (سات سو پچاسی) میں بادشاہِ مصر کی محفل مولد شریف میں شریک ہُوا، میں خوش ہُوا پچیس حلقے نوآموز لڑکوں قاریوں کے اس میں موجود تھے۔"

marfat.com

اور یہ قصہ ابنِ جزری کا مُلّا علی قاری نے مورد الروی میں اور ابو سعید بورانی نے مولد فارسی میں لکھا ہے جیسا کہ اوپر تفصیل سے مذکور ہو چکا۔

ہاں یہ بات ثابت ہے کہ متقی و محتاط لوگوں نے امردوں پر نظر کرنے سے احتیاط فرمائی ہے ہمارے پیشوا جناب امام اعظم عطر اللہ تربتہ جب امام محمد کو سبق دیتے تھے اور وہ بہت خوبرو اور جمیل تھے رحمۃ اللہ علیہ، تب ان کو کسی ستون کے پیچھے یا پسِ پُشت اپنے بٹھلا کر سبق دیتے تھے یہ فقیہ شامی نے لکھا ہے اس سے ثابت ہُوا کہ امرد خوبرو کے ساتھ ہم کلامی اور اس کی آواز کا سننا تو منع نہیں مگر صورت دیکھنے میں احتیاط اولیٰ ہے تو مولد شریف میں اگر کوئی امرد بھی کسی گوشۂ محفل میں حاضر ہو اور پڑھے تو منع نہیں، ہاں محتاط آدمی اپنی نظر کو بچائیں تو بہتر بات ہے۔

طرفہ ماجرا یہ ہے حضرات مانعین جو امردوں کی بابت امر بالمعروف فرما رہے ہیں اپنے مکتبوں اور مدرسوں میں خوبرو جمیل امرد لڑکوں کو بھی سبق دیتے ہیں وہاں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تقوی کس کو یاد آتا ہے کہ شاگرد کو آنکھوں سے جُدا کیجئے ستون کی آڑ میں یا پسِ پشت بٹھا کر سبق دیجئے کیوں صاحب آپ تو منصب تعلیم شریعت پر بیٹھ کر اس حالت میں بھی اِس تقوٰی کو یاد نہ فرمائیں اور محفلِ میلاد میں اگر کسی لڑکے نے نعت شریف پڑھ دی تو اس کا ناک میں دم لائیں۔ کیا انصاف اسی کا نام ہے (اللہ اللہ) ! اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم۔

یہ خوب معلوم رہے کہ مانعین جو اندیشۂ شہوت لڑکوں کی نسبت ثابت کرتے ہیں وہ داڑھی والوں اور بدشکلوں کالے کلوٹوں میں بھی موجود ہے۔ شامی شارح درمختار فرض ستر عورت کے بیان میں لکھتے ہیں:

marfat.com

وھذا شامل لمن نبت عذارہ بل بعض الفسقۃ یفضلہ علی الامرد خالی العذار۔

یعنی یہ حکم کہ شہوت سے نظر عورت اور لڑکوں کی طرف منع ہے شامل ہے اس کو بھی جس کے گال پر سبزۂ خط نکل آیا ہو بلکہ بعضے فاسق داڑھی والے اچھا سمجھتے ہیں ایسے لڑکے سے جس کا گال بالکل صاف ہوا۔ اس تقریر سے داڑھی والوں کو دیکھنا بھی منع ٹھہرا۔

پھر دو سطر کے بعد لکھا:

والمراد من کونہ صبیحا ان یکون جمیلا بحسب طبع الناظر ولو کان اسود لان الحسن یختلف باختلاف الطبائع۔

مراد ہماری خوبصورت سے یہ ہے کہ وہ دیکھنے والے کے جی کو بھلا لگتا ہو چاہے فی الواقعہ وہ بدصورت کالا ہی ہو کیونکہ حسن کا پسند آنا موقوف طبیعتوں پر ہے کسی کو کچھ پسند آیا کسی کو کچھ۔

اس تقریر سے کالے بدشکل والوں کو دیکھنا بھی حرام ٹھہرا۔

جب بعضے مغلوب الشہوت ایسے بھی ہوئے کہ ان کو سستی کی دھن میں نہ داڑھی کا خیال نہ رنگ اور ہیرنگ کا امتیاز تو معلوم نہیں ایسی بہائم سیرتوں کے اندیشہ سے کہاں تک مجالس میلاد و وعظ و نکاح و مدارس و جلسہ جات دستار بندی وغیرہ مجامع کو امارد و غیر امارد کے اختلاط سے غالباً خالی نہیں ہوتے مکروہات و محرمات میں شمار کیا جائے گا الامان الامان، فقہاء و مفتیانِ دین نے یہ نہیں لکھا کہ امرد مساجد میں نہ آئیں کہ شہوت پرستوں کی ان پر نظر پڑے گی اور نہ مجالسِ نکاح میں آئیں اور نہ جماعاتِ فرائض و سنن و نوافل مثلاً تراویح و استسقاء و کسوف وغیرہ میں شریک ہوں بلکہ صرف یہ لکھا کہ ان کا امام ہونا مکروہ ہے بنا علیہ

marfat.com

ہم بھی ان کی امامت کو مکروہ قرار دے کر لکھتے ہیں کہ شریک ہونا ان کا مجالس میلاد شریف میں منع نہیں روایات فقہیہ اس باب میں نقل ہو چکیں اور شریک ہونا حضرت ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا ایسی مجالس میں بیان ہو چکا۔ اور خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے سب لڑکے اور جوان مرد اور عورت جابجا خوش ہو ہو کر پکارتے پھرتے تھے:

جاء محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ اکبر جاء محمد رسول اللہ۔ (رواہ الحاکم فی الاکلیل عن البراء)

لڑکیوں کا شعر پڑھنا دف بجا کر

اور اسی حالت میں چند لڑکیاں قبیلہ بنی النجار سے نکل کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئیں وہ دف بجاتیں اور یہ شعر پڑھتی تھیں: ؎

نحن جوار من بنی النجار

یا حبذا محمد من جار

یہ روایت بیہقی محدث اور ان کے استاد حاکم نے انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے پس جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب اماردو غیر امارد کا مجمع عام گلیوں اور رستوں میں دیکھا اور لڑکیوں کا یہ شعر پڑھنا سنا اور منع نہ فرمایا یہ صریح دلیلِ جواز ہے وہاں قدوم مبارک کی خوشی میں یہ باتیں وقوع میں آئیں یہاں یعنی مجلسِ میلاد میں فرحت میلاد و ایجاد وجود مسعود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں ہو رہی ہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سلامی وجوابی کی تحقیق

اعتراضِ ثالث[۳]: سلامی وجوابی مثل مجالس شیعہ کے معیّن کرتے ہیں۔

جواب: مجالسِ شیعہ میں راقم کو اتفاق نہیں ہوا کہ حال وہاں کا مفصلاً معلوم

marfat.com

ہوتا البتہ محافلِ میلاد شریف کے شامل ہونے میں بعض مواقع پر ایسا دیکھا گیا کہ قاریِ مولد نے کوئی روایت ختم کی تب بعض حاضرین نے درود و سلام پڑھا تعظیماً یا نثراً، پھر قاری نے دوسری روایت پڑھی پھر ان لوگوں نے درود و سلام یا منقبت پڑھی اگر سلامی جوابی اس کا نام ہے تو یہ بات عرب میں اور خاص حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً میں بکثرت رائج ہے اور اہلِ حرمین جس قدر شیعہ سے تنافر رکھتے ہیں محتاجِ بیان نہیں ہرگز سمجھ میں نہیں آتا کہ جن سے عداوت تنفر مذہبی ہو ان سے کوئی امر لے کر اپنی عبادات میں داخل کریں بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ عرب نے یہ بات حضرت سیّد العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استنباط کی ہے صحیحین میں انس سے روایت ہے کہ صحابہ مہاجرین و انصار خندق کھودتے اور مٹی نکالتے جاتے تھے اور زبان سے یہ پڑھتے تھے: ؎

نحن الذین بایعوا محمدا
علی الجہاد بالقینا ابدا[1]

اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں پڑھتے تھے: ؎

اللھم لا عیش الا عیش الاٰخرۃ
فاغفر للانصار والمہاجرۃ[2]

(کذا فی المشکوٰۃ فی باب البیان والشعر)

---

[1] ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیعت کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس اقرار پر کہ ہم جہاد کرتے رہیں گے سدا کو جب تک جیتے رہیں گے۔

[2] یا اللہ! نہیں اچھا جینا مگر جیسا آخرت کا، سو مغفرت کیجو انصار اور مہاجرین کی ۱۲

marfat.com

پس یہ بات قابلِ طعن نہیں،

تغنی اہلِ فسق کے قواعد پر نہ چلیں

ہاں اگر پابندی قوانین موسیقی و اہلِ فسق کے طریق پر طعنے کرنے لگیں تو یہ بات دوسری ہے اہلِ اسلام کیوں اپنی مجالس میں اوضاع فساق پیدا کریں اور اسی طرح اگر کوئی فقط اپنی آواز کا حُسن ظاہر کرنے کو پڑھے اور اخلاص ہرگز دل میں نہ ہو یہ بھی ممنوع ہے جیسے بعض قاری خوش الحان محض نموداری کے لیے قرآن مجامع میں پڑھنے لگتے ہیں بس اس نیت سے پڑھنا منع ہے امورِ خیر میں اخلاص ضروری ہے۔

وماامروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔	اور ان کو نہیں حکم دیا گیا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص عبادت کریں۔

شعر خوش آوازی سے پڑھنے و حروف قطع و وصل ہونا جائز ہے

بناء علیہ اہل ایمان کو چاہیے کہ اخلاص مدِ نظر رکھیں اور نیز اپنی خوش الحانی کو پابند قواعد یعنی اہلِ فسق کا نہ کریں کیا تھوڑا ہے ان کے لیے وہ جو فقہاء رحمہم اللہ نے جائز فرما دیا۔ مجمع البحار میں ہے:

"تحسین صوتہ و تحزینہ" یعنی پکار کر پڑھے اور آواز کو سنوار کر اور غمزدہ لہجہ بنا کر۔ وفسر الشافعی تحسین القراءۃ و ترقیقہا اور تفسیر کیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اچھی طرح پڑھے نرم آواز بنا کر۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وانما اختلاف تلک الطریق بمد المقصورۃ و قصر	خوش الحانی سے پڑھنے میں طرق مختلف پیدا ہوتے ہیں ان باتوں سے کہ جہاں حروف

marfat.com

الممدودة والوقف فی اثناء الکلمات والقطع والوصل فی بعضها وھذا التصرف جائز فی الشعر ولا یجوز فی القرآن۔	پردہ نہ تھا وہاں کھینچ دیا اور بڑھایا اور جہاں تھا وہاں گھٹا دیا اور کلمات کے بیچ میں دم توڑ دیا ایک کلمہ دوسرے کلمہ سے کہیں قطع ہوگیا کہیں وصل ہوگیا سو ایسا تصرف شعر میں جائز ہے قرآن شریف میں جائز نہیں۔

یہ احیاء العلوم کے باب السماع میں ہے۔

الحاصل انصاف یہ چاہیئے کہ جو کوئی بات کلامِ علما حقانی سے کہیں تک ثابت ہو اُس میں مانعین اعتراض نہ لائیں اور فاعلین قدم آگے نہ بڑھائیں۔

یا اھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق۔	اے اہل کتاب! حد سے مت بڑھو اپنے دین میں اور مت کہو خدا پر مگر سچی بات۔

روشنی کی تحقیق صحابہ سے اب تک

اعتراض رابع : محفل میں روشنی کرتے ہیں اور یہ بدعت سیئہ اور حرام ہے۔

جواب : مجمع البحار کے خاتمہ میں در باب کراہت روشنی یہ نقل کیا ہے کہ اول روشنی قوم برامکہ سے نکلی ہے وہ آتش پرست تھے جب وہ مسلمان ہوگئے انہوں نے روشنی مساجد کی طرف کر کے مسلمانوں کے ساتھ چراغوں کی طرف سجدے کیے اور مقصد اُن کا آگ کا پوجنا تھا انتہی کلامہ۔ میں کہتا ہوں جن علما نے روشنی پر حکم بدعت سیئہ ہونے کا دیا ہے غالباً اسی روایت پر مبنی کیا ہے حالانکہ یہ روایت دو وجہ سے مخدوش ہے:

marfat.com

اوّل وجہ یہ کہ برابر علمائے اعلام اوّل روشنی کا ہونا روایت کرتے ہیں نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے وقت سے اور پھر کثرت سے قنادیل لٹکانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد سے اور پھر اُس وقت سے اب تک اہلِ اسلام میں موجود و مشہور ہے بھلا جس کا وجود عہدِ نبوت سے اب تک موجود ہو کیونکر کہا جائے کہ وہ زمانہ قوم برامکہ سے ایجاد ہوئی یہ مانا کہ انہوں نے بھی روشنی کی ہوگی لیکن وہ موجد اوّل نہیں ہو سکتے۔

دُوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے فقہائے کرام تصریحاً لکھ رہے ہیں:

الصحیح انہ لایکرہ ان یصلی و بین یدیہ شمع اوسراج لانہ لم یعبدھما احد والمجوس یعبدون الجمر لاالنار الموقدۃ۔

صحیح یہ ہے کہ اگر شمع یا چراغ آگے نمازی کے ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوتی کیونکہ ان کو کسی نے نہیں پُوجا اور آتش پرست انگاروں کو پُوجتے ہیں جلتی آگ نہیں پُوجتے۔

جب مسئلہ یہ ٹھہرا کہ اصلاً چراغ اور شمع اور قندیل کی کوئی آتش پرست عبادت نہیں کرتا تو کس طرح تسلیم کیا جائے کہ برامکہ نے چراغوں کو معبود و مسجود بنایا، ناچار جو علمائے روشنی کو مکروہ و بدعت اِس دلیل سے کہتے تھے ان کی دلیل ناتمام رہی۔ اب وُہ دلائل جو جواز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں بیان کرتا ہُوں، یہ بات خیال کرنی چاہیئے کہ چراغوں میں زینت ہے یا نہیں، آیہ کریمہ زیّنّا السماء الدّنیا بمصابیح سے معلوم ہوتا ہے کہ چراغوں کا روشن کرنا موجبِ زینت ہے، اب دیکھنا چاہیے کہ اس زینت کی حُرمت میں بندوں کے لیے کوئی نص شرعی وارد ہے یا نہیں، ظاہر ہے کہ زینتِ روشنی کی نہی ثابت نہیں ورنہ صحابہ کرام کیوں کرتے۔ اور یہ بات مفسرین اصولی قرار دے چکے ہیں کہ جس زینت کی

marfat.com

نہی ثابت نہیں وُہ مباح ہے اور داخل ہے آیہ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ میں اس قدر کا اشارہ تو قرآن مجید سے نکلا اب حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لیجئے، سیرت حلبی جلد ثانی میں ہے کہ پہلے ایسا کرتے تھے کہ جب عشا کا وقت آتا کھجور کی لکڑیاں جلا کر اجالا کر لیتے تھے جب تمیم داری مدینہ میں آئے اور قنادیل اور رسیاں اور روغنِ زیتون لائے مسجد نبوی کے ستونوں سے قنادیل لٹکائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دُعا دی کہ تُو نے ہماری مسجد کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تجھ کو روشنی بخشے ۔ اور بعض کتابوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمیم داری یہ قنادیل ملکِ شام سے لائے تھے اپنے غلام کو لٹکانے کا حکم دیا تب اس نے جمعرات کو رسّی یہاں سے وہاں تک یعنی ستونوں میں تان کر اس میں لٹکا دیئے، جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پُوچھا کہ یہ روشنی کس نے کی ؟ حاضرین بولے کہ تمیم داری نے ۔ آپ نے ان کو فرمایا : نوّرت الاسلام یعنی تُو نے اسلام کو روشن کر دیا الحدیث ۔ اور غنیۃ الطالبین میں حضرت غوث الثقلین نے ایک روایت لکھی ہے جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رغبت دلاتے ہیں روشنی کی طرف :

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من علق فی بیت من بیوت اللہ قندیلا لم تزل الملٰئکۃ تستغفر لہ وتصلی علیہ وھم سبعون الف ملک حتی یطفأ ذلک القندیل انتہی ۔	سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، فرمایا : جو شخص اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قندیل معلق کر کے روشنی کرے تو فرشتے اسکے لئے استغفار و درود پڑھتے رہتے ہیں، ان فرشتوں کی تعداد ستّر ہزار ہے یہ عمل جاری رہتا ہے حتّٰی کہ وُہ قندیل بجھ جائے انتہی

marfat.com

اب آثارِ صحابہ سے ثبوت لیجئے سیرت حلبی جلد ثانی میں ہے کہ مستحب ہے لٹکانا قندیل کا مساجد میں، یہ کام اول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا، جب صلوٰۃ تراویح کے لیے لوگوں کو جمع کیا تو لٹکا دیئے بہت قندیل، جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا اس طرف گزر ہُوا، دیکھا کہ مسجد روشنی سے جگمگا رہی ہے دعا فرمائی:

"تُو نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا اللہ تعالیٰ تیری قبر کو روشن کرے اے عمر بن الخطاب!"

اور فقیہ ابواللیث سمرقندی نے کتاب "تنبیہ" میں اور حضرت غوث الثقلین نے "غنیہ" میں لکھا ہے کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دُعا دی اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی دُعا دی۔

دیکھیے خلفائے راشدین کا فعل اور خوش ہونا اور دُعا دینا کس قدر محبوبیت اس فعل کی ظاہر کر رہا ہے اور روایت سابقہ سے جو معلوم ہوا تھا کہ تمیم داری نے اوّل قنادیل روشن کئے اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ اوّل یہ فعل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اس کی تطبیق علامہ حلبی نے اس طرح کی ہے کہ اولیت حقیقی اس فعل کی تمیم داری رضی اللہ عنہ سے عہدِ رسالت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں ہوئی بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو اول قرار دیا وہ اولیت اضافی ہے یعنی کثرت سے قنادیل روشن کرنا اول آپ سے واقع ہوا کیونکہ تمیم داری رضی اللہ عنہ کی قنادیل گو متعدد تھیں لیکن کثیر نہ تھیں۔

اب عہدِ خلفاءِ عباسیہ کی سند لیجئے علامہ حلبی نے نقل کیا ہے ایک عالم سے کہ وُہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو بادشاہ مامون نے حکم دیا کہ "لکھ دو حکم ہماری مملکت میں کہ مسجدوں میں کثرت سے روشنی کیا کریں"۔ لیکن میرے کچھ خیال میں نہ آیا

marfat.com

کہ کس طرح لکھ دوں، تب مجھ کو خواب میں بشارت ہُوئی "کہ لکھ دے روشنی کثیر کے واسطے اس لیے کہ اس میں دل لگتا ہے تہجد گزاروں کا اور مسجدیں خانۂ خدا سے دہشت اندھیرے کی دفع ہوگی"۔ جب میں نے یہ بشارت دیکھی تب مَیں ہوشیار ہوا اور لکھ دیا یہ حکم انتہی۔

یہ دستور العمل بیان ہوا خلفائے عباسیہ کا۔ اب بعض اولیاء اللہ کا حال سُنیے:

خواجہ فریدالدین[1] عطار رحمۃ اللہ علیہ مؤلف تذکرۃ الاولیاء احمد خضرویہ قدس سرہٗ کے حال میں لکھتے ہیں:

وقتے درویشے مہمان احمد رحمۃ اللہ آمد و احمد[2] ہفتاد شمع برافروخت درویش گفت مرا ایں ہیچ خوش نمی آید کہ تکلف با تصوف نسبت ندارد احمد گفت برو دہر چہ نہ از بہر خدا برافروختہ ام

ایک مرتبہ کوئی بزرگ احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تشریف لائے تو آپ نے آدابِ مہمان نوازی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سات چراغ روشن کئے اس بزرگ نے کہا تمہارا یہ طریقہ مجھے پسند

---

[1] یہ حضرت عطار وہ عالی مقام ہیں کہ مولانا جلال الدین رومی ان کی صحبت سے مستفیض ہُوئے اور ان کی تصانیف کو دیکھ کر دقائق تصوف حاصل کئے اور ہمیشہ مولانا روم ان کی طرز پر تصوف میں کلام فرماتے رہے اور تصنیف اُن کی اپنے پاس رکھتے، یہ بات مولانا جامی نے نفحات میں لکھی ہے ۱۲

[2] احمد خضرویہ: یہ بڑے مقبولینِ خدا میں تھے، ایک ہزار مرید ان کے ایسے تھے جو ہوا میں اُڑتے تھے اور پانی پر اس طرح بے تکلف چلتے تھے جس طرح کوئی زمین پر چلتا ہو ۱۲

marfat.com

بکش آن شب آن درویش تا بامداد
آب و خاک بر آن شمعہا میزد یک شمع
باز نتوانست نشاند۔

نہیں ہے کیونکہ یہ تکلفات تصوف کے منافی ہیں
تو احمد رحمہ اللہ نے فرمایا ان میں سے جو چراغ
میں نے خدا کیلئے روشن کیا ہو وہ بجھا دو۔ یہ
سن کر وہ بزرگ مٹی اور پانی کے ذریعے ان چراغوں کو بجھانے لگے لیکن ایک بھی نہ بجھا سکے۔

جب دوسرا دن ہوا بشر نصاریٰ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، اس کا حال اس طرح لکھا ہے:

آن شب احمد بخواب دید کہ حق تعالےٰ گفت اے احمد از برائے ما ہفتاد شمع درگرفتی ما از برائے تو ہفتاد دل بنور ایمان برافروختیم

اسی رات حضرت احمد رحمہ اللہ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا: اے احمد! تو نے ہمارے لئے سات چراغ روشن کئے اسکے صلہ میں ہم نے تیرے وسیلہ سے بشر قلوب کو نور ایمان سے منور کر دیا۔

غرضکہ چند مقامات پر اولیاء مقبولین مثلاً شبلی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر کاملین سے روشنی کا خالصاً اللہ تعالیٰ کرنا بروایت امام غزالی و علامہ عبدالرحمٰن صفوری وغیرہ نقل کیا گیا ہے سب کی نقل میں طول معلوم ہوتا ہے۔

مسجد میں قندیل جلانے کی فضیلت

اب مومنین کا روزمرہ سنیے کہ ہمیشہ سے روشنی کرتے رہے ہیں مساجد میں۔ فتاویٰ قاضیخان جلد اوّل میں ہے:

رجل بنی مسجدا وجعله لله تعالی فهو من حق الناس بمرمته وعمارته وبسط البواری و الحصیر و القنادیل۔

جس آدمی نے اللہ کے واسطے مسجد بنائی اسی کا زیادہ حق ہے اس کی مرمت اور آبادی اور بوریا وغیرہ فرش بچھانے کا اور قندیلوں کو روشن کرنے کا بہ نسبت دوسرے آدمیوں کے۔

marfat.com

پھر جلد ثالث میں لکھا:

یجوز الانفاق علیٰ قنادیل المسجد من وقف المسجد ذکرہ الناطفی۔	جائز ہے مسجد کی آمدنی سے خرچ کرنا قندیلوں پر۔ یہ مسئلہ ناطفی نے ذکر کیا ہے۔

اور حضرت غوث الثقلین غنیۃ الطالبین میں ختمِ قرآن کی دُعا میں ماہِ رمضان کی فضیلت میں لکھتے ہیں:

شھر فیہ المساجد تعمر المصابیح تزھر۔	یہ وہ مہینہ ہے جس میں مسجدیں خُوب آباد ہوتی ہیں اور چراغ روشن ہوتے ہیں۔

اسی طرح چند مقام پر غنیۃ الطالبین میں مصابیح و القنادیل (چراغ اور قندیلیں) ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مصابیح و قنادیل اہلِ اسلام میں قدیم الایام سے معمول و مروّج ہیں۔

اب ہم کہتے ہیں کہ جس طرح زیادہ روشنی کرنے میں وحشت ظلمت دُور ہوتی ہے مساجد سے، جیسا کہ کلام حلبی میں منقول ہو چکا، اسی طرح وحشت ظلمت دور ہوتی ہے مواقع ذکر اللہ اور ذکر الرسول سے، اور جس طرح زیادہ روشنی سے انس ہوتا ہے اور دل لگتا ہے نمازیوں کا اسی طرح اس مجلس پاک میں دل لگتا ہے کیونکہ اِس میں بیان صفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا ہے۔ پس صحیح یہ ہے کہ روشنی کا کرنا ممنوع نہیں ہے اور جن علما نے منع کیا ہے نہیں پہنچے ان کو وُہ حدیث و آثار جو صریح جواز پر دلالت کرتے ہیں ناچار انہوں نے جان لیا کہ یہ فعل قوم آتش پرست برامکہ کا ہے۔ بنا علیہ حکمِ بدعت و کراہت اس پر لگا دیا۔ یا یُوں کہئے کہ فی الحقیقت قول کل کا ایک ہے جو مانع ہیں وہ حد سے زیادہ کو منع کرتے ہیں، جو جائز کہتے ہیں وہ بقدر حاجت زینت جائز رکھتے ہیں۔

marfat.com

روشنی کے تین۳ درجے ہیں تیسرا ممنوع ہے

تفصیل اس کی یہ ہے کہ روشنی کے تین۳ درجے ہیں؛

ایک بقدر حاجت ضروری لابدی وہ اس قدر میں حاصل یہ ہے کہ جیسے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شروع امر میں لکڑیاں کھجور کی جلا دیتے تھے اُس سے مسجد کا فرش اور سجدہ کا مقام اور نمازی لوگ ایک دوسرے کو نظر آجاتے تھے۔

دوسرا زینت کے لیے، وہ فعل حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا تمام مسجد کثرتِ قنادیل سے چمک اُٹھی۔ غنیۃ الطالبین میں ہے:

ان عُلیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجتاز بالمساجد وھی تزھر بالقنادیل والناس یصلون التراویح الخ	حضرت علی رضی اللہ عنہ مساجد کے پاس سے گزرے تو وُہ قندیلوں سے روشن تھیں اور لوگ نمازِ تراویح پڑھ رہے تھے الخ

اور تنبیہ فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ میں ہے:

رؤی القنادیل تزھر فی المساجد۔	مساجد میں قندیلوں کو روشن دیکھا گیا ہے۔

اسی طرح حلبی وغیرہ میں ہے۔ غرضکہ کل روایتوں میں لفظ تزھر صیغہ مضارع موجود ہے اور وہ مشتق ہے زھور سے، اور معنے اس کے صراح میں لکھے ہیں:

زھور روشن شدن آتش وبالا گرفتن آن بنا رعلیہ۔	زھور آگ کا روشن ہونا اور اس کا بلند ہونا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ فعل امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بلاشک قدر حاجت ضروری سے زیادہ تھا لیکن یہ بھی ہے کہ قدر حاجت زینت سے زیادہ نہ تھا۔

تیسرا وہ کہ زینت مکان تو متعدد قنادیل سے حاصل ہو چکی تھی لیکن کسی بوالہوس نے فضولی کرکے خواہ مخواہ نمود و فخر وغیرہ کی نیت سے روشنی حد سے زیادہ

marfat.com

بڑھادی تو مانعین کی مراد یہ اخیر وجہ ہے تو کچھ اختلاف باقی نہ رہا۔ فتاوٰی قُنیہ وغیرہ اگلی کتابوں میں منع کے واسطے اسی طرح کے الفاظ لکھے ہیں۔ کسی نے لکھا کثرۃ الوقود زیادۃ علی الحاجۃ، کسی نے السراج السرج الکثیرۃ لکھا ہے تو اس قدر کثیر کو کہ حاجت زینت سے بھی زیادہ ہو اگر منع کیا جائے تو کچھ بُرا ماننے کی بات نہیں، ہاں ہمارے ہمعصر جو ایک چراغ سے دو چراغ زائد روشن کرنے کو بدعت اور ضلالت اور حرام اور اسراف کہہ دیتے ہیں یہ بڑی شوخی ہے ان کو چاہیئے کہ فعل تمیم داری اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وغیرہ کا ادب کریں کہ اول فعل انہوں نے کیا زینت کے لیے قدر حاجت ضروریہ سے زیادہ روشنی کی اور مجھ کو تعجب آتا ہے کہ جب یہ لوگ مدینہ منورہ جاتے ہوں گے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ نورانی کے گرداگرد جھاڑ اور فانوس اور قندیل کثرت سے اس درجہ کہ یہاں کسی کو میسر بھی نہیں آتے روشن دیکھتے ہوں گے معلوم نہیں یہ لوگ آنکھیں روشنی کی طرف سے بند کر لیتے ہوں گے یا اس کے غیظ میں زیارت ہی ترک کر دیتے ہوں گے اگر ترک کر دیتے ہیں تو ہم کو شکایت نہیں وہاں محروم رہے یہاں بھی محروم رہے لیکن اگر وہاں اُسی روشنی میں جا کر زیارت کی اور زیارت روضہ شریف کی مستحب ہے تو حضرت کے معجزات اور مدائح اور مناقب کا سُننا بھی مستحب ہے یہ بھی روشنی میں آکر سُنیں روشنی ظاہری سے ظاہر کی آنکھ اور ذکر نورانی سے باطن کی آنکھ روشن کریں وہ روضہ پُر انوار جس کی ذات اقدس کا مدفن ہے یہ محفل نورانی بھی اُنھیں کی شرح صفات کا موطن ہے۔

آخر الامر یہ التماس ہے کہ اگر اُن حضرات کا دل روشنی کے سبب مکدر ہوتا ہے اچھا روشنی والی مجلسوں میں نہ آئیں بہت سی محفلیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں ایک دو چراغ پر بس کرتے ہیں انہی میں آئیں ایک دو چراغ بھی ناگوار ہوں تو کتنی

marfat.com

ہی محفلیں دن کو ہوتی ہیں ایک بھی چراغ نہیں جلتا وہاں تشریف لائیں بھلا کہیں بھلا کہیں تو اتنا قول سچّا کر دکھلائیں۔

جوابِ اعتراض بانیانِ محفل نے مطلق شرع کو مقیّد کر دیا ہے

اعتراض خامس : بانیانِ محفلِ میلاد نے مطلق کو مقید کر دیا ہے یہ بدعت ہے۔

جواب : ہم دعوٰی کرتے ہیں کہ محفل مولد شریف میں کسی کو مقید نہیں کیا یعنی روایاتِ میلاد و معجزات کا پڑھنا جس طرح ماہِ ربیع الاول میں ہوتا ہے دوسرے مہینوں میں بھی پڑھ لیتے ہیں پھر مطلق مقیّد کہاں ہوا اور جس طرح ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرتے ہیں اسی طرح اور بھی چند مقامات میں قیام کرتے ہیں چنانچہ وہ مواقع بیان تحقیق قیام میں کسی قدر لکھے گئے ہیں

قیام بھی مقیّد نہ ہُوا کہ نہ ہو قیام کسی مکان اور کسی زمان اور کسی موقع میں مگر خاص مولد شریف میں، اور اسی طرح تقسیمِ شیرینی یا کھانا کھلانا اور بھی تقریبات دین و دُنیا میں ہوتا ہے مثل ختم قرآن تراویح و مجلس بسم اللہ و عقدِ نکاح وغیرہ میں اور میز یا چوکی اور فرش کا بچھانا وعظ میں بھی ہوتا ہے اور مجلس نکاح وغیرہ میں بھی اور پڑھنا قصائد و مناقب جیسا مولد میں ہوتا ہے بعض غیر مجالسِ مولد میں بھی ہوتا ہے اور بعض آدمی تنہا بھی شوقیہ پڑھتے ہیں اب بیان فرما دیں یہ صاحب کہ مقید کر دیا ہم نے کون سے مطلق شرعی کو اس طرح کہ ناجائز سمجھتے ہوں ہم اُس مطلق کو کسی وقت میں بلا قید، باقی رہی یہ بات کہ اجتماع میلاد شریف میں امورِ مذکور کو اس نظر سے کرنا کہ جس قدر اظہارِ تعظیم و محبت اور مستحسنات شرعیہ کی کثرت ہوگی اسی قدر افزونیِ خیر و برکت ہوگی سو یہ بات ہے تقیید مطلق اس کا نام نہیں یہ بات ہر مردِ سلیم الطبع جان و دل سے قبول کرے گا یہ لوگ بہت اُلٹ پلٹ ہو رہے

marfat.com

ہیں کہ کسی طرح مغالطہ دے کر بدعتِ سیئہ ہونا اِس محفل کا ثابت کر دیں لیکن نہ ہو سکے گا۔ حق الامر یہ ہے کہ کُل علماءِ محققین کے نزدیک یہ محفل مستحسن ہے کیونکہ جو علماء بدعت کی تقسیم مانتے ہیں وُہ کہتے ہیں :

البدعة ما لم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(بدعت وُہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ ہوا)

پھر اس کی دُو قسم کرتے ہیں :

ایک حسنہ ، دوسرے سیئہ۔

پس ان کے نزدیک محفلِ میلاد شریف بدعتِ حسنہ میں داخل ہے اور مستحب ہے۔

اور جو علما تقسیمِ بدعت کے قائل نہیں وہ بدعت کی تعریف یہ کرتے ہیں ،

ما احدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہونے والے حق کے خلاف جو چیز پیدا ہو وہ بدعت ہے۔

ان علما کے نزدیک محفلِ میلاد خود سنّت میں داخل ہے کیونکہ یہ محدث ہے لیکن محدث علیٰ خلاف الحق نہیں ہے کہ کوئی حکم قرآن یا حدیث و اجماع کو بدلتی اور تغیر دیتی ہو۔ پس اصل حال تو یہ ہے کہ محفلِ میلاد شریف ہر دو[ف] طائفہ کے نزدیک مستحسن ہے باقی جو بعض علماء کو انکار واقع ہُوا ہے وہ نہیں پہنچے اس رمزِ دقیق کو، اسی غلط بیچ میں یہ منکرین آ گئے، حق سبحانہٗ ہدایت فرماوے اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعہ۔

ف محفل میلاد شریف بالاتفاق درست ہے۔

marfat.com

جوابِ اعتراض مولد شریف منبر پر پڑھتے ہیں قرآن شریف نیچے بیٹھ کر

اعتراض سادس : جب مولد شریف پڑھتے ہیں منبر یا چوکی پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور قرآن شریف ہمیشہ نیچے بیٹھے پڑھتے ہیں، کتاب مولد شریف کا درجہ قرآن سے بھی زیادہ کر دیا۔

جواب : یہ بات ہرگز نہیں بلکہ منبر یا چوکی پر بیٹھ کر پڑھنا اِس سبب سے ہے تاکہ قاریِ مولد شریف سب اہلِ مجمع کو نظر آوے اور سب اس کو نظر آئیں اور اُوپر بیٹھنے سے بلند آواز ہر طرف پہنچتی ہے، نیچے بیٹھنے سے آواز کسی قدر دب جاتی ہے اور واعظین کا بھی یہی حال ہے کہ وُہ وعظ جس میں شعر و قصّہ و حکایات وغیرہ کیا کیا کچھ ہوتا ہے اس کو سب سے اوپر بلند جگہ پر بیٹھ کر کہتے ہیں اور خالص قرآن شریف کو واعظین نیچے پڑھتے ہیں پس منبر پر بیٹھ کر پڑھنا مقتضا ہے مجمع عام کا، اسی واسطے جب کوئی کتابِ میلاد شریف کو شوقیہ تنہائی میں پڑھتا ہے کچھ بھی منبر یا چوکی نہیں لگاتا۔

جوابِ اعتراض جب قرآن پڑھتے ہیں فرش نہ بچھائیں نہ سامان کریں

اعتراض سابع : جب قرآن پڑھتے ہیں نہ فرش بچھاویں اور نہ کچھ سامان کریں مولد شریف میں کیا کیا سامان کیا جاتا ہے۔

جواب : عیدین کی نماز کے لیے جو فرض نہیں ہے نہانا، کپڑے عُمدہ پہننا، خوشبو لگانا، طرح طرح کے تکلّفات ہوتے ہیں۔ پانچوں وقت کی نماز جو فرض قطعی ہے اس کے لیے کچھ بھی نہیں سوائے وضو اور استنجا کے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وُہ برس دن میں دو بار، یہ ہر دن میں پانچ بار ——— پس پنجگانہ نماز میں

marfat.com

عید کی طرح سے سامان کرنے میں حرج ہے اور حرج کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اُٹھا دیا۔

ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ — نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے دین میں حرج۔

پس یہی سمجھ لو قرآن شریف کا پڑھنا روزمرہ مولد شریف کا پڑھنا روزمرہ نہیں، مولد شریف ایک آدمی برس دن میں ایک دو بار یعنی کبھی کبھی کرتا ہے اور جو بات کبھی کبھی کرنے میں ہو سکا کرتی ہے وہ روزمرہ میں نہیں ہو سکتی۔ دوسری یہ بات کہ عید کی نماز میں وہ سامان کرنا کچھ نماز کی نظر سے نہیں بلکہ اظہار فرحت یوم السرور کے لیے ہے، اسی طرح یہاں یہ سامان قرأتِ کتابِ مولد کے لیے نہیں بلکہ اظہارِ فرحت وسرور میلادِ حضرت خیر العباد کے لیے ہے اگر صرف قرأت کے لیے وہ سامان ہوتا تب اعتراض ہوتا کہ قرأتِ قرآن کے لیے وُہ سامان نہ کیا۔

جوابِ اعتراضِ محفل میں روایات بے اصل پڑھتے ہیں

اعتراضِ ثامن: مولد شریف میں روایات موضوعہ، بے اصل اور اشعار ناجائز پڑھتے ہیں۔

جواب: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا اور دائی حلیمہ کا دُودھ پلانا، چالیسویں سال نبوت کا ہونا اور معجزات کا واقعہ ہونا اور آپ کا سید المرسلین ہونا یہ سب کچھ مولد شریف میں پڑھا جاتا ہے۔ یہ سب صحیح ہے اگر شاید فضائل میں کوئی حدیث مطعون فیہ یا موضوع بھی بیان ہو گئی یا کسی کم سمجھ نے کوئی شعر خلافِ شرع پڑھ دیا تو انصاف کی بات یہ ہے کہ خاص اُن لوگوں کو منع کرنا چاہئے کہ ایسی روایات نہ پڑھیں، یہ نہیں کہ علی العموم سب محافلِ میلاد کو حرام کہنے لگیں،

marfat.com

ہم نے بہت سُنا ہے کہ واعظین آج کل بہتیری روایتیں موضوع بیان کر جاتے ہیں ان کو تمیز بھی نہیں تو چاہیئے بعض واعظوں کی حالت سے علی العموم کل مجالس وعظ حرام ٹھہرادیں۔

جوابِ اعتراض لباس ریشمیں خلافِ شرع پہن کر مولد میں آتے ہیں

اعتراض تاسع[9] : لباس ریشمیں و زرین خلافِ شرع پہن کر محفل مولد شریف میں آتے ہیں اور بعض داڑھی مُنڈے بھی آتے ہیں اور بعض موقع میں عورت اور مرد جمع[1] ہوتے ہیں۔

جواب : یہ لوگ مجالسِ نکاح وغیرہ میں اور نیز عید کی نماز پڑھنے عیدگاہ میں بھی اُسی طرز سے یہ لباس فاخرہ اور داڑھی مُنڈے جاتے ہیں تو چاہیے کہ ان کے شریک ہوجانے سے مجالس نکاح اور مجامع عیدگاہ وغیرہ بھی محرّماتِ شرعیہ ہوجاویں اور کوئی دین دار وہاں نہ جایا کرے۔ یہ بات تو نہیں بلکہ جو خاص بات قبیح شرعیہ کہیں پیش آوے اس کو منع کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اس کے سبب اصل جز کو منع کریں۔ یہ جواب جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے حسن المقصد میں

---

[1] ہم نے جو اکثر مقامات زمانہ میں مولد شریف دیکھا ہے تو جس طرف عورتیں ہوتی ہیں اس طرف قنات یا پردہ وغیرہ ضرور دیکھا ہے

_____ اس میں شرعاً ہرگز عیب نہیں مرد ایک جگہ جمع ہوئے عورتیں ایک جگہ پردہ میں ہوتی ہیں لیکن چونکہ منکرین لکھتے ہیں ایک جگہ جمع ہونا شاید کہیں ہوا ہو، سو اس کو ہم بھی منع کریں گے یعنی یہ کہیں گے کہ اجتماع اس ہیئت خاص سے منع ہے"

marfat.com

تاج الدین فاکہانی کے اعتراض کا جواس نے اپنے رسالہ "مورد" میں لکھا تھا کہ مولد شریف میں امرد اور گانے والی عورتیں ہوتی ہیں اور ناچتی ہیں اور عورت اور مرد باہم جمع ہوتے ہیں۔ عبارت سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی اُس کے جواب میں یہ ہے:

ان التحریم فیه انما جاء من قبل هذه الاشیاء المحرمة التی ضمت علیه لا من حیث الاجتماع لاظهار شعار المولد لو وقع مثل هذه الامور فی الاجتماع لصلوٰة الجمعة مثلا لکانت قبیحة شنیعة ولا یلزم من ذلك ذم اصل الاجتماع بصلوٰة الجمعة کما هو واضح وقد رأینا بعض هذا تقع فی لیالی من رمضان عند اجتماع الناس لصلوٰة التراویح السنة فلا تمنع من الاجتماع لصلوٰة التراویح لاجل هذه الامور التی قرنت بها کلا بل نقول اصل الاجتماع لصلوٰة التراویح سنة وقربة وما ضم الیها من هذه الامور قبیح شنیع وکذلك نقول اصل الاجتماع لاظهار شعار المولد

یہاں حرمت ان حرام چیزوں کے شامل ہونے سے ہوئی یہ نہیں کہ خود جمع ہونا شعار مولد کے لیے حرام اگر ایسی چیزیں جمعہ نماز میں پیش آئیں گی وہاں بھی منع ہوں گی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصل مجمع جمعہ کا بُرا ہو جائے ہم نے رمضان کی تراویح میں اس قسم کی چیزیں خود دیکھی ہیں لیکن ان کے سبب سے تراویح کو منع نہ کریں گے بلکہ یوں کہیں گے کہ یہ اصل اجتماع اچھا ہے اس میں ان چیزوں کا ہونا بُرا ہے پس اسی طرح یہاں کہنا چاہیے کہ مولد شریف عمدہ مندوب فعل ہے اور محرمات کا اس میں شامل ہونا بُرا ہے۔

marfat.com

مندوب وقربة وماضم الیہ
من ھذہ الامور مذموم ممنوع۔

جوابِ اعتراض جو زیادہ رات تک مولد شریف ہو تو صبح کی نماز میں حرج آتا ہے

اعتراض عاشر: جب کسی کے گھر محفلِ میلاد شریف وقتِ شب ہوتی ہے اور سامعین جو زیادہ رات گئے فارغ ہو کر سوتے ہیں تو صبح کو شاید اگر کسی کی نماز میں دیر ہو گئی یا سو آدمیوں میں ایک کی نماز قضا ہو گئی تو اس بات کو دلیل عام مذمت مولد شریف کی ٹھہراتے ہیں حالانکہ اگر یہی دلیل بُرائی کی ہے تو محفل عقد نکاح کے اہتمام میں اگر آدمیوں کی نماز پس و پیش ہو جائے اور اکثر ہو جاتی ہے اور نیز رمضان میں سحری کھانے کو اُٹھتے ہیں بعضوں کی نمازِ صبح قضا ہو جاتی ہے چاہیے اس دلیل سے نکاح اور سحری بھی علی العموم حرام ہو جاوے ہر چند یہ اعتراضات واہیہ ہمارے خیال کرنے کے قابل نہ تھے لیکن چونکہ ہم نے دیکھا کہ بعضے صاحبِ علم بھی اپنی زبان پر یہ مقالات لاتے ہیں اور بعضے نادان اُن کو کمال درجے کے حجج ساطعہ اور براہین قاطعہ سمجھتے ہیں اس لیے یہ چند الفاظ اُن کے جواب میں لکھے گئے اور عطر و لوبان و پھولوں وغیرہ کا ذکر اور زیب و زینت محفل کا بیان اور چوکی یا منبر پر بیٹھ کر پڑھنے کی اصلیت یہ سب باتیں رسالہ مختصرہ منظومہ مسمی بہ دافع الاوھام فی محفل خیر الانام میں بھی تحقیق کی گئی ہیں اس کی طرز اور ہے ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

طالبانِ حق کو چاہیے کہ وہ رسالہ بھی اپنے پاس رکھیں اور اس کتاب انوار ساطعہ میں اطناب کلام نہ فقط فتوی انکاری کے سبب واقع ہوا بلکہ اور بھی چند رسائل منکرین

marfat.com

کے مغالطات وشبہات کا رد کرنا مدِ نظر ہوا جو شخص اس کتاب کو اور دافع الاوہام کو جمیع شقوق اور قیود سے بغور ملاحظہ کر کے ذہن میں جمائے گا امید خداوند کریم سے یہ ہے کہ وہ دھوکا اور مغالطہ نہ کھائے گا اور منکرین کے سب رسائل پُر غوائل کی تردید ان میں صراحۃً یا اشارۃً پائیگا بناءً علیہ اب یہ ضرور سمجھا گیا کہ عنان سمند خامہ کو پاشنہ کربی وادی طول تقریر سے جانب اختصار موڑ دیجئے اور جو علماء ربانی اور عرفاء حقانی مجوزینِ میلاد شریف ہوئے ہیں ان کا ذکر کیجئے۔

ان علماء نامی اہلسنت کے نام جو مجوز مولد شریف ہیں

لمعہ تاسعہ — نام ذکر کیا جاتا ہے ان محدثین وفقہاء کا جنہوں نے عملِ مولد شریف کو مستحب اور مستحسن فرمایا ہے:

(۱) شیخ عمر بن محمد الملا الموصلی من الصالحین المشہورین۔

(۲) علامہ ابو الخطاب ابن دحیہ اندلسی جو دحیہ کلبی صحابی کی اولاد میں سے تھے ذکرہ الزرقانی اور علماء وصلحاء سلطان ابو سعید مظفر کی محفل میں آتے تھے ان کی اسماء نگاری کہاں تک کی جاوے جن کو جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے وحضر عہدہ فیہ العلماء والصلحاء من غیر نکیر (ان کے زمانہ میں علماء وصلحاء ان کی محفل میں بغیر انکار کے آتے تھے)

(۳) علامہ ابو الطیب السبتی نزیل قوص من اجلۃ العلماء المالکیہ ذکرہ الزرقانی۔

(۴) امام ابو محمد عبد الرحمٰن بن اسمٰعیل استاد امام نووی معروف بابو شامہ۔

(۵) علامہ ابو الفرج بن عضدی محدث فقیہ حنبلی معروف بابن طغریک۔

(۶) امام علامہ سیف الدین حمیری دمشقی حنفی محدث معروف۔

(۷) امام القراء والمحدثین حافظ شمس الدین ابن جزری۔

marfat.com

(۸) حافظ عماد الدین ابن کثیر۔

(۹) علامہ ابوالحسن احمد بن عبداللہ البکری۔

(۱۰) علامہ القاسم محمد بن عثمان لؤلوی الدمشقی۔

(۱۱) شمس الدین محمد بن ناصر الدین الدمشقی۔

(۱۲) علامہ سلیمان برسوی امام جامع سلطان کیشف الظنون میں لکھا ہے کہ مولد شریف ان کا تالیف کیا ہوا پڑھا جاتا ہے مجالس اور مجامع بلاد رومیہ میں۔

(۱۳) ابن الشیخ آقا شمس الدین ذکرہ صاحبِ کشف الظنون۔

(۱۴) المولی الحسن البحری۔

(۱۵) الشیخ محمد بن حمزۃ العربی الواعظ۔

(۱۶) الشیخ شمس الدین احمد بن محمد السیواسی۔

(۱۷) علامہ حافظ ابوالخیر سخاوی۔

(۱۸) سید عفیف الدین الشیرازی۔

(۱۹) ابوبکر الدنقلی۔

(۲۰) برہان محمد ناصحی۔

(۲۱) برہان ابوالصفا۔ ان کے مولد شریف کا نام ہے فتح اللہ حسبی وکفی فی مولد المصطفیٰ

(۲۲) الشمس الدمیاطی المعروف بابن البساطی۔

(۲۳) برہان بن یوسف الفاقوشی۔ ان کا مولد شریف چار سو شعر سے زیادہ ہے۔

(۲۴) حافظ زین الدین عراقی۔

(۲۵) مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی شیرازی۔ صاحبِ قاموس۔ ان کے مولد شریف کا نام ہے النفحات العنبریہ فی مولد خیر البریہ۔

(۲۶) امام محقق ولی الدین ابوزرعہ عراقی۔

marfat.com

(۲۷) ابوعبداللہ محمد بن النعمان۔

(۲۸) جمال الدین العجمی الہمدانی۔

(۲۹) یوسف الحجاز۔

(۳۰) یوسف بن علی بن رزاق الشامی الاصل المصری المولد۔

(۳۱) ابوبکر الحجاز

(۳۲) منصور بشار۔

(۳۳) ابوموسیٰ ترہونی وقیل زرہونی ۔

(۳۴) الشیخ عبدالرحمٰن بن عبدالملک المعروف بالمخلص۔

(۳۵) ناصرالدین المبارک الشہیر بابن الطباخ[1]۔

(۳۶) امام علامہ ظہیرالدین ابن جعفر رسینی ۔

(۳۷) فاضل عبداللہ بن شمس الدین الانصاری۔

(۳۸) الشیخ الامام صدرالدین موہوب الجزری الشافعی۔

(۳۹) علامہ ابن حجر عسقلانی۔

(۴۰) شیخ جلال الدین سیوطی مجدد مائۃ تاسعہ۔

(۴۱) محمد بن علی الدمشقی مصنف سیرت شامی۔

(۴۲) شیخ شہاب الدین قسطلانی۔ صاحبِ مواہبِ لدنیہ شارح صحیح بخاری۔

---

[1] ابن طباخ نے اپنے فتاوٰی میں لکھا ہے جب کوئی خرچ کرے اس رات میں اور جمع کرے آدمیوں کو اور کھلاوے ان کو کچھ اور سنواوے ان کو، جائز ہے سننا، اور دے سنانے والے کو یعنی قاریِ مولد کو لباس واسطے سرور مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، یہ سب درست ہے جب نیت نیک ہو فاعل کی۔

marfat.com

(۴۳) نورالدین علی حلبی شافعی، مصنّف سیرت حلبی۔

(۴۴) علّامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی۔ شارح مواہب وغیرہ کتبِ احادیث۔

(۴۵) علی بن سلطان محمد ہروی معروف بہ مُلّا علی قاری، انہوں نے اپنے مولد شریف میں ثابت کیا ہے عملِ مولد شریف تمام ملکوں مصر و شام و روم و اندلس و مغرب و بلاد ہندوستان و مکّہ و مدینہ زادہما اللہ شرفاً جمیع بلاد اسلامیہ سے پس درحقیقت یہ ایک کتاب گویا اقالیم سبعہ کا ثبوت ہے، اور لکھا اس میں علی قاری نے: اس محفل کی عظمت یہ ہے کہ کوئی مشائخ و علماء سے انکار نہیں کرتا اس میں شامل ہونے سے۔

(۴۶) علّامہ عبدالرحمان صفوری شافعی، صاحبِ نزہۃ المجالس۔

(۴۷) علّامہ نورالدین ابو سعید بورانی۔ انہوں نے بھی کُل ملکوں سے مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے اور بادشاہِ مصر کے حال میں لکھا ہے کہ بادشاہِ مصر سائبان ساختہ بود کہ دوازدہ ہزار کس در سایۂ او می نشستند در غایت آراستگی از جہت آنکہ دریں شب و روز آں را برافروزند در غیر آں پیچیدہ باشد (یعنی مصر کے بادشاہ نے ایک سائبان بنوایا تھا جس میں بارہ ہزار آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی اسے بہت ہی سجایا جاتا کیونکہ صرف ۱۲ ربیع الاول کو اسے کھولا جاتا اور باقی دنوں میں اسے لپیٹ کر رکھ لیا جاتا)

(۴۸) سیّد امام جعفر برزنجی۔ ان کا مولد شریف نثر عبارت مقفیٰ افصیح مشہور ہے، دیارِ عرب میں بہت پڑھا جاتا ہے۔

(۴۹) سیّد زین العابدین برزنجی۔ ان کا مولد شریف منظوم دیار عرب۔

(۵۰) شیخ احمد ابن علامہ ابوالقاسم بخاری۔ ان کا نسب محمد بن اسمٰعیل بخاری تک پہنچتا ہے۔

marfat.com

(۵۱) شیخ اسمٰعیل حقی آفندی مفسّر، واعظ، مصنف تفسیر روح البیان۔

(۵۲) احمد بن قشاشی مدنی۔

(۵۳) محمد بن عرب مدنی۔

(۵۴) شیخ عبدالملک کردی۔

(۵۵) فاضل ابراہیم باجوری۔

(۵۶) امیر محمد استاد ابراہیم باجوری۔

(۵۷) شیخ سقاط استاد الاستاد باجوری۔

(۵۸) شیخ عبدالباقی پدر و استاد علامہ زرقانی۔

(۵۹) شیخ محمد رملی۔

(۶۰) علامہ احمد بن حجر، مؤلف تحفۃ الاخیار بمولد المختار۔

(۶۱) حافظ ابن رجب حنبلی۔

(۶۲) ابی زکریا یحییٰ ابن عائذ حافظ کبیر اندلسی۔

(۶۳) سعید بن مسعود گازرونی۔ انہوں نے بھی بہت ملکوں کے علماء وصوفیہ سے مولد شریف ہونا ثابت کیا ہے۔

(۶۴) مولٰنا زین العابدین محمود نقشبندی۔

(۶۵) علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی، شارح شفا وغیرہ۔ ان کا ایک رسالہ ہے عملِ مولد کے جواز میں۔

(۶۶) حضرت مولٰنا جمال الدین میرک۔

(۶۷) علامہ محمد رفاعی مدنی السائن فی رقاق البدور۔

(۶۸) قاضی ابن خلکان شافعی۔

(۶۹) مولٰنا معین الدین الواعظ الہروی المعروف بہ مُلّا مسکین۔ انہوں نے

marfat.com

کتاب معارج النبوۃ اسی واسطے تصنیف فرمائی کہ مجالسِ میلادیہ میں پڑھا کریں، دیباچۂ کتاب میں یہ حال لکھا ہے۔

(۷۰) علامہ ابواسحٰق ابن جماعہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ملّا علی قاری نے ان کا حال لکھا ہے کہ وُہ مولد شریف میں کھانا کھلاتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اگر مجھ کو مقدور ہوتا میں ربیع الاول میں مہینے بھر تک مولد شریف کیا کرتا۔

(۷۱) شیخ بن طاہر محدث مصنّف مجمع البحار۔

(۷۲) شیخ عبدالحق محدّث دہلوی۔

(۷۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی فیوض الحرمین میں اپنا شریک ہونا محفل مولد شریف میں اور دیکھنا انوار کا اس میں بیان کرتے ہیں، اور اُن کے کلام سے یہ ظاہر ہے کہ جس جگہ ایسی مجلسیں ہوتی ہیں وہاں سب جگہ فرشتے انوارِ رحمت لاتے ہیں کما قال فتأملت تلك الانوار فوجدتہا من قبل الملٰئکۃ المؤکلین بامثال ھذہ المشاھد و بامثال ھذہ المجالس ورایت یخالط انوار الملٰئکۃ انوار الرحمۃ۔

واضح ہو کہ ہم شروع رسالہ میں لکھ چکے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ جمیع مفتیان فتوٰی انکاری کے مستند اور مقتدا اور من نیتھی الیہ استادہم و اعتمادہم ہیں پس فاتحہ طعام بھی ہم نے اُن سے ثابت کر دی اور اب مبحث مولد شریف کے اثبات بھی ہم نے انہی کے نام پر ختم کئے اور خاص ان کی زبان سے اس مجلس کا محل نزول ملائکہ اور موردِ رحمت ہونا ثابت کر دیا وکفٰی بہ حجۃ۔

نقل مواہیر علماءِ عرب

حضرت مولٰنا احمد سعید فقیہ محدث دہلوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں جو مولوی محبوب علی

marfat.com

جعفری کے جواب میں لکھا ہے علماءِ عرب کے مفتیانِ مذاہب اربعہ کا فتویٰ درباب قیام نقل فرماتے ہیں علاوہ اس کے غایۃ المرام مطبوعہ کلاں کوٹھی میں بھی وہ فتویٰ عرب کا منقول ہے اس کو بطور تلخیص و ترک تطویل لکھتا ہوں۔

(۱) قد اجمعت الامة المحمدية من اهل السنة والجماعة على استحسان القيام وهي بدعة مستحسنة لما فيه من اظهار الفرح والسرور والتعظيم قاله بفمه وامر برقمه عثمان حسن الدمياطي الشافعي المقيم بالمسجد الحرام۔

اہلسنت وجماعت میں سے امت محمدیہ کا قیام کے استحسان پر اجماع ہے اور وہ بدعتِ حسنہ ہے کیونکہ اس میں فرحت، سرور اور تعظیم کا اظہار ہے عثمان حسن دمیاطی شافعی مقیم مسجد حرام نے یہ بات خود کہی ہے اور لکھنے کا حکم دیا ہے۔

(۲) نعم استحسنه كثيرون كتبه عبد الله ابن محمد المير غني الحنفي مفتي المكة المكرمة۔

ہاں کثیر علمائے اس قیام کو مستحسن قرار دیا ہے یہ بات عبداللہ بن محمد المیر غنی الحنفی مفتیِ مکہ مکرمہ نے لکھی ہے۔

(۳) القيام عند ذكر ولادة سيد الاولين والآخرين صلى الله عليه وآله وسلم استحسنه كثير من العلماء كتبه حسين بن ابراهيم مفتي المالكية بالمكة المحمية۔

سید الاولین والآخرین کے ذکرِ ولادت کے وقت قیام کرنے کو بہت علمائے مستحب قرار دیا ہے حسین بن ابراھیم مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ نے یہ بات لکھی ہے۔

marfat.com

(۴) نعم القيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم استحسنه العلماء وهو حسن الفقير لربه محمد عمر بن ابي بكر الرئيس مفتي الشافعية بالمكة المكرمة۔

ہاں ذکرِ ولادت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام کو مستحسن قرار دیا ہے اور وہ بہت خوب ہے فقیر محمد عمر بن ابو بکر رئیس مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ۔

(۵) نعم يجب القيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه و آله وسلم لما استحسنه العلماء الاعلام وقداة الدين والاسلام كتبه الفقير الى الله تعالىٰ محمد بن يحيى مفتي الحنابلة في المكة المشرفة۔

ہاں ذکرِ ولادت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام کرنا ثابت ہے کیونکہ علمائے اس کو مستحسن قرار دیا ہے فقیر الی اللہ تعالےٰ محمد بن یحییٰ مفتی حنابلہ مکہ مکرمہ نے یہ بات لکھی ہے۔

(۶) اما القيام اذا جاء ذكر ولادة عند قراءة المولد الشريف توارثه الائمة الاعلام واقره الائمة الحكام من غير نكير منكر و وردوا والله ولي التوفيق والهادي الى سواء الطريق حرره خادم الشريعة و المنهاج عبد الله ابن المرحوم

باقی قیام جب ذکر ولادتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے قرأت مولد شریف کے وقت اس کو بغیر کسی انکار کے جاری رکھا ہے علمائے اعلام اور ائمہ حکام نے، اور اپنی تحریرات میں وارد کیا ہے۔ واللہ ولی التوفیق والہادی الی سواء الطریق اسے تحریر کیا ہے خادم الشریعۃ المنہاج عبداللہ بن مرحوم عبدالرحمٰن

marfat.com

عبد الرحمٰن سراج المفسر والمحدّث بالمسجد الحرام.

سراج مفسر محدث مسجدِ حرام نے۔

واضح ہو کہ یہ عبداللہ سراج بڑے اکمل رجال میں تھے، اس عاجز نے مولٰنا احمد علی محدث سہارن پُوری مرحوم سے بہت کچھ ان کی تعریف سنی ہے، اور حضرت مولٰنا احمد سعید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں:

مولٰنا عبداللہ سراج حنفی مفسر و محدث حرم شریف یکتائے عہد خویش بود و رأس رئیس فرقہ محدثہ بزانوئے ادب در درس اوشان می نشست و اعتراف بجامعیت مولٰنا موصوف می نمود۔

مولانا عبداللہ سراج حنفی حرم پاک کے مفسر و محدث تھے کہ اپنے عہد کے یکتا عالم تھے بڑے بڑے محدثین آپ کی مجلسِ حدیث میں بزانوئے ادب بیٹھتے تھے اور مولٰنا موصوف کی جامعیت کا اعتراف کرتے تھے۔

الحاصل قیام جائز رکھنا ایسے علّامہ انتخابِ روزگار کا جس کی جامعیت اور کاملیت کا ہر موافق و مخالف کو اقرار ہو واقعی سند کامل ہے پھر خوبی دوسری یہ کہ وہ اپنے سے پہلے بڑے بڑے علماء و ائمۂ اعلام سے متوارث ہونا اور جاری ہونا (چلا آتا ہے) اس قیام کا تحریر فرماتے ہیں جیسا کہ ابھی عبارت ان کی منقول ہو چکی اور نیز عرب کے سیّد امام برزنجی رحمۃ اللہ علیہ عقد الجواھر فی مولد النبی الازھر میں فرماتے ہیں:

قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذو روایۃ و درایۃ۔

(اہلِ بصارت و بصیرت نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف کے ذکر کے وقت قیام مستحسن قرار دیا ہے)

marfat.com

افسوس ہے کہ جب سے اب تک کتنی صدیاں گزر چکیں اور مخبر صادق کا سچا وعدہ ہے کہ "ہر صدی میں ایک مجدّد جو بدعت کو اکھاڑ دے اور سنّت کو قائم کرے پیدا ہُوا کرے گا" کیا سبب کہ بلاد متبرکہ ہندوستان میں تو جیسے بہتیرے مجدد ہو گئے اور وہاں یعنی مکّہ میں ایک بھی مجدد نہ ہوا جو اس بدعت اور ضلالت کا وہاں سے استیصال کرتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ قیام جو خیر البلاد میں سیکڑوں برس سے علماء اس کو مستحسن کہتے رہے اور عبداللہ سراج مفتی مکہ معظمہ لکھتے ہیں کہ کسی نے اس پر ذرا انکار نہیں کیا بیشک وشبہ جائز اور مستحسن ہے ہرگز ضلالت نہیں۔ مولوی قطب الدین خاں صاحب کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مسئلہ پر مکّہ اور مدینہ کے علماء متفق ہوں یہ اس کے حق ہونے کی دلیل ہے مظاہر الحق مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۸۷ میں بدعتیوں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ

سُنّیوں کا مذہب سچّا ہے مکہ مدینہ کہ دین وہیں سے پیدا ہوا وہاں کے لوگ بھی سُنّی ہیں۔ اگر ان کا مذہب یعنی بدعتیوں اور شیعوں کا اچھا ہوتا تو اول علماء عرب انکار کرتے کیونکہ پختہ اہلِ سنّت وجماعت وہی ہیں۔

نقل فتوٰی عرب مع مُہر مولانا رحمۃ اللہ صاحب پایۂ حرمین شریفین

اب نقل کرتے ہیں ہم بطور اختصار

دُوسرا فتوٰی عُلماءِ عرب کا جس کو ۱۲۸۸ھ میں مولوی عبدالرحیم صاحب دہلوی لکھوا کر لائے تھے اور کتاب روضۃ النعیم کے آخر میں چھاپا تھا، عبارتِ سوال یہ ہے:

ما قولکم رحمکم اللہ فی ان ذکر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر الولادۃ خاصۃ مع تعیین الیوم وتزیین المکان واستعمال الطیب

marfat.com

وقراءة سورة من القرآن واطعام الطعام للمسلمين
اهل يجوز ويثاب فاعله امر لا بينوا توجروا۔[1]

جواب علماء مکہ معظمہ تلخیصاً

اعلم ان عمل المولد الشريف بهذه الكيفية المذكورة
مستحسن مستحب فالمنكر لهذا مبتدع لانكاره
على شئ حسن عند الله والمسلمين كما جاء
فى حديث ابن مسعود قال ما رآه المسلمون حسناً
فهو عند الله حسنٌ والمراد من المسلمين الذين
كملوا الاسلام كالعلماء العالمين وعلماء العرب
والمصر والشام والروم والارض كلهم رأوه حسنا من
زمان السلف الى الآن فصار عليه الاجماع والامر الذى ثبت
بالاجماع فهو حق ليس بضلال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم لا يجتمع امتى على ضلالة
فعلى حاكم الشرع تغرير منكره والله اعلم۔[2]

---

[1] سوال: کیا کہتے ہو تم، اللہ تم پر رحم کرے، کہ حضرت کا مولود پڑھنا اور قیام خاص ذکر ولادت کے وقت کرنا، دن کا معین کرنا، مکان سجانا، خوشبو کا برتنا، کچھ قرآن میں سے پڑھنا، مسلمانوں کو کھانا کھلایا جائز ہے یا نہیں، اس پر ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ ۱۲

[2] جواب: مولد شریف اس کیفیت مذکورہ سے اچھی مستحب بات ہے اس کا منکر بدعتی ہے کیونکہ اس نے انکار کیا ایسی چیز کا جو اللہ اور مسلمانوں کے نزدیک اچھا ہے۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

عبدالرحمٰن سراج[1]	احمد دحلان	حسن	عبدالرحمٰن جمال	حسن طیب	محمد شرقی
مفتی حنفی	مفتی شافعی	مفتی حنبلی	حنفی	حنفی	مفتی مالکی
سلیمان عیسٰے	عبدالقادر خوکیر	ابراہیم الفتن	محمد جار اللہ	احمد الداغستانی	عبدالقادر تمس
عبدالرحمٰن آفندی	احمد ابوالخیر	عبدالقادر سخینی	محمد سعید	عبدالمطلب	احمد کمال
محمد سعید الادیب	علی جودہ	سید عبداللہ کوشک	حسین عرب	ابراہیم نوموسی	احمد امین
شیخ فردوس	عبدالرحمٰن عجمی	عبداللہ مشاط	عبداللہ قماشی	محمد بابصیل	محمد سیوتی
علی رمیستی	محمد صالح زواری	محمد حبیب اللہ	احمد النخراوی	عبداللہ زواری	سلیمان عقبہ
عمر سید شطی	عبدالحمید الداغستانی	مصطفےٰ عفیفی	منصور	منشاوی	محمد راضی

جواب[2] علماء مدینہ منوّرہ تلخیصاً

اعلم ان مایصنع من الولائم فی المولد الشریف و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جیسا کہ حدیث ابن مسعود میں آیا ہے جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وُہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ اور مسلمانوں سے مراد کامل مسلمان ہیں جو عالم بھی ہوں۔ اور عرب اور مصر اور شام اور روم اور اندلس کے سب علماء نے مولد شریف کو اچھا جانا ہے، سلف سے اب تک یہ اجماع ہو گیا اور جو چیز اجماع سے ثابت ہو وہ حق ہوتی ہے حضرت نے فرمایا ہے: میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ سو حاکمِ شرع کو چاہیئے کہ منکر مولود شریف کو تعزیر دے، اور اللہ خوب جانتا ہے ۱۲

[1] یہ عبدالرحمٰن سراج بیٹے ہیں حنفی عبداللہ سراج کے جس کی علمیت کا شہرہ تھا۔

[2] جواب علماء مدینہ منورہ کا اسی سوال منقولۂ بالا پر ہے باعث رفع طول کے

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

قراءته بحضرة المسلمين وانفاق المال والقيام عند ذكر ولادة الرسول الامين ورش ماء الورد واياقاد البخور وتزئين المكان وقراءة شئ من القرآن والصلوٰة على النبى صلى الله عليه وسلم واظهار الفرح والسرور فلا شبهة فى انه بدعة حسنة مستحبة وفضيلة شريفة مستحسنة فلا ينكرها الا مبتدع لا استماع بقوله بل علىٰ حاكم الاسلام ان يعزره والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد و اٰله وصحبه وسلم۔

محمد امين	جعفر حسينى البرزنجى	عبد الجبار	جمال الدين سيّد	ابراهيم بن خيار
يوسف سيّد	السيّد محمد على	السيّد عبد الله بن سيّد احمد	محمد بن احمد رفاعى	عمر ابن على
على حريرى	مصطفى سيّد	احمد سراج	حسن اديب	ابو البركات
عبد القادر مشاط	سيد سالم	احمد الحبشى	محمد نور سليمانى	عبد الرحيم البرعى
محمد عثمان كردى	قاسم	عبد العزيز ہاشمى	يوسف رومى	محسن
مبارك ابن سعيد	حامد	محمد ہاشم	عبد الله ابن على	عبد الرحمٰن صفنورى

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سوال دوبارہ نقل نہیں کیا معنی یہ ہوئے تو جان لے کہ جو کچھ کیا جاتا ہے مولد شریف میں کھانا کھلانا اور خرچ کرنا پاک چیزوں کا اور کھڑا ہونا وقت ذکرِ ولادت شریف اور خوشی کرنا اس میں شبہ نہیں کہ بدعت حسنہ مستحب ہے اور فضیلت بزرگ و مستحسن ہے انکار وہی کریگا جو بدعتی ہوگا، نہ سُننا چاہیئے اس کا قول بلکہ حاکمِ اسلام اس کو تعزیر یعنی سزا دے اور اللہ خوب جانتا ہے اور رحمتِ کاملہ بھیجے اللہ ہمارے سردار محمد پر اور ان کی اولاد پر اور اصحاب پر سلام بھیجے۔

marfat.com

جواب علمائے جدہ ملخصاً

اعلم ان ذکر مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھذہ الصورۃ المجموعۃ المذکورۃ بدعۃ حسنۃ مستحبۃ شرعا لاینکرھا الا من فی قلبہ شعبۃ من شعب النفاق وکیف یسوغ لہ ذلک مع قولہ تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب واللہ تعالیٰ اعلم[1]

علی بن احمد باصبرین	عباس ابن جعفر ابن صدیق احمد عثمان	احمد فتاح احمد بن عجلان
محمد سلیمان محمد صدقہ	احمد حیلس عبدالرحیم بن محمد زبیدی	محمد صالح

---

[1] ترجمہ بطور خلاصہ لکھتا ہوں سوال مولد شریف اور قیام جائز ہے یا نہیں؟ جواب: دونوں جائز ہیں مسلمانوں کا تمام اسلامی شہروں میں اس پر عمل ہے اور اگر جاہل بدبخت منع کریں ان کا کچھ اعتبار نہیں (مفتی حنفی مکہ)۔ جمہور اگلوں پچھلوں نے اس عمل کو اچھا سمجھا۔ (دوسرا مفتی حنفی) جو مفتی حنفی نے لکھا بہت ٹھیک ہے (مفتی مالکی) جواب مولٰنا کا عین مذہب ہے کسی کو اس میں انکار نہیں ہے (دوسرا مفتی مالکی) عمل اچھا ہے کیونکہ اس میں احسان ہے اور قرارت قرآن و ذکر اللہ و فرحت و سرور محبت حضرت کی ہے اور ملحدوں اور کفار کو جلانا ہے وہ دیکھ کر رشک کرتے ہیں اور ہمیشہ مسلمان کرتے رہے ہیں۔ مولد شریف اور قیام کو بعضوں نے لفظ مستحب اور بعض نے بدعتِ حسنہ سے تعبیر کیا ہے (مفتی شافعی) ہاں عمل مولد ثابت ہے باجماع مسلمین اور کھڑا ہونا وقت ذکر ولادت شریف کے ۱۲۔

marfat.com

جواب علماء حدیدہ

قراءۃ المولد الشریف مع الاشیاء المذکورۃ جائز بل مستحبۃ یثاب فاعلہا فقد الف فی ذلک العلماء وحثوا علی فعلہ وقالوا لا ینکرہا الا متبدع فعلی حاکم الشریعۃ یعزرہ۔

الفقیر الی اللہ یحییٰ ابن مکرم	علی شامی	علی بن عبداللہ
محمد بن سالم عالیش	محمد بن ابراہیم خیثری	علی طحان
محمد بن عبداللہ	محمد بن داؤد بن عبدالرحمٰن	علی بن ابراہیم الزبیدی
علی بن محمد حباب	احمد ابن محمد ابن الخلیل	عبدالرحمٰن ابن علی حضرمی

اب تازہ ان ایام میں تحریر علماء عرب راقم السطور کے پاس آئی ہے عبارت مفتیانِ مذاہب اربعہ ملخصاً نقل کرتا ہوں۔

سوال: ماقولکم دام فضلکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی عمل المولد النبوی والقیام فیہ ہل ہما جائز ام لا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: الحمد لمن ہو بہ حقیق ومنہ استمد العون و التوفیق نعم ہما جائزان وعلیہ عمل المسلمین فی عامۃ بلاد الاسلام والاستدلال علی الجواز مبسوط فی کتب الائمۃ الاعلام ولاعبرۃ بمنع المانعین من الجہلۃ اللئام واللہ اعلم امر برقمہ خادم الشریعۃ راجی اللطف الخفی محمد صالح ابن المرحوم صدیق الکمال الحنفی مفتی المکۃ المکرمۃ حالا عفا اللہ عنہما۔ محمد صالح

(۲) عمل المولد استحسنہ جمہور السلف والخلف وقال العلامۃ

marfat.com

الشهاب الخفاجی محشی البیضاوی فی رسالة فی عمل المولد انه بدعة حسنة امربرقمه خادم الشریعة والمنهاج عبدالرحمٰن بن عبدالله سراج الحنفی ۔

عبدالرحمٰن سراج

(۳) ماحررہ مفتی الاحناف هوعین الصواب والله سبحانهٗ اعلم ۔ خادم الشریعة ببلدة الله المحمیة ابوبکر حجی بسیوفی مفتی المالکیة ۔

ابوبکر حجی بسیوفی

(۴) ماأجاب به مولٰنا هوالمذهب الذی لاینکره احد کتبه راجی العفو من واهب العطیة محمد ابن المرحوم الشیخ حسین مفتی المالکیة ببلدالله المحمیة ۔

محمد ابن الشیخ حسین

(۵) اللهم هدایة للصواب فی کتاب قصة المولد للعلامة الشهاب ابن حجر ان عمل المولد لکنها حسنة لما استملت علیه من الاحسان وقراءة القرآن و اکثار الذکر واظهار السرور و الفرح به صلی الله علیه وسلم والمحبة له واغاذة اهل الزیغ والعناد من العناد والمخلد والکفرة والمشرکین ولم یزل اهل الاقطار فی سائر المدن والامصار یحتفلون بعمل المولد فی شهره الخ واما القیام فی المولد فقیل انه مندوب شرعا وقیل انه بدعة حسنة امربرقمة المرتجی من ربه کمال النیل محمد سعید بن محمد بابصیل مفتی الشافعیة بالمکة المحمیة ۔

محمد سعید بابصیل

(۶) نعم عمل المولد جائز الاجماع المسلمین علیه والقیام عند ذکر مولد صلی الله علیه وسلم فهو بابصیل ادب حسن ولایخالف مشروعا ویؤخذ من فعل الامام احمد الجواز وذلك انه

marfat.com

ذکرعندہ ابراھیم بن طھمان وکان متکئا فاستولی جالساً و قال لاینبغی ان یذکرالصالحون فنستکی قال ابن عقیل فاخذت من ھذا حسن الادب فیما یفعلہ الناس عند ذکرامام العصرمن النھوض لسماع توقیعاتہ قال فی الفروع ومعلوم ان مسئلتنا اولیٰ فمن ترکہ مع قیام الناس علی اختلاف طبقاتھم فقد ذلک مسلک الجفا و ربما یحصل علیہ من الذم والتوبیخ مالاخیرفیہ استخفاف بالجناب الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم وذکرابن الجوزی ان ترک القیام کان فی الاول ثم صار ترک القیام کالھوان بالشخص فاستحب لمن یصلح لہ القیام واللہ سبحنہ اعلم امربرقمہ الحقیرخلف ابن ابراھیم خادم افتاء الحنابلۃ بالمکۃ المشرفۃ حالاً۔

راجی غفورالرحیم خلف بن ابراہیم

لہ ادب ہی اچھا ہے کسی امرمشروع کے خلاف نہیں اور امام احمد کے فعل سے اس جواز کا نکلنا ہے کہ ان کے سامنے ابراہیم بن طہمان کا ذکر ہوا تکیہ سے کمر جُدا کرکے سیدھے ہو بیٹھے اور فرمایا کہ یہ نہ چاہیئے صلحا کا ذکر ہوا اور ہم تکیہ لگائے بیٹھے رہیں کہا ابن عقیل نے جب حکم آمد بادشاہی سنایا جاتا ہے لوگ کھڑے ہوجاتے ہیں پھر مسئلۂ قیام مولد کا تو اس سے افضل ہی ہوا بس جس نے قیام نہ کیا جب لوگ اُٹھے مولد میں تو اس نے ظلم کیا وہ قابل جھڑکنے کے ہے (مفتی حنبلی) مذہبِ اربعہ کے علما کا اس پر اجماع ہے پھر جو ان سے بچھڑ کر اکیلا ہوا اس کا قول مردود ہے (خطیب و مدرس حرم) بہت

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

(٧) قداجمع عليه العلماء الاعلام من المذاهب الاربعة فلايجوز خرق الاجماع ومن انفرد برده فكلامه باطل مردود عليه و الله سبحنه تعالى اعلم امر برقمه الراجى من الله التوفيق عبده عباس بن جعفر ابن صديق المدرس والخطيب للحرم المكى الشريف -

عباس بن جعفر

(٨) نظرت فى هذه الاسئلة وما اجاب به مفاتى الاسلام وعلماء الانام فوجدتها فى غاية الصواب لايخالفها الامن طمس الله بصره وبصيرته كتبه راجى رضاء الخبير عبد القادر بن محمد خوكير المدرس والامام بالمسجد الحرام -

عبدالقادر بن محمد علی

(٩) ما اجاب به مفاتى الاسلام ببلد الحرام هو الحق الذى يعول عليه ويجب المرجع والمصير اليه كتبه العمد الراجى رحمة به المنان محمد رحمة الله بن خليل الرحمٰن عفا الله عنهما -

محمد رحمۃ اللہ

یہ حضرت استاذنا ومولٰنا محمد رحمت اللہ مہاجر ہیں جن کا ذکر اوپر بھی فتوائے جوازِ یارسول اللہ میں گزرا ہے -

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ٹھیک جواب ہے اِس کا مخالف وہی ہوگا جس کی بینائی حق تعالیٰ نے مٹائی ہو (امام مسجد الحرام مکہ) مفتیوں نے جو کچھ جواب دیا ہے حق ہے اسی پر بھروسا ہے اور واجب ہے رجوع کرنا اسی طرف (مولٰنا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ۱۲

marfat.com

(۱۰) ماکتب فی هذا القرطاس صحیح لاریب فیه واللہ سبحٰنه اعلم۔ حررہ محمد عبدالحق عفی عنه۔ محمد عبدالحق

یہ عالم (محمد عبدالحق) ہندوستان سے ہجرت کئے ہوئے عرب میں مقیم ہیں عالم، عامل، صوفی، صاحبِ قلبِ سلیم ہیں اللہ تعالیٰ ان کے علم میں برکت کرے۔ واضح ہو کہ ہم نے یہ فتاویٰ قدیمہ وجدیدہ حرمین شریفین زادا اللہ شرفاً کے اس لیے نقل کیے کہ بعض علماءِ اہلسنّت اس طرف ہیں کہ اجماعِ حرمین کو حجت جانتے ہیں حتّٰی کہ امام بخاری نے تو یہ قرار دیا کہ حجت ہے ما اجمع علیه الحرمان المکة والمدینة۔ لکھا شارح بخاری نے وہ عبارت[۲] البخاری متعة بان اتفاق اهل الحرمین کلیهما اجماع اور جن لوگوں نے وہاں کے اجماع کو احتجاج قطعی کے درجہ میں نہیں رکھا یہ ضرور کیا ہے کہ ترجیح مذہب مخالف کے لیے اُس کو معتمد علیہ اور مفتیٰ بہ ٹھہرایا ہے مثلاً فاتحہ میں دو قرارت ہیں مالك یوم الدین اور مَلِك یوم الدین، اور ہر چند صحیح دونوں ہیں لیکن ترجیح علامہ بیضاوی نے قرارت ملك یوم الدین کو دی اور یہ لکھا:

هو المختار لانه قراءة اهل الحرمین۔

اور ہدایہ میں ہے:

والمستحب فی الجلوس بین الترویحتین مقدار الترویحة وکذا بین الخامسة والوتر لعادة اهل الحرمین۔

اور فتاویٰ قاضی خاں کی کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

---

[۱] جو کچھ اس کاغذ میں لکھا وہ صحیح ہے کچھ شک نہیں (محمد عبدالحق)

[۲] عبارت بخاری کی یہ بات بتا رہی ہے کہ اتفاق اہلِ حرمین کا اجماع ہے ۱۲

marfat.com

لاباس بان ینقش المسجد بماء الذهب والفضة من ماله فان الکعبة مزخرقة بماء الذهب والفضة مستورة بالوان الدیباج والحریر۔

اور جمعہ کے روز زیارتِ قبول اول روز کرنے کو جو بعض آدمی منع کرتے ہیں اس کو فقہا رد کرتے ہیں فعلِ حرمین سے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں،

و روزِ جمعہ فاضل تر است از روز دیگر خصوصاً در اداء ہمیں ست در حرمین شریفین وانچہ مشہور شدہ است از منع زیارت روز جمعہ اصلے صحیح ندارد وانتہٰی۔

بطورِ تلخیص یہ چند نظیریں لکھی گئیں۔ علاوہ بریں اور بھی نظائر موجود ہیں جن سے یہ بات ظاہر ہے کہ مفتیانِ دین نے اعمال مروجہ علماء حرمین پر اعتماد کیا ہے لیکن وائے برحال مخالفین کہ وہ اس طرح بے توقیری سے حرمین کا نام لیتے ہیں کہ اہلِ ایمان کے دل کانپتے ہیں۔

حرمین کی فضیلت اور ایک قصہ لطیفہ

لطیفہ:

ایک مقام پر دو عالموں میں گفتگو ہوئی ایک اس میں مولد شریف کے مثبت تھے اور ایک منکر۔ منکر نے کہا کہ قصبہ دیوبند فتویٰ بھیجو۔ مولود شریف مثبت نے کہا: دیوبند تو کچھ دار الاسلام نہیں یوں کہئے کہ آؤ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کو فتویٰ بھیجیں یعنی اس لیے کہ وہ دین و ایمان کا گھر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "دین مکہ مدینہ میں سمٹ آویگا جیسے سمٹ آتا ہے سانپ اپنے بل

marfat.com

میں"۔ یعنی جیسے سانپ اپنے بل سے نکل کر سب[1] جگہ پھر کر پھر اس میں قرار پاتا ہے اور سانپ جب بِل میں گھُس جاتا ہے تو ایسی قوت سے چمٹ جاتا ہے کہ کوئی اس کو نکالنا چاہے تو مشکل ہو جاتا ہے بس اسی طرح دین اوّل مکّہ مدینہ سے نکلا آخر زمانہ میں بھی اگر کہیں دین نہ ہوگا تو یہاں ضرور ہوگا اور کوئی یہاں سے دین کو نکالنا چاہے گا تو نکل نہیں سکے گا۔ اور مشکوٰۃ کے باب ذکر الیمن و الشام میں ہے ؛

الایمان فی اھل الحجاز (رواہ مسلم)

حجاز کا ملک شامل ہے مکّہ اور مدینہ کو۔ یعنی ایمان حجاز والوں میں ہے۔ غرضکہ فتویٰ اگر لکھواؤ تو اس ملک کے علماء سے لکھواؤ جن کی شہادت اور تعریف احادیث میں ہے دیوبند کی شہادت کون سی حدیث میں آئی ہے۔ منکر صاحب بولے، مکّہ میں تو چور آدمی ہیں رستہ لُوٹتے ہیں۔ مثبت نے جواب دیا: رہزنی مال لوٹنا وہاں بدّو لوگ اطراف کے رہنے والے کرتے ہیں خاص مکّہ کے آدمی نہیں کرتے، سو یہ حضرت

---

[1] اس معنے پر مؤلفِ 'براہین' نے اعتراض کیا کہ جب دین باہر جائیگا تو حرمین اس سے خالی ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ علمِ معانی و بیان میں ٹھہر چکا ہے کہ تشبیہ کل اجزا شبہ میں ضرور نہیں ہوتی۔ علاوہ بریں اسلام کو ایسا طویل سانپ کیوں نہیں تجویز کرتے کہ وُہ اپنا جسم نکال کر ہر طرف دیکھ بھی لے اور پھر بھی لے اور باینہمہ اس کا کچھ جسم اپنے بل میں بھی باقی رہے پھر جب باہر سے سمٹ آوے تو کُل بِل میں آجاوے، علاوہ اس کے بہت توجیہات ہیں معلوم نہیں ایسی گفتگو رکیک پیش کرنے سے ان کو کیا فائدہ ملا اور نکلنے کا لفظ خود مولوی خرم علی صاحب ان کے مسلّم پیشوا نے ترجمہ مشارق میں لکھا ہے۔ عبارت یہ ہے: "جہاں سے ایمان نکلا تھا وہیں سمٹ کر آجائیگا"۔ اور شیخ عبدالحق لکھتے ہیں: "ایمان ہر آئینہ باز میگردد بسوئے مدینہ الخ"۔ افسوس اس قلت نظر پر یہ اعتراضات ۱۲

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وقت سے ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے:

اولم یروا انا جعلنا حرماً امناً ویتخلف الناس من حولھم۔

یعنی سورۂ عنکبوت میں ہے: کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے کر دیا مکہ کو پناہ اور امن کی جگہ اور لوگ اُچک لیے جاتے ہیں اس کے آس پاس سے۔ انتہی

سو یہ مار پیٹ اور اُچک لینے کی باتیں قدیم سے وہاں کے بدو آدمی خارجی کر رہے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں لیکن کُفر و شرک سے منزّہ ہیں وہاں کے بدوے گنوار آدمی بھی گناہِ صغیرہ یا کبیرہ کریں لیکن کُفر اور شرک اُس ارضِ مقدسہ کے آس پاس تک کہیں نہیں ہوتا اور دیوبند میں تو کفر و شرک بھرا ہوا ہے جابجا ستیلا پوجی جاتی ہے مندر اور شوالے بنے ہوئے ہیں سنکھ بج رہے ہیں پھر دیوبند اچھا ہوا یا حرمین شریفین؟ منکر صاحب کی طرف سے جواب ہوا کہ ہم دیوبند کے جاہل مسلمان عامی سے اور مشرکان قوم ہندو سے سند نہیں پکڑتے ہم تو وہاں کے علماء اہلِ اسلام کی سند پکڑتے ہیں۔ مثبت نے کہا: بس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ ہم حرمین شریفین کے علماءِ دین اور مفتیانِ شرعِ متین کی سند لیتے ہیں وہ سب بالاتفاق محفل مولد شریف کو درست فرماتے ہیں پھر تم ناحق بدوؤں اور جنگلی لٹیروں کا ذکر کیوں کرتے ہو پہلے یہی حرمین شریفین کے خواص علما کا حکم اور فتوٰی لیا جاتا تھا علیٰ ہٰذا القیاس اب بھی پس علماءِ خیر البلاد کی سند منگاؤ لیکن منکر کو خوب معلوم تھا کہ اگر وہاں استفتاء بھیجا تو وہاں کے سب علماء حکم استحباب محفل میلاد لکھ دیں گے اس لیے اُس نے انکار کیا کہ ہم حرمین کو نہیں مانتے، معاذ اللہ منہا ہم تو دیوبند کو مانتے ہیں۔ تب مثبت نے جواب دیا کہ آپ کو دیوبند مبارک ہو ہمیں اس پر ایمان رکھنے ہم کو حرمین شریفین مبارک ہوں ہمارا ایمان اُن لوگوں کے ساتھ ہے۔ اسی پر گفتگو ختم ہو گئی۔ اب دیکھئے ان لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ دیوبند کے آگے حرمین شریفین کو حقیر جاننے لگے

marfat.com

اہلِ حرم کی حقارت تحقیرِ حرم کو نوبت پہنچاتی ہے شرف المکان بالمکین قضیہ مشہور ہے وہ ہے حرم پاک کہ ہم پانچوں وقت نمازوں میں اپنا مُنہ اُس کی طرف کریں فولّ وجهك شطر المسجد الحرام اور سوتے وقت بھی رُو بقبلہ سونا سنّت اور مرجاویں تو یہی حکم دیا جائے قبر میں دفناتے وقت کہ یوجه الی القبلة یعنی اس کا رُخ قبلہ کی طرف کیا جاوے اور وہاں کے باشندے وُہ ہیں جن کی بابت صحیفہ آدم علیہ السلام میں حق سبحانہ، کا ارشاد ہے کہ "میں مکہ کا خداوند ہوں، وہاں کے رہنے والے میرے ہمسایہ ہیں"۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے: "جو کوئی ایمان رکھتا ہے اللہ اور قیامت پر وہ تعظیم کرے ہمسایہ بیت اللہ کی"۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ "جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اُسید کو مکہ پر امیر کیا تو یہ فرمایا جانتا ہے تجھ کو کس پر مقرر کیا تحقیق تُو مقرر کیا گیا ہے اہل اللہ پر، وہ اہل اللہ کون ہیں، رہنے والے مکہ معظمہ کے، پس نیکی کیجیو اُن کے ساتھ"۔ اور کلام اللہ میں والیانِ کعبہ کی نسبت ارشاد ہے ان اولیاءہ الا المتقون پس کعبہ کے مسلمان اولیاء کو حق سبحانہ، لفظ متّقون یعنی پرہیزگاروں سے تعبیر فرماتا ہے۔ افسوس یہ لوگ اُس حرم پاک اور اُس کے رہنے والوں کو جو اہل اللہ ہیں جو ہمسایۂ خدا ہیں جو پرہیزگار ہیں، کن کن حقیر لفظوں سے یاد کرتے ہیں کہ العظمۃ للہ، حق سبحانہ، ہدایت فرماوے، یہ لوگ اپنے بزرگوں کا کلام بھی بھول گئے تحفۃ العرب والعجم میں مولوی قطب الدین خاں صاحب لکھتے ہیں:

"عرب کے علماء پر جو بعضے احمق لوگ طعن کرتے ہیں بڑی خطا پر ہیں اس لیے کہ وُہ خیر البقاع کے رہنے والے ہیں"۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

"خبردار خبردار اہلِ مدینہ سے ہرگز کدورت دل میں نہ لائیو ورنہ

marfat.com

فیضانِ انوارِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہو گے۔" ہذا
کلامہٗ ملخصاً

آمدم برسرِ مطلب ہاں اے محمدیان دیندار حرمین کا اقتدار اور مفتیانِ حرم کا شرف و اعتبار دل میں جما کر ذرا دیکھو تو سہی وہ کن دلربا الفاظ و معانی سے مُدعا ثابت فرما رہے ہیں اور یہ نہیں لکھتے کہ بس فقط ہم اہل حرم اس عمل محترم کے مجوز ہیں بلکہ اپنے ساتھ میں سب کا ثبوت دے رہے ہیں کہ علماءِ عرب و روم و شام و مصر و اندلس سب اس کو مستحسن فرماتے ہیں اور ہم لکھ چکے اثنائے شمار اسماء مجوزین میں کہ سعید ابن مسعود گازرونی و مُلّا علی قاری اور نُورالدین ابوسعید بورانی نے تمام ملکوں کے علماءِ کرام سے ثبوت پہنچایا ہے استحسان محفل میلاد شریف کا بس سمجھ لو کہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا فقط اہلِ حرمین اس عمل کے قائل و آمر ہیں بلکہ فتویٰ حرمین کا ادباً تعظیماً اوّل نقل کیا ہے اب لیجئے ماسوا حرمین کے اور بھی چند مقامات کے فتاوے ملاحظہ کیجئے۔

فتاویٰ بغداد و دیگر مقامات

فتویٰ بغداد شریف کا یہ شہر نہایت بابرکت ہے دو وجہ سے: ایک یہ کہ وہاں حضرت امام اعظم کا مزار ہے۔ دُوسرے یہ کہ اس میں حضرت غوث اعظم کا روضۂ پُرانوار ہے ماسوا ان کے اور بھی مقبولینِ خدا اس قدر کہ جن کی کچھ حد ہے نہ شمار ہے ان کے سبب وہ شہر مرجع صلحاء و علماء انام ہے بڑے بڑے فضلاء و محدثین کا وہاں مقام ہے، دیکھو کیا تحریر فرماتے ہیں وہاں کے مفتیانِ عالی جاہ و محققانِ ژرف نگاہ۔ لیکن حرفاً حرفاً عبارت تحریر کرنا موجب طول ہے بنارًعلیہ اُن کے خاص فقرات چیدہ چیدہ مختصر نقل کرتا ہوں،

(۱) مولانا محمد سعید آفندی دوری ادام اللہ برکاتہ، جو حضرت غوث الثقلین

marfat.com

کے دربارِ معلیٰ میں خطیب ہیں روزِ جمعہ کو وہاں خطبہ پڑھتے ہیں انہوں نے چار ورق کا رسالہ اثبات مولد وقیام میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :

حمد الممن من علینا باظہار انوار سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد فقراءۃ المولد الشریف لہ اصل اخرجہ حجۃ الاسلام الشیخ ابو الفضل ابن حجر العسقلانی الیٰ آخرہ وقد ذکر ابن تیمیۃ فی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم ان ثواب قراءۃ المولد المبارک غیر لیس لما فی ذلک من محبۃ الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام وقد بسط الکلام فیہ وفی سائر البدع المقبولۃ وغیرھا وقال السیوطی ظھر لی تخریجہ علی اصل آخر الیٰ آخرہ ورایت الامام ابن جزری قال فی عرف التعریف فما حال المسلم الموحد من امۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبذل ما تصل الیہ قدرۃ فی محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمری انما یکون جزاءہ من اللہ الکریم ان یدخلہ بفضلہ الجنّت النعیم وقال الحافظ ناصر الدین الدمشقی مثلہ فی کتابہ فی مولد الہادی وقال الکمال الادفی الطالع حکی لنا صاحبنا العدل ناصر الدین محمود ابن العماد ان ابا الخطیب محمد بن ابراھیم السبتی المالکی نزیل قوص احد العلماء العالمین کان یذھب الی المکتب فی الیوم الذی ولد فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیقول یا فقیہ ھذا یوم السرور اصرف عنا البیان فیصرفنا فھذا منہ دلیل علی تقریرہ وعدم انکارہ وھذا الرجل کان فقیھا مالکیا متقنا فی العلوم متورعا اخذ عنہ ابو حیان وغیرہ ومات سنۃ خمس و تسعین وستمائۃ والقیام حین ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

بقصد التعظیم والفرح والسرور بقدومہ سیدا الاولین و
الآخرین وجدتہ من العلماء الاعلام وقد افتی جماعۃ باستحبابہ
عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی مولد المدابغی رحمۃ اللہ
جرت العادۃ بقیام الناس اذا انتھی المداح الی ذکر مولدہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھی بدعۃ مستحسنۃ مستحبۃ انتھی
وتعظیمہ واجب علیٰ کل مسلم ولاءتک ان ھذا القیام من باب
التعظیم قال المؤلف والذی ارسلہ رحمۃ للعالمین بواستطعت
القیام علی راسی لفعلت ابتغی بذلک الزلفی عند اللہ عز وجل
واللہ الموفق للصواب۔ محمد سعید

لہ ترجمہ بطور خلاصہ: شکر ہے اس کا جس نے ہم پر احسان کیا کہ ظاہر کر دئے انوارِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ پڑھنا مولود شریف کا درست ہے اس کی اصل ابن حجر عسقلانی نے بیان کی یہ تفصیل آخر تک ——— اور ابن تیمیہ نے لکھا ہے کتاب اقتاء الصراط المستقیم میں کہ "ثواب مولود شریف کا کچھ کم نہیں ہے اس واسطے کہ اس میں محبت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی" اور کہا سیوطی نے کہ مجھ کو ایک اور اصل مولد شریف کی ظاہر ہوئی ہے اور بیان کیا اس کو آخر تک۔ اور ابن جزری نے فرمایا: کیا اچھا حال اس مسلمان کا جو حضرت کی محبت میں خرچ حسبِ مقدور کرے پس وہ سیدھا جنت میں جائیگا۔ اور کہا ناصر الدین دمشقی نے بھی اسی طرح۔ اور کہا کمال ادفی نے کہ مجھ سے بیان کیا ابنِ عماد نے کہ ابو الطیب سبتی مکتب کو جاتے بارھویں تاریخ ربیع الاول اور فرماتے کہ اے معلم چھوڑ دے

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

(۲) اس تحریر مذکور کی تصدیق فرماتے ہیں جناب مولانا عبدالسلام جو حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کے مدرسہ میں مدرس اوّل ہیں اور بغداد میں لقب اُن کا شیخ العلمائ ہے اور حضرت نقیب صاحب سجادہ کے استاد ہیں عبارت یہ ہے: "اطلعت علی هذه العجالة فرایتها صحیحة غیران من شك فیها فهو مخذول حرره مدرس الحضرة القادریة عبد السلام"۔ عبدالسلام

(۳) اور رقم فرماتے ہیں تصدیق اس فتوٰی کی جناب مولانا بہاء الحق صاحب جو سلطان روم کی طرف سے حضرت امام اعظم قدس سرہٗ کے مدرسہ میں مدرس اول ہیں:

تاملت فی هذه الرسالة فوجدتها مبنیة علی الایمان والحب بخاتم الرسالة فطوبی لمن اعطی هذه النعمة الفائقة حرره مدرس مدرسة حضرت امام الاعظم قدس سره عبده بهاء الحق القرشی و یحق الله الحق بکلماته۔ بہاء الحق قرشی

(۴) بغداد کے مفتی سابق مرحوم جن کی تفسیر رُوح المعانی آٹھ جلد مصر میں چھپی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ہم سے بیان کو وہ ہم سب کو چھوڑ دیتے اور ابوالطیب بڑے پختہ عالم اور پرہیزگار تھے ابوحیان وغیرہ کاملین اُن کے شاگرد تھے ۶۹۵ھ میں ان کی وفات ہے۔ اور کھڑا ہونا تا وقت ذکر ولادت شریف کے فتوٰی اس کے استحباب پر جماعت علمائے قدیم نے دیا ہے اور مولد المدالبغی میں ہے کہ یہ بدعت حسنہ مستحبہ ہے۔ اور تعظیم رسول واجب ہے ہر مسلمان پر، اور کہا مؤلف نے اگر مجھ کو طاقت ہوتی تو سر کے بل کھڑا ہوتا ثواب اور قربت حاصل کرنے کو۔

marfat.com

ان کے خلف رشید جو اپنے باپ مرحوم کی طرح عالم بے نظیر ہیں سیّد محمود شکری رقم فرماتے ہیں:

لقد تشرفت بمطالعة هذه الرسالة فرأيتها مشتملة على نصوص العلماء الاجل شاهدة لمؤلفها بانه حافظ الفضل كلفقر الى الله تعالىٰ الوسى راحه السيد محمود شكرى۔ السید محمود شکری

(۵) مفتی حال بغداد سخت بیمار تھے بنائً علیہ اُن کے فرزند مولانا جمیل صدقی تصدیق فتویٰ ہذا میں رقم فرماتے ہیں:

قد نظرت الىٰ هذه الرسالة الجليلة فرأيتها باحقاق الحق كفيلة وكيل المدرس فى المدرسة السليمانية رها وى راحه جميل صدقى۔ جمیل صدقی

(۶) مفتیٔ بغداد کی پیشی میں کام کرنے والے جو جمیع احکامِ شرعیہ میں فتویٰ دیتے ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

ان هذه الرسالة لحرية بالقبول لاشك فيها الا مطرود و مخذول[1] حبى الوهاب

(۷) مدرسہ حضرت غوث الثقلین کے دوسرے مدرس کہ فی الحال کل شہزادے ان سے درس لیتے ہیں:

قد قلت[2] اذا لفيت هذه النقول صحيحة حرية بالقبول

---

[1] یہ رسالہ قابل قبول ہے اس میں کوئی شک نہ کریگا مگر جو حق کی طرف سے راندہ و خوار ہوگا۔۱۲

[2] میں نے جب پائیں یہ نقلیں صحیح قابل قبول تو یہ لکھا کہ اے منکر مہمل تُو نے چھوڑ دیا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندھا ہو کر یا عقل بیمار ہو کر۱۲

marfat.com

یا مہملات اھملت حق الرسول تعامیا او مرضا فی العقول المدرس الثانی فی حضرۃ القطب الگیلانی راوی راحہ عبد اللطیف ۔ عبداللطیف

(۸) علی افندی ترک جامع حسن پاشا کے مدرس رقم فرماتے ہیں :

وجدتہا[1] مشتملۃ علی نقول صحیحۃ لایرتاب فیہا الا معاند و مکابر مخذول حررہ مدرس جامع حسن پاشا علی ۔ علی

یہ فتوی بغداد شریف کا ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۴ھ میں آیا تھا تبرکاً نقل کیا گیا اور جس کو زیادہ تر تحقیق منظور ہو اجماع جمہور امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم شرقاً غرباً استحسان عمل مولد شریف پر معلوم کرے وہ فتوٰی مطبوعہ بہم پہنچاوے جس میں تمام علماء مصر و شام وغیرہ کی مُہریں ہیں اب نقل کی جاتی ہیں مُہریں علماء ہندوستان کی جو اپنے وقت میں فرد کامل تھے ۔

از انجملہ علمائے فرنگی محل کہ سنہ یک ہزار دو صد ہفتاد و نہ ہجری میں محمد مصطفےٰ خاں صاحب کے مطبع مصطفائی میں فتوٰی اُن کا مطبوع ہوا تھا جس کو اُس کے مضامین بالتفصیل دیکھنے ہوں کتاب مذکور بہم پہنچا کر دیکھئے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مولد شریف کی تعین خاص ماہِ ربیع الاول کے ساتھ فرض اور واجب تو نہیں ہاں البتہ بہت علماء و محدثین نے مستحب اور مستحسن فرمایا ہے اور یہ بات کہ جو چیز قرونِ ثلٰثہ میں نہ ہو وہ بدعت سیئہ ہے صحیح نہیں، اور جب کہ آیت کریمہ وتعزروہ وتوقروہ سے تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہوئی کھڑا ہونا محفل میلاد میں وقت ذکرِ ولادت شریف جو منجملہ افراد

---

[1] میں نے پایا اس کو شامل نقلوں صحیح پر اس میں شک نہ کرے گا مگر عناد والا جھگڑالو ذلیل ۱۲

marfat.com

تعظیم سے ہے اچھی طرح ثابت ہوگیا یہ بدعت سیئہ ہرگز نہیں۔

(۱) حررہٗ ابوالبرکات رکن الدین محمد المدعو بتراب علی عفی عنہ۔

(۲) محمد سعداللہ عفی عنہ

(۳) محمد لطف اللہ عفا اللہ عنہ وحماہ۔

(۴) ابوالاحیار محمد المدعو بالنعیم۔

(۵) ابوالحسن محمد صالح۔

(۶) محمد عبدالوحید۔

(۷) ابوالبقار محمد عبدالحکیم ۱۲۳۰ھ۔

(۸) حفیظ اللہ ۱۲۳۲ھ۔

(۹) نعیم اللہ ۱۲۳۷ھ۔

(۱۰) علی محمد ۱۲۶۲ھ۔

(۱۱) محمد عبدالحلیم ۱۲۶۲ھ۔

از انجملہ علمائے دہلی و بریلی و رام پور افغاناں واضح ہو کہ محفل مولد شریف اور قیام کے جواز میں ایک کتاب غایۃ المرام مطبع علوی خاں فلاں کوٹھی میں واقع سنہ ایک ہزار دو صد و ہفتاد و یک مطبوع ہوئی تھی اُس میں علمار و فضلار دہلی و بریلی و رام پور وغیرہ چند مقامات کے علمار مستندین کے فتوے جمع کر کے چھاپے تھے اور چونکہ سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ دہلی بھی استحبابِ محفل میلاد شریف کا اعتقاد رکھتے تھے اور رئیس مسلمان اسلام کے تجمل اور احتشام کا سبب ہوتا ہے رئیس المسلمین و زین المسلمین سمجھ کر ان کی مہر بھی علمائے دہلی کی مُہروں کے ساتھ کرائی گئی تھی اور شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے مولوی مخصوص اللہ صاحب مرحوم بھی اُس وقت زندہ تھے ان کی مہر بھی استحسان مولد شریف پر کرائی گئی جس کو ہر عالم فاضل کی تحریر حرفاً حرفاً بالتفصیل دیکھنی منظور ہووے اصل کتاب بہم پہنچا کر ملاحظہ کرے اُس میں محفل مولد شریف کو مع جمیع تعینات مروجہ مثل قیام و تقسیم شیرینی وغیرہ جائز بلکہ مستحب لکھا ہے ایک سو بائیس ۱۲۲ صفحہ کی کتاب ہے اُس کے صفحاتِ متفرقہ پر جو مُہریں اور دستخط مزین ہیں ان سب کو ایک مجتمع جگہ نقل کرتا ہُوں سٹر سٹھ (۶۰) علمار کے دستخط اور مُہریں ہیں ہر عالم کا نام ایک

marfat.com

شکل مربّع میں مندرج کرتا ہوں۔

محمد بہادر بادشاہ غازے
ابوظفر سراج الدین ثانی حدی

حکیم احسن اللہ خاں صاحب وزیر ❊ مفتی صدر الصدور دہلی
مدرس اوّل مدرسہ دہلی عالم فاضل کہ بلفظ حکیم در دہلی معروف بود۔

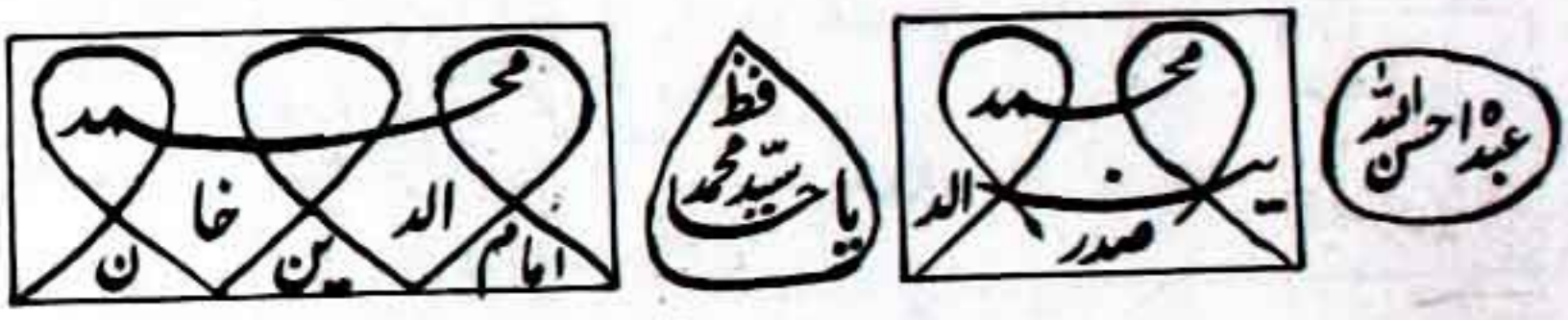

قاضی احمد الدین خان صاحب

قاضی محمد علی صاحب

حضرت شاہ احمد سعید مجددی
خلف حضرت احمد سعید صاحب۔

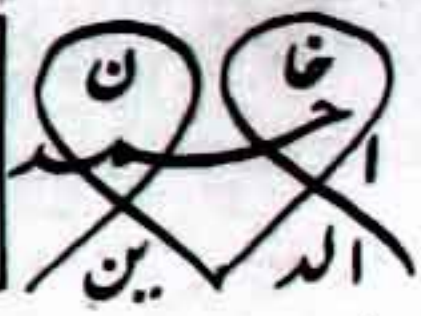

حب محمد علی دُر دل دور جان مدان	فقیر احمد سعید احمدی	محمد عمر احمدی	محمد مظہر

فاضل جامع علوم مولوی کرم اللہ صاحب

مولٰنا فرید الدین صاحب واعظ جامع مسجد دہلی

یہ عالم[1] بڑے مفتی تھے

---

[1] عبارت ان کی یہ ہے واعظین بخلت وہابیہ بالیقین قدم از دائرۂ سنت وجماعت بیرون نہادند وداد اعتزال وخروج ورفض دادند ونعم ما قیل۔

marfat.com

شفیع الله خلف محمد کریم		دین محمدی در فرید آمده	دستخط مولانا حیدر علی[1] صاحب مصنف منتہے الکلام	دستخط مولوی دادار بخش صاحب	دستخط مولوی حسن الزمان محمد عفے عنہ
محمد عزیز الدین	سید تفضل حسین	سید یعقوب علی[2] رضوی	محمد رضا علی خان	محمد مخصوص اللہ[3]	احمد حسین
میر محمود علی	غلام حسین	محمد عبد الواحد	محمد لطیف علیخان	در شہر علم محمد علی	جلال الدین محمد کمال
طالب المولیٰ مذکر	عمدۃ العلماء[4] شرع متین مفتی محمد شرف الدین	محمد یعقوب علی عفا اللہ عنہ	یا حافظ	کرم نبی	واللہ یؤید وینصر من یشاء
عبد الکریم	عبید اللہ ولد محمد رفیع اللہ	فخر العلماء محمد عبد الجامع خاں	ان اللہ جمیل و یحب الجمال	محمد عبد العلی	علی حسین
محمد لطف اللہ	نور النبی	محمد عبد اللہ	علی الدین	آل نبی	مقصود علی
حافظ شریف حسین	شد از ظہور حسن علم و عدل را شہرت	سبط محمد گلباغ جاوید	نظام الدین احمد	محمد علی خادم العلماء	وزیر علی

۱؎ واعظ شہر کہ مردم تلاش میخواہی وقول ما نیز ہمیں است کہ او آدم نیست، و بحمد اللہ کہ ہنوز در مذہب حق چنیں علماء ہستند کہ باحقاق حق مے پردازند۔

۲؎ یہ اور مولانا محمد رضا علی خان صاحب مقبولین بریلی سے ہیں۔

۳؎ مولوی مخصوص اللہ صاحب بیٹے مولوی رفیع الدین صاحب کے ہیں اور وہ بیٹے شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم دہلوی کے ۱۲

۴؎ مفتی شرف الدین صاحب والیِ رام پور کی عدالت کے مفتی عظیم الشان تھے، مشہور و معروف فاضل تھے ۱۲

marfat.com

مولانا محبوب علی شاہ خلف سید	آمدہ سرتاج محمد عالم علی	محمد سلامت اللہ	دستخط فضل رسول فاضل بدایونی	سید لشیر علی امروہوی
مولوی داوار بخش	حسن الزمان	محمد فضل حق	رفیع اللہ	وحید الدین
محمد فضل اللہ	فضل حسن	محمد عبد الحق	محمد حیات	محمد خلیل الرحمٰن

محمد حیات ولد مولوی سید احمد

اہل السنت والجماعت خیال فرمادیں کہ ان دونوں فتویٰ متاخرہ میں ہندوستان کے کیسے کیسے علماء جلیل القدر مثل مفتی سعد اللہ صاحب و مولانا تراب علی و مولانا سید محمد مدرس اعلیٰ و مولانا فضل حق و مولانا محمد حیات و مولانا حیدر علی مصنف منتہی الکلام و مولانا سلامت اللہ صاحب و مفتی صدر الدین خاں صاحب و مفتی شرع متین مفتی شرف الدین صاحب استحسان محفل مولد شریف پر مہر فرمارہے ہیں اور ہم نے اس وقت کے علماء ہندوستان کی مہریں نہیں کرائیں علمائے سلف کی نقل موافق پر اکتفاء کیا اب یہ خیال کرنا چاہیئے کہ اس لمعہ ثانیہ میں ہم نے جس قدر علماء عاملین اور فضلاء کاملین کے نام ذکر کئے اگرچہ یہ جمیع اقالیم مشرقی و مغربی و شمالی کے تمام علماء و فقہا کے نام نہیں اگر ان سب کو جمع کیجئے تو اللہ اکبر ایک دفتر بنتا ہے کما قال:

ع

اگر آں جملہ را سعدی املا کند
مگر دفتری دیگر انشا کند

marfat.com

حکم اخیر بعد تنقیح مقدمات در باب مولد شریف

یہ تو چند مقامات کے چند علماء کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن یہ بھی کیا کچھ کم ہے اللہ تعالیٰ کے عباد صالحین کا ایک جمہور کبیر اور جمِ غفیر ہے۔ پس بموجب فرمانے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کا اتباع اہلِ سنّت کو لازم ہے کہ فرمایا آپ نے:

اتبعوا السواد الاعظم من شذّ شذّ فی النار۔

اس کی تحقیق سابقاً محدثین سے ہم نقل کر چکے ہیں وہاں دیکھو۔ معنے یہ ہیں کہ "پیروی کرو بڑی جماعت کی جو بچھڑا ان سے وُہ پڑے گا آگ میں"۔ یعنی جب اختلاف واقع ہو علماء میں تو جس طرف اکثر مسلمین ہوں اس پر عمل کرو۔

یہ تو حدیث ہے اب فقہ کا مسئلہ سُنو، علامہ شامی نے جلد ثانی شرح درمختار باب صدقۃ الفطر میں تصریح کی ہے:

فان المانعین جمع یسیر و المجوزین جم کثیر والاعتماد علی ما علیہ الجم الکثیر۔

منع کرنے والی جماعت تھوڑی ہے اور جائز کہنے والا اگر وہ بڑا ہے اور اس پر اعتماد ہے کہ جس پر گروہ بڑا ہے۔

اور نیز جلد اوّل رسم المفتی میں لکھا ہے:

فان اختلفوا یؤخذ بقول الاکثرین۔

اگر اختلاف کریں علماء تو لیا جائے قول اکثر کا۔

اور مولوی محمد قاسم نانوتوی بھی اس دلیل کو حق جانتے ہیں چنانچہ مصباح التراویح مطبوعہ مطبع ضیائی کے صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں:

اتفاق اکابر و تسلیم اوشان یا جم غفیر

اتفاق اکابر اور ان کا تسلیم کرنا یا جم غفیر

marfat.com

ازوشان نیز دلیلی است الخ — کا مختار ہونا اس کے مختار ہونے کی دلیل ہے الخ

اور مولوی اسمٰعیل صاحب بھی تذکیر الاخوان کی فصل سادس میں کتاب وسنّت و اجماع و قیاس مجتہدین کا ذکر کر کے اُس کے بعد لکھتے ہیں :

"پھر اور کوئی مولوی مشائخ جو اپنی عقل کو دخل دے کر کوئی بات نکالے تو اس کا کیا ٹھکانا مگر ہاں اگر اکثر دیندار مفتی پرہیزگار اُسی مسئلہ کو قبول کریں تو البتہ وہ بھی معتبر ہے" انتہی

اب دیکھئے اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی مولوی مشائخ کی نکالی ہوئی بات کو اگرچہ سارا جہان متفق ہو کر نہ مانے مگر اکثر دیندار متفق اُس کو مان لیں تو وُہ بھی حق اور معتبر ہے۔ پس اس مسئلہ میں مولوی اسمٰعیل صاحب اور نیز مولوی محمد قاسم صاحب تابع فقہاء اور محدثین کے ہیں کہ مسئلہ مختلف فیہ میں متفق ہو جانا اکثر علمائے دین کا ایک جانب میں دلیل حقیقت کی ہے یہ مسئلہ خاص اُن کی زبان سے ہم نے سنوا دیا۔ اب اگر کوئی موقع استحسان مولد شریف میں ان کے تابعین اس دلیل سے باہر ہونے لگیں تو ہم ان لوگوں پر کچھ جابر ہو کر موکل نہیں ہوئے کہ اُن کے دل و زبان کو امر حق کی طرف جبراً پھیر دیں خود حضرت ہادیٔ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہ نسبت یہ ارشاد ہے :

لست علیھم بمصیطر۔ — نہیں ہے تُو ان پر داروغہ۔

یعنی اگر وُہ حق پر نہیں آتے تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تیرا کوئی ذمہ نہیں ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا :

انك لاتھدی من احببت۔ — بیشک تُو ہدایت کو نہیں پہنچا دیتا جس کو چاہے۔

marfat.com

ہمارا ذمّہ توضیحِ امرِ حق تھا وہ کر چکے جس لفظ کی قید مولوی اسمٰعیل صاحب نے لگائی ہے یعنی دیندار متقی پرہیزگاروں سے جواز محفل مولد شریف ثابت کر چکے مثل امام ابو شامہ و ابو الخیر سخاوی و ابن جزری و سیوطی و قسطلانی وغیرہم جن کے نام پیچھے ہم نے لکھے ہیں اور جو شخص شاہ ولی اللہ صاحب کے سلاسل طریقت اور اسانیدِ علمِ حدیث سے واقف ہوگا اس سے یہ بات مخفی نہیں ہوگی کہ ان مجوّزینِ مولد شریف میں وہ علماء بھی بہت ہیں جو شاہ ولی اللہ صاحب کے مشائخ حدیث اور شیوخِ طریقت کے پیشوا ہیں پس خوب تحقیق کو پہنچا چکے ہم یہ بات کہ مولد شریف کرنا جمِ غفیر سے ثابت ہے اور یہ مضمون بھی حدیث اور فقہ سے اور اُن کے علماءِ مستندین سے ثابت کر چکے کہ جو چیز جمِ غفیر سے ثابت ہے وہ معتبر اور ماخوذ بہ اور معتمد علیہ لازم الاتباع ہے دونوں مقدمے صحیح ثابت ہو چکے تو یہ بخوبی ثابت ہو گیا کہ مولود شریف کرنا معتبر ماخوذ بہ معتمد لازم الاتباع ہے والسّلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مناجات بدرگاہِ مجیب الدعوات

یا اللہ! میں تیرا بندہ ہوں تُو سمیع و علیم ہے سنتا ہے جمیع افعال کو جانتا ہے دلوں کے احوال کو، نہیں لکھی میں نے یہ کتاب مگر اس لیے کہ افراط و تفریط جانبین سے دُور ہو ہر فریق اپنے غلو و تعصب سے نفور رہو، اگر حضرت مانعین پر بباعثِ تکفیر و تفسیقِ اہلِ ایمان چند تنبیہات ہیں تو طرف ثانی کو بھی اصلاح نیت و تصحیحِ اعمال کے لیے ہدایات بیّنات ہیں اور مبنی کیا میں نے اپنے جمیع مسائل و دلائل کو اُن علماءِ مقبولین کے دلائل و اقوال پر کہ وُہ دنیا میں کالبدر المنیر مشہور ہیں اور کتابیں ان کی ان ملکوں میں جا بجا موجود اور حوالہ دے چکا ہوں میں ہر ایک مسئلہ

marfat.com

میں تصانیف سلف صالحین کا، پس میرا جو قول ہے وہ فی الحقیقت اُنہی مقبولین کا قول ہے، یا اللہ! اُن مقبولین کے توسل سے قبول کیجیو مجھ سے یہ کتاب اور کیجیو اس کو فریقین کے لیے فصل الخطاب۔ یا اللہ! اس کتاب کی ہر دلیل مظہر الحق اور شک میں پڑے ہوؤں کو دافع الاوہام ہو یہ کتاب تسکین بخشے براہینِ حقانی سے، راحت قلوب مستہام[1] ہو، یا اللہ! میرے کل رسائل مغفرت کے وسائل اور یہ انوار ساطعہ اندھیری گور کا چراغ ہو، میری قبر بہار جنت کا باغ ہو۔ اے ناظرینِ انوارِ ساطعہ! کہو تم میری اِس دُعا پر آمین یارب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

---

[1] مستہام یعنی سرگشتہ و حیران یعنی جو قلوب کہ عناد و معاندین کے سبب حیران تھے ان کو تسلی حاصل ہو کر راحتِ قلوب نصیب ہو ۱۲

marfat.com

نُورِ چہارم

نورِ چہارم میں تقریظاتِ رشیق ہیں جو اس عصر کے فضلاء نامی ذی تحقیق اور بعض احباب شفیق نے رقم فرمائی ہیں۔

علیگڈھ صورة ما قرظه ورضعه الامام الهمام الصلهام المقدام رئیس الفضلاء عریف العلماء الذی ذاع صمت فضله فی بلاد الاسلام عجمًا وعربًا وشاع شرقًا وغربًا المشتهر بالالسنة والافواه مولانا **محمد لطف الله** مد الله ظلاله وابقاه ؛

الحمد لله الذی تحضع له النواضی ویطمع رحمته کل مطیع وعاصی والصلوٰة والسلام علی من بعث داعیا الی الدانی والقاصی وعلی اٰله وصحبه الذین زجروا الناس عن سلوك طریق الضلال و

ترجمہ تقریظات : جو تقریظیں فارسی یا اردو زبان میں ہیں ان کو چھوڑ کر عربی کا ترجمہ بطور تلخیص وترک بعض تطویلات لکھا جاتا ہے منظور اصل مدعا کی شرح ہے نہ پابندی طول عبارت۔

تقریظ جناب مولٰنا لطف اللہ صاحب دام فیضہٗ ، سب تعریف اللہ کو ہے جس کو سب سجدہ کرتے ہیں اور اس کی رحمت سب چاہتے ہیں اور درود و

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

ارتکاب المعاصی وبعد فیقول العبد المتبہل الی اللہ **محمد لطف اللہ** حشرہ اللہ تحت لواء نبیہ النبیہ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ قد تشرفت بمطالعۃ ھذہ الرسالۃ الشریفۃ والصحیفۃ اللطیفۃ فوجدتہا بحراً یخرج منہ اللؤلؤ والمرجان وجنۃ فیہا فاکہۃ ونخل ورمان وشمسًا **انوارھا ساطعۃ** ومرجا فیہ تحقیق الانیق رائعۃ کیف لا ومؤلفہا من ھو فرید عصرہ ووحید عصرہ الذی علمہ وسیع وشانہ رفیع اعنی مولانا **محمد عبد السمیع** جُوس ذاتہ واُسعد اوقاتہ ومضمونہا ذکر ولادۃ سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین حبیب رب العٰلمین علیہ من التسلیمات افضلہا ومن التحیات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سلام ہو ان پر جو ہر اعلیٰ وادنیٰ کی ہدایت کو آئے اور اُن کی آل و اصحاب پر جنہوں نے لوگوں کو گمراہی سے روکا اب کہتا ہے بندۂ عاجز محمد لطف اللہ کہ خدا اس کو قیامت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لواءِ حمد کے نیچے کھڑا کیجئو، میں اس رسالہ لطیف کے مطالعہ سے مشرف ہوا، پایا اس کو ایسا دریا جس میں موتی اور مونگے نکلتے ہیں اور ایسا باغ جس میں میوے اور چھوہارے کے درخت اور انار ہیں اور ایسا سُورج جس کے انوار بلند ہیں اور ایسی چراگاہ جس میں عمدہ تحقیق کی گائیں چرتی ہیں اور وہ ایسا کیوں نہ ہوتا، مؤلف اس کا وہ شخص ہے جو اپنے وقت میں ایک ہے یعنی مولٰنا عبد السمیع، اللہ ان کا نگہبان ہو ان کی برکت اور مدد سے اور اس رسالہ میں لکھا ہے اثبات ذکر ولادت شریف حضرت حبیب رب العالمین اُن پر افضل اور اکمل سلام ہوں اور یہ ذکر ایسا ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

اکملہا وھذا ذکر لا یخفی علو شانہ و رفعۃ مکانہ تحیط رحمۃ ربنا الاعلی بمکان یتشرف الناس فیہ بھذا الذکر الشریف و تحف الملائکۃ مجلسا یتمجدون فیہ بھذا البیان المنیف و اما طریق الفاتحۃ التی ھی من الرسالۃ لاتحۃ فلیس فی استحسانہا ارتیاب اذھی لایصال الثواب الی الاموات الذین یتوقعونہ من الاقرباء والاحباب واما ما احدثہ السفہاء فیہا من الامور المنہیۃ فلا یحکم بجوازہ احد من العلماء المتبعین الشریعۃ السنیۃ فللہ در مؤلف الرسالۃ فانہ قد اختار ماھو مختار و آثر ماھو المأثور عن الجہابذۃ الاخیار ھذا والحمد لمن منہ الابتداء والیہ الانتہاء والصلوٰۃ والسلام الاتمان علی من اول المخلوقات نورہ ورحمۃ للعالمین ظہورہ۔

سہارن پور صورۃ مانسقہ وھذہ بہ مولانا المخدوم المطاع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کسی سے اس کی شان عالی مخفی نہیں اللہ کی رحمت اور اللہ کے فرشتے گھیر لیتے ہیں اس مکان کو جس میں یہ ذکر شریف ہوتا ہے اور طریق فاتحہ ایصالِ ثواب کے لیے ہے جس کی انتظاری کر رہے ہیں اموات اور جو منا ہی بعض نادان اس میں کرتے ہیں اس کو کوئی عالم جائز نہیں کہتا، مؤلفِ انوارِ ساطعہ نے خوب کیا کہ وہی اختیار کیا جو اچھے لوگوں اور پرکھنے والے ذی علموں نے اختیار کیا، اللہ ہی کو تعریف ہے کہ اُسی سے ابتدا ہے اور اُسی پر انتہا۔ اور کامل درود و سلام اُن پر جن کا نور اوّل پیدا ہوا اور تمام عالم کے لیے رحمت ہُوا۔

marfat.com

امام الفضلاء بلا نزاع الغشمشم الاعظم والغطمطم الافخم المالك الازمة حقائق المعانی والبدیع والبیان سباق الغایات فی مضمار کشف المغضلات یوم البرهان مقدام الجهابذة استاذ الاساتذة الذی زان وجوه الزمن الحاج المولوی **فیض الحسن** خصّه تعالی بحزائل منحاته وجلائل المتن: لقد وردت علی رسالة کریمة فیها مشاعل انوار ولمعات فامعنت فیها امعانا بلیغا فوجدتها کافیة وافیة والة علی حسن الاجابة وجوده الاصابة وسعة النظر فی الکتب حیث تمسك فیها باقوال العلماء الاعلام وتحریرات عمائد الاسلام والزم المنکرین بما قال به مرشدهم واٰمن به معتقدوهم والله انها قرة لعیون المخلصین وسُنخة لاعیان المنکرین والحق فی هذه المسئلة انه لاباس به وان تمسك بما قیل ما راٰه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسنٌ و منیب هذا

تقریظ جناب مولٰنا فیض الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ: پہنچا مجھ کو ایک رسالہ بزرگی والا جس میں انوار و لمعات ہیں میں نے اس کو گہری نظر سے خُوب دیکھا تو یہ پایا کہ رسالہ کافی ہے اور پُورا اثبات ہے منکرین کے خدشوں کا اچھا جواب دیا اور خُوب حق کو پہنچا اور مؤلف کی نظر بہت وسیع ہے کتابوں پر جو سند پکڑی ہے بڑے بڑے علما کے قولوں اور اسلام کے مقبولین کی تحریروں سے اور الزام دیا منکروں کو اُن کے مرشدوں اور مانے ہوئے پیشواؤں کے اقوالِ مسلّمہ سے، واللہ یہ رسالہ مخلصین کی آنکھوں کی روشنی ہے اور منکرین کی آنکھوں کو گرم کرنے والا ہے اور حق الامر یہ ہے کہ مولود شریف میں کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر (باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

القول عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فھو مندوب مستحب
ومن جاء مجلسہ فلہ ان یقوم ان قاموا و الا فلا وھکذا
یقول المولوی احمد علی المحدث المرحوم تبعاً لاستاذہ مولٰنا
محمد اسحٰق المغفور وما قیل انہ بدعۃ فھو بدعۃ حسنۃ وقد
ذکرت فی اثبات البدعۃ الحسنۃ وتخصیص کل بدعۃ ضلالۃ بحثا
طویلا فی شرحی للمشکوٰۃ ؛ کتبہ فیض الحسن السہارنپوری **قصور ضلع**
لاہور صورۃ ما رسمہ الصوفی المثبت النافی الاصولی المناظر المستدل
بقواطع الآیات وسواطع السنن المحقق المدقق المجادل بالتی ھی
احسن الفاضل الکبیر مولانا **ابو محمد عبد الرحمٰن غلام دستگیر**
سلمہ القوی القدیر مسلماً حامداً مصلیاً فقیر کے ایک دینی دوست
کرم فرما سے تحریک تقریظ لکھنے کتاب انوار ساطعہ فی بیان المولود الفاتحہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سند پکڑی جائے اس قول سے کہ جس بات کو اہلِ اسلام پسند کریں
وہ اللہ کے نزدیک پسند ہوتی ہے اور یہ روایت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے ہے تو مولود شریف مستحب ہے اور جو کوئی اس مجلس میں آوے جب سب
کھڑے ہوں وہ بھی کھڑا ہو اور اگر کوئی نہ اُٹھے تو یہ بھی نہ اُٹھے۔ مولوی احمد علی محدث
مرحوم بھی ایسا ہی کہتے تھے اور اُن کے استاد مولوی محمد اسحٰق مرحوم سے اُن کو
اسی طرح تعلیم ہوئی تھی اور یہ جو اس عمل کو بدعت کہتے ہیں مراد بدعت حسنہ ہے
اور بدعتِ حسنہ کا ثبوت میں نے شرح مشکوٰۃ میں بہت لمبے چوڑے دلائل
سے لکھا ہے۔ **تقریظ جناب مولوی غلام دستگیر صاحب سلمہٗ**
اُردو زبان میں ہے ترجمہ کی حاجت نہیں ۱۲

marfat.com

کی واقع ہُوئی اور فقیر ایک پنڈت آریہ مقیم امرتسر کے رسالہ تکذیب براہین احمدیہ کے بہتانات و ہذیانات کا جواب لکھ رہا ہے طبیعت کو اُس طرف بہت مصروفیت ہے اسی لیے اس قدر لکھ سکتا ہُوں کہ فقیر نے اخبار عربی شفاء الصدور مطبوعہ پانچویں دسمبر ۱۸۸۵ء میں جناب مولانا فیض الحسن صاحب مرحوم و مغفور سہارنپوری کی عبارت دیکھی ہے انہوں نے اس رسالہ کی عمدہ تعریف و توصیف لکھی ہے اور میرے گمان میں مولانا موصوف مرحوم اکابر علماءِ ہندوستان سے تھے اور بڑے بڑے بزرگوار صوفیہ کبار کے فیض سے فیضیاب تھے اُن کی تعریف سے اس رسالہ کا موصوف ہونا کافی ہے اور مغنی ہے فقیر جیسے بے بضاعت کی توصیف سے معہذا فقیر خود محفل مولد شریف کرتا ہے اور ایصال ثواب بارواح موتٰی مکفر سیئات سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ ابناءِ زماں سے اختلاف کو رفع فرمائے آمین یارب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ وعترتہ اجمعین فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہٗ۔

واضح ہو کہ یہ مولوی غلام دستگیر صاحب وُہ ہیں جن کی تعریف میں خود مؤلفِ "براہینِ قاطعہ" نے وقتِ اقامت ریاست بہاولپور یہ عبارت لکھی تھی:

حامی دین متین قاطع اساس المبتدعۃ والضالین
مولانا مولوی محمد عبد الرحمٰن غلام دستگیر قصوری
ادام اللہ فیوضہ الیٰ یوم الدین۔

چنانچہ یہ عبارت ضمیمہ رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ کے صفحہ ۵ میں موجود ہے کمال ناانصافی ہے کہ مؤلف "براہینِ قاطعہ" نے مضامینِ "انوار ساطعہ" سے منہ پھیرا اور اس کے تسلیم کئے ہُوئے عالمِ ربانی نے جن کو وہ خود حامیِ دین لکھتا ہے کتاب انوار ساطعہ کو حرفاً حرفاً ایسا قبول کیا کہ اس کے مسائل کا طرفدار ہو کر

marfat.com

المحمدية ؛ فالفيتها مملوة من الفوائد الخريدة الشريدة والعوائد الفريدة العريدة ؛ مؤسسة براهينها على الحق الصراح مؤيدة مضامينها بالصدق القراح ؛ لم يالُ مؤلفه العلام جهداً في اصابة الحق المبين ؛ وابانة غوائل غوايت المنكرين ؛ بها كشفتهم الكواشف ؛ وكسفت وجوهيم الكواسف ؛ وضاقت عليهم الحيل ؛ وعيّت بهم العلل ؛ ولعمري لاوجه لاصرارهم على النكير الا لداء العضال الذى عمهم فاعمى ابصارهم ؛ فاضاعوا في طمس اشعة الرحمة واشاعة مآثر معدن الرسالة اعمارهم ؛ ولم ياتوا بشئ يتعلق به الفهم السليم ؛ ويتلى به المقلاق الفهيم ؛ ولا ياتون به ولو جاؤا به من حسبهم وبستهم ويكون بعضهم لبعضهم ظهيرا ؛

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) نسل اُن کمینوں کی جو آنکھ اپنی بند کئے لیتے ہیں رتبۂ محمدیہ سے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، پایا میں نے اس رسالہ کو ایسے فوائد سے بھرا ہُوا جو لوگوں کی فہم سے چھُپے ہُوئے اور ذہن سے نکلے ہوئے ہیں اور ایسے منافع سے جو خُوبی میں یکتا اور محکم ہیں اس کی دلیلوں کی بنیاد صریح حق پر ہے اور مضمون اس کے ٹھیک پہنچے ہیں مؤلف علام نے امر حق کو پہنچنے میں اور گمراہی منکرین کے فسادات کھول دینے میں کچھ باقی نہیں رکھی اس کتاب سے اُن کے عیب کُھل گئے رُسوا ہو گئے اور بگڑ گئے انکے چہرے بدحالیوں سے اور ہو چکے ان کے سب حیلے حوالے اور تھکا دیا ان کو دلی بیماریوں نے اور قسم ہے مجھ کو اُن کی شدتِ انکار کی کوئی وجہ نہیں سوا اس کے کہ ایک سخت بیماری نے ان کو دبا لیا پھر آنکھوں کو

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

مؤلفِ براہین قاطعہ مذکور کو مع اُس کے حمائتیان علماءِ دیوبند وغیرہ واقع سن تیرہ سو چھ (۱۳۰۶ھ) ریاست بہاولپور میں شکست فاش دی جو تمام اخبارات میں چھپ کر مشہور ہو چکے۔

ریاست رامپور معروف ازاں افغاناں صورۃ مارقمہ

البحر القمقام والخر الهمهام تاج المحدثین سراج المتفقهین الادیب المصقع المتکلم النبیه العارف المحدث المفتی الفقیه جامع الشریعة والطریقة مجمع البحرین مولٰنا **محمد ارشاد حسین** صانه الله عن کل شین الحمد لله سبحانه وتعالیٰ حق حمده۔ والصلوٰة و السلام الاتمان علی خیر رسله وعبده ÷ و علی الآل والاصحاب الهُداة الی مناهج رشده ÷ وبعد فانی قد طالعت هذه العجالة النافعة والعلالة الرائعة ÷ التی یفوح منها روائح مسك الاخلاص النبوة ÷ ویطوح بها والبته اطفام الغاضین من الرتبة

تقریظ جناب مولٰنا محمد ارشاد حسین صاحب دام ارشادہٗ اللہ پاک اور بلند کو تعریف ہے اس کی شان کے لائق اور درود و سلام پوری پوری اُس کے خاص بندہ پر جو سب پیغمبروں میں بہتر ہیں اور اُن کی آل و اصحاب پر جو اس کی ہدایت کے رستے بنانے والے ہیں اُس کے بعد یہ کہتا ہُوں کہ میں نے دیکھی یہ جلدی کی لکھی ہُوئی نافع کتاب اور مختصر رسالہ تعجب دلانیوالا، مہکتی ہیں اس میں خوشبوئیں مشک اخلاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور ہلاک ہوتی ہے اس سے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

ولا یجدون لانفسھم ولو القواشراشرھم فی تشدید النکیر من اللہ سبحٰنہ معوانا ونصیرا ؛ الم یعلموا ان النکیر لھذا الامر البین رشدہ یؤل الی اساءت الادب ؛ والخوض فیہ یھلك ویخرب فللہ در مؤلفھا النقاد ؛ حیث اطاب واجاد ؛ واتی بالحق الصریح ؛ ومیز الباطل عن الصحیح ؛ جزاہ اللہ سبحٰنہ عن طالبی الحق المبین ؛ واللہ سبحٰنہ الموفق و المعین وانا العبد الراقم المحتاج الی رب النشاتین ؛ محمد ارشاد حسین عفی عنہ وعن اسلافہ فی الدارین۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اندھا کر دیا اور اسی سبب سے کھوئیں انہوں نے اپنی عمریں اس بات میں کہ مٹایا کئے شعاعیں رحمت کی اور بند کرتے رہے جا بجا ذکر ہونے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو، اور نہ لا سکے کوئی دلیل جس سے سمجھ کو کچھ علاقہ ہو اور سمجھ دار حجت طلب آدمی کی تسلی ہو جائے اور آئندہ بھی نہ لا سکیں گے اگرچہ لاویں کہیں سے ڈھونڈ کر اور ہو جاوے ایک دوسرے کا مددگار، اور یہ کتنا ہی اپنی جان کو سختی انکار میں کھپائیں لیکن اللہ پاک کی طرف سے کوئی اپنی جانوں کا مددگار نہ پائیں گے، کیا نہیں جانا انہوں نے کہ اس کھلے راست اور درست امر میں انکار کرنا بے ادبی ہے اور باتیں اس میں بنانی ان کو ہلاک اور خراب کریں گی واہ کیا اچھا مؤلف پرکھنے والا ہے جو ایسا اچھا اور عمدہ رسالہ لکھا اور حق صریح لایا اور جھوٹی کو صحیح سے جدا کر دکھایا طالبین حق کی طرف سے اللہ پاک اس کو جزائے خیر دے اور وہی توفیق دینے والا ہے اور مدد کرنے والا۔ اور میں بندہ لکھنے والا اس تحریر کا محتاج پروردگارِ عالم کی طرف محمد ارشاد حسین ہوں۔ اللہ مجھ کو اور میرے بزرگوں کو دو جہان میں عفو فرماوے۔ آمین

marfat.com

رامپور ایضاً صورۃ ماھذا بہ وشذ بہ الفاضل الخبیر الفاضل البصیر الجلیل الشہیر الجمیل الجہیر کشاف دقائق المعقول **مولانا محمد اعجاز حسین** رفع اللہ درجاتہ فی الدارین احمدک یا من جلت قدرتہ وعظمت ھیبۃ و ظھرت صنعتہ الباھرۃ وھیبتہ وجلت جلالتہ القاھرۃ ارسل رسولہ بالحق بشیرا ونذیرا و داعیا الی الحسنات قمرا منیرا وجعل انعقاد مجلس میلادہ منطوقاً لنص ورفعنا لک ذکرک ورغم انف من ترک القیام عند ذکر میلادہ صلی اللہ علیہ و سلم المثبت بنص لتعزروہ وتوقروہ والصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام الی یوم القیام وعلی صحبہ البررۃ الکرام واھل بیتہ العظام وبعد واضحائے عقیدت انتمائے ذوی الافہام عاشقین سید الانام کے ہو کہ عالم باعمل فاضل اجل قامع بدعت جامع سنت حبر محقق بحر مدقق حقائق آگاہ دقائق پناہ قدوۃ السالکین عمدۃ الکاملین زبدۃ علماء وکیع مولوی محمد عبد السمیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ نے ایک تقریر اور تحریر دلپذیر یعنی کتاب لاجواب اور صحیفہ لطیفہ انتخاب یادگار خلف وسلف مضمون فائقہ مسمی بہ انوار ساطعہ فی المولود والفاتحہ تصنیف کرکے ہر خاص وعام کو اس کے فیض سے شاد کام کیا چنانچہ ایک نسخہ اس کا پاس راقم الحروف کے پہنچا نحیف نے وہ کتاب من اولہ الی آخرہٖ بالتفصیل دیکھی واہ وا سبحان اللہ! کیا عمدہ طرز جواب اور طریقہ آداب جاری رکھا ہے اور کلمات اکابر مقتدایانِ گروہ مخالفین سے جن کی مخالفت ان پر

تقریظ مولوی اعجاز حسین صاحب اردو ہے ترجمہ کی حاجت نہیں ۱۲

marfat.com

حرام ہے جواب میں تمسک کیا ہے مصنف نے حق جواب دندان شکن کا ادا کرکے دریائے نورالانوار الساطعہ بہاکر نہر لمعات کی کھول دی اس پر بھی اگر پیاس تشنگان میدان مخالفت کی باقی رہی تو خدا حافظ ! ؎

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آب حیات تشنہ می دارد سکندر را

وللہ ورالمجیب فذاك جواب عجیب واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خاتم النبیّین واٰلہ واصحابہ اجمعین فقط وانا العبد ابوالنعمان محی الدین محمد اعجاز حسین مجددی عفی عنہ وعن والدیہ والمسلمین بحق خاتم النبیین ٭

بریلی صورۃ مارصعہ الطمطام العزیز والصلہام الکبیر مفحتم المناظرین مسکت المجادلین مروج عقائد اہل الحق والدین قالع اصول المبتدعین فرید العصر وحید الزمان **مولانا محمّد احمد رضا خان** سلمہ اللہ العزیز الرحمٰن وصان عن نوائب الزمان وخص بلطفہ ما تعاقب الملوان **انوار ساطعہ** سطعت من ستابدر الایمان ٭ واقمار لامعۃ لمعت من سیناصدر الایقان ٭ فدارت وسارت ٭ ونارت واثارت ٭ والی البر تدلت ٭ وعلی البحر تجلت ٭

تقریظ جناب مولٰنا احمد رضا خان صاحب ایمان کے چاند کی چمک سے بلند روشنیاں اٹھیں اور سینا سینہ یقین کے پہاڑ سے چمکتے ہوئے چاند روشن ہوئے پھر دورہ کیا انہوں نے اور سیر کی اور خود روشن ہوئیں اور دوسروں کو روشن کیا اور جنگل کی طرف جھکیں اور دریا پر جلوہ کیا بہت پانی کا جوش

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

فهيجت عبابا ۔ فهياءت سحابا ۔ فهنأت بقاعا ۔ جنات وفاعا ۔ وارسلت عرفا ۔ وعصفت عصفا فحملت وترا ۔ فاجرت يسرا ۔ فقسمت امرا ۔ فاقطرت قطرا ۔ فامطرت امطرا ۔ ان الحمد لله رب العالمين ۔ والصّلوٰة والسلام على سيد المرسلين ۔ محمد و آله وصحبه اجمعين ۔ رب صلاة وسلاما ۔ يعقدان دواما مجالس الاُنس فی خطائر القدس ۔ لتجيل مكانه ۔ ويقومان قياما ۔ لوعة وغراما ۔ فی مجامع الاملاك ۔ ومحافل الافلاك ۔ بتعظيم شانه ۔ وسقى الله ذو الجلال بزلال الافضال ۔ تربة من قال ؎

قليل لمدح المصطفىٰ الخط بالذهب
على فضة من خطا احسن من كتب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابھارا اور تیار کیا ابر اور خوشخبری دی قطعاتِ زمین میں باغوں اور میدانوں کو اور چلائیں ہوائیں پے در پے اور جھونکے دیے زور سے، پھر اٹھوایا اس نے بوجھ اور چلایا اس کو نرمی سے، پھر تقسیم کیا جہاں کا امر تھا تو ٹپکائیں بوندیں، پھر برسایا مینہ کہ سب تعریف اللہ کو ہے جو پالنے والا سب عالم کا ہے اور درود و سلام حضرت سید المرسلین پر کہ جن کا نام پاک محمد ہے اور ان کی سب آل و اصحاب پر اے پروردگار درود و سلام نازل فرما جن سے منعقد ہوتی ہیں پاک مقامات میں مجلسیں انس کی واسطے بزرگی رتبہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہوا کریں وہ درود و سلام سوز دلی و عشق سے مجمع ملائک اور آسمان کی محفلوں میں ساتھ تعظیم شان صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کے سُن اے نیک بخت کہ اللہ حکم

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

وان ینہض الاشراف عند سماعه ٭ قیاما صفوفا اوجثیا
علی الرکب وقلت مضمنا ٭ سواد عیون العین عین وسنا ذهب ٭
ولوح نحور الحور لاح کما یحب ٭ فان یمل جبریلؑ لقال
اولوا الادب قلیل لمدح المصطفیٰ الخط بالذهب ٭ علی فضة
من خطا احسن من کتب ؎

یقوم بحق المدح قومٌ فلانه　　تولہ وقم بالوجد قومة وآلہ
فحقٌ خضوع الوجه زعماً لکارہ　　وان ینهض الاشراف عند سماعه
قیاما صفوفا اوجثیا علی الرکب

وبعدهٗ فاستمع یا سعد ٭ ان الذی لا قبل له ولا بعد ٭ قد قضی
قبل خلق السماء وصوت الرعد ٭ ان الواجب علی کل من عبد ٭
بعد ذکر الصمد ٭ العُمد والصُمد ٭ الی المدح والحمد ٭ لاعظم
کرم ٭ واجل رحمة ٭ واجلی منة ٭ سیّد الرسل ٭ هادی
السبل وامام الکل ٭ ومکثر القل ٭ ورافع الغل ٭ ودافع
الضل ٭ امجد مولود ٭ احمد محمود ٭ واسعد مسعود ٭

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

دے چکا آسمان کے پیدا ہونے سے پہلے کہ واجب ہے ہر عبادت کرنیوالے
پر کہ یاد خدائے پاک کے بعد مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا کرے وہ
رسول جو بڑی بخشش اور بڑی نعمت اور بزرگ رحمت اور کھلی صفت ہیں پیغمبروں
کے سردار نیک رستے بتانے والے ہیں سب کے پیشوا تھوڑی چیز میں بہت
دینے والے قید کا بند اٹھا دینے والے گمراہی کو رفع کرنے والے بزرگ مولود احمد
محمود بہت نیک سعادت دیئے گئے بخشش کے مہینہ وجود کی جڑ خدا کی نعمت

marfat.com

(باقی اگلے صفحہ پر)

وجود الجود ؛ واصل الوجود ؛ نعمة الجليل ؛ ودعوة الخليل ؛
وبشر المسيح ؛ وبشر الذبيح ؛ ولغية الكليم ؛ بوادى
التكليم ؛ واكرم كريم ؛ على ربه العظيم ؛ سيدنا ومولانا
محمد النبى الامى الامين ؛ الامان الامّان الضمان الضمين ؛
صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ؛ واٰله وصحبه وبارك وعظم ؛ وقد
قال عزّمن قائل الم تر الى الذين بدلوا نعمة الله كفرا
نعمة الله محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ؛ قال ابن عباس
رضى الله تعالىٰ عنهما اخرجه البخارى فى الصحيح العَلَم ؛
وقال تعالىٰ واما بنعمة ربك فحدّث فوجب التحديث بما
من الله به على المؤمنين ؛ من وجود هذا الحبيب المكين
عليه الصّلوٰة واٰله الطيبين ؛ وقال تعالىٰ وذكرهم بايام الله

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابراہیم علیہ السلام کی دعا مسیح علیہ السلام کی بشارت اسمٰعیل علیہ السلام کی خوشی کا سبب موسیٰ علیہ السلام کی آرزو پروردگار کے نزدیک بڑے ذی عزت سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے الذین بدلوا نعمة اللہ کفرا صحیح بخاری میں ہے کہ اس آیۃ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نعمۃ اللہ محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے واما بنعمة ربك فحدث تو واجب ہوگیا ہم پر بیان کرنا اس کا کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا جو ایسی نعمت بھیج دی۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وذکرھم بایام اللہ پھر کون سا دن بڑا ہے حضرت کے یوم ولادت شریف صلی اللہ علیہ وسلم سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

القرآن لایجاوز تراقیھم ویتحدثون بالحدیث فلایکون راقیھم ؛
اصلوا اصولا ضللت المسلمین قادۃً وتبعًا ؛ وفصلوا فصولا ففرقوا
دینھم وکانوا شیعًا ؛ وکان مخرجھم نجد ؛ کما جاء بہ الوعد ؛
من صاحب المجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فھاجوا وماجوا
اوثاروا وباروا ؛ وجاروا وحاروا ؛ وعلی الحرمین المحترمین
اغاروا ؛ فالدماء سفکوا ؛ والاموال ملکوا والمؤمنین فتکوا ؛
والحرمات ھتکوا ؛ فظنوا ان اھلکوا وما ھم اھلکوا ولکن ھلکوا ؛
وعما قیل یرون ما سلکوا ؛ وکان قصاری مرامھم وقصوی مرماھم ؛
وفی الشقاق والنفاق ھم ماھم ؛ ان یمحوا اذکر من رفع اللہ
ذکرہ ؛ ویضعوا قدر من عظم اللہ قدرہ ؛ ویطفئوا نور من
اتم اللہ نورہ ؛ ویؤذوا المؤمنین احیاء واموانا ویخالفوا
الدین نقصا واثباتا ؛ فحاربوا جبارا ؛ ملکا قھارا ؛ سرا و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
اُن کے گلے سے اُوپر نہیں چڑھتا۔ اور حدیث پڑھتے ہیں پھر کچھ نفع نہیں پاتے ایسے فائدے گھڑتے ہیں جس سے سب اُن کے خادم و مخدوم گمراہ ہو گئے اور تفرقہ ڈال دیا۔ اور اصل نکلی ان کی نجد سے ہے ہوئی جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہاں سے ایسے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے سو وہ لوگ نجد سے موج مار کر نکلے اور ظلم کیا اور حرمین شریفین کو لُوٹ لیا، بہت خُون کیے۔ مومنین کو ہلاک کیا۔ اور فی الواقع وہ خود ہلاک ہوئے۔ قیامت کو پائیں گے اپنا کیا اور اُن کا اصل مقصد یہ تھا کہ بُجھا دیں اُن کے ذکر کو جس کو فرمایا حق تعالیٰ نے ورفعنا لك ذكرك اور بے تعظیمی کریں اُن کی جن کو فرمایا وتعزروہ وتوقروہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

جہارًا ؛ ولیلاً ونہارًا ؛ واصروا اصرارا ؛ واستکبروا استکبارا ؛
ومکروا بالاسلام مکرا کبارا ؛ فالانبیاء ثلبوا ؛ و الاولیاء
سلبوا ؛ والاسلام غلبوا ؛ والالحاد جلبوا ؛ وبالحملۃ کلبوا ؛
فالدین قلبوا ؛ فماذا یراد ؛ بمجلس المیلاد ؛ اوایصال الاجور
الی اوصال القبور ؛ حتی یعد انکارہ فی مفاسدھم ؛ و یذکر
بجنب مکاھم ؛ قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون ؛ وسیعلم الذین
ظلموا ای منقلب ینقلبون ؛ فلما ابادھم اللہ تعالیٰ ابادۃ ؛ وامطر
علیھم مطر الھلاک وزیادۃ ؛ حتی نزاعت ربوع نجد الدثور ؛
وتنادت بواکیھا بالویل والثبور ؛ الجأت بواقیھا الیٰ دیار
شاغرۃ ؛ عطاش الفتن بافواہ فاغرۃ ؛ ولم تدران اللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور بجھادیں اُن کا نور جن کو فرمایا واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اور ایذا پہنچائیں مسلمانوں کو خواہ وُہ زندہ ہوں یا قبر میں پڑے تو یہ لڑائی باندھی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے انبیاء کی بے ادبی اولیاء کا انکار اسلام کے خراش تراش الحاد کا سمیٹنا گویا دین ہی لُٹ گیا پھر ایک انکار مولد شریف اور فاتحہ وایصالِ ثواب کا کیا ذکر، یہ تو ان کی ادنیٰ بات ہے خدا کھوئے ان کو، اور قریب جان لیں گے ظالم کہ وُہ کس کروٹ گرتے ہیں، خلاصہ یہ کہ جب ان کو ہلاک کر دیا اور تمام نجد میں کُہرام مچ گیا تب باقی بچے ہوئے کہیں کہیں شہروں میں پھیل گئے اور یہ نہ سمجھے کہ ہر وقت اللہ کے بندے نیک ہوتے ہیں جو دین کی محافظت اور ایمان کی تقریب کرتے ہیں سو اللہ کا شکر کہ ان کے واسطے بھی اللہ تعالیٰ نے (باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

فی کل حین ؛ عباد اصالحین ؛ یذبون عن الدین و یؤکدون الیقین ؛
ویؤیدون الایمان ؛ ویشدون الایقان ؛ و للہ المنۃ ومنہ الاحسان ؛
فلم یرعہا الاجنود مجندۃ ؛ بسیوف مہندۃ ؛ من اللہ مؤیدۃ ؛
فردوا المکائد فی نحورالکائدۃ ؛ وداعوا المفاسد الیٰ نارموقدۃ ؛
تطلع منہا علی الاکباد والافئدۃ حتی التجأت کبراہا فی الجدل و
المراء ؛ الی البہت والافتراء ؛ واختراق الکتب واختلاق العلماء ؛ و
خلع ربقۃ الحیاء ؛ عن رقیۃ الریاء ؛ فیتحیرالناظر ؛ فی
زیہم الظاہر ؛ وطیہم البائر ؛ وعتیہم الخاسر ؛ وغیبہم
الخاسر ؛ وکیدہم العظیم وصیدہم العدیم ؛ فنیشد الحکیم ؛
ہ ولا ادری وسوف اخال ادری اقوام آل نجد ام نساء ؛ فمن فی
کفہ منہم خضاب ؛ کمن فی کفہ منہم لواء ؛ تظن بداہۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جھٹ ایسی فوجیں تیار کر دیں جنہوں نے اُن کے مفاسد اور مکائد سب کو آگ میں جلا دیا تب اُن کے بچے بچائے اس بات پر آئے کہ افتراء اور بہتان باندھنے لگے ان میں نئے نئے عالم بن گئے اور باتیں گھڑ گھڑ کے نئی باتیں خلاف جدال اہل سنّت میں بنانے لگے، شرم ذرہ بھر پاس نہیں، دلیلوں سے بالکل بیچارے اور تھکے ہُوئے لیکن بے وقوفوں کے بہکانے اور پھسلانے پر تیار مغالطہ دینے والے بڑے مکار۔ میں نہیں جانتا کہ یہ نجدی مرد ہیں یا عورت ہیں جس کے ہاتھ میں مہندی لگی ہوئی ہے اور جس کے ہاتھ میں نیزہ ہے دونوں برابر ہیں اگر تم کسی کو

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

فیهم رشیدا ؛ وان تأمل فرشدهم هباء ؛ فما فیهم رشید
الصدق الا ؛ رضیع او تبیع او غذاء ؛ فما معنی تجادرهم ولکن
؛ عسی الحنان یهدی من یشاء ؛ مذ اوان من اولئك الجنود ؛
مهلکی العنود ؛ فی الزمان الموجود ؛ اخانا فی الله ؛ ذو الفضل و
الجاه ؛ والقدر الرفیع ؛ والفجر البدیع ؛ والعلم الوسیع ؛ والحکم
الوکیع والجد المنیع والمجد السنیع مولانا المولوی **محمد**
عبد السمیع صین عن کل شنیع ؛ وفزع وفظیع ؛ کل
مساء وسطیع ؛ فانی وقفت علی بعض ماله من اطالب الکلام ؛
فوجدت جُلّة **دافع الاوهام وراحت القلوب** بنهج
محبوب وانوار ساطعة وحجج قاطعة فالله یجزیه الجزاء
الحسن بمنح المغ السحن ؛ والحمد لله فی السر والعلن ؛ و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اُن میں بنظرِ ظاہر رشید خیال کرو تو بعد تامل معلوم ہوتا ہے کہ اس کا رشد بالکل نیست و نابود ہے غرض کہ کوئی ان میں رشید سچا نہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کرے۔ الحاصل وُہ فوجیں جنہوں نے منکرین کو ٹھکانے لگایا ان میں سے اس زمانہ میں ایک ہمارے دینی بھائی ہیں بزرگی اور مرتبہ والے، صاحبِ عقلِ محکم وعلمِ وسیع مولوی محمد عبدالسمیع، اللہ ان کو بچائیو ہر شنیع سے، میں نے دیکھے اُن کے پاکیزہ کلام مثل دافع الاوہام رحمۃ القلوب وانوار ساطعہ، اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے، اور شکر کرتا ہوں اللہ کا ظاہر اور باطن میں، اور درود وسلام ہو جیو

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

الصلوٰۃ والسلام علی السیدا لامن ؛ وآلہٖ وصحبہ محاۃ الفتن ؛ و حماۃ السنن وھداۃ السنن ؛ ماطلع سہیل من الیمن ؛ قالہ بفمہ ؛ ورقمہ بقلمہ ؛ عبد الفقیر الذلیل الحقیر عبد المصفیٰ **احمد رضا** المحمدی السنی ؛ الحنفی القادری ؛ البرکاتی البریلوی ؛ غفر اللہ لہ وحقق واصلح عملہ ؛ وفی الصلحاء بعثہ ؛ اٰمین ؛

بدایوں صورۃ ماتزینہ نبراس المؤمنین منور الاسلام والدین کاشف الظلام کالبدر التمام داعی الانام الی سبل السلام الزاھد المتورع العابد المتبرع جامع العلوم العقلیۃ والنقلیۃ کاشف المکنونات الخفیۃ الحاج المولوی **عبد القادر** لازال بالمعالی والمفاخر ؛ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم رسائل راحت القلوب و دافع الاوہام وانوار ساطعہ وغیرہا مؤلفات حضرت بابرکت عاشق اذکار جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحامیِ دین قویم وصراطِ مستقیم حاجی الحرمین الشریفین فاضل نامی متورع گرامی مولانا محمد عبد السمیع صاحب زاد برکاتہم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جمیع آل واصحاب پر جب تک سہیل تارہ یمن میں چمکتا رہے ، یہ اپنے منہ سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا اللہ کے بندہ فقیر ذلیل و حقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی نے اللہ اس کو بخشے مراد کو پہنچاوے اور قیامت کو صلحائے امت میں اٹھاوے ۔

آمین !

marfat.com

کہ ہم در فضائل وکمالات جناب حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تالیف فرمودہ اند وہم در دفع اوہام منکرین مجالس اذکار شریفہ و دیگر امور مثوبات لطیفہ تصنیف نمودہ مطابق وموافق تحقیقات جمہور محققین از فقہاء و محدثین اند منکران کہ براہ خدیعت وخیانت کہ شعار طوائف اہلِ ضلالت ست طعن و تشنیع جاہلانہ می نمایند عوام اہل اسلام بر آں گوش ندہند وسعادت اتباع جمہور ائمہ دین را زدست ندہند حق سبحانہ، مؤلف ممدوح برکات دارین عطا فرماید وخاتمہ فقیر وحملہ اہلِ اسلام بخیر نماید آمین حررہ الفقیر احقر الطلبہ عبد القادر عفی عنہ۔

بمبئی صورة ما افادہ القلهد الکبیر والغطمطم العزیز محقق العلوم العقلیة مدقق الفنون النقلیة الشیخ الاجل الاجل الحیدر الاوحد الاکمل الصوفی ما لمضفی آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولانا الحاج المولوی **عبید اللہ** الحنفی القادری البدایونی المدرس الاعلیٰ للمدرسة المحمدیة الواقعة فی بلدة بمبئی خصہ اللہ دائما بفیضہ الجلی والخفی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد لمنیر انار الحق لاھلہ فغدت انوارہ علی منار الھدی ساطعة ، ومنور نور الصدق بتنویر ابصار اولی الابصار فاصبحت مصابیحہ من مشکوٰة صدورھم

تقریظ جناب مولوی محمد عبید اللہ صاحب سب تعریف اس کو ہے جس نے حق والوں کے لیے حق روشن کیا تو بلند ہو گئیں اس کی روشنیاں ہدایت کے مینار پر اور روشن کیا صدق کو ساتھ روشن کرنے آنکھوں اہل بصیرت کے تو راستی کے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

لامعة ؛ والصلوٰة والسلام علیٰ سیّدنا محمد مفتاح خزائن العلوم
الذی اشارا ته لکنوز الحقائق فاتحة ؛ ومصباح وفائن الفہوم
الذی تری الافہام بلمعاته دقائق المعانی علیٰ صفحات البیان
لائحة ؛ وعلیٰ اله واصحابه الذین بذلوا مہجہم الکریمة
لبہیج الدین فتبا ہجت روضة متمنة بالغة ؛ دریت بمساعیہم
الجمیلة شقائق الحقائق فزاہا تزہو علی ربا الاسلام رائقمة
رائعة ؛ اما بعد فانی قد تشرفت بمطالعة ہذه الصحیفة
الشریفة ؛ وسرحت نظری فی مضامینہا العجیبة اللطیفة ؛
فوجد تہا باللہ کاسمہا انوارساطعة ؛ ورأیت نجوم الہدٰی
من بین اسطارہا طالعة ؛ تہدی الی الحق لکل ضالة غویة ؛
وتہدی الصواب الی کل ذی فطرة سویة ؛ مامن مسئلة
الاوترکتہا واضحة جلیلة ؛ ولامن معنی الاوکشفة ببیانه

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

چراغ اُن کے سینوں میں چمکنے لگے اور درود وسلام ہمارے سردار محمد پر جو علموں کی
کنجی ہیں ایسی کنجی جس کے اشاروں میں حقیقتوں کے خزانے کھلتے ہیں اور ایسے
چراغ ہیں جن کی روشنی میں معانی کے دقائق صاف نظر آتے ہیں اور آپ کی
آل واصحاب پر جنہوں نے اپنی جانیں کھپائیں دین کی رونق میں تو خوب رونق پر
آیا اس کا نگارین باغ پھلا ہوا اور پھولا ان کی سعی سے گل حقائق کا۔ تو دیکھے اُن
کو اسلام کے بلند مکانوں پر خوشنما پھول کھلے ہوئے اس کے بعد کہتا ہوں
کہ میں مشرف ہوا اُس صحیفہ شریفہ کے مطالعہ سے، اور چھوڑ دیا میں نے اپنی نظر کو

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

الحلی حللا سند سینۃ ؛ جمعت من المطالب رعی اللہ منشہا کواکب دریہ ؛ ونظمت من المآرب حمی اللہ موشیہا جواہر مضئیہ ؛ تہدلت افنانہا بفنون الفوائد وترنحت اغصانہا بعیون العوائد ؛ تقر بہجتہا النواظر ؛ وتسر ینزہتہا الخواطر کیف لا وہی روضۃ رضیۃ مزہرۃ بازہار التحقیق ؛ وحدیقۃ ندیۃ منورۃ بانوار التدقیق ؛ طوبی لواردہا موردا ہینا ؛ وبشری لناظرہا منظرا سینا ؛ فما لہولاء القوم عنہا راغبون ؛ ویمرون علیہا وہم عنہا معرضون ؛ وقد حق لہا ان تترنم علی قصباتہا بالقبول ؛ عنادل فہوم الفحول وبلابل العقول ؛ جزی اللہ ممہدہا جزاء موفورا ؛ وجعل سعی منضدہا سعیا مشکورا ؛ حررہ واملاہ ؛ العبد الاواہ ؛ الراجی رحمۃ مولاہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اُس کے مضامین لطیفہ کی سیر میں اللہ کی قسم میں نے اس کو ویسا ہی پایا جیسا اس کا نام ہے انوار ساطعہ، میں نے اس کی سطروں میں ہدایت کے تارے چمکتے دیکھے، ہر بھٹکتے کو اس سے راہ ملتی ہے، ہر اچھی سمجھ والا اس سے راہِ صواب پاتا ہے ہر مسئلہ کا شافی بیان ہے اور ہر معنی کو شیریں بیانی سے خلعت زیبا پہنایا، اس کتاب میں کیا چمکتے ستارے جمع ہیں اللہ اس کے مصنف کا نگہبان ہے اور کیا جواہر آبدار پروئے ہوئے ہیں اللہ اس کے سجانے والے کی حمایت کرے نیچے جُھک گئیں ٹہنیاں اُس کی گراں باری کثرت فوائد سے، اور لچکنے لگیں شاخیں اُس کی عمدہ منافع کے بوجھ سے، آنکھیں روشن ہوتی ہیں اس کی رونق جمال سے،

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

عبید اللہ ؛ عفا عنہ ما جناہ ؛ وحماہ بحماہ ؛ عما لا یرضاہ ؛ وسلکہ فیما یحبہ ویرضاہ ؛

بمبئی ایضاً صورۃ ما قرظہ العابد الزاہد المرتاض العارف المرشد الفیاض ہادی السالکین مرشد الناسکین المولوی الصوفی السید عماد الدین الرفاعی النزیل بمحلۃ بھندی بازار اجری اللہ فیوضہ الباقیۃ الصالحۃ الی یوم القرار ؛ الحمد للہ الذی بعث رسولا فی الامیین ؛ وفضلہ علی الانبیاء والمرسلین ؛ وجعل

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور دل خوش ہوتے ہیں اس کی خوبی سے اور کیوں نہ ہوں کہ وہ ایک باغ ہے جس میں تحقیق کی کلیاں لگی ہیں اور تدقیق کے پھول کھلے ہیں خوشخبری ہے اس کو جو اس باغ میں آئے اور نظارہ کا مزہ پائے۔ نہیں معلوم کیا ہوا اس قوم کو جو اس سے بے رغبت ہیں اور چلتے ہوئے اس سے کتراتے ہیں اور یہ اس قابل ہے کہ عقل کی بلبلیں اس کی ٹہنیوں پر چہچہا کریں، اللہ اس کے آراستہ کرنے والے کو جزائے خیر دے اور سعی کو مشکور فرمائے لکھا اس تقریر کو امیدوار رحمت اور بندہ اواہ عبید اللہ نے اللہ اسکی خطا معاف فرمائے اور مرضیات سے بچائے اور اپنی پیاری مرضیات کے راستہ پر چلائے۔

تقریظ مولوی سید عماد الدین صاحب رفاعی، اللہ کا شکر ہے جس نے اَن پڑھوں میں رسول بھیجا اور اس کو سب پیغمبروں پر بندگی بخشی اور ان کے میلاد کو تمام عالم کے لیے رحمت کیا، اور نازل فرمائی اس نے فاتحہ شفا دینے والی مومنین کی اور درود وسلام پورے پورے ہمارے سردار محمد شفیع المذنبین پر

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

میلادہ رحمۃ للعالمین ۔ وانزل الفاتحۃ شافیۃ للمؤمنین ۔
والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سیدنا محمد شفیع المذنبین ۔
و اٰلہ الطیبین ۔ و اصحابہ المہتدین اجمعین ۔ امّا بعد
فرایت الرسالۃ النافعۃ **الانوار الساطعۃ فی بیان المیلاد والفاتحۃ** التی الفہا الفاضل الاجل المنیع ۔
المولوی محمد عبد السمیع ۔ سلّمہ اللہ تعالیٰ و جزاہ خیر الجزاء
فوجدتہا مشتملۃ علی الادلۃ القویۃ والروایات الصحیحۃ الفقہیۃ
جعل اللہ سعیہ مشکورا ۔ ونفع بہ المسلمین موفورا ۔ ومن
انکر الفاتحۃ و مجلس المیلاد فہو من المتوہبین المضلین ۔
تاب علیہم خیر التوابین ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب
العٰلمین ۔ کتبہ العبد المسکین السید عماد الدین الرفاعی کان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور سب آل پاک اور اصحاب ہدایت پائے ہوؤں پر، اس کے بعد کہتا ہوں کہ
میں نے رسالہ نادر انوار ساطعہ دیکھا جس کو بڑے فاضل مولوی عبد السمیع نے
تالیف کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سلامت رکھے اور اچھی جزا عنایت کرے، پایا
میں نے اس کو شامل قوی دلیلوں پر اور صحیح فقہ کی روایتوں پر، اللہ تعالیٰ اس
سعی کو مشکور فرمائے اور مسلمانوں کو بہت نفع دے اور جو کوئی انکار کرے فاتحہ
اور مجلس میلاد شریف کا وہ فرقہ وہابی اور گمراہوں میں سے ہے اللہ ان کو توبہ نصیب
کرے۔ اب ہم آخر میں پڑھتے ہیں الحمد للہ رب العٰلمین۔ لکھا اس کو بندۂ مسکین
سید عماد الدین رفاعی نے، خدا اس کا ہو جائیو جیسا کہ اس کے بزرگوں کا ہوا تھا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

اللہ لہ کما کان لاسلافہ ؛ وعفا عنہ وعن والدیہ واخلافہ

"حیدر آباد دکن" صورتہ ما رقمہ المنطیق الکتیس الخبیر النحریر الجھیذۃ البصیر الناظم الناثر المنشئ الادیب الفلسفی الحکیم الطبیب کثیر التالیف جید التصنیف مولانا وکیل احمد نائب صوبہ شرقی دکن صانہ اللہ ذو المنن عن نوائب الزمن وحوادث الفتن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ستائش مر شارعی راکہ شارع عام شریعت را از خاشاکِ بدعت وہوا پاک رفتہ ؛ تا در فضائے این گلستان ہمیشہ بہار ہزاران گلِ ہدایت در شگفتہ ؛ دنیالیش مر مفتی راکہ قانونِ اسلام را در کشورستان قلوب اہلِ ایمان رائج فرمودہ ؛ واز میامن فیوض این معنی ابواب تحقیق کمالات بر خواطر آل واصحاب برکشودہ ؛ اما بعد بندۂ درگاہِ احد وکیل احمد سکندر پوری مولداً والحنفی مذہبًا والنقشبندی مشربًا می گوید کہ بر ضمیر منیر اشراقات تنویر اربابِ فضل وہنر محتجب نخواہد بود کہ از تکاثم ظلام بدعت و ہوائے آفتابِ ہدایت را آنقدر تاریک نساختہ کہ طیرانے ذرات حقائق را ببال افشانی از پا در نیاردو خاشاک افشانی صرصر این وادی چنداں بر طرق اسلام خس خاشاک نیفشاندہ کہ سالک مسالک شریعت را پا بسنگ در نیابد ؛ روز افزونی قدر ارج این سنگریزہا کساد بازاری متاع جوہر تحقیق ؛ ووسوسہ انگیزی خیالات این موسوسان بر ہمزنی خانمان تصدیق ؛ چہ روزگار عبرت انگیز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور معاف کیجئو تقصیر اس کی اور اس کے ماں باپ اور پیچھے آنے والوں کی۔

تقریظ جناب مولوی وکیل احمد صاحب فارسی ہے ترجمہ کی حاجت نہیں۔

است کہ حکمت وران در ضلالت افتادہ اند ؛ وچہ زمانہ حسرت خیز است کہ جہالت
پروران در ابحاث متین حکمت آمادہ ۔ حرفے نخواندہ اند و بدعوی تحقیق رسیدہ اند ؛
معنی نذر نیافتہ اند و بدم کہنہ تلاشی مضمون آشنا گردیدہ ؛ معانی کہ بضابطہ
شریعت نبوی وفاق دارند ؛ بہ ابتداع آں قائل اند ؛ وامور یکہ در تحت من سن
سنۃ حسنۃ داخل اند بتحریم آں مائل اند ۔ کو ہمتی کہ در مسالک ایں وادی سلوک
ورزد کجا زہرہ کہ از پائے مخائل وادہام غابات ایں فیافی را در نورزد ؛ بحمد اللہ
وبمنہ مصنف ایں انوار ساطعہ چہ سحر بردہ ؛ وچہ اعجاز ومی بہ پایۂ بیان در آوردہ ۔
کہ از سطوع انوارش بر دیدہ بے بصران حکم خفاشش درست آمد ؛ واز لموع
لمعاتش آب در چشمۂ آفتاب می لرزد ؛ الحق نور را با ظلمت تضادے تمام متحقق
بود کہ چوں تنویرات شعشعانیٔ آفتاب از مشرق نہایت پرتو انگیزاں گردد ؛
زلف لیلائے لیل را چہ یارا کہ باختراق بازی جمراتش بال کشاید مرغان اسولہ
معترضان در چنگال اجوبۂ ایں رسالہ صید بازی شہباز و فرو جگان نمودند ؛
وقامت اعتراض مانند خار و سر نکشیدہ کہ جلادان توقیع از شمشیر اشارت
فرقش را نہ بریدند ؛ از گلچینیش خار و خاشاک بدعات بریدہ شد واز لفیفارت
فرمایش گلشن کدۂ ہدایت شگفتہ ؛ نخل فقاہت از ریشہ دوانی معانیش
در عسل جوشی اجتہاد ؛ وگلبن شریعت از بہار افروزی نسیم کلامش در عطر ریزی
ریاض اعتقاد ؛ از افتاح فاتحہ کلامش معنی فتوحات حاصل ؛ واز نور باری
یواقیت اسرارش دیدہ کور سواد ان عاطل ؛ عیسے دمے مسائل باریکش
مستعد احیائے علوم ؛ وگنج کاوی سینہ الہام زائش کفل کشائے مجازن
فہوم اشعۂ لمعاتش سرمہ بنز سواد دیدۂ انوار ؛ معارف فیوضاتش منور
قلوب اسرار ؛ توضیح عبارتش تنقیح فرمائے تلویح معانی، ومنارات معانی

marfat.com

مطالبش نور الانوار مواطن روحانی در مختار معاقد بے بہاست ؛ محیط و مدعا
ست ؛ کشاف طینتی بیتانش در مختصر بیانی الفاظ مطول فروش دکان مضمون :
فتوح غیب عساکر معانیش در ملک گیر طبل نوید گوئی افواج معانی موزوں ؛ چوں
تمدیح نثاری ایں سترگ در پاس مقام اطناب سر فرود دارد اولی آنکہ بدیں
مدعا اختتام توصیف کنیم ؛ ع

قبولِ خاطر اہلِ ہدیٰ باد فقط

احمد آباد گجرات صورۃ ماسطرہ النحر الفہامۃ و
البحر العلامۃ واقف اسرار المعقول والمنقول کاشف استار
الفروع والاصول دامغ جیش الاباطیل مشقت شمل المخاذیل
المدعو بمولوی نذیر احمد خان الرامپوری المدرس فی
بلدۃ احمد آباد ابقاہ اللہ بالصدق والسداد والہدایۃ والرشاد۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للخالق الذی خلق نور نبیہ
اول جمیع المخلوقات فجعل منہ الانبیاء والصدیقین و
الشہداء وسائر المکنونات وارسلہ آخر کل النبیین رحمۃ للعالمین
وسخر لہ الملک والملکوت والارضین والسمٰوٰت وافضل الصلوٰۃ

تقریظ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب سب تعریف اس کو
جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا سب سے پہلے، پھر بنائے اس سے
انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور سب مکنونات ، اور بھیجا حضرت کو پیغمبروں سے
پیچھے رحمت سب عالم کے واسطے ، اور ان کے تابع کر دیے سب اجسام و
ارواح اور زمین اور آسمان ، اور سب سے افضل (باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

والتحیات علیٰ خیر الانام الذی من علینا ببعثته العزیز العلام
بقوله فی کتاب المنزل المکرم الذی هو اقوم البینات واروم المعجزات
وامر فیه بتحدیث النعمة وایة نعمة تساوی ولادته فذکرها
انفرادًا واجتماعًا بهیئة الاحترام والاکرام کیف لایکون من الحسنات
والعبادات وآله واصحابه الذین غزروه ووقروه بافئدتهم وجوارهم
فبغلوا فی الدرجات الی اقصی الغایات ومن بعدهم من محققی
الفضلاء البطول والکملة الفحول اتفقوا علی ممر الاعصار فی
الامصار علی احتفال ذکر ولادته واستحسنوا القیام عنده علی
الاقدام فنالوا البرکات المتوالیات **امّا بعد** فانی طالعت هذا
الکتاب اعنی الانوار ساطعة فی بیان المولود والفاتحة للعالم الافضل
والفاضل الابجل التحریر الرفیع والبحر المنیع المولوی
عبد السمیع اطال الله بقاءه ورزقنا وایاه لقاءه ورضاءه وجزاه
الله عنّی وعن جمیع المؤمنین الصالحین خیرا وکفاه الله اعداءه

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) درود اور تحیت نازل ہو جو حضرت خیر الانام پر جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان ظاہر کیا کہ اور بھیجدیا ایسا رسول اور حکم دیا ہم کو کہ نعمت بیان کرو اور کون سی نعمت حضرت کی ولادت شریف کے برابر ہے تو ذکر کرنا اُس کا تنہا یا جماعت میں باادب کیونکر حسنات وعبادات میں نہ ہوگا اور درود وتحیت ہو آپ کے آل واصحاب پر بھی جنہوں نے آپ کی تعظیم وتوقیر اپنی جان جسم سے ادا کی تو پہنچے وہ بڑے درجوں کو اور ان سے پیچھے بڑے بڑے فضلاء کاملین سدا اتفاق کرتے رہے تمام شہروں میں استحسان محفل مولد وقیام پر تو پہنچے (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

وحساده ضيرا فوجدته منور لقلوب المحبين سيد المرسلين
ودليلا قاطعاً لاثبات الفاتحة وميلاد خاتم النبيين و برهانا
ساطعا لاثباتهما على المنكرين المتبعين غير سبيل المؤمنين فلا
يختفى ضياءه الاعلى العنيد الغوى الذى مقلته عمياء والاعمى
الغبى الذى لا يرى شعاع الذكاء فى وسط السماء قال المتنبى
فى الذى هو كذلك عاذرا له لما هنالك ؎

ولو خفيت على الغبى فعاذر

ان لا ترانى مقلة عمياء

فجدير للمؤلف اللوذعى فى مقابلة مثل هذا اهل العمى والغى
النبى ان يسلك مسلك الشاعر الماهر المتنبى وارجو من الله

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وہ برکات کو پے در پے اس کے بعد مطلب یہ ہے کہ میں نے دیکھی کتاب انوار ساطعہ تصنیف بڑے عالم وفاضل یعنی مولوی عبدالسمیع کی، اللہ اس کو قائم رکھے اور ہم کو اور اوروں کو اپنا دیدار اور اپنی رضا نصیب کرے، اور میری طرف اور جمیع مومنین صالحین کی طرف سے ان کو جزائے خیر عنایت فرماوے اور سب دشمنوں اور بدراہوں کے ضرر سے بچاوے، پایا میں نے اس کتاب کو ایسا کہ محبین رسول کے دلوں میں نور پیدا کرتی ہے اور فاتحہ ومیلاد کے ثبوت پر دلیل قاطعہ اور برہان ساطعہ ہے اس کی روشنی کسی سے مخفی نہیں وہاں وہ دشمن کجرو جس کی آنکھ اندھی ہے آسمان میں سورج بھی اس کو نظر نہیں آتا۔ شاعر متنبی نے کہا ہے کہ اگر میں کسی کند ذہن کے ادراک میں آیا تو اس کو معذور سمجھنا چاہیے کیونکہ مجھ کو اندھی آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ پس مؤلف انوار ساطعہ کو بھی یہی چاہیے کہ اپنے وقت کے

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

جل برهانه وعظم شانه ان لاینکر مضامین هذا الکتاب احد من العاقلین المنصفین المتادبین وان کان من قبله لقلة التدبر والنظر علی الکتب من المنکرین لان المؤلف القمقام النحریر الفهام اوضحها ایضا لایاتیه الانکار واظهرها اظهار الشمس بل والشرق والغرب فی نصف النهار واقام البینة علیها فصارت عند الاتردحام کالجبال الرایسة ، وتصدی لدفع الاعتراضات التی تقولها اهل البدعات السیئات فاجاب عنها باجوبة مرضیة شافیة فلا یسع لمن له قلب سلیم الا التسلیم بالتکریم واما الذین اشرب فی قلوبهم حب المکابرة والمعاندة وکان وابهم العداوة والمضادة ووید نتهم عن الحق الاستکبار وعن الهدایة الاستنکار فلا عجب ان یتنفروا عن مثل هذا التحریر الازهر ویستدبروا عن هذا التقریر الاظهر والاطهر الاتری ان لایشم فاقد الشامة

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اندھوں کو جو قدر نہیں پہچانتے معذور سمجھے اور امید یہ ہے کوئی عاقل با انصاف اگرچہ وہ پہلے قلت اطلاع دلائل کے سبب منکر ہی ہو اب انکار نہ کرے گا اس واسطے کہ مؤلف نے سورج کی طرح دلائل کو روشن کر دکھایا اور منکرین کے اعتراضات کو جوابات شافیہ سے رد کیا اب کسی صاحبِ قلم کو گنجائش نہیں کہ انکار کر سکے ہاں جن کے دلوں میں بس گیا جھگڑا اور عناد اور قبول حق سے غرور اور انکار کچھ عجب نہیں جو نفرت کرنے لگیں اس روشن اور پاکیزہ تقریر سے کیا ہم نہیں دیکھتے کہ جس کی قوتِ شامہ نہیں ہوتی وہ مشک از فرکی (باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

المسك الاذفر ولم يومن باعجاز انشقاق القمر معاند الاكبر
فمن ضاهاه وتشابه قلبه كيف يتخلف عنه وضوح هذا
الاثر وانكان احدهما الاصغر من الاٰخر اللهم احفظنا بلطفك
القديم وفضلك العميم عن مثل هذه الصنيعة الشنيعة واغفر لنا كل
الخطايا والذنوب بذريعة حبيبك خير البرية صلى الله عليه
وسلم وارزقنا خلة خليلك الكاملة وامتنا على الخاتمة الحسنة
واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله علىٰ خير
خلقه محمد واٰله واصحابه اجمعين قررہ باللسان وحررہ بالبنان
المفتقر الى ربه القدير محمد نذير المعروف بنذير احمد خان
عفا الله تعالىٰ عنه وعن والديه جم الخطاء والعصيان۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

خوشبو بھی نہیں پاتا اور اس بڑے منکر نے شق القمر کا معجزہ بھی نہ مانا، یا اللہ!
ہم کو اپنے فضل سے بچائیو منکرین کی ایسی حرکت بد سے، اور بخشیو ہماری خطائیں
اور گناہ صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور ہم کو محبت ان کی نصیب کیجیو
اور خاتمہ ہمارا بالخیر اور آخر پکار ہماری یہ ہے کہ الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ
علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اپنی زبان سے یہ تقریر کی
اور انگلیوں سے لکھی محمد نذیر المعروف نذیر احمد خاں نے
اللہ تعالےٰ سب خطا اور گناہ معاف کرے اس کے اور اس کے
ماں باپ کے، آمین!

marfat.com

غازی پور صورة ماحررہ شافح المکان باذخ الشان العالم الجلیل والفاضل النبیل الشریف النجیب زکی المنابت طاهر الاعراس اللطیف النظیف جمیل الشمائل طیب الانفاس کنز المکارم معدن الحسنات مولانا **محمّد ابو البرکات** لازال بالخیر والفیض والافادات ۔ المنة لله الفتاح المنان ۔ الذی زین بالفاتحة القرآن ۔ وهو نور الانوار الساطعة ورب الاقمار الطالعة السمیع العلیم ۔ الخبیر المنعم القدیم ۔ والصلوٰة علی من هو اکرم اولاد آدم ۔ وافصح مصاقع العالم ۔ انه خاتم المرسلین ۔ مولده رحمة للعالمین وعلیٰ اله الاصفیاء الواصلین ۔ وعلیٰ اصحابه الاتقیاء الکاملین ۔ اما بعد فیقول العبد المفتقر الراجی رحمة رب البریات ۔ محمدن المدعو بابی البرکات ۔ غفر الله له ذنوبه والسیئات ۔ ابن فخر العلماء صدر الفضلاء ۔ بدر الفقهاء قمر الکملاء ۔ سند الواعظین المحدثین ۔ ناصر المسلمین ۔ مولانا الاعظم ۔ مقتدانا الاکرم بحر المعانی ۔

تقریظ جناب مولوی ابو البرکات صاحب غازی پوری خدائے فتاح منان کو احسان جس نے آراستہ کیا فاتحہ سے قرآن کو کہ اللہ ہی انوارِ ساطعہ کا نور ہے اور طلوع کرنے والی قمروں کا پروردگار ماننے والا جاننے والا خبر رکھنے والا نعمت دینے والا ہمیشہ کا رہنے والا' اور درود ہو اُس پر جو آدم علیہ السلام کی اولاد میں زیادہ بزرگ ہے اور جہاں کے لوگوں کے واسطے فصیحوں میں زیادہ فصیح بے شک وہ خاتم المرسلین ہے اور اس کا (باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

الملقب بالجنید الثانی ؛ لقبہ فی اسانیدہ للاحادیث والتصوف
الامام الہمام حضرت مولانا عبد الحق محدث کانفوری عم
فیضہ ذو المجد ذو العز والجاہ مولانا الحاج محمد امانت اللہ ؛
الحنفی الفصیحی لازال بابہ ملاذ الحنفاء الاشراف وجنابہ مرجعا
للشرفاء الاحناف ان افضل السعادات الابدیۃ واکمل البرکات
الصمدیۃ واقدم الفیوضات الرحمانیۃ واکرم الکرامات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پیدا ہونا رحمت ہے جہان کے لوگوں کے واسطے، اور اس کی آل پر جو خاص دوست خدا رسیدہ ہیں، اور اس کے یاروں پر جو پرہیزگار کاملین ہیں۔ اس کے بعد کہتا ہے بندۂ محتاج، مخلوقات کے پروردگار کی رحمت کا امیدوار محمد ابوالبرکات، بخشے اللہ اس کے گناہ اور برائیاں، جو بیٹا ہے عالموں کے فخر فاضلوں کے صدر فقیہوں کے بدر کاملوں کے قمر، حدیث جاننے والے واعظوں کے سند، مسلمانوں کے مددگار، ہمارے بہت بڑے بزرگ، نہایت اچھے پیشوا، دریائے معانی جن کا لقب جنید ثانی ہے ان کا یہ لقب رکھا ہے ان کی حدیثوں کی سندوں میں اور تصوف میں بڑے پیشوا حضرت مولانا عبد الحق محدث کانپوری عم فیضہ، نے بزرگی اور عزت اور مرتبہ والے مولانا امانت اللہ حنفی فصیحی غازیپوری ہمیشہ رہے ان کا دروازہ اشراف حنفاء کی جائے پناہ، بیشک ابدی سعادتوں میں افضل اور صمدی برکتوں میں اکمل اور رحمانی فیضوں میں اقدم اور سبحانی کرامتوں میں اکرم اس نبی کا ذکر ہے جو نبیوں میں بہتر ہے روشن شریعت والا واضح طریقہ کا مالک یعنی

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

السبحانیۃ ذکرا فضل الانبیاء صاحب الشریعۃ الغراء مالک الطریقۃ الزہراء من فضائلہ الجلیلۃ ومحاسنہ النبیلۃ وظہور البرکات والکرامات عند ولادتہ الشریفۃ ومعجزاتہ وآیاتہ النظیفۃ و طوبیٰ لمن صنف فیہ واجاد وہدی الناس طریق الحق و سُبل الرشاد وان ہو الا المولیٰ الکامل فخر الاماثل فی الفروع والاصول وصدر الافاضل فی المعقول والمنقول علیم باسرار الاحادیث النبویۃ خبیرٌ بدقائق المواعظ المصطفیۃ ضابطۃ الاحکام الشرعیۃ جامع النکات الاصلیۃ والفرعیۃ فاتح المغلقات النقلیۃ کاشف المشکلات العقلیۃ مشکوٰۃ مصابیح البلاغۃ ضیاء مشارق الفصاحۃ والبراعۃ سند الاعالی مستند ارباب المعالی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بیان کرنا اُس کے بڑے فضائل اور بزرگ خوبیوں کا اور برکتوں اور کرامتوں کے ظاہر ہونے کا ولادت شریف کے وقت اور اس کے معجزوں اور اس کی پاک نشانیوں کا، تو آفرین ہو اس کو جس نے اس باب میں تصنیف کیا اور خوب بنایا اور لوگوں کو حق کے طریق اور سنّت روی کی راہ پر پہنچایا اور وہ نہیں مگر بزرگ کامل، ہمسروں کا فخر، فروع اور اصول اور افضل لوگوں کا صدر معقول اور منقول میں احادیث نبویہ کے اسرار سے واقف، مصطفائی نصیحتوں کی باریکیوں سے خبردار، شرعی احکام کا ضبط کرنے والا، اصلی اور فرعی نکتوں کا جامع، نقلی پیچیدگیوں کا کھولنے والا، عقلی مشکلوں کا حل کرنے والا، بلاغت کے چراغوں کا طاق، فصاحت اور قابلیت کے شرقوں کی روشنی (باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

ذوالمقام الرفیع المنیع المولوی محمد عبد السمیع فانه قد اورد
کلها فی رسالته اللامعة المسمّاة بالانوار ساطعة لله درہ حیث
سعی فی اسعاف مرام المتصوفین المقلدین واهتم فی رد شبهات
المنکرین الضالین واتی مایناسبه المقام باقوال العلماء الکرام وقدماء
الاعلام بحیث لم یسمعها الآذان ولم یرها عیون الدهور والازمان
فوالله لقد انبطت القلوب بمطالعتها ونورت العیون بمعانیتها
الفاظها بدور بازغة جملها شموس طالعة سطورها انهار التحقیق
جداولها بحار التدقیق فیا جماعة الناظرین الطالبین الصادقین
ان استطعتم ان تنفعوا بها فشمروا عن ساق الجد واشتروها فانها
خیر لکم ان کنتم تعلمون ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اعلیٰ لوگوں کے سند بزرگوں کا مستند بلند مضبوط مقام والا
مولوی عبدالسمیع اس لیے کہ وہ یہ سب مضامین اپنے روشن رسالہ میں جس کا نام
انوارِ ساطعہ ہے لائے ہیں اللہ ہی کے واسطے ہے اس کی نیکی، اس لیے انہوں
نے مقلدین صوفیوں کے مطلب پورا کرنے میں کوشش کی ہے اور منکرین گمراہوں
کے شبہوں کے رد میں اہتمام کیا اور جو کچھ مقام کے مناسب تھا علمائے کرام و
قدمائے علام کے اقوال کے ساتھ لائے ہیں اس طور سے کہ نہ اس کو کانوں نے
سنا اور نہ قرنوں اور زمانوں کی آنکھوں نے دیکھا پس واللہ قلوب اس کے مطالعہ
سے شگفتہ ہو گئے اور آنکھیں اس کے دیکھنے سے نورانی ہو گئیں، اس کے الفاظ
روشن چاند ہیں اس کے جملے سورج نکلے ہوئے ہیں، اس کی سطریں تحقیق کی نہریں ہیں اس کی
جدولیں تحقیق کے دریا ہیں، پس اے دیکھنے والے سچے طالبوں کی جماعت اگر تم اس سے نفع لے سکتے
ہو تو آمادہ ہو جاؤ اور اس کو خرید لو اس لیے کہ وہ تمہارے لیے خیر ہے اگر تم سمجھدار ہو۔

marfat.com

چڑیاکوٹ صورۃ ماء صنعه الادیب اللوذعی والاریب الالمعی غواص بحار التحقیق سباق غایات التدقیق عالم صنائع الکلام عامل بدائع النظام التقی النقی الزکی الضابطۃ اثبت الصدوق مولانا **محمد فاروق** مدظله العالی مدی الایام واللیالی۔

الحمد للہ رب الانوار الساطعۃ ، ونور الاقمار اللامعۃ ، والصلوٰۃ والسلام علی من اوتی الآیات الصادقۃ ، والحجج القاطعۃ ، وبعد فان احسن مایقصد ویراد ، واطیب مایرومه العباد ، ویظمأ فی هواجر طلبه الاکباد ، ویساوٗ فی منازلہ الرواحل اشد اساد ، ویوطا فی مراحل سعیه القتاد ، ویستوطن فی هواه غوارب الرسیم وظهور الجیاد ، ویحتاب لاجله البلاد ، التاسعۃ النایۃ البعاد ،

تقریظ جناب مولانا محمد فاروق صاحب چڑیاکوٹی حمد خدا کو کہ آپ انوار ساطعہ کا اور نور الاقمار لامعہ کا ہے اور درود و سلام اس پر جس کو کھول دینے والی نشانیاں اور کاٹ دینے والی دلیلیں ملی ہیں ، اس کے بعد پس بیشک ان چیزوں میں خوبتر جو مقصود اور مراد ہیں اور اُن چیزوں میں خوشتر جن کو بندگانِ خدا چاہتے ہیں اور اُن کی طلب کی دوپہروں میں کلیجے بُھنے جاتے ہیں اور ان کی منزلوں میں سواریاں سخت دوڑائی جاتی ہیں اور ان کے لیے دوڑنے کی راہوں میں کانٹے دار درخت مسلے جاتے ہیں اور اس کی فرطِ محبت میں اُونٹوں کے کوہان اور عمدہ گھوڑوں کی کمریں وطن بنا لیے جاتے ہیں اور ان کے واسطے بڑی مسافت والے دور دراز شہر طے کئے جاتے ہیں ، ذکر ہے بندگانِ خدا اور عابدوں کے سردار کا جو حضرت خلیل اللہ اور اُن کے باپ دادا کی اولاد میں بہتر ہے حضرت اسمٰعیل اور اُن کے راست رو بزرگ

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

ذکرسیّد العباد والعُبّاد ؛ خیرسلاسل الخلیل وآبائه والاجداد ؛
وسلالة انجال اسمٰعیل وابنائه الحنفاء الامجاد ھذا ذکرنسبه
خیرالانساب ؛ وآیاته الحقة المدھشة للالباب ؛ وارھاصاته التی
جاءت عنده مولده الشریف المستطاب ؛ فانه اجل ما یدخرلیوم
الحساب واکرم ما یقتنی بحسن الثواب ؛ فطوبیٰ لرجل ملأ طابه
وکمل بضاعته ؛ وان ھو الا المولی الکریم ؛ النبیه الفخیم ؛
مولی البلاغة والیراعه ؛ مالك ازمة الطرس والیراعة ؛ عالی
الکعب کعبة المعالی ؛ والی المجد الشامخ والعز المصمد والمحل
العالی صاحب المقام الرفیع ؛ والجاه المنیع المولوی محمد عبدالسمیع
فانه قد اتی برسالة فی مجلس ذکرالمیلاد ؛ وسعی وجد فیها
فاجاد وھدی الناس الیٰ سُبل الرشاد وھاد فقاق اھل الآفاق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) فرزندوں کا خلاصہ ہے اور ذکر ہے اس کی نسب کا جو
بہترین انساب ہے اور اس کی سچی نشانیوں کا جو عقلوں کو دنگ کرنے والی ہیں
اور اس کے معجزوں کا جو اس کی بزرگ اور پاکیزہ پیدائش کے وقت ظاہر ہوئے اس
لیے کہ بیشک وہ بڑا ذخیرہ ہے حساب کے دن کے واسطے اور بزرگ تر ہے ان چیزوں
میں کہ جمع کی جاتی ہیں خوبی ثواب کے ساتھ، پس آفرین ہے اس شخص کو جس نے
بھر دیا ہے اس کی مشکوں کو اور پورا کر دیا ہے اس کے سرمایہ کو، اور نہیں وہ مگر
مولائی بزرگ نامور عالی قدر بلاغت اور قابلیت والا کاغذ اور قلم کی باگوں کا مالک
بلند کعب والا مرتبوں کا کعبہ اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور رجوع کی جانے والی عزت اور بلند
مقام والا صاحب مقام رفیع وجاہ المنیع مولوی محمد عبدالسمیع (باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

وساد ؛ وسد موارد الغی والفساد ؛ اللھم بارك له فی رزقه وحسناته وانشر للناس بره وعوارفه وبرکاته ۔

لکھنؤ صورۃ ماجرہ زین العلماء سراج الادباء الذی ھو فی عصر وحید وفی دھرہ فرید مولانا ابوالثناء **محمد عبدالمجید** ابقاہ الولی الحمید وھو النجل السعید الکریم مولانا الحافظ شاہ ابی الحیا محمد عبدالحلیم ابن مولانا ابی البقا محمد عبدالحکیم ابن مولانا ابی العیش محمد عبدالرب ابن ملك العلماء ابی العیاش مولانا عبدالعلی بحرالعلوم اللکھنوی الفرنجی محلی غفر اللہ لھم اجمعین واعلی درجاتھم فی اعلی علیین ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ اکبر اللہ اکبر انا اذل والیہ افقر ھو خالق العز والغناء وانا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس لیے کہ بیشک اس نے ایک رسالہ تصنیف کیا میلاد شریف کی خوبیوں میں اور اس میں کمال سعی وکوشش کی ہے، پس خوب بنایا ہے اور لوگوں کو سیدھا چلنے کا راستہ دکھایا ہے اور حق کی طرف رجوع ہوا پس جہان کے لوگوں پر سردار فائق ہوگیا اور گمراہی وفساد کی گھاٹیوں کو بند کردیا ہے، اللہ اس کی روزی اور نیکیوں میں برکت دے اور لوگوں کے واسطے ان کی خوبیوں اور نیکیوں کی چادروں کو پھیلا دے۔

حضرت بحرالعلوم رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے جناب مولوی عبدالمجید صاحب اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے، میں ذلیل اور اس کا محتاج ہوں، وہ عزت اور تونگری کا پیدا کرنے والا ہے اور میں

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

فی غایۃ الذل والعناء تعالی اللہ شانہ علوا کبیرا لایستطیعون ثناء
علیہ ولوکان بعضھم لبعض ظھیرا یتوالی مراحمہ علینا بلا وقف
فی اللیل والیوم یدبرالامورکلھا ولا تاخذہ سِنۃ ولانوم وھشت
اللباب عند نعمائہ وطاشت الحلوم وبرد العقل عن حد الآئہ
وتبددت الفھوم نحن ھمنا قاصرون حد القصر ومکارمہ فائقۃ
من الحد والحصر فکیف احمدہ علی شانہ واطرح الادب وکیف
لا احمد حال تواتر نعمہ فیا عجبا بعد العجب وان تعدوا نعمۃ
اللہ لا تحصوھا منھا انوار ساطعۃ وعجالۃ نافعۃ اعنی ھذہ الرسالۃ
العجیبۃ والرقیمۃ الغریبۃ فحادیھا لائقۃ ومعانیھا ذائقۃ مضامینھا
من الصدق والسداد مملوۃ والفاظھا سلیسۃ نفیسۃ حلوۃ تھدید

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خواری اور رنج میں مبتلا ہُوں، اُس کی شان بہت بڑی ہے
اس کی تعریف بندے نہیں کر سکتے اگرچہ آپس میں مل مل کر مدد اور ہمت لگا دیں اور
اس کی رحمتیں پئے در پے ہوتی رہتی ہیں ہم پر رات دن ذرا وقفہ نہیں ہوتا، وہ
سب کاموں کو بناتا ہے، نہ اس کو اُونگھ نہ نیند، اور اس کی نعمتوں کے شمار میں
عقلیں حیران اور خفیف ہیں، اور اس کی نعمتوں کی حد سے عقل تھک گئی اور سمجھ سُست،
ہم اور ہماری ہمتیں انتہا درجہ پر کوتاہ ہیں اور اس کی بخششیں بیحد و شمار ہیں پھر
کس طرح اس کے شکر کا دعوٰی، یہ خلافِ ادب ہے، اس پے در پے نعمتوں پر کس
طرح شکر نہ کروں، یہ تعجب ہے، اور اگر شمار کرو گے خدا کی نعمتوں کو نہیں شمار کر سکو گے
اور اس کی نعمتوں میں سے یہ رسالہ عجیبہ انوار ساطعہ ہے، اس کے مضامین لائق اور معانی
فائق راستی اور درستی سے بھرے ہوئے الفاظ سلیس شیریں نفیس (باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

لمن غشی قلوبھم الکید والریب وھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب طریق الاستدلال فیھا احسن الاسلوب اثبات دعاویھا قوت القلوب تمیل الیھا النفوس کما ترغیب الی الماکل والملابس بل تجلبھا جلب مقناطیس فللہ درمن صنفھا ولہ حسن من صرف فیھا الاوقات والفھا لماجاءت للمطالعۃ ورأیت منھا اوراقا معدودۃ وجدتھا مرغوبۃ الطبع ومحمودۃ فنظرت نظرۃ بالاجمال والاستعجال ومنعنی من الامعان العلل اللاحقۃ والھزال فعجزت فی المطالعۃ عن الاستیعاب واکتفیت علی عدۃ اوراق من الکتاب وعلیہ حمدت اللہ قاضی الحاجات ولیس حمدی الاحرکۃ الشفۃ واللھاۃ واعتذر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس میں تنبیہ ہے اُن لوگوں پر جن کے دلوں میں کاوش اور مکاری اور شک چھا گیا ہے اور ہدایت پرہیزگاروں کے لیے ہے جن کی صفت یؤمنون بالغیب ہے استدلال کا ڈھنگ بہت اچھا اور دعووں کی ثبوت دیتی ہی دلوں کو قوت ملتی ہے اس کتاب پر دل اس طرح آتا ہے جس طرح کھانے پینے کی چیزوں پر، بلکہ مقناطیس کی طرح دلوں کو کھینچتی ہے، سبحان اللہ! کیا اس کا مصنف ہے اور کیا اچھے وقت اس کی تالیف میں صرف کئے، جب یہ کتاب میرے پاس آئی میں نے جتنے ورق اس کے دیکھے مرغوب خاطر اور عمدہ پایا پھر بنظر اجمال اس کو دیکھا اور تفصیل کی نظر سے حرفاً حرفاً سب کو اس واسطے نہ دیکھ سکا کہ مجھ کو بیماری اور ضعف و ناتوانی لاحق تھی پس چند اوراق کی نظر تفصیل پر اکتفا کیا اور اللہ کا شکر ادا کیا اور اپنی تقصیر کا عذر اس کی

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

الیٰ جنابہ من التقصیر اعتذار البائس العاجز علی باب الامیر وارجو منہ ان یعید علینا سوابق النعم ویزید فی لواحق الکرم واصلی واسلم علی رسولنا وشفیعنا محمد الہادی سُبل السلام وعلیٰ اٰلہ رعاۃ الانام واصحابہ حماۃ الاسلام وانا الراجی رحمۃ ربہ الوحید ابو الغنا محمد عبد المجید ابن مولانا المولوی الحافظ شاہ ابو الحیاء محمد عبد الحلیم علیہ رحمۃ اللہ الرحیم۔ محمد عبد المجید ابو الغناء

جناب مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی کا تصدیق فرمانا اس کتاب کو جیسا کہ ان کے شاگرد مولوی سعید الدین صاحب لکھتے ہیں:

صُورۃ ما رقمہ التقی الزکی النقی العالم العامل المتین الرزین المولوی سعید الدین احمد بن نجباء بلدۃ رامفور ضلع سہارنپور وھو من ارشد تلامذۃ مولانا عبد الحی لکھنوی المغفور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی انعم علی الناس بما بعث

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جناب میں پیش کرتا ہوں اس کے انعامات کی امید رکھتا ہوں اور درود و سلام بھیجتا ہوں اپنے رسول اور شفیع حضرت محمد اور اُن کی آل و اصحاب پر جو خلقت کی نگہبان اور اسلام کی حامی ہیں اور میں اُمیدوار رحمت خدا کا ابو الغناء محمد عبد المجید ہوں بیٹا مولوی حافظ شاہ ابو الحیاء محمد عبد الحلیم کا اُن پر خدا کی رحمت ہو۔

جناب مولوی عبد الحی صاحب فرنگی محلی مغفور کا تصدیق فرمانا اس کتاب کو اُن کے شاگرد مولوی سعید الدین رام پوری کے بیان سے

سب تعریف اس اللہ کو ہے جس نے ہم پر انعام کیا حضرت محمد (باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

محمد اخیر العباد و جعل مقدمه قرة للعیون ومسرة للفواد والصلوٰة والسلام علیه وآله واصحابه صلوٰة وسلاما لا یحصیها ولا عدا و صلوٰة تنفعنا یوم لا تجری الآباء عن الاولاد ولا یحمل الابناء باعباء وآبائهم والاجداد - امّا بعد فیقول احقر العباد محمد المدعو بسعید الدین غفر لهٗ ربه یوم التنادان من اطیب مایستلذه الفواد ویلتاع الیه الاکباد وذکر سیّد العباد ومالهٗ من محاسن اخلاقه ومعجزاته وارباصاته عند المیلاد ففاز من جری علیه ووالاه وخاب من جحده وعاداه فمن الذین احبوه واکرموه واستحسنوا وابرموه المولی الفاضل البارع الکامل ذوالکعب العالی والباع الرحیب المصقع الادیب الاریب صاحب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خیر العباد کو بھیج کر اور ان کی تشریف آوری کو آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بنایا اور درود و سلام ہو جیوان پر اور ان کی آل و اصحاب پر اس قدر کہ نہ اس کی کچھ انتہا ہو اور نہ شمار، نفع پہنچائے ہم کو یہ درود اُس دن کہ باپ کام نہ آئیں گے اولاد کے اور نہ اولاد بوجھ اٹھائے گی اپنے باپ دادوں کا، اس کے بعد کہتا ہے احقر العباد محمد سعید الدین، بخشیو اللہ اس کو روزِ قیامت کہ وہ بہت اچھی چیز جس سے دل کو مزہ آئے اور جگر جلتے ہوں اُس کے ذوق وشوق میں وہ ذکر حضرت سید العباد کا ہے اور جو آپ کے حسن اخلاق اور معجزات اور کرامات وقت میلاد کے ہیں پس مراد کو پہنچا جو اس پر چلا اور اس کو پَے در پے کرتا رہا اور محروم رہا جس نے انکار کیا اور دشمن بن گیا اُس کا پس جن لوگوں نے اس عمل کو دوست رکھا اور اس کا آداب کیا اور پسند کیا اور خوب استحکام کیا ان میں سے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

الشرف الرفیع المولوی محمد عبد السمیع قد اتی برسالة نافعة موسومه بالانوار الساطعة فاکب العلماء علی مدحها و تحسینها و اثبتوا علی مافیها من الثناء من کل سینها و شینها منهم استادنا المشهور المولوی محمد عبد الحی اللکهنوی المغفور فانی قد عرضت تلك الرسالة علیه فاستحسنها واستجاد واحلها محل الارشاد قال ان هذا الکتاب جامع جمیع الاقوال فی هذا الباب و سلك فیه مؤلفه مسلك الصدق والسداد واجتنب عن سوء القول والعناد صلی الله علی النبی و آله الامجاد۔

بلندہ ضلع فتحپور ہسوہ صورۃ ماظہرہ رافع اعلام الدین امام العابدین مؤید اهل السنة والجماعة مبدّد اهل البدعة والشناعة مولانا القاضی **محمد عبد الغفور**

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایک سردار فاضل بڑے درجہ والا کامل یعنی مولوی عبدالسمیع نے ایک رسالہ بنایا انوار ساطعہ جس کی مدح و تحسین کرنے میں مشغول ہو گئے تمام علماء اور اس کے حرف حرف کی تعریف کرنے لگے، ان علماء میں میرے استاد عالی درجہ مشہور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مغفور بھی ہیں جب میں نے یہ رسالہ اُن کے سامنے کیا آپ نے پسند فرمایا اور جیّد کہا اس کو اور محلِ ہدایت و ارشاد فرمایا اور یہ فرمایا کہ یہ کتاب جامع ہے اور مؤلف اس کا خُوب راہِ راست پر چلا ہے اور عناد وغیرہ خراب باتوں سے بچا ہے۔

مولانا قاضی عبدالغفور صاحب سب تعریف اللہ کو ہے جس نے حق کی مدد کرنے والوں کو قوّت بخشی اور شکست دی باطلوں اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

ادام اللہ فیوضہ مرالدھور۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی ایدا اھل الحق و انصارہٖ و بزم اھل البطلان و اشرارہٖ والصّلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الذی قلع اطلال الفساد و بنیانہٗ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ الذین شیدوا قصور الرشاد و ارکانہ امّا بعد فانی طالعت الکتاب المسمی بالانوار الساطعۃ فی بیان المیلاد والفاتحۃ الذی صنفہ العالم الجلیل والفاضل النبیل عدیم العدیل فقید المثیل مولانا القاری الحافظ المولوی محمد عبدالسمیع صانہ اللہ تعالیٰ عن شرکل غبی نزیع وغوی وجیع فوجدتہ ظہیرا لاھل السنۃ والجماعۃ ونصیرا لاصحابہ الدرایۃ والھدایۃ ھادماً لدار الضلالۃ وھاتاً لاسنان اھل الغوایۃ فجزاہ اللہ سبحانہ احسن الجزاء ووقاہ جمیع البلاء حیث ما فھم الباغین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) شریروں کو اور درود و سلام ہو جیو اس کے حبیب پر جس نے فساد کے نشان اور بنیاد کو اکھاڑ پھینکا اور اُن کی آل و اصحاب پر کہ جنہوں نے ہدایت کے محل اور اُس کے ارکان کو بلند کیا اُس کے بعد یہ ہے کہ میں نے کتاب انوار ساطعہ دیکھی جس کو بڑے عالم مولوی محمد عبدالسمیع نے بنائی ہے بچائیو اس کو اللہ کج فہم و کجرو و موذی کی ایذا سے پایا میں نے اس کتاب کو پشت و پناہ اہل السنت والجماعت کے اور مدد دینے والی اصحاب عقل و ہدایت کی گمراہی کا گھر گرا دینے والے سرکشوں کے دانت توڑ دینے والے، اللہ اس کے مصنف کو جزائے خیر دے اور سب بلاؤں سے بچائے اس لیے کہ اُس نے سمجھا دیا باغیوں کو پورا سمجھانا اور لاجواب کر دیا سرکشوں کو کامل طور پر اپنے نرم کلام اور دلائل کے حسن ترکیب سے (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

اتم الافهام وافحم الطاغین اکمل الافحام بلین الکلام وحسن النظام فمن انصف واقبل جل ومن اعتسف وادبر ذل فقط۔ حررہ الفقیر المشہور بحمد عبد الغفور المتوطن بقصبہ بلندہ ضلع فتحپور۔

کان پور صورۃ ماقرظہ ونظمہ مجمع الفواضل العالم العارف الکامل الذاکر الشاغل المرتاض الفاضل مولانا شاہ محمد عادل عم اللہ فیضہ الشامل الی یوم الرجف و الزلازل کان اخذ العلوم حین التعلم من عالم الحقائق والاکناہ مولانا شاہ سلامت اللہ وھو من شمس العلماء مولانا شاہ عبد العزیز الدھلوی رحمہما اللہ العزیز القوی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمداً لمن وفق محبی حبیبہ الکریم الذی ولد فی خیر البلاد وھو شفیع الخلائق فی المیلاد مجالس المیلاد وجعل لجحیم ماوٰی مبغضہ اللئیم الذی ھو معدن الشر والفساد واعد لاعدائہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اب جس نے انصاف کیا اور پیش آیا اچھی طرح اس نے بزرگی پائی اور جس نے کجروی کی اور پشت پھیری وہ ذلیل ہوا، لکھا اس کو فقیر محمد عبد الغفور متوطن قصبہ بلندہ ضلع فتحپور نے۔

تقریظ مولانا شاہ محمد عادل صاحب تعریف ہے اس کو جس نے مجلسِ میلاد کرنے کی توفیق بخشی اپنے حبیب کریم کے دوستوں کو، ایسا حبیب کریم جو پیدا ہوا سب شہروں سے اچھے شہر میں اور وہ سب خلقت کا شفاعت کرنے والا ہوگا قیامت میں اور اس سے بغض رکھنے والے شریر فسادی کا

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

سوء الاکیاد شرمآب جہنم یصلونہا فبئس المہاد انہ تعالیٰ عزیز
ملک برؤف جواد الذی انعامہ علی العباد غیر معلول بعلل طاعات
العباد وصلوٰۃً وسلاماً علیٰ من ہو باعث الایجاد ومبعوث لہدایۃ
الثقلین الی سبیل السداد وان انہما طریق الرشاد سیدنا محمد افصح
من نطق بالضاد والذی ہو للانام ہاد وامرہ ثابت باتباعنا اعظم
السواد وعلی الہ الاجیاد واصحابہ افضل الزہاد الی یوم التناد و
اولئک الذین رحماء بینہم وعلی الکفار شداد ہم فی اشاعۃ دین
الحق وصرفوا اموالہم وانفسہم فی الجہاد مع الکفرۃ الفجرۃ
ذی النفاق والعناد وبعد فیقول العبد الخاطی الخامل محمد عادل
عاملہ اللہ سبحانہ بفضلہ الشامل وجعلہ من الامنین یوم
الرجف والزلازل واصلح حالہ بلطفہ الکامل فی العاجل و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ٹھکانا دوزخ بنایا اور اُس کے دشمنوں سیاہ کلیجے والوں کے لیے
بُری جگہ جہنم بنائی اس میں جائیں گے وہ بُرا بچھونا ہے بے شک وہ خدا برتر
عزت والا بادشاہ احسان کرنے والا مہربان بخشش والا ہے اس کا انعام موقوف
بندوں کی عبادت پر نہیں اور درود اور سلام ہو جیو اس پر جو باعث ہُوا کل ایجاد کا
اور بھیجا گیا سب کو راہِ راست پر لانے کے لیے، وہ ہمارے سردار محمد ہیں جس نے
خوب فصاحت سے ضاد ادا کیا اور سب خلق کا رہنما ہُوا، اور ہم کو یہ حکم دیا کہ اختلاف
اُمت کے وقت اس کا اتباع کرو جس طرف بہت علماء ہوں اور درود و سلام
اُن کے آل واصحاب پر قیامت تک ہو جیو جو بڑے زاہد تھے وہ آپس میں رحمدل
تھے اور کافروں پر کڑی کوششیں کیں انھوں نے دین پھیلانے میں (باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

الاٰجل انّی قدرایت مواضع شتی من هذا الکتاب المترجم بالانوار الساطعة فوجد ته اوفق لمعتقدات اهل الحق ما ذکر فیه فهو بالمتابعة احری ووالیق لان الحق بالاتباع احق قرہرت مطالبه بتقریر الطف وادق بُنیت مسائله ببیان شاف الی الذهن اسبق کیف لاوقد رصفه من هوجامع بین المنقول والمعقول حاوٍ للفروع والاصول اسوة اصحاب النهی صاحب الدرجات العلی الذی قد خص بالعلم الوسیع وهو ذوالشان المنیع والمکان الرفیع اعنی مولٰنا عبدالسمیع سمع الله لمسئوله واستجاب بنعمة لمدعوة متع ارباب الاسلام بطول بقائه ویسر متمنا بتیسیر لقائه جزاه الله الولی الوهاب عنی وعن جمیع المستفیدین من هذا الکتاب جزاءً وفی فجعل الجنة

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور جان و مال صرف کیا کفار معاندین کے ساتھ لڑتے ہیں۔ اس کے بعد کہتا ہے بندہ محمد عادل اللہ اس پر فضل کرے اور قیامت کو امان سے اور حال اُس کا اچھا کرے اب اور آئندہ، میں نے اس کتاب انوار ساطعہ کے چند مقام دیکھے اعتقاداتِ اہلِ حق سے بہت موافق پایا اس میں جو لکھا ہے اس کا اتباع چاہیئے اس کے مطالب و مسائل بہت عمدہ اور تقریر اور بیان شافی سے بیان کیے گئے ہیں اور ذہن کی طرف چلتے ہیں اور کیوں نہ ہو اس کا جامع وہ ہے جو جامع معقول و حاوی فروع و اصول ہے یعنی مولانا عبدالسمیع، اللہ سنیو اس کے ماں باپ کی مراد اور قبول کیجیو اپنی نعمت سے اس کی دُعا اور اس کو مدتوں زندہ رکھ کہ اربابِ اسلام کو فائدہ دیجیو اور اس کی ملاقات ہم کو میسر کیجیو، اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور جو لوگ اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں ان سب کی (باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

له المثوی وخیر مآب ثوابا من عند اللہ واللہ عندہ حسن الثواب ھذا والحمد للہ اولا و آخرا والصلوٰۃ علی النبی و اٰلہ باطناً وظاھراً۔

اکبرآباد صورۃ ماکتبہ ذو المجد الظاھر والفضل الباھر غائص بحار التحقیق فارس مضمار التدقیق المشتھر السمدعو بالالسنۃ والافواہ بمولانا **محمد عبد اللہ** اوّل مدرسین فی مدرسۃ اکبرآباد صانہ رب العباد عن شرور اھل الغنی والعناد۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ العلی الاعلی الذی خلق الارض و السمٰوٰت العلی والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علی من دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ وعلی اٰلہ الابرار واصحابہ الاخیار الی ماوار الدوار وسار السیار۔ اما بعد فلقد رأیت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) طرف سے اس کے مصنف کو پوری جزا دیجیو اور بعد وفات جنت میں ٹھکانا کیجیو اور شکر ہے اُس جناب میں اوّل و آخر اور درود ہے نبی اور آل نبی پر باطن اور ظاہر۔

تقریظ جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب قندھاری مدرس مدرسہ اکبرآباد، سب تعریف اس اللہ کو ہے جو بلند برتر ہے بنائی اس نے زمین اور اونچے آسمان، اور درود و سلام تمام اور کامل اُن پر جن کی شان یہ ہے کہ دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین اَو ادنیٰ اور اُن کے آل و اصحاب پر جب تک پھرے پھرنے والا اور چلے چلنے والا، اس کے بعد یہ ہے کہ میں نے کتاب انوار ساطعہ دیکھی اس میں تحقیق دقیق دشوار فہم ہیں دلائل کے آفتاب اس کی افق تحقیق

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

کتاب الانوار الساطعة مشتملة علی تحقیقات غامضة و تدقیقات فائضة شموس براهینه علی افق التحقیق طالعة و اقمار حججه علی فلك التدقیق لامعة و انوار دلائله و آثاره علی الاکناف و الاطراف ساطعة و مؤلفه البحر الطمطام و البحر القمقام اجاد بما اراد و سلك مسلك السداد و ازحق الباطل و الزیغ و الالحاد وهدی الناس الی سبیل الرشاد اذ هو هاد لانه لکل قوم هاد و الله اعلم بالصواب و الیه المرجع و المآب اذ عنده ام الکتاب رقمه و قرظه العبد الاواه محمد عبد الله عفا الله عنه ما جناه من الجناح فی المساء و الصباح المدرس الاول للمدرسة الاسلامیة الواقعة ببلدة اکبر آباد صانها الله عن الشر و الفساد ۔ فقط

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے طلوع کئے ہوئے ہیں، حجتوں کے چاند اُس کے فلک تدقیق پر چمک رہے ہیں، دلائل کے انوار ہر طرف بلند ہیں اس کا مؤلف بڑا دانشمند اور دریا ہے، اچھی طرح ادا کیا جو ارادہ کیا اور خوب درست راہ پر چلا اور مٹا دیا باطل کو اور کجی اور الحاد کو، اور لوگوں کو نیک رستہ بتا دیا اس لیے کہ وُہ راہ بتانے والا ہے اور ہر قوم کا ایک رہنما ہوتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف پھر جانا ہے اسی کے پاس اُم الکتاب ہے۔ لکھا اس کو بندۂ نرم دل محمد عبد اللہ نے، بخشیو اس کی تقصیر جو کچھ ہوئی ہو صبح و شام، وہ مدرس اول ہے مدرسہ اسلامیہ اکبر آباد کا، اللہ بچائیو اس کو شر و فساد سے۔

فقط

marfat.com

دہلی صورۃ ما رقمہ الثقیف الجلال والجُلّل والحصیف البجال مروج عقائد الاسلام مفسر کلام الملک العلام مقدام فنون المناظرۃ والکلام والمعانی المولوی **ابو محمد عبد الحق** مؤلف عقائد الاسلام والتفسیر الحقانی لازال فائزًا بالمآرب والامانی ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی ۔ میں نے رسالہ انوار ساطعہ کو دیکھا ہے اور اس کے چند ابحاث کو پڑھا ہے حقیقت میں مصنف ممدوح نے کمال متانت اور بڑی لیاقت سے بحث کی ہے اگر مبالغہ نہ سمجھا جائے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اس مسئلہ میں یہ رسالہ بے نظیر ہے اور اس کی تحریر میں حق بجانب مصنّف ہے محفل میلاد خصوصاً اس پُر آشوب زمانہ میں نہایت نیک کام باعثِ ترویجِ اسلام بین العوام ہے اب جو لوگ اس محفل متبرک میں بعض بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں یہ اُن کا قصور ہے اس الزام سے یہ کام بُرا نہیں ہو سکتا بناءِ مساجد و مدارس جو بالاتفاق امر مستحسن ہے اگر اس میں کوئی بدعات کا ارتکاب کرے تو کیا اس سے کوئی اس نفسِ فعل کو بُرا کہہ سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں ۔ میرے نزدیک جس فریق نے بدعت سیئہ کے معنے یہ لئے ہیں کہ "قرونِ ثلٰثہ کے بعد جو بات پیدا ہوئی ہے وہ بدعت سیئہ ہے" اُس نے بڑی غلطی کی پھر جس نے اس بناءِ فاسد پر تفریعات کی ہیں اور اُس کے پیروؤں نے ان کو کالوحی من السماء سمجھ لیا ہے وہ اور بھی غلطی میں پڑ گئے ہیں واللہ الہادی و بیدہ ازمۃ المقاصد والمبادی ۔

ابو محمد عبد الحق

تقریظ مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب زبانِ اردو میں ہے ترجمہ کی حاجت نہیں ۱۲

marfat.com

ایضاً دہلی صورۃ ما وشاہ ونمقہ الفاضل الخبیر والناقد البصیر قدوۃ ارباب التدریس والتذکیر اسوۃ اصحاب التحریر والتقریر الکریم ابن الکریم الحافظ لحدود اللہ والمتبع لسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مولانا **محمد یعقوب** ابن خازن العلوم مولانا محمد کریم اللہ الدہلوی التلمیذ الرشید لمولانا شاہ عبد العزیز الدہلوی خصہم اللہ بالفیض البہی والاجر السنی ہو العزیز الکریم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ علیٰ ما انعم علینا ببعثۃ سیّد الانبیاء محمد المصطفیٰ والصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہ المجتبیٰ وآلہ المرتضیٰ واصحاب المہتدی وعلی مقتدی الائمۃ الکرام وبعد فیقول العبد الراجی رحمۃ اللہ علام الغیوب محمد یعقوب حفظ اللہ عن الکروب فقد اطلعت علی الرسالۃ الرشیقۃ والعجالۃ الکریمۃ المسماۃ بالانوار الساطعۃ فی بیان المولود والفاتحۃ التی الفہا العلامۃ ذو المحامد و المناقب والرای صاحب المقام المنیع مولانا محمد عبد السمیع صانہ اللہ عن کل خصم شنیع فوجدتہا صحیحۃ و

تقریظ جناب مولوی محمد یعقوب صاحب سب تعریف اللہ کو ہے اس انعام پر کہ بھیج دیا ہمارے لیے سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور درود وسلام اس کے رسول مجتبیٰ اور آل مرتضےٰ اور اصحاب مہتدیٰ اور اماموں کے پیشوا پر۔ اس کے بعد یوں کہتا ہے بندہ رحمتِ خدا کا امیدوار محمد یعقوب، خدا اس کو سختیوں سے بچائیو، میں نے عمدہ رسالہ انوار ساطعہ دیکھا ہے تالیف کیا اسکو علامہ فہامہ مولوی محمد عبد السمیع نے، اللہ اسکو

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

موافقة لمذهب اهل السنة و الجماعة ومملوة بالروايات المقبولة المرضية فمن وافقها فهو منا ومن خالفها ورد ها فليس امره برشيد وما قوله لبيد وكيف فانها مشحونة بالدلائل الساطعة والبراهين القاطعة والمطالب النفيسة والمآرب المنيفة المروية عن الفضلاء والكبراء نسئل الله تعالىٰ ان يرزقنا اتباعهم و آخر كلامنا وختم مرامنا الحمد لله رب العٰلمين وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه سيدنا محمد خاتم النبيين و اٰله الطاهرين واصحابه الظاهرين۔

رُڑکی صورة ماثرہ البحر السامی والبحر الطامی الفاضل الوقاد والکامل النقاد الثقیف الشریف الحصیف اللطیف مولانا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بچائیو ہر دشمن بڑے سے، پایا میں نے اس رسالہ کو صحیح موافق اہلِ سنّت وجماعت کے اور بھرا ہوا مقبول روایتوں سے پھر جو آدمی اس کے موافق ہوا وہ ہم میں ہے اور جو اس کے مخالف ہُوا اس کا حال کچھ ٹھیک نہیں اور قول اس کا درست نہیں، اور کیوں ایسا نہ ہو وہ رسالہ بھرا ہوا ہے دلائل روشن بلند اور دلائل قاطعہ اور مطالب نفیس اور مقاصد بلند سے جو روایت کیے گئے ہیں فاضلوں بڑے عالموں سے، ہم سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے کہ ہم کو ان بزرگوں کا اتباع نصیب کرے اور انتہا کلام پر ہم پڑھتے ہیں الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد خاتم النبیین و اٰلہ الطاہرین۔

marfat.com

محمّد عبدالحق السہارن پوری المقیم فی رُڑکی للتدریس ونشر العلوم سلمہ القادر القیوم - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ علی نوالہ والصّلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و اٰلہ -

امّا بعد احقر الخلائق عبدالحق عفی عنہ ملتمس خدمت اہل اسلام ابقاہ اللہ الیٰ یوم القیام ہے کہ کتاب لاجواب سراپا تحقیق وصواب مسمی بہ انوار ساطعہ مولفہ فاضل اجل عالم باعمل مولوی محمد عبدالسمیع صاحب رام پوری دام فیضہٗ نظر احقر سے گزری - الحق مؤلف موصوف نے جزاہ اللہ خیرا بتوفیق اللہ بطور سعی فی الدین یہ کتاب ایسی تحریر فرمائی ہے کہ جس کے مطالعہ سے ایمان والوں کی آنکھوں میں نُور اور دلوں میں ترقی ایمان کا سرور ہے ہاں جو معاندین حق اور پیروان باطل سے ہے وہ بلا شک اس سے متوحش اور نفور ہے سو ایسے شپرہ چشموں کی خواہش سے آفتاب کا سیاہ ہونا ممکن نہیں اگرچہ سطوعِ انوار سے ان کی آنکھوں میں خیرگی ہو اور خاصۂ طبعی سے دلوں میں تیرگی آئے ؎

نور گیتی فروز چشمۂ ہور
زشت باشد بچشم موشک کور

پس اگرچند فضول گو ہفوات وخرافات بکیں اور فضول باتوں سے اوراق سیاہ کرنے کو تحریر جواب نام رکھیں تو ان کی ناکامی اور عالم میں بدنامی خود ظاہر بباہر ہے اہلِ نظر اور اربابِ بصیرت کو ایسے بے صبروں سے شکایت نہیں کہ وہ نور کو ظلمت اور سنّت کو بدعت اپنی کجی باطن اور جہالت سے قرار دیتے ہیں اور نور اسلام کو باطل اور حق کو باطل کرنا چاہتے ہیں واللہ متم نورہ ولو

تقریظ مولوی عبدالحق صاحب سہارنپوری مدرس رُڑکی اردو زبان ہے اور اسی طرح

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

کرہ الکافرون ۔ صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ۔

میرٹھ صورۃ ماقرظہ الشیخ النجیب الحسیب الشاعر اللبیب الادیب المتمسک بعقائد اھل الفوز و الفلاح المثبت باعمال اھل الخیر و الصلاح المشہور بالمولوی **ابو محمد صادق علی** مداح سلمہ الخالق الاشباح و الارواح ۔

اے بہار آرائے چمنستان کون و مکان تیرا ہزار شکر اور لاکھ لاکھ احسان انوار ساطعہ کی تجلی ریزی کی گلہائے تر و تازہ سے مشام آرزوئے مشتاقان دوبارہ معطر ہوا اور اس تجلی راز کے جلوات خورشید اثر سے ایوان مراد عاشقان کا در و دیوار منور رہوا ۔ اللہ اللہ کتاب ہے جس کی ہر ادا لاجواب ہے ہر لفظ کی پھبن جلوہ ریز نور، ہر معنی کی تجلی تماشائی طور، ہر سطر اس کی سفہائے بے ادب کے لیے تازیانہ، ہدایت ہے ہر صفحہ اس کا صلحائے صافی مشرب کے واسطے، آئینہ رونمائے سعادت ہے، یہ کتاب تعلیم غیبی کا وہ نادر سبق ہے جس کی فیوضات سے جوش آئینہ اسرار نہ طبق ہے ۔ یہ اُس شہسوار میدان دین و ایمان کا عالی نشان ہے جس کی یکہ تازی سمند تحقیق سے کشور وہابیت پامال و ویران ہے وہ خضر وادی تحقیق ہادی منازل تدقیق بالانشین صدر رفیع جناب مولانا عبد السمیع ہیں سبحان اللہ دلائل سے وہ مدلل کہ جائے گفتار نہیں براہین سے وہ مبرہن کہ مقام انکار نہیں، عاشقانِ رسول مقبول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے اسے آنکھوں سے لگایا، عالمانِ معقول و منقول نے مستند ٹھہرایا ۔ سُنّیوں کا یہ مذہب صوفیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) **تقریظ مولوی صادق علی** صاحب کی اردو ہے اس میں اشعار مفتیِ مکہ معظمہ عربی ہیں جس سے انوارِ ساطعہ کی خوبی اور براہین قاطعہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

کا یہ مشرب علمائے ہند سے تا مفتیانِ حرمین الشریفین سب اس کے قائل، ہر خانوادہ کا صُوفی اس پر جان و دل سے مائل علی الخصوص وُہ بلبل بستانِ حجاز یعنی مکہ معظمہ کا مفتی حنفی بلاغت طراز دیکھو کس خوش آہنگی سے زمزمہ پرداز ہے:

انزہ ربی عن مقالة کاذب
کفور بما سمی براھین قاطعة
وما حکمه فی ذی سوی ضربة امرأ
بسیف له فی الحق انوار ساطعة
یباعد منها راسه عن مکانة
وتبقی لاھل الزیغ والجھل قامعة

بہ اشعار ملیح بطرز تلمیح حضرت مفتی حرم محترم اُن فتاوٰی کے ذیل میں رقم فرماتے ہیں جو مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری در باب رد مسائل کتاب براہین قاطعہ مواہیر علمائے حرمین شریفین سے ۱۳۰۷ھ میں مستند کرائے ہیں اور یہ بات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جو مؤلفہ مخالفین ہے اس کی بداسلوبی ظاہر ہے اور ان کا ترجمہ لکھا جاتا ہے:

پاک کرتا ہوں اپنے پروردگار کو اس جھوٹے آدمی کے کلام سے جو کفرانِ نعمت کرنے والا ہے نام کیا اپنی جھوٹی باتوں کا براہینِ قاطعہ۔ اس کے لیے اور کوئی حکم نہیں سوا ضربِ شمشیر کے جو راہِ حق میں ایک مرد نے لگائی ہے۔ وہ شمشیر کتاب انوار ساطعہ ہے اس کتاب کی استعانت سے معتبر بسیف جُدا کرتا ہے اُس جُھوٹے کے سر کو گردن سے، اور سدا رہے گی وہ کتاب صاحبانِ کجی و جہالت کو توڑاتے مارتے۔

marfat.com

ان اشعار آبدار سے آشکارا ہے کہ مؤلفِ براہین قاطعہ بالکل کاذب و کفور اور اس کا گروہ اہلِ جہالت و اہل زیغ ہے اور کتاب انوار ساطعہ راہِ حق میں مخالفینِ حق کا سر کاٹنے کے لیے تیغ بے دریغ ہے۔ الٰہی! اس کتاب مستطاب کی شہرت و مقبولیت جلوہ آرائے اوجِ کمال ہو اور اس کے ناظرین و سامعین کا دل لذت یاب کیفِ جلال و جمال ہو آمین یا رب العالمین!

مؤلف کہتا ہے کہ تقاریظ نقل کرتے کرتے بہت طول ہوا اور ابھی علماءِ عصر کی بہت تحریریں آئی ہوئی باقی ہیں جناب مولوی عبدالخالق صاحب اور عبدالمجید صاحب جو دونوں حضرت بحرالعلوم قدس سرہٗ کی اولاد امجاد سے ہیں اور مولوی عبدالوہاب صاحب خلف الصدق حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی محمد ابراہیم صاحب اور مولوی محمد عبدالباقی صاحب اور مولوی محمد عبدالعزیز صاحب یہ سب حضرات عالی درجات بلدہ لکھنؤ محلہ فرنگی محل کے علماء باوقار ہیں رفع اللہ درجاتہم ونفع المسلمین بحسناتہم اور میرے مشفق کرم فرمائے مولوی محمد عبدالعلی صاحب مدراسی دام فیضہ اور مولانا شاہ محمد سکندر علی صاحب خلیفہ حضرت شاہ عبدالسلام بسوی رحمۃ اللہ علیہ ماسوا ان کے اور بھی مراد آباد، دہلی اور بمبئی وغیرہ کے علماء جزاہم اللہ عنا خیر الجزا سبھوں نے ارسالِ تقاریظ سے اس ذرہ بے مقدار کو مشرف فرمایا لیکن مجھ کو بعض عقلاء دُور اندیش نے یہ سمجھایا کہ ان سب کے مطبوع ہونے میں بہت طول ہوگا اور لمبی تحریروں کے دیکھنے سے ہر ناظر برداشتہ خاطر اور ملول ہوگا بناءً علیہ مَیں اُن حضرات کی خدمت والا درجت میں نہ مطبوع ہونے تقاریظ کا یہ عذر اور اُن کی توجہ اور بذل عنایت تقریظ نگاری کا صمیمِ قلب سے شکر ادا کرتا ہوں مگر ایک تقریظ جس کو خاتم التقاریظ کہنا بجا ہے اگرچہ اس کا پہنچنا میرے پاس آخر میں ہوا ہے لیکن اُس کو شرف

marfat.com

تقدم ذاتی کا حصہ ہے وہ ہر ایک بشر کو مطبوع ہے اور سب کا دل اس کے مطبوع ہونے پر رجوع ہے اور کیوں نہ ہو تمام عرب وعجم و ہندوستان و قسطنطنیہ و مصر و شام وغیرہ میں وہ حضرت مشہور ہیں اور آوازے آپ کے فضائل کے دُور ہیں، حضرت سلطانِ روم نے بکمال اشتیاق و آرزو آپ کو مکہ معظمہ زادہ اللہ شرفاً سے دو۲ بار بلایا اور آپ کا اجلال و اعزاز اعلیٰ درجہ پر ظاہر فرمایا چنانچہ تمام اخبار نگاروں نے ممالک ہندوستان وغیرہ میں جا بجا اس خبر کو شائع کیا اور پھیلایا اور نیز حضرت سلطان نے جناب شیخ الاسلام مفتی الانام مولانا احمد اسعد افندی کی تجویز سے پایۂ حرمین شریفین آپ کا خطاب مقرر فرمایا اور فرمانِ شاہی میں آپ کو الفاظ اقضی قضاۃ المسلمین اولی ولاۃ الموحدین وغیرہ القابِ عالیہ سے یاد کیا جاتا ہے آپ میرے اساتذہ میں اوّل استاذ ہیں کہ درس علم عربی شروع آپ سے کیا اور تصحیح عقائد اہلسنّت کا حصّہ بھی آپ سے لیا طُرفہ تر یہ کہ اُس دیس کے رہنے والوں میں جو صاحب میرے مجادل ہو کر میلادِ مقدس حضرت محبوب رب العالمین کی توہین کرتے ہیں وُہ بھی حضرت مولانا کو مانتے ہیں از انجملہ کتاب براہین قاطعہ گنگوہی کے صفحہ ۱۸ سطر ۴ میں حضرت کا نام اس ادب سے لیا ہے کہ "ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ"۔ پھر صفحہ دو سو۲۷۶ چھہتّر کی دوسری سطر میں لکھا "اب مولوی رحمت اللہ صاحب تمام علماءِ مکّہ پر فائق اور باقرارِ علماءِ مکّہ اعلم ہیں"۔ بھلا یہ صاحب بھی جب حضرت کو اپنا شیخ الہند تسلیم کر چکے اور ہر عرب کے جمیع علماء پر ترجیح ترقیم کر چکے اب حضرت کی تصدیق کمال درجہ کو پہنچ گئی اور آپ کی فضیلت کیا ہندوستان اور کیا عرب سب جگہ کے علماء پر خود ہمارے معاصرین کے اقرار سے ثابت ہو چکی بناءً علیہ اُن کی تقریظ کا

marfat.com

آخر تقاریظ میں چھاپ دینا مجادلین کے اوپر آخر وانتہا درجہ کی حجت سمجھتا ہوں۔ علاوہ بریں حضرت مولانا کے حکم کی تعمیل ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تکریماً سے اس کو روانہ فرما کر مجھ کو مشرف فرمایا اور مخدومی مولوی منور علی صاحب مہاجر مقیم مکہ معظمہ کا یہ نوشتہ آیا کہ حضرت مولانا ارشاد فرماتے ہیں چونکہ کتاب دُرِ منظم اور کتاب انوارِ ساطعہ کا اصلی مدعا اثباتِ مولد وقیام میں ایک ہے اس لیے میری طرف سے تقریظ دونوں کتاب کی ایک ہے وہ تقریظ یہ ہے:

تقریظ مجددِ زماں پایۂ حرمین شریفین شیخ العلماء حضرت مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی مدا اللہ ظلہ العالی مدی الایام و اللیالی اس رسالہ کو میں نے اوّل سے آخر تک اچھی طرح سُنا اسلوب عجیب اور طرز غریب بہت ہی پسند آیا اگر اس کے وصف میں کچھ لکھوں تو لوگ اسے مبالغہ پر حمل کریں گے اس لیے اسے چھوڑ کر دُعا پر اکتفا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس کے مصنّف کو اجرِ جمیل اور ثواب جزیل عطا فرمائے اور اس رسالہ سے منکروں کے تعصب بیجا کو توڑ کے ان کو راہِ راست

حضرت مجددِ زماں شیخ العلماء جناب مولوی محمد رحمت اللہ مہاجر مکی صاحب کی تقریظ اردو زبان ہے اگرچہ تقریظیں اور بھی آئی ہوئی موجود ہیں لیکن ان کے درج کرنے میں نہایت طول ہے اور طول سے ہر کوئی ملول ہے بلکہ اکثر عنایت فرما تادمِ تحریر حروف . . . . . .

. . . . . واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد واٰلہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین ۱۲

(نوٹ: جہاں نقطے لگائے گئے ہیں وہ عبارت پڑھی نہیں جا سکی)

marfat.com

پر لائے اور مصنّف کے علم اور فیض اور تندرستی میں برکت بخشے اور میرے اساتذہ کرام کا اور میرا عقیدہ مولد شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے بلکہ بحلف سچ سچ ظاہر کرتا ہوں کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ ع

بریں زیستم ہم بریں بگذرم

اور عقیدہ یہ ہے کہ انعقاد مجلس میلاد بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے تغنی اور باجا اور کثرت سے روشنی بیہودہ نہ ہو بلکہ روایاتِ صحیحہ کے موافق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جائے اور بعد اس کے اگر طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ اس زمانہ میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دُوسری طرف سے آریہ لوگ جو خدا اُن کو ہدایت کرے پادریوں کی طرح بلکہ اُن سے زیادہ شور مچا رہے ہیں ایسی محفل کا انعقاد اُن شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کیں اس وقت میں فرض کفایہ ہے میں مسلمان کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں کہ ایسی مجلس کرنے سے نہ رُکیں اور اقوال بیجا مخالفوں کی طرف جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز نہ التفات کریں اور تعیین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ بھی حرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین نے متکلمین اور صافیہ اور علماءِ محدثین نے جائز رکھا ہے اور صاحبِ رسالہ نے اچھی طرح ان امور کو ظاہر کیا ہے اور تعجب ہے اُن منکروں سے ایسے بڑھے کہ فاکہانی مغربی کے مقلد ہو کر جمہور سلف صالح کو متکلمین اور محدثین اور صُوفیہ سے ایک ہی لڑی میں پرو دیا اور اُن کو ضال مضل بتایا اور خدا سے نہ ڈرے کہ اُس میں اُن لوگوں کے اُستاد اور پیر بھی تھے مثل حضرت شاہ عبدالرحیم

marfat.com

دہلوی اور اُن کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ دہلوی اور اُن کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین دہلوی اور اُن کے بھائی شاہ عبدالعزیز دہلوی اور اُن کے نواسے حضرت مولانا محمد اسحٰق دہلوی قدس اللہ اسرارہم سب کے سب انہی ضال و مضل میں داخل ہوئے جاتے ہیں اُف ایسی تیزی پر کہ جس کے موافق جمہور متکلمین اور محدثین اور صوفیہ سے حرمین اور مصر اور شام اور یمن اور دیارِ عجیبہ میں لاکھوں گمراہی میں ہوں اور یہ حضرات چند ہدایت پر۔ یا اللہ! ہمیں اور ان کو ہدایت کر اور سیدھے رستہ پر چلا، آمین ثم آمین! اور وہ جو بعضے میری طرف نسبت کرتے ہیں کہ عرب کے خوف سے تقیہ کے طور پر سکوت کرتا ہوں اور ظاہر نہیں کرتا بالکل جھوٹ ہے اور اُن کا قول مغالطہ دہی ہے میں بحلف کہتا ہوں کہ میں نے کبھی حضرتِ سلطان کے سامنے جو میرے نزدیک خلاف واقع ہو اُن کی رعایت یا اُن کے وزراء و اُمراء کی رعایت سے کبھی نہیں کہا بلکہ صاف صاف دونوں دفعہ میں جو میں بُلایا گیا ہوں کہتا رہا ہوں اور کبھی خیال نہیں کیا کہ حضرت سلطان المعظم یا اُن کے وزراء ناراض ہوں گے اور میرا جھگڑا اور گفتگو جو عثمان نوری پادشاہ کہ بڑے بادشاہ مہیب اور زبردست تھے اور اپنے حکم کی مخالفت کو بدترین امور کا سمجھتے تھے میری گفتگو سخت جو مجلس عام میں آئی تمام حجاز والے خاص کر حرمین کے بڑے چھوٹے سب کے سب بخوبی جانتے ہیں بلکہ اگر میں تقیہ کرتا تو ان حضرات منکرین کے خوف سے تقیہ کرتا مجھے یقین ہے کہ جب اُن کے ہاتھ سے امام سُبکی اور جلال الدین سیوطی اور ابنِ حجر اور ہزارہا علماءِ تقویٰ شعار خاص کر اُن کے اُستادوں اور پیروں میں شاہ ولی اللہ وغیرہ قدس اللہ اسرارہم نہ چھوٹے تو میں غریب اُن کے سلسلہ اُستادوں میں شامل ہوں اور نہ سلسلہ پیروں میں، کس طرح چھوٹوں گا، یہ تو ہر طرح سے تفسیق اور بلکہ تکفیر میں قصور نہ کریں گے پر میں اُن کی ان حرکات سے

marfat.com

نہیں ڈرتا اور جو میرے ان اقوال کی تائید اور سند مؤلفِ رسالہ نے جا بجا تحریر فرمائی ہے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں واللہ اعلم وعلمہ اتم فقط امر برقمہ وقال بفمہ الراجی رحمۃ ربہ المنان محمد رحمت اللہ ابن خلیل الرحمٰن غفر لھما اللہ المنان

محمد رحمت اللہ ۱۲۵۳

اختتامِ کتاب

بکلماتِ طیّبات مرشدِ زماں ہادیِ دوراں حضور مرشدی مولائی ثقتی ورجائی المشتہر بالاسنتہ والافواہ الحافظ الحاج المہاجر مولانا شاہ امداد اللہ متع اللہ المسلمین بامدادہ وارشادہ وتقواہ

بعد حمد وصلوٰۃ فقیر حقیر امداد اللہ عرض می نماید کہ درینولا چیزے کیفیت اعتقاد مذہب ومشرب خود کہ جامع شریعت وطریقت میدانم بقلم آوردن مناسب افتاد باید دانست وبغور باید شنید کہ فقیر مدعی مذہب حنفی و مشرب صوفی است اگرچہ در دعوی خود کامل نباشد مگر خود را حنفی مذہب و صوفی مشرب میگوید وہیشمار وزیرا کہ فقیر را از راہ عمل ونقل محقق ومعلوم شد کہ ہر قدر کہ فہم معانی قرآنی وادراک حقائق ومعارف کلامِ الٰہی جل شانہٗ و فہم وادراک حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایں دو گروہ یعنی علمائے مجتہدین احناف ومحققان ومشائخ صوفیہ را حاصل ونصیب است دیگراں ایں درجہ ندارند کہ از یک مسئلہ مسائل کثیرہ استخراج کردہ اند ولپشت وپناہ دین محمدی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم گشتہ اند رضوان اللہ علیہم اجمعین ، لہذا فقیر بدل مقلد ہر دو فریق موصوف گشتہ مذہب ومشرب ایشاں اختیار

marfat.com

کردہ است و فوائد بسیار ظاہری و باطنی حاصل کردہ است و میکند و ہو
الموفق و بہ نستعین پس معتقد و مختار فقیر آنست کہ دراں مسئلہ کہ ایں ہر دو
فریق متفق اند یعنی احناف و صوفیہ فقیر بے تکرار و بحث بدل نمودہ براں کاربند
می شود دراں مسئلہ کہ فریقین موصوفین را اختلاف واقع شدہ در آں مسئلہ
دریدہ خواہد شد زیرا کہ ایں گروہ محقق و اہلِ کشف ہستند و فریق ثانی نظر و
فکر عقلی را دخل می دہند و اگر اختلاف در مسائل عبادات و معاملات است
دراں نیز غور کردہ خواہد شد پس اگر آں اختلاف در مسائل اعمال جوارح تعلق
دارد باہلِ مذہب حنفی رجوع کردہ آید و اگر اختلاف و اعمال قلبی ست رجوع
بصوفیہ خواہد شد (دستور العمل حضور مرقومہ ۱۳۰۶ھ) وقال دام ارشادہٗ
و امدادہٗ از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت بابرکت جناب مولوی نذا احمد خاں
سلمہ اللہ تعالےٰ، بعد وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، آپ کا نامہ مورخہ
۲۰ رجب ۱۳۰۷ھ مع ایک پرچہ مطبوعہ مطبع محبوب المطابع شہر میرٹھ جو فقیر
کے خط سے منسوب ہے جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کے ہاتھ
پہنچا فقیر کا یہ مسلک ضرور ہے کہ اہلِ اسلام کی تکفیر پہ جرأت نہیں کرتا بلکہ
اُس سے تنفر قلبی رکھتا ہے اور اس میں صَرفِ اوقات کو حماقت بلکہ خسران و
خذلان کا موجب سمجھتا ہے جہاں تک ممکن ہو تاویل کو محبوب سمجھتا ہے بشرطیکہ
سوادِ اعظم کے خلاف نہ ہو اور فقیر صلح بین المومنین کا بدل خواہاں ہے اور اپنے
احباب کو بھی فقیر کی یہی نصیحت ہے کہ نزاع سے کنارہ کش رہیں اور مسائل
مختلف فیہا میں سوادِ اعظم کا اتباع کریں اگرچہ وہ مسئلہ اپنی تحقیق کے مخالف
ہو کیونکہ سوادِ اعظم علماء و مشائخ کا خلاف تنزلِ مرتبۂ ایمانیہ کا موجب اور
انحطاط و کمالات کا مثمر ہے۔

marfat.com

اُس خط میں یعنی خط مطبوعہ محبوب المطابع میں جو فقیر کے خلاف ہے اُس کی تصریح کرتا ہُوں۔ جواب اول میں امکان و وقوع کا فرق بتایا گیا ہے فقیر کو اس سے اتنا معلوم ہُوا کہ کذب کا نقائص میں ہونا متفق علیہ ہے، پھر ذاتِ مقدس باری تعالیٰ کی طرف نقص کا استناد کس طرح جائز ہو سکتا ہے گو بر سبیلِ امکان ہی سہی جواب ثانی میں آیۂ انما انا بشرٌ مثلکم الخ کا منکر کوئی اہلِ اسلام نہیں سب کا یہی اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر ہیں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کی اولاد میں ہیں، انکار اس بات کا ہے کہ کوئی بشر سمجھ کر بڑا بھائی کہنے لگے یا مثل اس کے اور کلمۂ گستاخی زبان سے نکالے یہ البتہ موجبِ خذلان ہے، فقیر کے اعتقاد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اشرف المخلوقات ہیں اور باعثِ ایجادِ کائنات ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جواب ثالث کی تصریح یہ ہے کہ فقیر مجلس شریف میلاد مبارک کا مع ہیئتِ کذائیہ معمولہ علمائے ثقات صلحاء و مشائخ کرام بارہا اقرار کر چکا ہے اور اکثر اس کا عامل ہے جیسا کہ فقیر کی دیگر تقریرات و تحریرات سے یہ مضمون ظاہر ہے، فقیر کو اِس مجلس شریف کے باعث حسنات و برکات کے معتقد ہونے کے علاوہ یہ عین الیقین ہے کہ اس مجلس مبارک میں فیوض و انوار و برکات و رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

جوابِ رابع میں فقیر کا یہ عقیدہ ہے کہ علمائے حرمین شریفین کی توہین شمہ بھر جائز نہیں اور اُن کا اتفاق کسی مسئلہ شرعی میں حجت سمجھتا ہُوں جیسا کہ بزرگانِ سلف لکھتے آئے ہیں۔

marfat.com

جواب خامس، فقیر ہمیشہ سے حنفی المذہب وصوفی المشرب ہونے کا مدعی ہے اگرچہ اپنے دعوے میں کامل نہ ہو فقیر تقلید کو واجب جانتا ہے اور اس بات کو اچھا نہیں جانتا کہ کوئی حنفی المذہب ہوکر ایسے مسئلہ کی تائید کرے جس میں حمایت لامذہبی پائی جائے اور عوام ضلالت میں پڑیں۔

(فقرات مندرجۂ کرامت نامہ) حضور مرشدی اسمی مولوی نذیر احمد خاں صاحب مدرس مدرسہ احمد آباد گجرات مرقومہ رمضان ۱۳۰۷ھ وقال دام ارشادہ وامدادہ ازامداد اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت عزیزم پیر جی مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی وعزیزم مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی سلمہا اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تمام بلاد ممالک ہند مثلاً بنگال وبہار ومدراس ودکن وگجرات وبمبئی وپنجاب وراجپوتانہ ودام پور وبہاولپور وغیرہ سے متواتر اخبار حیرت انگیز حسرت خیز اس قدر آتی ہیں کہ جن کو سُن کر فقیر کی طبیعت نہایت ملول ہوتی ہے، اس کی علت یہی "براہین قاطعہ" ودیگر ایسی ہی تحریرات ہیں، یہ آتشِ فتنہ "انوارِ ساطعہ" کی تردید سے مشتعل ہوئی کہ تمام عالم اس کی حمایت میں کھڑا ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو کچھ ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ تمام ممالک کے علماء ومفاتی نے ساری کتاب کو تہِ دل سے پسند فرماکر اُس پر اتفاق کیا۔ دیکھو ہندوستان میں سیکڑوں مذاہبِ کُفریہ وعقائدِ باطلہ مخالفِ دین وبیخ کُنِ اسلام ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور کیسے کیسے شبہات، الزام واعتراض، شہادت وشبہات وشکوک مذہبِ اسلام پر وارد کرتے جاتے ہیں پس ایسے وقت میں آپس کی مجادلہ کی جگہ اُس کی تردید کرنی چاہیئے اور قرآن شریف کی خُوبیاں وفضائل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے محامد ومکارم، اخلاق ومحاسن، اوصاف کو ہر مقام وہر شہر وقریہ

marfat.com

میں نہایت زور شور سے مشتہر کرنا چاہیئے، ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محامد، اوصاف و مکارمِ اخلاق کو مشتہر اشاعت عام کرنے کے لئے ہر مقام میں مجلس مولود شریف کا چرچا بڑا عمدہ ذریعہ و مستحسن وسیلہ ہے۔ فقرات مندرجہ کرامت نامہ حضور مرشدی اسمی پیر جی خلیل احمد صاحب و مولوی محمود حسن صاحب مرقومہ ذیقعدہ ۱۳۰۷ھ وقال دام ارشادہٗ و امدادہٗ "انوار ساطعہ" کے اکثر مسائل میں فقیروں سے متفق ہُوا تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت التجا و دُعا کی: یا اللہ! اگر میں ان مسائل میں صراطِ مستقیم پر ہُوں اور حق بجانب ہُوں تو اس کتاب کو مقبولِ علماءِ دیار و امصار و اہلِ اسلام کر۔ چنانچہ ظاہر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو قبول فرمایا کہ تمام علماءِ حرمین شریفین و بلادِ اسلام اس کے مسائل میں متفق ہیں اور خود کتاب کو بھی پسند کرتے ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء (مرقومہ دہم رمضان روز سہ شنبہ ۱۳۰۷ھ اسمی راقم الحروف) وقال دام ارشادہٗ وامدادہٗ میں خود مولود شریف پڑھواتا ہُوں اور قیام کرتا ہُوں اور ایک روز میرا یہ حال ہوا کہ بعد قیام سب بیٹھ گئے مگر میں بے خبر کھڑا رہ گیا بعد دیر کے مجھ کو ہوش آیا تب بیٹھا (مرقومہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۰۴ھ اسمی راقم الحروف) وقال دام ارشادہٗ وامدادہٗ انوار ساطعہ را از اوّل تا آخر شنیدم و بغور و تدبر نظر کردم ہمہ تحقیق را موافق مذہب و مشرب خود بزرگان خود یافتم (مرقومہ یازدہم رجب ۱۳۰۴ھ اسمی راقم الحروف) وقال دام ارشادہٗ وامدادہٗ فی الحقیقت نفس مطلب کتاب "انوار ساطعہ" موافق مذہب و مشرب فقیر و بزرگان فقیر است خوب نوشتید جزاکم اللہ خیر الجزاء اللہ تعالےٰ ما و شما و جمیع مومنان را در ذوق و شوق و محبت خود داشتہ حسن خاتمہ نصیب کند آمین (مرقومہ بست و دویم

marfat.com

شوال ۱۳۰۴ھ اسمی راقم الحروف)

واضح ہو کہ اوّل "انوار ساطعہ" ۱۳۰۲ھ میں مطبوعہ ہوا تھا رفتہ رفتہ کچھ مدّت کے بعد مکہ معظمہ پہنچا اور حضرت مرشدی و مولائی نے بتدریج اس کو ملاحظہ فرمایا، بعدازاں حضور نے جس قدر کرامت نامجات مکہ معظمہ سے رقم فرمائے سب میں یہ مضمون تھا کہ اس کتاب کے مسائل میرے مشرب اور اور میرے مشائخ کے مشرب سے بالکل موافق و مطابق ہیں پھر حضرت کے قبول فرمانے کی یہ برکت ہوئی کہ یہ کتاب مقبولِ عام ہوگئی سب اس کو ہاتھوں ہاتھ لے گئے ایک نسخہ باقی نہ رہا اور لوگوں کا اشتیاق یہ کہ دُور دُور سے خطوط اس کی طلب میں آرہے ہیں گلوگیری تمنائے مشتاقین نے مجبور کر دیا کہ چھپوائیے۔ تب حسب الارشاد حضرت مرشدی و مولائی "انوار ساطعہ" کی نظر ثانی ۱۳۰۶ھ میں شروع کی لیکن اس قدر موانع اور جرح پیش آئے کہ العیاذ باللہ دو روز کا کام ہُوا تو دو مہینے ناغہ گئے باری شکر اُس مولیٰ عزاسمہٗ کا کہ انجام کار ۱۳۰۷ھ میں اس کام سے فراغ حاصل ہُوا والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ علیٰ شفیعنا خاتم النبیین اللھم اجعلنا بذکرک وذکر حبیبک متلذذین وبآلائک ونعمائک فی الدنیا و الاٰخرۃ متنعمین توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین وارزقنا شفاعۃ سید المرسلین وادخلنا الجنّۃ بسلام فرحین وصلی اللہ تعالیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ محمد واٰلہ واصحابہ واولیاء اُمتہ اجمعین اللّٰھم ارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین ؕ

فقط تمّت

marfat.com

حضرت مولانا شاہ عبدالسمیع بیدلؔ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

از مولٰنا محمود احمد قادری استاد مدرسہ احسن المدارس قدیم کانپور

نسلی علاقہ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری کے واسطے سے حضرت ابوایوب انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے ہے، اپنے وطن رامپور منہاران ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ علمائے دہلی حضرت مفتی صدرالدین وغیرہ سے اخذِ علوم کیا۔ دورِ طالب علمی میں ۱۲۷۰ھ میں مرزا غالب کے شاعری میں شاگرد ہوئے اور بیدلؔ تخلص اختیار کیا، فکرِ معاش میں میرٹھ پہنچے، مشہور مخیر رئیس حافظ عبدالکریم رئیس لال کرتی (میرٹھ) نے اپنے لڑکوں کی تعلیم کے لئے آپ کو بارہ ۱۲ روپے اور روٹی پر مدرس رکھ لیا، آپ بڑے سادہ دل اور محتاط تھے، مدرس ہونے کے بعد دونوں وقت انواع و اقسام کے کھانے پہنچنے لگے مگر آپ صرف روٹی کھا کر پانی پی لیتے، حافظ صاحب کو خبر ہوئی بلا کر دریافت حال کیا کہ کیا کھانا پسند نہیں آتا کہ آپ ایسا کرتے ہیں، آپ نے سادگی سے جواب دیا کوئی شکایت نہیں معاملہ طے کرتے وقت صرف روٹی طے ہوئی تھی اس لئے باقی چیزوں کے کھانے کا مجھے حق نہ تھا۔

آپ محبوب الٰہ حضرت شاہ امداد اللہ (مہاجر مکی) قدس سرہٗ کے مرید و خلیفہ اور کامل الاحوال تھے، اسّی نوّے کے درمیان عمر پائی اور میرٹھ میں ۱۹۰ھ میں انتقال ہوا، مرقد قبرستان حضرت شاہ ولایت قدس سرّہٗ میں ہے۔ آپ کے فرزند مولانا حکیم میاں نے ۱۹۴۰ء میں سفرِ آخرت اختیار کیا، حکیم صاحب کے دو ۲ لڑکیاں تھیں اولادِ نرینہ کوئی نہ تھی۔ مولانا عبدالسمیع قدس سرہٗ کی تصانیف میں نورِ ایمان (منظوم)، سلسبیل (نظم)، راحتِ قلوب، بہارِ جنّت، مظہرِ حق چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ "انوارِ ساطعہ" آپ کی مشہور کتاب ہے جو آپ نے "براہینِ قاطعہ" کے رَد میں لکھی۔

marfat.com

یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اللہ
جل جلالہ

مکتبہ رضائے مصطفےٰ کی تازہ پیشکش

اعلیٰحضرت کی سو سالہ تصنیف

الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ

۱۳۱۲ھ

سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ

۱۳۱۲ھ

معروف بہ

کفریات بابا و وہابیہ

۱۲/-

ملنے کا پتہ
مکتبہ رضائے مصطفےٰ
دار السلام
گوجرانوالہ

marfat.com

دیوبندی مذہب

(تصنیف: مناظرِ اسلام مولانا غلام مہر علی صاحب چشتیاں شریف)

جس میں دیوبندیوں کے صحیح خدوخال۔ عقائد و اعمال
و اخلاق، ہنود اور انگریز سے گٹھ جوڑ و تنخواہ دار
ہونے کا تذکرہ ان کی مستند کتب کے حوالہ جات
سے کیا گیا ہے، قاری حضرات کو شکوک و شبہات
کے دلدل سے نکال کر صراطِ مستقیم پہ گامزن کرتی
ہے، مضبوط ڈاکی دار جلد، سفید کاغذ، طباعت
آفسٹ بڑا سائز، قیمت ۱۸۰/۰۰ روپے

مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور

marfat.com

شہادت نواسۂ رسولؐ
سیّد الابرار

تصنیف
مولانا
عبدالسلام
رضوی

اہل بیت عظام، خلفائے راشدینؓ ازواج مطہرات
شہداء کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مفصل
حالات و فضائل و معرکۂ کربلا پر مستند تذکرہ مع
حوالہ جات کتب معتبرہ از قرآن و احادیث مزارات
مقدسہ کی تصاویر سے مزین، اعلیٰ کتابت، بہترین سفید
کاغذ، آفسٹ طباعت، ڈائی دار مضبوط جلد قیمت/ ۲۵ روپے

ناشر: مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور

marfat.com

خُدا شوق دے تو مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں

جواہر البحار اوّل (اردو)	امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۵/۰۰
" " دوم "	" " "	۱۸۰/۰۰
" " سوم "	" " "	۱۰۵/۰۰
جامع کرامات اولیاء اردو جلد اول	" " "	۱۸۰/۰۰
رسائل رضویہ (اوّل)	امام احمد رضا خاں	۷۵/۰۰
رسائل رضویہ دوم	" " "	-۵-
شہادت نواسۂ سید الابرار	مولوی عبد السلام رضوی	۲۲۵/۰۰
علم خیر الانام	مولوی عبد السلام رضوی	-۷۵
دیوبندی مذہب	مولانا غلام مہر علی صاحب چشتیاں	-۱۸۰
سعادت دارین (اردو) اوّل	امام یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ	-۱۸۰
" " " دوم	" "	-۱۸۰
خون کے آنسو	علامہ مشتاق احمد نظامی	-۵۱
جماعت اسلامی کا شیش محل	مشتاق احمد نظامی	-۵۱
گیارھویں شریف	صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادیؒ	۱۰/۵۰
تسکین الخواطر	علامہ احمد سعید کاظمی	-۳۰
بیان الارکان	علامہ ریاض احمد صمدانی	-۷۵

مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ • لاہور

marfat.com